SILENT SMILE
Novels
Mania
www.urdunovelsmania.com
عشق بے مول
زونیرا انجم
Novels
Mania
Urdu Novels Mania Team©
www.urdunovelsmania.com

.."المقدمة"

"All things are ready?"

جیری نے اپنے ماتحت ساتھیوں سے پوچھا تھا۔ سب نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ سب اپنے نئے باس کو ریسیو کرنے ائرپورٹ پر آئے تھے۔

But sir,how can we recognize him?"

"we will not recognize him."..........

He will recognize us if he wants?"

اپنے ماتحت کے سوال میں جیری نے وقفے کے ساتھ اپنی بات مکمل کی تھی۔ جبکہ اس کے ماتحت نے نظریں نیچے کرلی تھیں۔ بیک گراونڈ سے لینڈنگ کی اناوسمنٹ ہوئی تو وہ سب چوکنا ہوکر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں اس کے نام کا بڑا سا کاڈر تھا جبکہ جیری نے ہاتھ میں ایک بڑا سا بوکے اٹھا رکھا تھا۔ سارے مسافر ایک ایک کرکے آ گئے تھے مگر اس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ انہیں انتظار کرتے آدھا گھنٹہ ہوگیا تھا مگر وہ نہیں آیا تھا۔

"Sirwhereisboss?"

اس ماتحت نے پھر پوچھا تھا۔ مگر جواب دینے سے پہلے ہی جیری کا فون رنگ ہوا۔

"مجھے یہ سب فالتو کا سامان نہیں پسند۔ اٹھاو ان سب کو اور جلدی آفس پہنچو۔"

پرسنل نمبر سے کال تھی جس میں ان کے استقبال کو فالتو کا سامان کہا گیا تھا۔ یہ تو طے ہوگیا تھا کہ ان کا نیا باس کچھ اچھا نہیں تھا۔ جس کو ایمریس کرنا بہت مشکل ہونے والا تھا۔

زندگی خاک نہ تھی خاک اڑاتے گزری

تجھ سے کیا کہتے تیرے پاس جو آکے گزری

اس کے لیے زندگی پہلے بھی اتنی حسین نہیں تھی مگر اب تو اور دشوار ہوگئی۔ اس کے ماں باپ کی وفات کے بعد ایک واحد سہارا اس کے دادا ہی تو تھے۔ آج ان کی بھی طبعیت خراب ہوگئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ محلے میں موجود لوگ خیر خواہ ثابت ہوئے تھے۔ بچپن سے اس نے ان کو اپنے دادا کی ہمیشہ عزت کرتے دیکھا تھا۔ دادا بھی ان کی ہر طرح کی مدد کو ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ وہ جتنی خوش اور مطمئن دادا کے ساتھ ہوتی شاید کبھی کسی اور کے ساتھ نہ ہوپائے۔ یہ اس کا اپنا خیال تھا۔ سکول تک کی پڑھائی اس کے دادا نے اسے خود کروائی تھی پھر اپنی زندگی کو ڈگمگاتا دیکھ کر انہوں نے اس کی شادی کا سوچنا شروع کردیا۔ وہ اپنے اردگرد اس کے لیے رشتہ تلاشنے لگے۔ مگر انہیں کوئی بھی قابل قدر نہیں لگا۔ محلے میں موجود ایک قریبی دوست کے زریعے انہیں ایک رشتہ مناسب لگا تھا۔ جب انہوں نے اس سے بات کی تو وہ صاف انکار کرگئی۔ اسے ابھی پڑھنا تھا اپنی دوست کے ساتھ بہت آگے کی پلاننگ کرکے بیٹھی تھی۔ اس کے دادا نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانی۔ یہاں تک کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ جس کا اثر اس کے دادا پہ پڑا اور وہ ہسپتال پہنچ گئے۔ آج وہ ہسپتال کے کوروڈور میں بیٹھی اپنے پیارے دادا کے لیے دعائے خیر کررہی تھی۔ ان کی سلامتی کے

لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔ اور خود کو کوس رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا دادا کے ٹھیک ہونے کے بعد وہ ان کی ہر بات مانے گی۔ کبھی انکار نہیں کرے گی۔

"عینی بیٹی! لو پانی پی لو۔ کب سے ایسے ہی روئے چلی جا رہی ہو۔"

آنٹی خالدہ نے اس کی جانب ایک گلاس پانی کا بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس نے فوراً سر نفی میں ہلایا تھا۔

"پی لو ایسے کرو گی تو اختر صاحب کے اٹھنے کے بعد تمہاری شکایت لگا دوں گی۔ پھر خود نپٹنا۔"

انہوں نے اسے دھمکاتے ہوئے کہا۔ وہ چپ چاپ پانی پینے لگ گئی مگر اس سے دو گھونٹ سے زیادہ پیا نہیں گیا۔

"آنٹی۔۔۔۔ دادا۔۔۔۔۔"

اس نے ہچکیوں میں دادا کی خیریت جاننی چاہی تھی۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔"

اس کی آنٹی نے اس کو دلاسہ دیا تھا۔

"قرۃ العین بیٹا!"

شاکر انکل نے اسے پکارا تھا۔ وہ اور خالدہ آنٹی ہمہ تن گوش ہوئی تھی۔ ایک وہ ہی تو تھے جو ہسپتال میں ان کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔

"ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟ اختر صاحب کیسے ہیں اب؟"

آنٹی خالدہ نے فوراً سے پوچھا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے وہ اب ٹھیک ہیں۔"

انہوں نے عینی کو زندگی کا مرثدہ سنا دیا تھا

"آپ کہاں سے ہو؟"

ابھی تھوڑی دیر پہلے ریکوسٹ ایکسیپٹ کی تھی اور ابھی اس کے میسجز آنا. شروع ہو گئے تھے۔ اس نے ایک نظر اس پر ڈالی تھی جہاں اس کا ایک اور میسج ٹائپ ہونے کا نشان بن رہا تھا۔

"آپ کیا کرتی ہو؟"

"آپ کی پوسٹس بہت اچھی ہوتی ہیں؟"

ایک کے بعد ایک سوال ہو رہا تھا۔ اس کے لیے یہ کوئی نئی بات تھوڑی تھی۔ وہ تو ان سب کی پرانی عادی تھی۔ اسے معلوم تھا ایسے لڑکوں کو کیسے ہنڈل کرنا ہے۔ اس نے ایک بائٹ فروٹ چاٹ کی لی اور اسے جواب دینا شروع ہو گئی تھی۔ اگر ایف بی ایک فیک ورلڈ ہے تو وہ اسے اینجوئے کرتی تھی۔

"بینش! کب تک فون کی جان چھوڑنی ہے؟"

اسے کے ہاتھ میں پچھلے دو گھنٹے سے فون دیکھ کر اب ریحانہ بیگم کی طبعیت خراب ہو گئی تھی۔ ہر مڈل گلاس گھرانے کی طرح ان کے گھر میں کام اور کام کا اصول تھا۔ اگر کام سے فارغ ہوتے تو جو مرضی کرتے مگر بینش نے علیحدہ ہی اصول مرتب کر لیے تھے۔ گھر بھر کی لاڈلی اور اکلوتی لڑکی ہونے کی وجہ سے اس کی ہر ضد مان لی جاتی۔ ریحانہ بیگم کو اسی بات سے چڑ تھی۔ کل ضد کر کے نیا فون لیا گیا ہے اور جان ابھی تک نہیں چھوڑی تھی۔

"بینش! بینش!"

اسے اپنی بات پہ کان نہ دھرتے دیکھ انہوں نے اسے دوبارہ پکارا تھا۔ وہ جو بڑے مزے سے ایک اور شخص کو بے وقوف بنانے لگی ہوئی تھی بدمزہ ہو کر اٹھی تھی۔

"کیا ہے امی؟"

وہ پاوں پٹختی کمرے سے باہر آئی تھی۔

"سارا کام ایسے ہی پڑا ہوا ہے اور تم کہ رہی ہو کہ کیا ہے امی؟۔ جاو اور جا کر شام کے کھانے کی تیاری کرو۔"

وہ سخت چڑچڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہے امی؟ آپ بھابھی کیوں نہیں لے آتی؟ کم از کم میری جان تو چھوٹے۔؟

وہ اپنے کمرے سے صحن میں بڑبڑاتی ہوئی آئی تھی۔ ریحانہ بیگم نے فرش دھوتے ہوئے اس کی بڑبڑاہٹ واضح سن لی تھی۔

"شرم کرو شرم۔ کبھی یہ ہاتھ پاوں خود بھی ہلا لیا کرو۔ اپنی زندگی میں ہمیشہ دوسروں کی محتاج نہ بنا کرو۔"

انہوں نے اسے وہیں سے ڈانٹا تھا۔

"رہنے بھی دیں۔" وہ منہ میں بڑبڑائی تھی۔ پھر کچھ یاد کرتی واپس کمرے میں گئی تھی۔

"اب کہاں جا رہی ہو؟"

اسے سر پر چادر تانتے دیکھ ریحانہ بیگم نے پوچھا تھا۔

"آپ کی بہو کو لینے"

www.urdunovelsmania.com

اس نے تقریباً بھاگتے ہوئے کہا تھا یہ نہ ہو کہ وہ اسے روک ہی لیں۔ جبکہ وہ پیچھے آواز لگاتی رہ گئی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ اب جلدی نہیں آئے گی۔

"رباب! تمہارا فون ہے۔"

وہ اپنے کل کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی جب اس کی بھابھی نے اسے لینڈ لائن سے فون ریسیو کرنے کے بعد بلایا تھا۔

"آئی بھابھی۔"

وہ اپنی کتابیں ایک جانب رکھتی کھڑی ہوئی تھی۔

"کون ہے؟ عینی؟؟"

اپنے سوال کا خود ہی جواب دیتی وہ سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آرام سے۔۔۔مجھے تو روتی معلوم ہو رہی ہے۔"

بھابھی عافیہ نے اسے اپنے اندازے سے عینی کی حالت کا بتلایا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔عینی"۔

اس نے اپنی بھابھی کی بات کو مانتے ہوئے اس کی خیریت پوچھی۔ مگر اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو اس کی ہلکی ہلکی سسکی کی آواز آئی۔

"عینی کیا ہوا ہے بتاؤ تو سہی۔"

"دا۔۔۔۔دو۔۔۔۔۔۔۔ہاس۔۔۔۔۔۔پٹل۔۔۔۔آجاو۔"

اس نے ہچکیوں میں بات ادھوری بتائی تھی۔

"یار کیا کہ رہی ہو۔۔۔ سمجھ نہیں آئی۔ دادو کہاں ہے؟"

اس نے تقریباً فون میں گھستے ہوئے پوچھا اور ایک بے بس سی نظر سامنے کھڑی بھابھی پر ڈالی۔

"جی آنٹی!" عینی کے ہاتھ سے کسی اور نے فون لے لیا تھا۔

"کون سے ہاسپٹل میں۔۔۔۔ جی اچھا۔۔۔ نہیں آپ فکر نہیں کریں میں آتی ہوں اس کے پاس۔"

اس نے ایک کے بعد ایک جواب دے کر فون رکھ دیا۔

"دادو کی طبعیت خراب ہوئی ہے۔۔۔۔ عینی کا رو رو کر برا حال ہے۔"

"اللہ خیر کرے۔ کوئی ہے ان کے ساتھ؟"

بھابھی عافیہ نے فکرمند ہوتے پوچھا۔

"انشااللہ خیر ہوگی بھابھی۔ پڑوس کی آنٹی اور انکل ہیں۔"

اس نے کمرے کی راہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"رکو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ تمہارے بھائی بھی نہیں ہیں گھر پہ۔"

انہوں نے رباب کو چادر لیتے دیکھ کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے بھابھی۔ آجائیں آپ بھی۔ چابی بھی لے لیجیے گا۔"

اس نے جلدی جلدی اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے کہا۔ بھابھی عافیہ سر اثبات میں ہلاتی اپنے کمرے کی جانب چلی گئیں۔

وہ تیار ہو کر دروازے تک آئیں۔

www.urdunovelsmania.com

"سنو میری ہونے والی بھابھی! کہاں جا رہی ہو؟"

ہنستی مسکراتی بینش ایک دم روبرو ہوئی تھی۔

"بینش۔۔۔ دادو کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔"

اس نے فوراً ہی اس کو بتایا تھا جبکہ بھابھی دروازے کو تالا لگا رہی تھی۔

"اللہ جی!۔۔۔ دادو۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں بھی چلوں گی۔"

وہ فوراً سے تیار ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے چلو بھی۔۔۔ رونا مت اب۔"

اس نے بینش کو لتاڑا تھا۔

"فکر نہیں کرو اللہ سب خیر کرے گا۔"

بھابھی عافیہ نے دونوں کو امید دلاتے ہوئے آگے بڑھنے کا کہا۔

وہ سب خیریت کی دعا کرتی آگے بڑھ گئیں۔

"میم یہ کوئی آپ کے لیے دے کر گیا ہے۔"

وہ بک سٹور میں اپنے پڑھنے کے لیے کچھ یونیک ڈھونڈ رہی تھی۔ جب ہی وہاں بک سٹور کی سیلز گرل اس کے پاس ایک ریڈ روزز کا بوکے لے کر آئی۔

اس نے ایک نظر اس گرل اور پھر بوکے پر ڈالی۔

"Notagain."

اس نے اکتا کر کہا تھا۔

"دیکھیں مس آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں یہاں نئی ہوں اور کسی کو اتنا جانتی بھی نہیں ہوں۔ یہ کسی اور کے لیے ہوگا۔"

اس نے سیدھے سیدھے جان چھڑانی چاہی تھی۔

"نہیں میم یہ آپ کے لیے ہے۔ آپ کا نام قراۃالعین ہے نہ!"

وہ جو کتاب رکھ کر یہاں سے رفو چکر ہونے میں تھی سیلز گرل کے کہنے پر رکی تھی۔

"اس کو میرا نام بھی پتا ہے۔"

اس نے خود سے کہا تھا۔

"میم پلز لیں لیں۔ سیلز گرل نے جلدی سے کہا تھا شاید اسے اس کے کام سے دیر ہو رہی تھی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر لے لیتی ہے۔ اس کے ساتھ پچھلے ایک ہفتے سے ایسا ہو رہا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی جاتی اس کے لیے ریڈ روزز کا بوکے پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ گھر میں بھی موجود ہوتا تھا۔

وہ اسے پکڑے بک سٹور سے باہر آگئی تھی اس کا ارادہ اسے کسی جگہ پھینکنے کا تھا۔ اچانک اس کو ہاتھ پہ کچھ محسوس ہوا تھا۔ اس نے دیکھ تو وہاں ایک ریڈ روزز کا کارڑ تھا۔ آج پہلی بار بوکے میں کارڑ آیا تھا ورنہ تو صرف بوکے ہی آتے تھے۔ اس نے اسے کھولا تھا۔

“for my beloved Annie.”

اس کے لیے پیغام تھا مگر بھیجنے والے کا نام پھر نہیں لکھا تھا۔ وہ سچ میں پریشان ہوگئی تھی۔

"رخصتی کر رہا ہوں تو بغیر واویلا کیے چلی جاو اور خدا کے لیے ہمیں اپنی دوبارہ شکل بھی نہیں دیکھانا"

رباب سے سانس بھی نہ لی گئی۔ آنکھوں کے آنسو تھمنے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔

"بھ۔۔۔۔ئی۔۔"

ہلکی سی سانس میں ایک آخری بار پکارا تھا۔ دلہن کے لباس میں وہ گڑیا ہی تو لگ رہی تھی۔ اپنے بھائی کے سامنے کھڑی، آنکھوں میں التجا لیے ہوئے۔

"رحم کھاو ہم پر رباب۔۔بس کرو یہ تماشہ۔"

اس کی بھابھی نے اس کے کان میں آ کر سرگوشی کی۔ سارے مہمان اردگرد ہی موجود تھے۔ بارات جانے کے لیے تیار کھڑی تھی جبکہ وہ اپنے بھائی سے جدا ہونے کو تیار نہیں تھی۔

"چلو اب۔"

اس کی بھابھی نے اس کو کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ باہر کی جانب کیا تھا۔ مگر وہ مڑ مڑ کر بھائی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی کہ شاید وہ اسے بے قصور مان لیں مگر وہاں چٹانوں کی سی مضبوطی تھی۔ اس نے مایوس ہو کر نظریں جھکا لیں۔ اس کی بھابھی اسے ایک کالے رنگ کی بڑی سی چادر اڑا کر باہر صحن میں لے آئیں۔

"تم نے اب تک جو کیا سو کیا۔ مگر اب سے اپنے اس رشتے کو نبھانا۔ چاہے خوشی سے یا بغیر خوشی کے۔"

یہ بات کہتے وقت دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ رباب نے بھابی کو روتے دیکھا تو ایک امید کی کرن جاگی۔ اس نے بھابی کو اپنی محبت سے پکارا مگر اس کی پکار کے جواب میں انھوں نے کہا بھی تو کیا۔

"چلی جاو رباب۔ چلی جاو"

وہ کیسے چلی جائے اس جگہ جہاں اس کا دل نہیں۔ دل تو یہں کہیں رہ جائے گا۔ اس نے ارد گرد نظر ڈالی کہ شاید وہ اسے نظر آجائے مگر۔۔۔۔ وہ کیوں آئے گا یہاں۔ وہ نہیں آئے گا۔ وہ نظریں جھکا کر چلتی خود سے باتیں کررہی تھی کہ اسے اپنے آس پاس جانی پہچانی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کا بھائی اسے قرآن کے سائے میں رخصت کررہا تھا۔ مگر چہرے پر وہ ہی چٹانوں جیسی سختی تھی۔ اس نے نظریں اپنے بھائی سے ہٹائی نہیں اور بھائی نے اس کی جانب دیکھا بھی نہیں۔ کسی نے دور سے یہ منظر دیکھا اور ان کے گاڑی کے قریب پہنچتے ہی اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ اس کے بھائی نے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ وہ اب بھی التجائی نظروں سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بھائی نے اس کی جانب دیکھا۔ ایک پل کو اس کا بھی دل ڈوبا تھا۔ اپنی لاڈوں پلی بہن کو ایسے رخصت کرنا کب اس کی خواہش رہی تھی۔ خود پہ ضبط کرتے اس نے رباب کو گاڑی میں بیٹھا دیا۔ اس کا دلہا پہلے سے گاڑی میں موجود تھا۔ وہ ابھی بھی ایسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اللہ تمہاری۔۔۔۔۔۔ اللہ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔"

اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ کر انھوں نے دعا دی۔ رباب نے اپنے سر سے بھائی کا ہٹتا ہاتھ دیکھ کر اسے پکڑنا چاہا مگر وہ ہوا میں تحلیل ہوگیا۔ اس نے آس پاس دیکھا۔ اس کو تو کب کا رخصت کیا جاچکا

تھا۔ گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی ایک وہ تھی جو ابھی تک خوابوں میں تھی۔ اس نے اپنا سر پیچھے ٹکا لیا۔

"بھائی اپنی دعاوں میں تو رخصت کرتے۔۔ شاید زندگی آسان ہو جاتی۔۔۔"

بس ایک خلش ہی رہ گئی تھی۔

"جاتے وقت اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ دیتے۔۔"

"میں نے اسے ہمیشہ اپنی دعاوں میں رکھا ہے عافیہ۔ آج بھی میری گڑیا میری دعاوں میں رخصت ہوئی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ مگر ان سب کو محسوس کروانے کا حق میں نے اس سے چھین لیا ہے۔"

فہیم نے اپنے آنسووں پہ ضبط ڈالتے ہوئے کہا۔

"عینی! دادو۔۔۔ ٹھیک ہیں نا؟"

بینش اور رباب نے اکھٹے پوچھا تھا۔ دونوں کے اس طرح اکھٹے بولنے پر عینی نے ان دونوں کی جانب دیکھا۔ اسے ان دونوں کی یہاں اتنی جلدی پہنچ جانے کی امید نہیں تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو اس نے رباب کو فون کیا تھا مگر بات نہ ہو پائی تھی۔ بھابھی عافیہ آگے بڑھی تھیں اور عینی کو گلے سے لگا لیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے رکے ہوئے آنسو دوبارہ بہ نکلے تھے۔ رباب اور بینش نے ایک دوجے کی جانب دیکھا تھا۔ بینش کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے۔ رباب ان میں تھوڑی سخت جان تھی۔ وہ جلدی سے نہیں روتی تھی۔ اسے خود پر بند باندھنا آتا تھا۔

"اب کیوں روتی ہو بیٹی؟ اللہ کا شکرادا کرو اس نے تمہارے دادا کی جان بخش دی۔ ایسے رو کر اللہ کی ناشکری نہیں کرتے۔"

خالدہ آنٹی اپنے بیٹے سے بات کرنے ایک طرف گئی تھیں واپس لوٹی تو اسے پھر سے روتا دیکھ کر انہوں نے کہنا مناسب سمجھا۔ ان کی اس بات پر باقی تینوں افراد سکھ کا سانس لیا تھا۔ وہیں عینی نے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔"

رباب نے اونچی آواز سے اللہ کا شکرادا کیا تھا۔ بینش نے اس کی تقلید کی تھی اور جا کر عینی کے گلے لگ گئی تھی۔

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے بینش۔ اگر وہ۔۔۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں۔۔۔ کر پاتی۔"

عینی نے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتے ہوئے گلے لگی بینش سے کہا تھا۔ رباب ابھی تک ایسے ہی کھڑی تھی جبکہ بھابھی عافیہ اس کے داہنی جانب بیٹھی تھیں۔

"اور میں بھی۔۔۔"

بینش نے اس سے کہا تھا اور وہ جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کہ رہی ہے۔

"بدتمیزوں! اکیلے اکیلے۔۔۔۔ وہ میرے بھی تو دادو ہیں یار۔"

رباب نے ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیے کہا اور مسکراتی ہوئی ان دونوں سے اکھٹے گلے لگی تھی۔ وہ تینوں مسکرا دیں۔ بھابھی عافیہ ان تینوں کو مسکراتا دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پاس کھڑی خالدہ آنٹی سے ساری تفصیل پوچھنے لگی۔

"دادو سے ملیں؟"

رباب نے الگ ہونے کے بعد عینی سے پوچھا تھا۔

"نہیں ابھی ملنے نہیں دیا گیا۔"

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا؟"

'اس بار بینش نے سوال پوچھا تھا۔

"انڈر ابزرویشن ہیں۔"

اس نے جواب دیا تھا۔

.بینش اور رباب نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ان تینوں کی نظریں اس کمرے کی جانب تھیں جہاں دادو کو ابھی تک رکھا گیا تھا۔

ہمراہی جو نہ ساتھ رہے

میرے راستے بھی بدل گئے

بھول کر بھی نہ آئے یاد مجھے

میرے ستارے کیوں بدل گئے

از خود

اسے اس کے کمرے میں کب لا کر بٹھایا گیا اسے معلوم بھی نہیں چلا۔ رخصتی سے لیکر اپنے کمرے میں پہنچنے تک اسے ہوش ہی کہاں تھا۔ اسے جب کمرے میں لا کر بیٹھایا گیا تو وہ ہوش میں آئی۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی۔ یہ کمرہ اپنے مالک کے عالی ذوق کی نشان دہی کر رہا تھا۔ اس کمرے میں ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی چیز موجود تھیں۔ کچھ کے تو بارے میں اسنے صرف تصویروں میں پڑھا تھا۔ لیکن یہ کمرہ کہیں سے بھی شادی کی پہلی رات کا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے گھنگھٹ اٹھا کر آس پاس دیکھا تھا۔ داہنی جانب کھڑکی کے ایک سائیڈ پر اس کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ وہ تصویر میں بھی کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ بلیک تھری پیس سوٹ میں لی گئی تصویر اسے اس کی پہلی ملاقات یاد دلا گئی تھی۔

"ارے رباب رکو۔ میری بات تو سنو۔"

وہ جو اپنے دھیان جا رہی تھی اپنا نام پکارنے پر رکی تھی۔ اور پلٹ کر اس شخص کو دیکھا۔ وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک جینز کی پینٹ میں نفاست کے ساتھ بال بنائے گئے تھے۔ وائٹ کلر کے شوز پہنے ہوئے تھا۔ رباب تفصیل سے اس کے حلیے کا جائزہ لے رہی تھی۔ رباب کے اس طرح دیکھنے پر اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی جس نے اس کے داہنے گال کے ڈمپل کو واضح کر دیا تھا۔ گوری رنگت پر سبز رنگ کی آنکھوں والا اسے کسی اچھے گھر کا لگا تھا۔

"آخر میں نے تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔"

وہ کہتا ہوا اس کے قریب ہوا تھا۔

"اب ایسے تو نہ دیکھو جیسے جانتی ہی نہیں ہو ڈئیر۔"

اس نے اپنے ڈمپل کی نمائش کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے حلیے نے جو امیج اس شخص کا بنایا تھا وہ فوراً سے چکنا چور ہوا تھا۔

"اپنی حد میں رہو مسٹر! تم ہو کون؟ میرا نام کیسے معلوم ہوا تمہیں؟

اس نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔ کسی انجان شخص کے منہ سے اپنا نام سننا اور اس کا ڈئیر کہنا اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔

"اتنا غصہ۔۔۔ نہ کرو یار۔۔۔۔ اچھا سوری نا۔"

وہ اسے منانے لگا تھا۔ آس پاس چلتے ہوئے لوگ انہیں کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟ میں تمہیں جانتی تک نہیں اور تم ہو کہ فرینک ہوئے چلے جا رہے ہو۔"

ساری زندگی اس کے بھائی نے محنت اور وقار سے ایک نام بنایا تھا اور یہ شخص اسے توڑنے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے جتنا ایک ایک لفظ کو چبا کر کہا تھا کوئی اور ہوتا تو کب کا چلا جاتا مگر یہ جناب ڈھیٹ ثابت ہوئے تھے۔

"دیکھو رباب۔۔۔۔"

"میرا نام مت لو"

وہ اس کی بات کو کاٹتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے۔ دیکھو سوئیٹی۔۔۔

"سوئیٹی نہیں ہے میرا نام،"

وہ چڑی تھی۔

"جب تمہیں نام سے بلاتا ہوں تو برا لگتا ہے اور نہیں بلاتا تو اور برا لگتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟

اس نے دلیل پیش کی تھی۔ وہ اس کی منطق پہ حیران ہوئی تھی۔

"بہت پسند کرتا ہوں تمہیں یار۔ ناراض مت ہوا کرو۔ اتنی مشکلوں سے تو ڈھونڈا ہے اب تو معاف کردو۔"

وہ کسی قدر مفلسی سے کہ رہا تھا مگر اس کی باتیں اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ میں وہ نہیں جس کو تم جانتے ہو۔"

رباب نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ اس کی بات سن کر اس شخص کے چہرے پر ایک رنگ آیا تھا۔

"تو تم۔۔مجھے نہیں جانتی۔۔۔؟"

اس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔ اس دوران وہ اس کی جانب جھکا تھا۔

"نہیں۔"

رباب نے بغیر ڈرے یک لفظی جواب دیا تھا۔ آخر وہ اس سے ڈرتی بھی کیوں؟ مگر اس کے جواب نے سامنے والے شخص پر گہرا اثر کیا تھا۔ اس نے رباب کا داہنا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔

"مجھے اپنے ان عاشقوں جیسا نہ سمجھنا جو تمہاری بے رخی پر دل برداشتہ ہو کر اپنی جان لے لیتے ہیں۔ میرے ساتھ ایسا کچھ کرنے کی سوچنا بھی مت سمجھیں"۔

اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ اس دوران وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ رباب پہلی بار ڈری تھی۔ اسے ہوش نہیں رہا کے اپنا آپ اس سے چھڑا لے۔ اس شخص نے جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا۔

"کیا ہے بھائی؟ کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

اچانک سے ایک آدمی آیا تھا۔ وہ اس وقت سڑک پر کھڑے تھے لوگوں کا متوجہ ہونا عام سی بات تھی۔

"بہن کیا آپ اسے جانتی ہو؟"

اس شخص نے رباب سے سوال کیا تھا۔ رباب نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا تھا جہاں اب بھی وہ اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔ میں اسے نہیں جانتی۔۔ یہ صرف مجھے پریشان کر رہا ہے۔"

رباب نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔ پہلے والا ڈر اس آدمی کی موجودگی نے ختم کر دیا تھا۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں۔ بہن بیٹیاں سب کی ایک جیسی ہوتیں ہیں۔"

پہلے والے شخص نے کہا تھا۔ جبکہ اس شخص کی نظریں رباب کو گھور رہی تھیں۔ آس پاس سے اور لوگ بھی اکھٹے ہو گئے تھے۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔"

اس شخص نے اس نصیحت کرنے والے شخص سے کہا تھا۔ اور رباب کی جانب قدم بڑھایا تھا۔ رباب دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"او بھائی؟؟؟؟"

ایک اور آدمی بیچ میں آیا تھا۔ اور اس شخص کے بڑھتے قدموں کو روکا تھا۔

"آپ گھر جائیں بی بی"۔

اس کے کہنے کی دیر تھی رباب فوراً سے الٹے قدم ہوئی تھی۔

اس نے پیچھے جانا چاہا تھا مگر اسے روک لیا گیا۔ وہ جلدی جلدی چلتی گلی کے موڑ پر آگئی تھی۔ نہ جانے دل میں کیا سمائی اس نے ایک بار مڑ کر اس شخص کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اب بھی لوگوں کے ہجوم میں کھڑا تھا مگر نظریں اسی کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ دوسری بار اس کی آنکھوں سے خوف ذدہ ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ ماضی سے لوٹ کر آئی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہی شخص اس کے روبرو آکھڑا ہوا تھا اس کے شوہر کی حیثیت سے۔ وہی سبز آنکھیں، گوری رنگت مگر چہرے پر بلا کی سختی تھی۔ رباب اسے غائب دماغی سے دیکھے جا رہی تھی۔ جس طرح اس کمرے سے کسی کی نئی شادی ہونے کا پتہ نہیں چلتا تھا اسی طرح اس شخص کے حلیے سے بھی نہیں پتا چلتا تھا۔

"نئی جہنم مبارک ہو رباب"

الفاظ تھے یا خنجر جو سیدھے دل میں اتر گئے تھے۔ اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ اس کے آنسو دیکھ کر وہ تمسخر اڑاتا ہنسا تھا۔

"ابھی تو ابتداء ہے میری جان۔ روتی کیوں ہو؟ ابھی تو بہت سفر باقی ہے۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔

"کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔"

رباب نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کا آنسو اپنے پورے پر لیا تھا۔

"کیا یہ گلیسرین ہے؟"

اس کے اس سوال پر رباب اسے نظرانداز کرتی پیچھے کی جانب مڑی تھی۔

"ارے کدھر رباب بیگم"۔

اس نے ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔

"اس خوبصورت محل میں تمہاری زندگی جہنم نہ بنا دی تو میرا نام عاصم جہانگیر نہیں۔ رباب بیگم۔۔۔"اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ بھی نہ چھڑا سکی تھی اس سے۔

"چلو تمہاری رات کو اور دلکش بناتے ہیں۔"

اس نے رباب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"ارے نہیں ایسا کیسے۔۔"

اس نے اسے آگے کی جانب دھکیلا تھا۔

"میں نہیں۔۔۔۔ نہیں جانا۔۔۔"

وہ پھر سے رونے لگی تھی۔ عاصم نے ایک پل ٹھہر کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ سرخ جوڑے میں وہ کسی کانچ کی گڑیا کی مانند لگ رہی تھی۔ اگلے ہی پل کسی کا خون آلود چہرہ اس کے سامنے آیا تھا۔

"نہیں۔۔ نہیں کر کے تم خود کو بچا نہیں سکو گی۔ اپنے کیے کا حساب تمہیں آج سے دینا ہوگا۔"

کہنے کے ساتھ ہی اس نے رباب کو بالکنی کی جانب دھکیلا تھا۔ اس کے اس وار سے وہ بچ نہیں پائی تھی اور اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی تھی۔

"یہ ہے تمہاری جگہ۔ آج اور آنے والی سب راتیں تم یہں گزاروگی۔"

عاصم نے اسے باہر کی جانب دھکیلتے ہوئے کہا تھا اور بالکنی کا دروازہ بند کرلیا تھا۔ ایک دم سے دھکا دینے پر اس کا سر باہر رکھے گملے سے ٹکرایا تھا۔ اس کے گلے سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔ اس نے مڑکر دروازے کی جانب دیکھا تھا مگر وہ بند کرکے جاچکا تھا۔ اس کی زندگی نہ جانے کس موڑ پر چل پڑی تھی۔ جہاں سے اسے کوئی راہ سبیل نظر نہ آرہی تھی۔ بھائی بھابھی شکل نہیں دیکھنا چاہتے تھے اور شوہر۔۔۔ وہ خود سوالیہ نشان بنا کھڑا تھا۔ اس نے آس پاس نظر ڈالی تھی جہاں صرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ خوف کے اثر اس نے دروازہ بجایا تھا۔ ایک نہیں بار بار مسلسل، مگر سب بے سود تھا۔ وہ چلا رہی تھی اور اس کا چلانا مخالف کو سکون دے رہا تھا۔ وہ سکون جو اس کو پچھلے دو مہینے سے نہیں ملا تھا۔

"سر مس جینیفر آپ سے ملنے آئی ہیں۔"

جیری نے آفس روم میں آنے کے بعد جینیفر کے آنے کا بتلایا تھا۔ وہ اس کا سیکٹریٹری کا کام کررہا تھا حالانکہ وہ جس پوسٹ پہ تھا اسے یہ کام بالکل سوٹ نہیں کرتا تھا۔

"ویٹ کرواوا سے۔ میں اتنا فارغ نہیں کہ ہر کسی سے مل لوں۔"

اس کے باس نے لیپ ٹاپ پہ کام کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جبکہ جیری کشمکش میں کھڑا رہا تھا۔ اس کا باس اس کی توقع سے زیادہ بڑھ کر مغرور نکلا تھا۔ اس کا پرانا باس اس طرح کا نہیں تھا۔ سب سے پیار محبت کرنے والا، ملنسار۔ مگر اس کی موت کے بعد فیکٹری کو سنبھالنے والا کوئی

نہیں رہا۔ بچے چھوٹے تھے اور بیوی سے پہلے ہی علیحدگی ہو چکی تھی۔ نتیجتاً اس کے باس کے رشتے داروں نے مل کر فیکٹری کا دیوالیا نکال دیا۔ نوبت نلامی تک گئی اور بہت ہی سستے میں اس کے نئے باس نے اس فیکٹری کو خرید لیا۔

"منصور احمد" پہلی بار وہ کسی مسلمان کے انڈر کام کر رہا تھا۔ وہ ہندو اور اپنی قوم کے انڈر کام کر چکا تھا۔ یہ اس کا پہلا تجربہ تھا۔ جو اسے ابھی تک بھایا نہیں تھا۔

"اگر اپنی سوچوں سے باہر آ گئے ہو تو تھوڑا کام پر بھی دھیان دے لو۔"

منصور احمد نے لیپ ٹاپ سے سر اٹھائے بغیر جواب دیا تھا۔

"جی سر"

وہ سر ہلاتا واپس چلا گیا تھا۔ اتنا تو اسے یقین تھا اس کا یہ تجربہ اسے کچھ اچھی یادیں نہیں دے کر جائے گا۔

"عینی میں نے تمہارے لیے ایک جگہ نیا کام ڈھونڈا ہے۔ کل سے تم وہاں جاؤ گی۔ صرف دو گھنٹے ایک بوڑھی عورت کے ساتھ رہنا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کرنی ہے۔ اور بس۔"

اس کی آنٹی نے اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ ابھی اپنی ڈبل شفٹ سے فارغ ہو کر آئی تھی۔ اور اس کی آنٹی نے اس کے لیے اور کام کی تیاری کر رکھی تھی۔

"اب ایسے نہیں دیکھو۔ یہاں رہنا ہے تو کام تو کرنا پڑے گا۔ مفت کی روٹی توڑنے کی اجازت تو یہاں کی حکومت بھی نہیں دیتی۔"

وہ اسے کہتی اندر کی جانب چلی گئی تھیں۔ وہ ان سے اتنا بھی نہیں کہہ سکے کہ وہ سارے گھر کا خرچہ اکیلی تو اٹھا رہی ہے۔ آرام کے لیے اس کو صرف دو گھنٹے ملتے تھے وہ بھی اب کام کی نظر ہونے لگے تھے۔

"کافی مصروف رہنے لگے ہو احمد!"

شام سات بجے کے قریب وہ جیری کے ساتھ اپنے آفس سے باہر نکلا تو انٹرس پہ موجود جینیفر نے اس کو اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے کہا۔ احمد نے اسے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ ابھی تک یہاں بیٹھی ہو گی۔

"سر! میم جانے کے لیے تیار نہیں تھیں۔"

جیری نے آگے بڑھ کر فوراً سے کہا۔ جینیفر ابھی تک ایسے ہی اپنی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ احمد نے ایک نظر وال اپنے داہنے ہاتھ پر بندھی برنڈیڈ واچ پر ڈالی اور اس کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ وہ ایسے ہی بیٹھی رہی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ جینیفر؟"

احمد نے ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر بولا تھا۔

"کسی بے حس کو۔۔۔۔ (وہ اس کی جانب دیکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔) اس کا برتھ ڈے وش کرنے آئی تھی۔"

جینیفر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ انداز میں غصہ اور محبت دونوں شامل تھی۔ اس کی بات پر مخالف کی آنکھوں میں نرمی پیدا ہوئی تھی۔

"یہ اب کسی کام کے نہیں رہے۔"

جینیفر نے اپنی سائڈ پر رکھے مرجھائے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر کہا تھا۔ انداز مکمل طور پر شرم دلانے والا تھا۔

"جیری انہیں اٹھا کر باسکٹ میں ڈال دینا۔"

اس نے احمد کو مکمل طور پر نظرانداز کرتے ہوئے جیری سے کہا تھا۔ جیری نے ایک نظر ان دونوں کو ہی دیکھا تھا۔ احمد ابھی تک جینیفر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جیری کو کہتی، اپنا پرس سنبھالتی احمد کے آگے سے نکل گئی تھی۔ وہ دو قدم چلی تھی کہ احمد نے اسے پکارا تھا۔ اس کے قدم تھمے تھے۔

"جینیفر!"

وہ اس کے روبرو آیا تھا۔ ہاتھ میں وہ ہی بوسیدہ پھول تھے۔

"Thankyouforthis."

اس نے مسکراتے ہوئے جینیفر سے کہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس طرح منصور احمد کے تھینک یو کہنے پر ہواوں میں ضرور رہتی مگر اس وقت۔۔

"mypleasure."

اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ جواب دیا تھا اور آگے بڑھ گئی تھی۔

"canIdropyou?"

پھر اس کی جانب سے سوال ہوا تھا۔ وہ پتھر ہی تو ہو گئی اس کی آواز پر۔ آنکھ سے آنسو نکلے۔ مگر خود کو اس کے سامنے بے بس ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ مڑی نہیں تھی۔

“no,nothanks.”

وہ اسے کہتی مین ڈور کی جانب چل دی تھی۔ اس نے اپنی زندگی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جبکہ منصور احمد ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔ جب وہ چلی گئی تو اس نے جیری کی جانب رخ کیا۔

"میرے آفس میں کسی کو بھی سات بجے تک انتظار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کسی کو کرنا ہے تو صرف پانچ بجے تک۔ اس سے زیادہ نہیں۔ سمجھ آگئی جیری۔"

اس نے انگلش میں اسے حکم دیا تھا۔ جیری نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اسنے دوبارہ سے نائٹ گلاسسز پہنے اور مین ڈور کی جانب چل دیا۔ جیری نے خاموشی سے اس کی تقلید کی تھی۔ اس کی نظر ابھی تک منصور احمد کے ہاتھ میں پکڑے ان بوسیدی پھولوں پر تھی۔

اختر صاحب کو ہوش آگیا تھا۔ انہیں دمے کا اٹیک ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے انہیں ہر طرح کا آرام دینے کا کہا تھا۔ شام میں ہی وہ انہیں گھر لے آئے تھے۔ فہیم بھی انہی کے ساتھ تھا۔ عافیہ بھابھی اور رباب گھر جا چکی تھیں کیونکہ انہیں سب کے لیے کھانا بنانا تھا۔ فہیم، عینی اور بینش دادو کو گھر لے کر آئے تھے۔ بینش نارمل ہو چکی تھی جبکہ عینی کی آنکھوں میں ابھی تک آنسو تھے۔ وہ بار بار اپنی آنکھیں مسل رہی تھی اور دادو کے سرہانے بیٹھی تھی۔

"دادو یار اس گنگا جمنا کو خشک تو کروائیں ذرا۔"

جیسے ہی بینش کمرے میں داخل ہوئی اس نے عینی کو روتا دیکھ کر دادو سے کہا تھا جو ابھی نیند سے بیدار ہوئے تھے۔ "عینی بچے۔"

انہوں نے کمزور سی آواز میں اسے پکارا تھا۔

"نہیں دادو میں تو چپ ہوں۔۔۔رو تو نہیں رہی۔"

اس نے فوراً سے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا تھا۔بینش تب تک آکر دادو کے دوسری جانب بیٹھ گئی تھی۔رباب اس وقت کچن میں سب کے لیے کھانا نکال رہی تھی جو اس نے بھابھی عافیہ کے ساتھ مل کر بنایا تھا۔ہاسپٹل میں ہوش میں آنے کے بعد وہ اختر صاحب سے مل کر آگئی تھی۔

"دادو جھوٹ بول رہی ہے۔"

بینش نے اس کا جھوٹ پکڑا تھا۔

اختر صاحب نے اس کی جانب دیکھا اور اپنا ایک ہاتھ بڑھا دیا تھا۔عینی نے اپنا ہاتھ ان کے کمزور ہاتھ میں دیا۔

"یہ آنسو مجھ بوڑھے کو اور کمزور کر دیں گے پتر۔"

انہوں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔عینی ان کے گلے لگ گئی تھی۔

"سوری دادو۔۔۔میری وجہ سے آپ کو۔۔"

وہ دوبارہ سے رونا شروع ہوئی تھی۔اور ہچکیاں لیتے دادو سے سوری کر رہی تھی۔جبکہ بینش نے ایک اکتائی نگاہ ڈالی تھی۔وہ ایسا منظر دوسری بار دیکھ رہی تھی۔ایک بار ہاسپٹل میں جہاں اس نے اسی طرح روتے ہوئے دادو کے ہر فیصلے کو ماننے پر رضامندی دی تھی۔اور ایک بار اب پھر۔اس سے پہلے وہ پھر شروع ہوتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور آرام سے جا کر اس کو دادو سے الگ کر دیا تھا۔

"مس گنگا جمنا!بس کر دو اب۔"

اس نے عینی کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"دادو اس پر زیادہ دھیان مت دیں۔"

اس نے اختر صاحب کو کہا تھا۔

"کس پر دھیان نہیں دینا۔"

فہیم نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسا محسوس کر رہے ہیں اب دادو۔"

فہیم نے اختر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"پہلے سے بہت بہتر۔"

انہوں نے جواب دیا تھا۔ فہیم کے آتے ہی عینی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پاس پڑی چیئر کو آگے کیا تھا تاکہ وہ بیٹھ سکے جبکہ بینش آرام سے وہیں کھڑی تھی۔

"آپ ٹھیک ہی رہا کریں۔ آپ کی ضرورت ہماری زندگی سے کبھی کم نہیں ہو سکتی۔"

فہیم نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"چلیں بھئی آجائیں سب۔ کھانا تیار ہے۔"

رباب نے کھانے کی ٹرے کو کمرے کے اندر گھسیٹتے ہوئے کہا۔

وہ سب رباب کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ جبکہ عینی فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ دادو کی ہر بات ماننے گی پھر چاہے وہ شادی کی بات ہی کیوں نہ ہو۔

وہ پر سکون نیند لے کر بیدار ہوا تھا۔ پچھلے دو ماہ کی طرح اسے اس خون آلود چہرے کے خواب نہیں آئے تھے۔ آس پاس دیکھا تھا اس کا کمرہ ویسا ہی تھا اس میں کسی کے آجانے سے کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ایک نظر گھڑی پر ڈالی تھی جو آٹھ بیس کا ٹائم بتا رہی تھی۔ وہ آج زرا لیٹ اٹھا تھا مگر آفس کے لیے اس کے پاس ابھی بھی ٹائم تھا۔ اس نے. بیڈ سے اتر کر الماری کا رخ کیا تھا۔ الماری تک جاتے جاتے اس کی نظر گیلری کے دروازے پر پڑی تھی۔

"مر و یہیں صبح صبح تمہارا منہ دیکھ کر اپنا دن خراب نہیں کرنا مجھے۔"

وہ خود رباب کو مخاطب کرتا اپنے کپڑے الماری سے نکالنے لگا۔ اگلے آدھے گھنٹے میں وہ فریش ہو چکا تھا۔ پرفیوم سے اچھی طرح خود کو مہکانے کے بعد اس نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔ وہ ہر طرح سے تیار تھا۔ گھڑی کا ٹائم اس وقت آٹھ پچاس ہو رہے تھے۔ دس منٹ میں اسے آفس پہنچنا تھا۔ مگر اس سے پہلے۔۔۔

وہ کچھ سوچتا ہوا گیلری کی جانب آیا تھا۔ اور الماری کے دروازے کھول دیے۔ رباب گیلری کی دیوار کے ساتھ خود میں سمٹی ہوئی تھی۔ اس کے داوزہ کھولنے کی آواز پر وہ نہیں اٹھی تھی۔ عاصم نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔ دو منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی سے بھری بوتل تھی۔ اس نے کیپ کھول کر اس پر پانی ڈال دیا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ وہ خود پانی سے بچانے کے لیے آگے ہوئی مگر عاصم نے پانی کا رخ اس کی جانب دوبارہ کر دیا۔ اس نے اپنا چہرہ مہندی لگے ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"اُپس۔۔۔ ختم ہو گئی۔"

اس نے بے حسی سے کہا تھا۔ رباب نے کانپتے ہاتھوں کو چہرے سے ہٹایا تھا۔ اور اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر عاصم نے خالی بوتل کو اس کی جانب پھینکا تھا۔ بوتل اس کے داہینے کان کے پاس سے گزری تھی۔ رباب نے خوف کے مارے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"فکر نہیں کرو میں وہ مرد نہیں جو عورت پر ہاتھ اٹھا کر سکون لیتا ہے۔"

عاصم نے اس کی جانب جھکتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس وقت اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بات کر رہا تھا۔ رباب کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے تھے۔

"اٹھو اب"

وہ پیچھے ہوتا ہوا اندر کی جانب اسے حکم دیتا چلا گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے اپنے آپ کو سنبھالتی آئی تھی۔ نہ جانے اسے کب تک اس طرح رہنا ہوگا۔

"اس محل جیسے گھر کے سارے کام تم خود کرو گی اپنے ان ہاتھوں سے۔ وہ بھی دیے گئے وقت میں۔"

اس نے ایک چٹ اس کی جانب اچھالتے ہوئے کہا تھا۔ وہ چٹ اس کے قدموں میں گری تھی۔

"تمہیں اپنی جہنم کا پہلا دن مبارک ہو۔"

اس نے رباب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ کا نام ریل ہے؟

کل سے وہ لڑکا اسے اسلام و علیکم کے مسیجز کیے جا رہا تھا۔ بینش اسے آن لائن ہو کر بھی جواب نہیں دے رہی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ اس نے ابھی تک کوئی واہیات ویڈیوز سینڈ نہیں کی تھیں۔ ورنہ عموماً اس کے ان باکس میں لڑکوں کی جانب سے ایسی ہی ویڈیوز اور پکس آتیں تھیں۔ نتیجتاً بینش بھی انہیں گالیاں دے کر بلاک کرتی اور سکرین شارٹ لی کر ہر گروپ میں پوسٹ کر دیتی۔ اسے یہ سب کرنے میں زیادہ مزہ آتا تھا۔ لیکن یہ لڑکا اسے کچھ چیلنج لگا تھا۔ شروع میں تو سب ہی ایسے شریف بنتے ہیں کہ شاید حاجی ہیں۔ وہ اس کے میسج ایک ایک کر کے پڑھنے لگی تھی۔

"چلو دیکھتے ہیں تم کتنے پانی میں ہو۔"

وہ خود سے کہتی اس کے آخری مسیج کا جواب دینے لگی۔

"نہیں، میرا نام افشین ہے۔"

اسنے اسے جواب دیا تھا۔ مخالف کو تو نئی زندگی مل گئی تھی۔ فوراً سے دل والا ری ایکٹ کیا گیا تھا۔

"افشین نام زیادہ اچھا ہے یہ نام کیوں نہیں رکھا آپ نے؟"

بینش نے ایک نظر دیکھا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے ٹائپ کرنے لگی۔

"دراصل گڑیا میرا نک نیم اور یہ مجھے زیادہ۔۔۔ پسند ہے۔"

بینش نے جواب دیا تھا۔

"آپ پر سوٹ بھی کرتا ہے"

اس نے ہنستے ہوئے ایموجی کے ساتھ ریپلائے کیا تھا۔

“Iknowthat.”

بینش نے ایٹیٹیوڈ سے جواب دیا۔

"میرا نام بلال ہے اور نک نیم بھی بلال ہی ہے۔"

اس نے ہنستے ہوئے ایموجی کے ساتھ اپنا اصل نام بتایا تھا۔

"نائس نیم بلال۔"

افشین نے ہنستے ہوئے ٹائپ کیا تھا۔

سونا سونا۔۔۔۔ لمحہ لمحہ

میری راہیں۔۔۔۔ تنہا تنہا

آ کر مجھے تم تھام لو

منزل تیری دیکھے رستہ

مڑ کے ذرا اب دیکھ لو

ایسا ملن پھر ہو نہ ہو۔۔۔

بے پناہ پیار ہے آجا

تیرا انتظار ہے آجا۔۔۔

"یار تم ہمیشہ یہ گانا کیوں سنتی رہتی ہو؟"

بینش نور کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے ہمیشہ کی طرح یہ گانا اسے سنتے ہوئے پایا۔ اسے اس گانے سے بہت چڑ تھی۔

"میری تو زندگی اس گانے پہ شروع ہوتی ہے اور شاید ختم بھی۔"

www.urdunovelsmania.com

نور نے بینش سے افسردہ ہو کر کہا تھا۔ اسے ابھی کچھ دیر پہلے بینش اپنے گھر لے کر آئی تھی۔ کل رات اسے اس کی سوتیلی ماں نے پھر مارا تھا۔ ہاتھ پر اور چہرے پر مارنے کے نشانات واضح تھے۔ وہ اسے یہاں بیٹھا کر خود اس کے لیے کھانے پینے کا سامان اور مرہم لینے گئی تھی۔ واپس آئی تو اس کے چھوٹے سے فون میں نور نے گانا لگا لیا تھا۔ اس کی ماں کے مرنے کے بعد باپ نے دوسری شادی کرلی۔ نہ تو اسے اپنی سوتیلی ماں پسند تھی اور نہ اس کی سوتیلی ماں کو وہ۔ جب تک باپ حیات تھا تب تک اس کی ماں کا رویہ اس کے ساتھ بہت اچھا رہا تھا۔ مگر اس کے جانے کے بعد تو وہ آزاد ہو گئی تھیں۔ اس کی آٹھویں جماعت سے ہی پڑھائی چھوڑا دی گئی۔ اس پر گھر کا سارا بوجھ لاد دیا گیا۔ اسے بات بات پر طعنے اور طنز کیے گیے۔ یہاں تک کہ مارا پیٹا بھی گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود میں سمٹ گئی تھی۔ بات بات پہ ڈر جانا اس کی شخصیت کا حصہ بن چکا تھا۔ وہ سب کراچی شہر کی ایک روپوش علاقے کے رہائشی تھے۔ ان چاروں دوستوں کے گھر ایک ہی گلی میں تھے۔ بچپن سے اکٹھے رہنے کی وجہ سے وہ چاروں ایک دوجے کی بہترین دوست تھیں۔ محلے داری کی وجہ سے نور کی سوتیلی ماں آس پڑوس کی عورتوں کو انکار نہیں کرتی تھیں۔ مگر زبان کی بہت تیز تھیں۔ جلدی سے کوئی ان کے گھر نہیں جاتا تھا۔

ان کے گھر کے حالات سے سارے محلے والوں کو آگاہی تھیں۔ انہوں نے پہلے پہل بہت سمجھایا مگر سب بے سود رہا۔ آج صبح ہی اسے پھر سے نور کو پڑنے والی مار کا پتہ چلا تھا۔ وہ اسے جا کر اپنے گھر لے آئی تھی۔

"جب دیکھو فضول گوئی کرتی ہو تم۔ کچھ اندازہ بھی ہے تمہاری ایسی باتیں تمہیں کتنا نقصان پہنچاتی ہیں۔"

اس نے کھانے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"مجھے اور کیا چیز اور کتنا نقصان پہنچائے گی۔"

اس نے کس قدر یاسیت سے کہا تھا۔ وہ اس وقت بینش کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ بینش اس کے قریب آئی تھی۔

"تم نے اگر ایسی باتیں کرنا نہیں چھوڑیں تو میری یہ مُکی دیکھ رہی ہو نہ (اس نے اپنی بند مٹھی کو اس کے سامنے کیا تھا) تو یہ تمہیں بہت نقصان پہنچائے گی۔"

نور ہنس پڑی تھی مگر ایسے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بینش صاف دیکھ سکتی تھی۔

"بالکل ایسے ہی ہنسا کرو۔ تم ہنستے ہوئے اچھی لگتی ہو۔"

بینش نے سچ کہا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے واقعے ہی اچھی لگتی تھی۔ ہنستے وقت وہ واحد لڑکی تھی ان کے گروپ میں جس کے گال پر ڈمپل پڑتا تھا۔

"بینش! باہر آو۔ فواد کا فون ہے۔"

ریحانہ بیگم کی آواز پر وہ اپنے خیالوں سے باہر آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور لب پر خاموشی۔ کمرے میں نور کا پسندیدہ گانا بج رہا تھا۔ نور کے ساتھ گزارا ایک ایک پل اس کی آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح گزرا تھا۔ اور پھر وہ وقت بھی جب نور نے اس کے سامنے دم توڑا تھا۔ اس نے

زور سے انکھیں میچیں تھیں۔ ریحانہ بیگم کی آواز پر وہ اپنے بیڈ سے اٹھی اور آنسو صاف کرتی باہر آئی تھی۔ مگر جانے سے پہلے گانا بند کرنا نہیں بھولی تھی۔

"نور! میں تمھیں شاید کبھی نہ بھول سکوں گی۔"

تمھی تو تھے خیالوں میں

تمھی تھے بے خیالی میں

کوئی آنسو نہ ٹھہرا تھا

جلی پلکوں کی جالی میں

عاصم جہانگیر بزنس انڈسٹری کی دنیا میں ایک جانا پہچانا نام۔ بزنس کی دنیا میں شاید ہی کوئی ہو جو اس نام سے واقف نہ ہو۔ جہانگیر کلاتھ انڈسٹری کا مالک۔ مرتضیٰ جہانگیر کا بیٹا۔ باپ کے مرنے کے بعد اس نے اپنے باپ کے نام کو نیچے نہیں گرنے دیا تھا۔ محض بیس سال کی عمر میں اس نے اپنے باپ کے کام کو سنبھالا وہ بھی اس طریقے سے کے اس کے ماتحت کام کرنے والے اس کی ذہانت کے قائل ہو گئے تھے۔ اسے اس کام کو سنبھالے چھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس عرصے میں اس نے صرف کامیابیاں ہی سمیٹیں تھیں۔ عاصم جہانگیر اس وقت ایک ایسا شخص تھا جو اگر مٹی کو بھی ہاتھ لگا دے تو سونا بن جاتی۔ اگر گھر والوں کی بات کی جائے تو عاصم اپنے سے جڑے ہر رشتے سے الفت رکھتا ہے۔ اپنی ماں نسیمہ جہانگیر اور دو خود سے چھوٹے بھائی بہن، حسام اور دیا۔ اس کی۔ زندگی ہر طرح سے پرفیکٹ جاری تھی جب تک کہ وہ حادثہ نہ ہوا ہوتا۔

"سر! بہزاد انڈسٹری کے اونر سے میٹنگ فکس ہوگئی ہے۔"

اس کے پرسنل سیکٹریٹری احتشام نے اندر داخل ہوتے ہوئے ہی پیغام دیا تھا۔ وہ جو اپنی اب تک کی زندگی پر نظر ڈال رہا تھا چونک کر اس کی جانب دیکھتا ہے۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر احتشام نے اپنی بات کو دوبارہ دہرایا تھا۔

"That'sgoodthing.WelldoneAhtashaam."

احتشام نے خوش اخلاقی سے تعریف وصول کی۔ اسے اپنا یہ نوجوان سا باس کچھ زیادہ ہی پسند تھا۔ بہزاد انڈسٹری کا بزنس انٹرنیشنل طور پر پھیلا ہوتا تھا۔ آگے بڑھنے کی چاہ ہی تھی جس کی وجہ سے عاصم نے اپنے کام کو اور پھیلانے کی غرض سے احتشام کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ احتشام ہی کیا جو اپنے باس کی خواہش پوری نہ کرے۔ اس کے بس میں جو ہوسکا اس نے ان دو مہینوں میں کیا۔ بہزاد بخاری کے ہر پہلو پر نظر رکھی۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ پاکستان آرہا ہے تو احتشام جی جان سے اس سے ملاقات میں لگ گیا۔ ان دو مہینوں میں اس نے عاصم کو اپنی مصروفیت سے مکمل طور پر باخبر رکھا۔ مگر وہ اپنی ذاتی زندگی کی وجہ سے اس کام میں دلچسپی نہ لے سکا۔ آخر کار اس کی محنت رنگ لے آئی تھی۔ اس لیے اس نے ایک سانس میں ساری خبر عاصم تک پہنچائی تھی۔

"احتشام مجھے پوری ڈیٹیل تو دو گے نہ تم۔"

عاصم نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔ احتشام خوش ہی تو ہوگیا تھا۔ آج پورے دو مہینے بعد اس کے باس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"yessir."

وہ خوش اخلاقی سے کہتا آگے بڑھا تھا۔ عاصم کے اشارے پر چیئر گھسیٹ کر بیٹھا اور اپنے ان دو مہینوں کی کارگزاری سنانے لگا۔

پیچھے باراتی

آگے بینڈ باجا

آئے دولہے راجا

گوری کھول دروازہ۔۔۔۔

بینش رباب کے گھر داخل ہوئی تھی اور گانا گانا شروع کر دیا تھا۔ بھابھی عافیہ اس وقت کچن میں تھیں جبکہ وہ اپنی کتابوں میں مگن تھیں۔ بینش کی آواز پر ان دونوں نے باہر کی جانب دیکھا تھا۔ کچن صحن کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بھابھی عافیہ پہلے باہر آئی تھی۔

"ارے بھابھی یہ گانا آپ کے لیے نہیں ہے۔ (اس نے اندر کمرے کی جانب دیکھا تھا اور ساتھ ہی گول بھی گھوم گئی تھی)

یہ تو اندر بیٹھی رباب جی کے لیے ہے۔"

اس کے اس انداز پر وہ دونوں ہی ہنس پڑیں۔

"اس کے لیے ہے تو اسے ہی جا کر سناو۔ تمہاری تو بیسٹی ہے نہ۔"

بھابھی عافیہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ وہ دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھیں جب وہ داخل ہوئی تھی۔

""آج میری بیسٹی نہیں ہے وہ اسے کہو باہر آئے اس کی نند آئی ہے ملنے۔"

بینش نے مکمل طور پر ایک سخت نند کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کی اس بات پر رباب نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔

"پھر میڈم کے دماغ میں خرافات آئی ہے جو اس طرح کر رہی ہے۔ اب جب تک باہر نہیں جاوں گی اپنی جگہ سے ملے گی بھی نہیں۔"

رباب نے خود سے کہا تھا۔ اور کتابیں ایک طرف کرنے لگی تھی۔

"تم یہیں سے بتا دو۔ سن تو لے گی وہ۔"

بھابھی نے ایک اور تجویز پیش کی تھی۔

"نہیں، بالکل بھی نہیں۔ رباب دراز باہر۔۔۔۔۔"

بینش کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"چھٹی آئی ہے چھٹی آئی ہے

ارے بڑے دنوں کے بعد

ہم بے وطنوں کو یاد

سسرال کی مٹی آئی ہے۔۔۔

اس نے آخر میں گانے کا بیڑا غرق کیا تھا۔ اس کے گانے پر رباب کی تنی آبرو ڈھیلی پڑی اور دل زور سے دھڑکا تھا۔ جبکہ بھابھی نے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

رباب سے تو کچھ پوچھا ہی نہیں گیا مگر بھابھی عافیہ کہاں چپ رہنے والی تھیں۔

"مطلب یہ کہ فواد بھائی واپس آرہے ہیں۔۔۔۔"

اس نے خاموش کھڑی رباب سے کہا تھا۔

"اور یہ کہ امی فل فارم میں ہیں اپنی بہو کو گھر لانے کے لیے۔"

اس کی بات پر رباب بلش کر گئی۔ بھابھی نے اس خاموش بت کو بلش کرتے دیکھا تو پیار سے گلے لگا لیا۔

"لڑکی میری پیاری سی نند کو تنگ مت کرو تم۔"

انہوں نے اسے ڈپٹا تھا جواب بھی گانا گنناتے اسے چھیڑ رہی تھی۔

"ارے یہ ناٹک کر رہی ہے اور دل میں تو گانا گا رہی ہے کہ۔۔۔۔

مجھے ساجن کے گھر جانا ہے

مجھے ساجن کے گھر جانا ہے۔۔۔"

بھابھی ہنس پڑیں تھی جبکہ وہ رباب کے پیچھے گنناتی اندر گئی تھی جو کہ اس کی سنتے ہی کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

"دادو! آپ کیوں گئے مجھے چھوڑ کر۔۔۔مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔۔"

لندن کی ایک معروف سڑک پہ قراۃالعین اختر صاحب کی تصویر پکڑے ایک بینچ پر بیٹھی تھی۔ اس یہاں آئے تقریباً دو سے اڑھائی مہینے ہی ہوئے تھے۔ دادو کی وفات کے بعد اسے اس کی خالہ یہاں اپنے ساتھ لے آئیں تھیں۔ وہ پیار اور محبت کے دعوے جو انہوں نے پاکستان میں سب کے سامنے کیے

تھے سب جھوٹ نکلے تھے۔ ان کا کوئی اپنا گھر نہیں تھا۔ وہ رینٹ پر رہتے تھے۔ خالو ایک عیسائی تھے۔ خالہ بھی ان کے ساتھ رہتی رہتی بے مزہب ہو چکیں تھیں۔ شروع شروع میں انہوں نے اسے نماز پڑتے ہوئے ٹوکا تھا۔

"ڈئیر عینی یہاں کوئی بھی ایسی عبادت نہیں کرتا۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر تم نہ کرو۔"

مگر وہ سہولت سے انکار کر گئی تھی۔ وہ دونوں گھر پر زیادہ رہتے نہیں تھے۔ ایک دو دن تو ایسے ہی رہا پھر خالو نے خالہ سے بہت لڑائی کی۔ انہیں مارا اور پیٹا بھی اور گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ ان دونوں کے بیچ نہیں آئی تھی۔ اسے بچپن سے ہی لڑائی جھگڑے سے خوف آتا تھا۔ خالو کے جانے کے بعد وہ خالہ کے پاس گئی تو انہوں نے اسے بھی دھتکار دیا۔ اور کمرے سے جانے کا بھی کہہ دیا۔ وہ صبح تک اپنے کمرے میں بے آواز روتی رہی تھی۔ صبح ہونے پر اس کی خالہ نے اسے بتایا کہ اس کے آنے سے گھر کا خرچہ بڑھ گیا۔ اسی لیے جوزف اس پہ غصہ کر کے گیا ہے۔ عینی نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔

"اس کا مطالبہ ہے کہ تمہیں واپس پاکستان بھیج دیں مگر میں اس کے لیے راضی نہیں۔"

عینی نے اپنی خالہ کی جانب دیکھا تھا۔ اس کے تو دل کی مراد بر آئی تھی۔ اس نے کہنے کے لیے لب کھولے۔۔۔

"میں کیوں بھیجوں اپنی بیٹی کو وہاں۔۔ جہاں پہلے اس کے لیے جگہ نہیں تھیں تو اب کہاں سے آئے گی۔"

انہوں نے زخم زدہ چہرہ لیے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اتنے دنوں کے بعد مجھے ایک بیٹی ملی ہے۔ میں تو اسے کہیں نہیں بھیجوں گی۔"

خالہ نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا تھا۔

"میری بیٹی رہے گی نہ میرے پاس"

وہ جس آس سے پوچھ رہی تھی عینی سے انکار بھی نہ ہوا تھا۔ وہ دن تھا اور آج کا دن خالہ نے پہلے اسے اپنی جگہ ایک کیفے میں بھیجا تھا۔ وہاں صرف چار گھنٹے کی ڈیوٹی دے کر وہ واپس آتی تھی۔ اس کے دو دن بعد ہی انہوں نے اس کے لیے ایک فلاور شاپ پہ اس کی ڈیوٹی لگوائی تھی۔ یہ تھوڑی لمبی ڈیوٹی تھی۔ وہ شام کو چار بجے کے قریب فارغ ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ سیدھا گھر جاتی تھی۔ گھر میں بھی اس کے لیے ہزار کام تیار ہوتے تھے۔ شروع کے دو دن تو خالہ اس کے ساتھ رہی تھیں تاکہ اسے راستے پہچان میں آ جائیں۔ اس کے بعد وہ اکیلی آتی جاتی تھی۔ نظریں جھکائے درود شریف کا ورد کرتے ہوئے۔ ایسے اسے ڈر نہیں لگتا تھا۔ اس کی نوکری کرنے کے اگلے دن ہی خالو واپس لوٹ آئے تھے۔ اور دونوں ایسے رہنے لگے جیسے کبھی لڑائی ہوئی ہی نہیں تھی۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جوبز چھوڑ دیں تھیں۔ گھر میں بیٹھ کر یا سے و عیاشی کرتے یا پھر باہر گھومنے نکل جاتے۔ اس کی کمائی سے اس کی ابھی تک ایک چیز بھی نہیں آئی تھی۔ اس پر یہ کہ کل اس کی خالہ نے ایک گھر میں جانے کا نیا حکم سنا دیا تھا۔ وہ آج وہاں گئی تھی۔ رات کے آٹھ بجے تھے اور وہ سڑک کنارے دادو کی تصویر ہاتھ میں لیے بیٹھی رو رہی تھی۔ یہی وقت تھا جب سڑک سے گزرتے اپنی شاندار گاڑی میں بیٹھے منصور احمد کی نظر اس پہ پڑی تھی۔ سٹرٹ بلب کی روشنی میں وہ اسے واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ وہ روتے ہوئے خود ہی خود کچھ بول بھی رہی تھی۔ وہ نہ جانے کب سے ایسے بیٹھی روتی رہتی اگر اسے احساس نہ ہوتا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے سامنے نظر اٹھائی تھی وہاں بلیک کلر کی ایک گاڑی کھڑی تھی۔ اس کی

ریڈ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی تھی۔ وہ جلدی سے اپنی جگہ چھوڑی بھاگنے والے انداز میں ایک گلی میں مڑ گئی تھی۔ جبکہ احمد نے ابھی تک ڈرائور کو گاڑی چلانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس کی نظروں نے دور تک اس براون آنکھوں والی کا پیچھا کیا تھا۔

"کون تھی وہ؟"

یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ مگر پہلی رہنے نہیں والی تھی۔

زندگی پل پل رنگ بدلتی ہے اس نے یہ سنا تو تھا مگر سمجھ آج لگی تھی۔ ابھی دو سے اڑھائی مہینے پہلے اس کی زندگی ہنسی خوشی سے بسر ہو رہی تھی۔ مگر اب ایسے جیسے کوئی خواب ٹوٹ گیا ہو۔ اسے شام ہونے کو آئی تھی مگر اس محل نما گھر کے کام ختم ہی نہیں ہو رہے تھے۔ میڈ اسے ایک کے بعد ایک کام بتلائے جا رہی تھی اور ساتھ ٹائم بھی نوٹ کر رہی تھی۔ اب اس کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ وہ ڈسٹنگ کا کپڑا ایک طرف رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اسے سخت نیند آ رہی تھی۔

"میم آپ ابھی نہیں بیٹھ سکتیں۔ ابھی ڈسٹنگ پوری نہیں ہوئی۔"

"میں بہت تھک چکی ہوں۔ میں تھوڑا آرام کر لوں۔"

"نہیں آپ نہیں کر سکتیں۔"

اس کے معصومیت سے کہنے پر بھی اس میڈ کو ترس نہیں آیا تھا۔ شاید اسے ٹرین بھی اسی لیے کیا گیا تھا۔ وہ اپنے آنسو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اوپر کے سارے پورشن کی ڈسٹنگ کے لیے آپ کے پاس ایک گھنٹہ ہے۔"

وہ اسے ٹائمنگ بتا کر رک گئی تھی۔ رباب نے سر ہلا کر یقین دہانی کرائی تھی۔ میڈ علینہ کو اس بات کی تو خبر لگ گئی تھی کہ وہ اب اپنا کام ضرور کر لے گی۔ صبح سے ہی وہ اس کے ساتھ تھی اور جانتی تھی کہ اب وہ تھکن کا مظاہرہ نہیں کرے گی۔ رباب نے دوسرا پورشن بھی دیکھا جو اتنا ہی بڑا تھا جتنا نیچے کا پورشن تھا۔ اس نے پہلے کمرے کا دروازہ ان لاک کیا تو اس نے کھلنے سے انکار کر دیا۔

"جن کمروں کے تالے لگے ہیں ان کی جابیاں سیڑھیوں پہ بنے اس لاکر میں ہیں۔"

اسے صبح میڈ کی کہی بات یاد آئی تھی۔ وہ وہاں سے جا کر جابیاں لے آئی تھی۔ تیسری چابی پر اس کمرے کا لاک کھل گیا تھا۔ اس نے اندر قدم رکھا تو حیران ہی رہ گئی تھی۔ نیچے کے کمرے بھی اپنی مثال آپ تھے مگر اس کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔ یہ شاید کسی لڑکے کا کمرہ تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے پوسٹر پہ ریسنگ کار بنی ہوئی تھیں۔ اس کمرے کی ایک ایک چیز بہت قیمتی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر سیدھا لیٹ گئی تھی۔

"یہ شخص واقع اتنا امیر ہے کیا؟"

اس نے جمائی لیتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔ اس کی آنکھوں پہ دباو پڑا تھا اور وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی۔ کل رات کی تھکن اور آج کے دن کی تھکن کی وجہ سے اسے کب نیند آئی اسے علم ہی نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھ تب کھلی جب اس پہ کسی نے پانی پھنکا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ سامنے ہی وہ شخص آنکھوں میں انگارے لیے اسے گھور رہا تھا۔ وہ خود کو سنبھالتی اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

"وہ۔۔۔میں۔۔۔۔کام۔۔۔۔۔نیند۔۔۔"

"تمھیں کس نے اجازت دی کہ تم اس کمرے میں آو۔"

اس نے رباب کی بات کو کاٹتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔

"کس نے کہا؟"

وہ بولا نہیں دھاڑا تھا۔ رباب اپنی جگہ اچھل گئی تھی۔

"میں۔۔۔وہ۔۔صفائی۔۔۔"

"تم اتنی آسانی سے باز نہیں آوگی۔ چلو میرے ساتھ۔"

عاصم نے رباب کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنے ساتھ ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا تھا۔

ہر لمحہ انتظار ہے

ہر پل تم پہ ادھار ہے

جی جان سے کہتے ہیں ہم

صرف تم پہ یہ دل نثار ہے

بینش نے آخری میسجز اوپن کر کے پڑھا تھا۔ جہاں شاعری اس کا منہ چڑھا رہی تھی۔ اسی طرح کے اور بھی میسجز تھے مگر اسے ان سب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسے تو یہ شاعری کبھی بکس میں اچھی نہیں لگی تھی اس نے چہرے کے اڑھے ٹیڑھے منہ بنائے تھے۔

"فلرٹنگ کر رہے ہو؟"

اس نے میسج ٹائپ کیا تھا۔ وہ جو آف لائن تھا فوراً سے آن لائن ہوا تھا اور جواب سین کر لیا گیا تھا۔

"میرے دل کی فیلینگ ہیں۔ فلرٹ نہیں ہے۔"

"اچھا۔۔۔ یہ دل کی فیلینگ کس کس کو بتائی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر لڑکی کے لیے ایک جیسی فیلنگ ہوتی ہوگی نہ۔۔۔ تو بتلائی بھی ہوگی۔ جیسا کہ مجھے۔"

"آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں؟ میں ایسا کیوں کروں گا۔ جب میں پسند آپ کو کرتا ہوں۔"

"100/99.9% لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں۔۔۔ اور میں آپ کو ایسا ہی سمجھتی ہوں۔۔۔"

بینش نے اسے کے سوال پہ بار بار جواب دیے تھے۔ کچھ دیر تک اس کا کوئی میسج نہیں آیا تھا۔ بینش نے انتظار کیا تھا پھر اسے وہ آف لائن کا سگنل دے کر چلا گیا۔ بینش نے حیرت سے دیکھا تھا۔

"نیو ٹرک۔۔۔ ہممممم۔"

اس نے منہ میں ببل گم رکھی تھی اور پوسٹنگ شروع کر دی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ بلال سے بات کر رہی تھی۔ شروع میں سب نارمل رہا تھا پھر ہمیشہ کی طرح محبت بھرے میسجز۔ وہ واقع ہی ان سب سے تنگ آئی ہوئی تھی مگر یہ کسی سے کیا وعدہ تھا کہ وہ آج تک اس فیک ورلڈ کو چھوڑ نہیں پائی تھی۔ بلال کی جانب سے دوبارہ کوئی میسج نہیں آیا تھا لہٰذا وہ سکون سے پوسٹنگ کر سکتی تھی اور کر بھی رہی تھی۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے بولا بھی تو کیا؟ رباب سے کوئی جواب بھی نہیں دیا گیا تھا۔ وہ بس خاموشی سی اپنے سامنے بیٹھے اس تھری پیس سوٹ میں ملبوس شخص کو دیکھے گئی۔ اس کے چہرے سے کہیں سے بھی مزاق کی رمق بھی نہیں آرہی تھی۔ اس کی شادی میں صرف دو ہفتے رہ گئے تھے دونوں جگہ تیاریاں عروج پر تھیں۔ پر اس بیچ نہ جانے یہ آدمی کہاں سے آگیا تھا۔ پہلے وہ سڑک والا معملہ اور اب یہاں اس مال میں۔ اس نے بس خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

"دیکھیں۔۔۔میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ آپ کو شاید کوئی غلط فہمی۔۔۔۔"

رباب نے بامشکل تھوک نگل کر اپنی بات کہنا شروع کی تھی مگر بیچ میں ہی کاٹ دی گئی تھی۔

"میری بات کا جواب یہ کہیں سے نہیں بنتا۔۔"

اس نے رباب کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

"اور رہی بات غلط فہمی کی۔۔۔۔"

وہ ذرا سا رباب کی جانب جھکا تھا۔

"تو مجھے کوئی غلط فہمی نہیں۔۔۔۔"

اس نے رباب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔ اس کے اتنا عزم سے کہنے پر وہ پل بھر کو ڈری تھی۔ پھر خود میں ہمت پیدا کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"مجھے ڈرانے یا دھمکانے کی کوشش نہ کریں۔۔۔ میں آپ کو صاف صاف کہہ رہی ہوں کہ۔۔۔ میں آپ کو نہیں جانتی۔ بالکل بھی نہیں۔۔۔ وہ ایک پل کو روکی تھی۔ اور رہی بات شادی کی تو آج سے دو ہفتے بعد ہے میری شادی مگر اس کے ساتھ جسے میں پسند کرتی ہوں۔۔۔ جسے میں جانتی ہوں۔"

رباب نے ایک بار بات کہنا شروع کی تو کہتی چلی گئی۔ رکی نہیں۔ بات کے اختتام پہ اس نے سامنے بیٹھے شخص کا چہرہ دیکھا جو بالکل سپاٹ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس نے رباب کی کوئی بات سنی ہی نہیں۔

"شاید تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا۔۔۔ میں نے تم سے تمہاری مرضی یا پسند نہیں پوچھی۔

۔۔۔۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ۔۔۔۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"پر میں آپ سے۔۔۔"

"اور رہی بات دو ہفتے بعد شادی کی۔۔۔ تو شادی تو تمہاری ضرور ہوگی مگر میرے ساتھ۔"

اس نے رباب کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"اب تم سکون سے شادی کی شاپنگ کرو۔ مگر اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا عاصم جہانگیر نہ تو اپنی پسند چھوڑتا ہے اور نہ کسی کو حاصل کرنے دیتا ہے۔"

ایسا ہی تو ہوا تھا وہ آج اس کے گھر میں اس کی بیوی کی حیثیت سے رہ رہی تھی۔ وہ دن بھر کے کام کے دوران سیکنڈ فلور کے ایک کمرے میں سو گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے ساری رات یہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں گزارنی تھی۔ یہاں لائٹ تو تھی مگر بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ سارا کمرہ سامان سے بھرا پڑا تھا۔ سب کا سب بڑا سامان۔ اس نے اٹھانے کی کوشش بھی کی مگر ناکامیاب رہی۔ اس کے پاس کہیں بیٹھنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ رو رو کر اس کا برا حال ہو چکا تھا۔ گندگی اور دھول مٹی سے اسے پہلے ہی الرجی تھی۔ صبح سے وہ کام منہ پر کپڑا باندھ کر رہی تھی۔ اب یہ کہ اسے اس

کمرے میں لا کر بند کر دیا گیا تھا۔ اس کا رونا چلانا سب بے کار گیا۔ وہ اس کے سامنے خود کو بے بس پاتی تھی۔ وہ وہیں دروازے سے قریب اڑھے ٹیڑھے رکھے گئے صوفے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس حالت میں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیا تھا۔

"بھائی۔۔۔"

اس نے ہچکیوں میں اپنے بھائی کو پکارا تھا۔

"مجھے کہاں چھوڑ دیا آپ نے۔۔۔۔ ایک۔۔۔ ایک بار۔۔ ایک بار میرا یقین تو کیا ہوتا۔ میں ایسی نہیں تھی بھائی۔۔۔ بالکل بھی نہیں۔"

اس نے خود سے بات کرتے نفی میں گردن ہلائی تھی۔ جبکہ دوسری جانب عاصم جہانگیر حسام کی تصویر پکڑے اس کے کمرے میں بیٹھا تھا۔

"بس کچھ دن اور چھوٹے۔۔۔ کچھ دن اور۔۔۔ وہ اپنے کیے ہر عمل کا اقرار اپنے منہ سے کرے گی۔ کرے گی اور ضرور کرے گی۔ میں اس سے کرواں گا چھوٹے۔ وہ ہر صورت قبول کرے گی۔"

اس کی آنکھوں میں سرخ انگارے دوڑ رہے تھے۔

زندگی میں ہر شخص کسی نہ کسی مسیحا کے انتظار میں بسر کر دیتا ہے۔ ایسا مسیحا جو اس کے ہر درد اور تکلیف کو ختم کر دے گا۔ اس کی مشکلات کو آسان کرے گا۔ اس کا ہم درد اور غم خوار ہو گا۔ وہ ایک شخص جس کے آنے کی راہ برسوں دیکھی جاتی ہے۔ یہ مسیحا کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ کبھی بہن کے روپ میں، کبھی بھائی کے روپ میں، کبھی والدین کے روپ میں، کبھی ہمدرد دوست کے روپ میں یا پھر

زندگی کے سچے ساتھی کے روپ میں۔ نور کے لیے وکی بھی ایسا ہی مسیحا بن کے آیا۔ اس کے اکیلے پن سے تنگ آکر بینش نے اس کو اپنے فون پہ ایف۔ بی ورلڈ کی راہ دیکھا دی تھی۔ وہ روز ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ کچھ بینش کی والدہ اور بھائی کی وجہ سے نور کی سوتیلی ماں تھوڑا دبتی تھیں۔ اس لیے وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی وہ نور کو بینش کے گھر میں بھیج دیتی تھیں۔ نور کے لیے اس کے سارے دن کی مصروفیت میں سے صرف یہ دو گھنٹے ہی ہوتے تھے جب وہ خوش ہوتی تھی۔ شروع شروع میں اسے ایف۔ بی چلانے میں کچھ مزا نہیں آیا۔ وہ اسے چلا کر بور ہو جاتی تھی۔ جب تک نوران تینوں کے ساتھ ہوتی تب تک وہ خوش رہتی تھی مگر اس کے بعد وہ ویسے ہی افسردہ ہو جاتی تھی۔ اسی افسردگی میں اس نے خود کو ختم کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ اس کے بارے میں صرف بینش جانتی تھی۔

"تم پھر ایسے بیٹھی ہو۔ میں نے تمہیں آئی۔ ڈی دی تھی نہ بنا کر۔ اس چلاؤ تم۔"

بینش نے اسے پھر سے فارغ بیٹھے دیکھ کر کہا تھا۔ رباب اور عینی کچھ دیر پہلے ہی گھر واپس گئیں تھیں۔

"مجھے اس میں کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

اس نے بیزار ہوتے ہوئے کہا۔

"دیکھاؤ مجھے۔ تم نئی ہو نا اس لیے تمہیں نہیں پتہ کیسے چلانی ہے۔"

اس نے نور کے ہاتھ سے فون لے کر اس کی آئی۔ ڈی آن کی تھی۔

"یہ لو۔ تمہیں خاک مزہ آئے گا۔ نہ کوئی گروپ جوائن کیا ہے نہ کوئی پیج لائک کیا ہے۔ تمہیں مزہ کیا آنا ہے۔"

اس نے سکرولنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کسی کی بھی فرینڈ ریکویسٹ ایکسیپٹ ہی نہی ہوئی۔۔ اور تو اور کوئی پوسٹنگ ہی نہیں ہے۔"

نور ایسے سر جھکا کر بیٹھی تھی جیسے اس سے دنیا کی کوئی بہت بڑی غلطی ہو گئی ہو۔ بینش نے اسے دیکھا تو ہنس پڑی تھی۔ اس کے بعد اس نے نور کو نئے سرے سے سب کچھ سمجھایا تھا۔ کاش اسے معلوم ہوتا کہ اس کی اس مصروفیت کا خمیازہ اسے اپنے کندھوں پر تا حیات اٹھانا ہو گا۔ کیونکہ نور کی زندگی میں وکی نامی شخص اس فیک ورلڈ کے ذریعے ہی آیا تھا۔

"سر! مسز احمد کا آپ کے لیے بار بار فون آ رہا ہے۔"

جیری نے منصور کے میٹنگ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد سیکریٹری سے ملنے والی خبر اس تک جوں کی توں پہنچائی تھی۔ منصور جو ابھی صبح کی میٹنگ سے فارغ ہوا تھا اس خبر پر چونک اٹھا۔

"کب سے آ رہا ہے فون؟"

"صبح کے گیارہ بجے سے۔"

منصور نے اسے ایک نظر گھورا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو اب۔"

منصور نے اسے چھٹی کا عندیہ دیا تھا۔ جیری حیران ہوا تھا۔ کیونکہ ابھی تک صرف چار بجے تھے۔ وہ کبھی بھی جلدی چھٹی نہیں دیا کرتا تھا۔

"اور سنو۔ سب آفس ورکرز کو بھی چھٹی دے دو۔"

وہ اپنا پیغام جاری کرتا اپنے کیبن کی جانب چل پڑا تھا۔

اگلے دس منٹ میں آفس خالی ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ اس نے اپنے فون کو سائیلنٹ سے ہٹا کر اپنی ماں کو فون ملایا تھا۔

"سوری مام۔ آئی واز لیٹل بیزی۔ آئی ہوپ یو انڈرسٹینڈ۔"

منصور نے فون ریسیو ہونے کے بعد ہی سوری کیا تھا۔

"میں جانتی ہوں تم تھوڑا بزی رہتے ہو مگر گھر پر بھی تھوڑی توجہ دے دو۔"

مسز احمد نے شکوہ کیا تھا۔

"آئی نو ڈیٹ مام۔"

"اینی وے مام۔ اینی پرابلم؟"

"ویر از جینیفر؟" مسز احمد نے منصور سے پوچھا تھا۔ ایک پل کو تو وہ چپ ہوا تھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"پر تمہیں جاننا چاہیے۔"

مسز احمد نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا۔ اس نے ایک لمبی سانس خارج کی تھی۔

"مام آپ کیا چاہتی ہیں؟"

اسے فون کرو۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ اس سے شادی نہیں کرنی نہ کرو مگر ایک فرینڈ کی حیثیت سے اس سے پوچھ سکتے ہو نہ۔"

مسز احمد نے اسے نصیحت کی تھی۔

"سر! آپ کا کام ہو گیا ہے۔"

جیری نے دروازے سے اینٹر ہونے کے ساتھ ہی کہا تھا۔ جبکہ وہ اپنی مام سے بات کرتا کرتا پل بھر کو ٹھرا تھا۔

"او۔کے مام۔ آئی ویل کال ہر لیٹر۔ ناو آئی ہیو ٹو ورک۔"

اس نے اپنی مام سے فون پہ معزرت کی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

"یو ٹو مام۔ لو یو۔"

منصور نے اپنی مام سے بات کرنے کے بعد فون رکھ دیا تھا اور جیری کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"سر! آپ کا کام ہو گیا۔۔۔۔"

"تمہیں کیبن کے اندر آنے کی اجازت کس نے دی؟"

منصور نے سخت تیور لیے اس سے پوچھا تھا۔

"سوری سر۔"

"نیور ڈو ڈیٹ اگین۔"

منصور نے جیری کو سخت الفاظ میں تنبیھی کی تھی۔

"یس سر!"

جیری کو معلوم تھا کہ اس کی غلطی ہے اس لیے وہ خاموش ہی رہا تھا۔ منصور احمد نے اس پر ایک نگاہ ڈال کر اپنا فون اٹھایا تھا اور کیبن سے باہر نکل آیا تھا۔ جیری نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ وہ آج جلد

گھر جا رہا تھا۔ شاید کام کی تھکن تھی یا کچھ اور اسے خود کچھ سمجھ نہیں آیا۔ آج پھر اس نے گاڑی وہیں روکی تھی جہاں دو دن پہلے اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ وہ بینچ آج بھی سنسان تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ یہاں باقاعدگی سے آ رہا تھا۔ کیوں؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

کوئی اجنبی سی ترنگ ہے
کوئی چاہتوں کی امنگ ہے
میں اڑا رہی ہوں جس سے یہاں
کوئی خوشبو ہے کوئی رنگ ہے
میں وہ نہیں ہوں جس سے یہاں
کوئی من کی موج کے سنگ ہے
یہاں سادگی بھی فریب ہے
یہاں بے بسی بھی فریب ہے
یہاں دوستی بھی فریب ہے
یہاں زندگی بھی فریب ہے

"زندگی میں کبھی کسی کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے
یہ آپ کو زندہ رہنے میں کافی مدد کرتا ہے۔"

نور سکرولنگ کر رہی تھی جب اس کی نظر اس پوسٹ پہ ٹھہر گئی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ اس پوسٹ کو پڑھتی رہی تھی۔ شاید کوئی نیا تھا گروپ میں یا پھر پوسٹ پہلی بار کی تھی۔

"سب مطلبی"

نور نے نام پڑھا تھا۔

"یہ کیسا نام ہوا؟"

وہ خود سے بات کر رہی تھی۔ بینش کچھ دنوں کے لیے اپنی نانی کے گھر رہنے گئی ہوئی تھی۔ اس بیچ وہ اپنا فون نور کے پاس چھوڑ گئی تھی۔

"میں اس کا کیا کروں گی؟"

"اپنی سوتیلی ماں کو بلیک میل۔۔۔۔۔بینش نے اس کی جانب جھکتے ہوئے کہا۔۔۔اگر میں یہ کہہ سکتی تو ضرور کہتی۔"

نور کے چہرے پہ خوف کے سائے دیکھ کر بینش نے اپنے مزاق. کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس کو مزاق کرتا دیکھ نور کی جان بحال ہوئی تھی۔

"ارے یار ایف۔بی یوز کرنا اور کیا۔"

"اور امی؟"

"امی کو بتائے گا کون؟ تم یا میں۔"

بینش کی بات پہ نور نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"تو پھر بس۔۔ تم اسے رکھ رہی ہو۔"

بینش نے اسے زبردستی اسے فون تھمایا تھا۔

"اس طرح میں تم سے بات بھی کر سکوں گی۔"

اس دن سے وہ فون نور کے پاس ہی تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کی عینی اور رباب سے نہیں بنتی تھی لیکن وہ زیادہ قریب بینش سے تھی۔ ان دونوں کو بھی اس کی ایف بی آئی ڈی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس کی سوتیلی ماں باہر گئی ہوئی تھی۔ اس کی واپسی مغرب سے پہلے ہونے والی نہیں تھی۔ یہ سب بھی ایک طریقہ تھا اسے گھر میں روکے رکھنے کے لیے۔ جب اسے عینی کے پاس جانے کی اجازت نہیں ملی تو اس نے اپنے چھوٹے سے کمرے میں بینش کا دیا فون آن کر لیا تھا۔ اس کا فون سائیلنٹ پہ بینش نے لگا کر دیا تھا تاکہ آواز سے نور پکڑی نہ جائے۔ سکرولینگ کے دوران وہ اس پوسٹ پہ پل بھر کو ٹھر گئی تھی۔

"زندگی صرف دھوکہ ہے۔۔ اور یہ دھوکہ
صرف اچھے لوگوں کو دیتی ہے۔"

سب مطلبی کے نام سے ایک اور پوسٹ آئی تھی۔ یہ اب سے کچھ پانچ منٹ پہلے پوسٹ ہوئی ہے۔ اس نے پہلی بار کمنٹ کیا تھا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن ہے اس مفادات کی دنیا میں سب کچھ ممکن ہے۔"

فوراً سے اس کا جواب آیا تھا۔

"پر یہاں ہر کوئی اپنا فائدہ نہیں سوچتا۔ کچھ لوگ دوسرے لوگوں کا بھلا یا انہیں خوش رکھنے کے طریقے بھی ڈھونڈتے بھی ہیں۔"

"ہاں بالکل مگر اس میں بھی ان کا اپنا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر یہ کام محبت سے کیا جائے تو سر آنکھوں پہ۔۔۔ پر اگر اپنے فائدے کے لیے کیا جائے تو۔۔۔ ناقابل قبول ہے۔"

نور کی نسبت اس نے جلد ہی ٹائپ کر کے جواب دیا تھا۔ نور کے لیے اس کی باتیں سمجھ سے باہر تھیں۔ وہ اسے بغیر جواب دیے آگے بڑھ گئی تھی۔ دروازے پہ آہٹ ہونے کی وجہ سے اس نے فون چھپا دیا تھا اور باہر کی جانب چلی گئی تھی۔ جبکہ اس کا سائلنٹ پہ لگے فون کی لائٹ ایک پل کو جل کر بند ہوئی تھی۔ یہ کسی کا میسج تھا جو آیا تھا۔

"منصور آپ جاو گے جینیفر سے ملنے؟"

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا اپنے آفس کی جانب رواں دواں تھا۔ کل اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہ جینیفر سے ملنے نہ جا سکا تھا۔ آج بھی وہ جلدی آفس کے لیے نکل آیا تھا۔ اس نے اپنے بزنس کو انٹرنیشل طور پہ انٹرڈیوس کروانا تھا۔ اس کے لیے وہ دن رات محنت کر رہا تھا۔ اب بھی وہ ایک میٹنگ سے فارغ ہوا تھا۔ اس نے اپنا فون چک کیا تو اس کی مام کا میسج آیا ہوا تھا۔ کل کی طرح اس کی مام نے اسے بار بار فون نہیں کیا تھا۔ شاید وہ اس کی مصروفیات کو سمجھ گئیں تھیں یا پھر انہوں نے اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا تھا۔ اس نے جوابی میسج ٹائپ کر کے آفس سے گاڑی ریڈی کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جیری کو کو تمام کام سمجھا کر وہ جینیفر کے گھر کے راستے میں تھا۔

"فلاور شاپ سے ایک بوکے خریدنا ہے۔ دھیان رکھنا۔"

"جی سر؟"

اس نے اپنے ڈرائیور کو آگاہ کیا تھا۔

"سر بوکے کن پھولوں کا لانا ہے؟"

تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک جگہ رکی تھی تو ڈرائیور نے اس سے پوچھا تھا۔

"للی"

اس نے فون یوز کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا ڈرائیور کسی ایسی ویسی جگہ بوکے کے لیے گاڑی نہیں روکے گا۔ اس کے ٹیسٹ سے سب کو آگاہی تھی۔ اس لیے اس نے دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی اور جواب دے دیا تھا۔

"سر للی فلاور کا سٹاک آج ہی ختم ہوا ہے۔ انہوں نے معزرت کرلی ہے۔"

فون یوز کرتے ہوئے ہاتھ پل بھر کو تھمے تھے۔ اس نے کن انکھیوں سے اپنے ڈرائیور کو دیکھا تھا۔

"سر یہاں قریب ہی ایک فلاور شاپ ہے آپ کو وہاں سے للی مل جائیں گے۔ اور روڑ بھی یہ ہی پڑے گا۔"

ا

ڈرائیور نے منصور کے اس طرح سے بولنے پر فوراً سے متبادل رستہ تجویز کیا تھا۔ پر آخر میں خاموش ہو گیا تھا۔

"صرف پانچ منٹ"

منصور نے وارننگ دی تھی۔ ڈرائیور نے جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی ڈرائیو کی تھی۔ اگلے دو منٹ میں اس کی گاڑی ایک چھوٹی سی فلاور شاپ پہ رکی تھی۔ وہ۔ اب فون یوز نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ اس دکان کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر جیسے اس کی نظر ٹھہر سی گئی تھی۔ وہ اس دکان کے اندر سے باہر نکلی تھی۔ فارمل ڈریس میں اس نے اپنے چہرے کو سفید سکاف سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کی سفید رنگت میں اس کا پہنا سکاف کافی بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ مبہوت ہو کر اسے دیکھتا ہی رہا۔ ڈرائیور نے اس سے لیلی کے پھول لے لیے اور مطلوبہ رقم دے دی۔ جس کا اس اس ہلکے سے مسکرا کر جواب دیا تھا۔ اس کے اس طرح مسکرانے پر منصور کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آگئی۔ منصور کے مسکرانے پر اس کے داہنے گال پر موجود ڈمپل بھی مسکرا اٹھا تھا۔ ڈرائیور کے واپس آنے کے بعد منصور نے اسے واپس اور پھل لینے بھیج دیا۔ ڈرائیور ایک پل کو تو حیران ہوا مگر اس کی نہ تو ہمت تھی اور نہ ہی حیثیت کہ وہ منصور سے اس بارے میں کچھ پوچھ سکتا۔ اس لیے وہ کم پر عمل کرتا واپس دکان کی جانب چلا گیا اور ایک اور لیلی کا بوکے اسی لڑکی سے خریدنے لگ گیا۔ وہ پہلے حیران ہوئی پھر دوبارہ سے ایک اور لیلی کا وہ کے ڈرائیور کو دے دیا۔ اس بار بھی اس نے رقم لیتے وقت ہلکے سے مسکرا کر شکریہ ادا کیا تھا۔ مگر اس بار منصور نہ صرف مسکرایا تھا بلکہ اس لڑکی کی مسکراہٹ کو اپنے فون میں قید بھی کر لیا تھا ۔ ڈرائیور کے واپس آنے پر منصور نے ڈرائیور کو تمام لیلی کے بوکے لانے کے لئے واپس بھیج دیا ۔ ڈرائیور کے دوبارہ لیلی کے بوکے مانگنے پر اس لڑکی نے سیدھ میں کھڑی کالے رنگ کی گاڑی کو دیکھا۔ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیوں کہ یہ وہی گاڑی تھی جسے وہ کچھ دن پہلے رات کے اندھیرے میں دیکھ چکی تھی۔ خوف کا اثر تھا کہ وہ واپس اندر کی جانب چلی گئی اور کسی عورت کو باہر بھیج دیا۔ یہ

عورت عمر میں تقریباً اس لڑکی سے بڑی اور یہاں لندن کی رہائشی لگ رہی تھی۔ اس نے خوش اخلاقی سے ڈرائیور کی ساری بات سنیں اور ڈرائیور کی ڈیمانڈ کے مطابق اسے سارے لیلی کے بوکے دے دیے۔ اس دوران وہ لڑکی دوبارہ منصور کو نظر نہیں آئی۔ جس نے اس کے چہرے کے تیور تھوڑے بگاڑ دیے تھے۔ ڈرائیور کے لیلی کے سارے بوکے لے کے آنے پر اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا حکم دے دیا۔ مگر گاڑی اب جینیفر کے گھر کی جانب نہیں جا رہی تھی واپس اپنے آفس جا رہا تھا جہاں سے اس نے اس لڑکی کے متعلق ساری معلومات اکٹھی کرنے تھی۔ اس معاملے میں جیری سے بڑا ہیلپر شاید اسے کوئی نہیں ملتا۔ دوسری جانب جینیفر کو اس کا انتظار بھی نہیں تھا کیونکہ اس سے اپنے سارے ناطے تو وہاں سے اس دن توڑ کے آگئی تھی۔ ہاں ہلکی سی خواہش ضرور تھی کہ شاید ایک دوست کی حیثیت سے اس کے لیے اب بھی اہمیت رکھتی ہو مگر دن ڈھلنے کے ساتھ ساتھ اس کی یہ خواہش پہ دم توڑتی جا رہی تھی۔

"فہیم آپ کھانا کھا لیں۔"

عافیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ابھی کھانا بنا کر آئیں تھیں۔ رات کا وقت ہو رہا تھا۔ فہیم دکان سے آنے کے بعد اپنے کمرے میں کچھ حساب کتاب میں مصروف تھا۔ کچھ دیر تو عافیہ نے انتظار کیا پھر خود ہی بلانے چلی آئی۔

"ہممم بس آتا ہوں۔"

فہیم نے وہیں سے جواب دیا تھا۔ عافیہ نے دروازے سے جواب سنا اور کھانا ٹیبل پہ سرو کرنے چل دی۔ عافیہ کے جانے کے بعد انہوں نے اپنے رجسٹر میں رکھی رباب کی تصویر نکالی تھی۔ وہ اس تصویر میں ہنستی مسکراتی فہیم کے ساتھ کھڑی تھی۔ ماں باپ کے گزرنے کے بعد فہیم نے اسے پالا تھا۔ اسے اپنی یہ چھوٹی سی گڑیا بہت پسند تھی۔ وہ تو اسے گڑیا کہ کر ہی پکارتا تھا۔ بچپن سے اب تک وہ اس کی جان ہی رہی تھی۔ وہ کیسے کسی کو اپنے اور اپنی گڑیا کے بیچ آنے دیتا۔ ایسا تو اس نے عافیہ کو نہیں کرنے دیا تھا۔ مگر اب سب کچھ تبدیل ہو گیا تھا۔

"میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میری گڑیا کبھی مجھے چھوڑ کر نہ جائے۔"

"پر گڑیا تو آپ کو کہیں چھوڑ کر نہیں جائے گی۔"

رباب نے معصومیت سے کہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا بھائی اس کی شادی کی بات کر رہا ہے۔ مگر پھر بھی انجان بنی تھی۔

"میں جانتا ہوں میری گڑیا مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی۔ مگر کچھ باتیں نہایت ضروری ہوتیں ہیں۔ جن میں سے ایک تمہاری شادی ہے۔"

وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے سے ہر موضوع پہ بات کر لیتے تھے۔ بہن بھائی کم اور دوست زیادہ تھے۔ خاموش ہو گئی۔ چاہے کتنی بھی دوستی کیوں نہ ہو پر بہن کے لیے بھائی کے ساتھ اس طرح کی بات کرنا آسان تو نہیں تھا۔ اسے خاموش ہوتا دیکھ کر فہیم نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"چاہے ابھی یا بعد میں شادی تو کرنی ہے۔ اس میں اداس ہونے والی تو کوئی بات نہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں میری گڑیا ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہے۔ پھر چاہے اس کی شادی ہو جائے مگر وہ

میرے سامنے ہی رہے۔ اس لئے میں نے فواد کو پسند کیا تمہارے لیے۔ لیکن تمہاری مرضی سب سے پہلے میرے لیے۔ اگر تمہیں پسند ہے تو مجھے پسند ہے۔ اگر تمہیں ناپسند ہے تو مجھے نہ پسند ہے۔ بس یہی سوچ رکھو ذہن میں اس کے علاوہ کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔"

فہیم نے گڑیا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور عافیہ کو اس کے پاس آنے کا اشارہ کرتے باہر چلا گیا۔ شام میں ہیں آپ یہ نے اسے گڑیا کی رضامندی کی اطلاع دے دی تھی۔ ماضی کو یاد کرتے ہیں فہیم کی آنکھ سے آنسو ٹپکا تھا۔ کتنے دن گزر گئے تھے پر اس نے ابھی تک رباب کی آواز تک نہیں سنی تھی۔ دیکھنا تو بہت دور کی بات تھی۔ وہ جانے اسے کہاں لے گیا تھا جہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ اگر پہنچنا چاہتا بھی تو اس کا ضمیر اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کی بہن اس کے لاڈ پیار میں اتنی بدل جائے گی اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ کیسے کسی کی جان لے سکتی ہے۔ لیکن اس نے لی تھی وہ بنی تھی کسی کی جان لینے کی وجہ۔ اسی کی وجہ سے آج بینش زندگی اور موت کی راہ میں لٹک رہی تھی۔ وہ اپنے آنکھیں صاف کرتا رہا باہر عافیہ کے پاس چلا گیا وہ ٹیبل پر کھانا لگا یا اس کا انتظار کر رہی تھی۔ زندگی شاید اب یونہی چلنی تھی۔

"میں آپ سے ناراض ہوں اور آپ نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں ابھی تک۔ کیوں؟"

بینش بلال کا میسج پڑھ کر حیران ہوئی۔

"آپ کیوں ناراض ہو؟ اور مجھے کیسے پتہ ہوگا اس بارے میں؟"

اس نے جوابی میسج ٹائپ کیا تھا۔

"جہاں رابطے دل کے ہونا وہاں پتہ لگ ہی جاتا ہے۔"

"آپ کی اس فلرٹنگ سے پہلے بھی تنگ تھی اور اب بھی۔ آپ سب کچھ چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ کیا یہ دل کے رابطے رکھنا ضروری ہیں۔"

اس نے فوراً سے جواب ٹائپ کیا تھا۔ فلحال اس کا موڑ کسی قسم کی فلرٹنگ کو انجوائے کرنے کا نہیں تھا۔

"پر آپ نے کہا تھا ہم دوست ہیں؟"

بلال نے جوابی میسج دیا تھا۔

"ہاں دوست ہیں۔ میں نے کب منع کیا۔ پر آپ جو کر رہے ہو اسے دوستی نہیں بلکہ فلرٹنگ کہتے ہیں۔"

"میں آپ کے ساتھ کوئی فلرٹ نہیں کر رہا۔ آپ کی عزت میری عزت ہے۔ پسند کرتا ہوں آپ کو اچھی لگتی ہیں آپ مجھے۔"

بلال کے میسج ٹائپ کرنے پر وہ کچھ دیر تو اس میسج کو پڑھتی رہی۔

"اس نے دھوکا دیا مجھے بینش۔ اس نے مجھے یوز کیا۔ اس کے نزدیک میں اس کی محبت کبھی تھی ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے وہ ایسا تو سب کے ساتھ کرتا ہے۔ میں سب نہیں تھی بینش۔ میں سب نہیں تھی۔ میں نے تو سچی محبت کی تھی اس کے ساتھ۔ وہ پہلا مرد جسے میں نے چاہا وہ وہی تو تھا۔ وہ کیسے میرے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔ کیسے؟ میں ہی کیوں بینش؟ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟ میں نے تو کسی کا برا نہیں کیا۔"

اسے نور کے ساتھ بتایا اپنا ماضی یاد آیا تھا۔ وہ جو رحم دلی اس کے دل میں بلال کی باتوں سے آئی تھی، وہ ختم ہو گئی تھی۔ وہ اسے خدا حافظ کہتے لوگ آؤٹ کر گئی تھی۔ ذہن میں اب صرف نور تھی۔ اور اس کی ذات سے جڑا گلٹ۔

"شاید اب تم سمجھ جاؤ کہ اس گھر میں تمہیں رہنا کس طرح ہے۔"

عاصم نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ صبح ہونے کے ساتھ ہی وہ اسے اس بیسمنٹ نما کمرے سے نکال لایا تھا۔ مسلسل ایک ہی طرح بیٹھنے سے اس کا جسم اکڑ گیا تھا۔ وہ بمشکل سیدھی کھڑی ہو پا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی گر جائے گی۔ نظر جھکی ہوئی تھی اور اس کی بات سمجھنے سے بالکل عاری تھی۔ اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے عاصم نے اپنی بات دوبارہ دہرائی تھی۔ وہ اس لڑکی سے کسی قسم کی بھی ہمدردی نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"اور تم دوبارہ اس کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ میں اس کے آس پاس بھی تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس نے اس کا دھیان اپنی طرف لگانے کے لئے اسے کہا تھا۔

"میں وہاں۔۔۔ ڈسٹنگ۔۔۔ کرنے۔۔ گئی تھی۔"

رباب نے اٹک کر جواب دیا تھا۔ عاصم اس پہ ایک نظر ڈالتا دوبارہ گویا ہوا تھا۔

"میں نے جو کہا ہے صرف وہ کرو۔ اس کے علاوہ نہ تو تمہیں اپنی عقل استعمال کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہاتھ۔ سمجھیں"

وہ اسے کہتا الماری کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"جانتی ہو کمرہ کس کا ہے؟ تمہیں تو معلوم ہی ہوگا نا۔ میں بھی کس سے پوچھ رہا ہوں۔"

عاصم نے دوبارہ کہا تھا۔ رباب حیرانی سے اس کی جانب دیکھتی ہے۔

"میں نہیں جانتی۔۔۔ کس کا کمرہ ہے وہ؟"

"تم کتنی مکار اور جھوٹی ہو اس کا مجھے تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم خود یہ بخوبی جانتی ہو۔ پر اب تو کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے تو تم قبول کیوں نہیں کر لیتی۔ آخر اس سے تمہیں ہی آسانی ہوگی۔"

عاصم کی بات سن کر وہ سن ہو گئی تھی۔

"میں مکار اور جھوٹی نہیں ہوں"

رباب نے تڑپ کر کہا تھا۔ عاصم نے اس کے لہجے پہ غور کیا اور دوبارہ کہا۔

"صحیح کہا تم نے تم مکار اور جھوٹی نہیں ہے بلکہ بہت بڑی فریبی اور دھوکے باز ہو۔ یہ دونوں تو بہت چھوٹے لفظ تمہارے لیے۔"

عاصم نے ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔

"جھوٹ ہے سب جھوٹ"

رباب نے اپنا دفاع کرنا مناسب سمجھا تھا۔ آخر وہ کیوں اس کی بات مانتی۔ جس کی ایک غلط فہمی نے اسے اس کے بھائی سے جدا کر دیا تھا۔

"تمہارے کہنے سے سچائی تھوڑی بدل جائے گی۔ وہ تو ہمیشہ وہی رہے گی جو اصل میں ہے۔"

رباب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

www.urdunovelsmania.com　اردو ناولز مینیا

"تمہارے آنسو مجھے پگھلا نہیں سکتے۔ وہ رکا تھا اور پھر کہنا شروع کیا تھا۔ ؟ کیونکہ میں حسام نہیں ہوں۔"

رباب کے آنسو پل بھر کو تھمے تھے۔

"حسام۔۔۔جہانگیر"

رباب نے سرگوشی میں پورا نام دہرایا تھا۔ جسے عاصم نے بخوبی سن لیا تھا۔ طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آئی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا۔ حسام جہانگیر عاصم جہانگیر کا اکلوتا بھائی۔"

وہ اسے زندہ درگور کرتا واش روم چلا گیا تھا۔ جبکہ رباب کے ذہن میں صرف ایک نام گردش کر رہا تھا۔

"حسام۔۔جہانگیر"

"مجھے اس لڑکی کے بارے میں مکمل معلومات چاہیے۔ وہ بھی شام تک۔"

منصور نے آفس آتے ہی جیری کو حکم نامہ جاری کیا تھا۔ جیری اپنے تاثرات کو چھپاتا تصویر اٹھا کر کیبن سے چلا گیا تھا۔ منصور نے آنکھیں بند کر کے اپنے سر کو کرسی سے ٹکا دیا تھا۔ اس لڑکی کو یاد کرتے منصور کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی۔ اسے اگر کچھ یاد تھا تو صرف اس کا مسکرانا۔

کوئی اجنبی سی ترنگ ہے

کوئی چاہتوں کی امنگ ہے

میں اڑا رہی ہوں جس سے یہاں

کوئی خوشبو ہے کوئی رنگ ہے

میں وہ نہیں ہوں جس سے یہاں

کوئی من کی موج کے سنگ ہے

یہاں سادگی بھی فریب ہے

یہاں بے بسی بھی فریب ہے

یہاں دوستی بھی فریب ہے

یہاں زندگی بھی فریب ہے

"شکریہ آپ کا"

نور نے رات میں فون آن کیا تو اس کو کمنٹ میں مینشن کیا گیا تھا۔اس نے اوپن کیا تو وہاں شکریہ کا میسج موجود تھا۔ وہ سوچ میں پڑھ گئی تھی۔ اس نے فرینڈ ریکوسٹس چیک کیں تو سب مطلبی کی اس کو ریکوسٹ آئی ہوئی تھی۔

"تمہیں فرینڈ ریکویسٹس ایکسیپٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود یہ کام کر دوں گی۔"

اس کے ذہن میں بینش کا کہا گیا جملہ گونج گیا تھا۔ وہ اس کی ہدایت پہ عمل کرتی سکرولینگ میں مصروف ہو گئی تھی۔

"کتنے خوش نصیب ہیں وہ جن کی مائیں ہیں۔

کاش کہ می بھی ان میں شامل ہو سکتا۔

"😭😭😭Missumoom

تین رونے والے ایموجیز کے ساتھ سب مطلبی نے پوسٹ کی ہوئی تھی۔ وہ اس جگہ ٹھر سی گئی تھی۔

"امی"

اس کے لبوں سے نام خارج ہوا تھا۔ نور کو اس کا درد اپنے جیسا لگا تھا۔ اس کی بھی تو ماں نہیں تھی۔ کتنے دن اور کتنی راتیں اس نے اس آس میں گذاریں کہ شاید وہ واپس آجائیں مگر۔۔۔ وہ واپس نہیں آئیں۔ اس کے بر عکس اس کے ابو کے ایک نئی امی لے آئے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ نور نے دوسری بار اس کو کمنٹ کیا تھا۔

"اللہ آپ کی ماں کو جنت میں جگہ دے۔ آمین!"

"آمین"

فوراسے جواب آیا تھا۔

"اللہ آپ کی ماں کو صحت دے۔"

اس نے نور سے کہا تھا۔

"میری امی نہیں ہیں۔"

وہ ٹائپ کرتی رو دی تھی۔ کچھ دیر تک وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

"معزرت 🙏🙏 اللہ انھیں جنت میں اعلیٰ مقام دے۔"

اس نے دو جڑے ہاتھوں کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"آمین"

نور نے جواب دیا تھا۔ ہمدردی ایک ایسا ہتھیار ہے. جس سے آپ آسانی سے دوسرے کے دل میں جگہ بنا لیتے ہو پھر چاہیے وہ آپ کا عزیز ترین دوست ہو یا بدترین دشمن۔

"سر! اس لڑکی کے بارے میں یہ ریکارڈ سامنے آیا ہے۔"

جیری نے ایک کالے رنگ کی فائل میز پہ منصور کے سامنے رکھی تھی۔ دو گھنٹے پہلے اس نے جیری کو اس لڑکی کی تصویر دے کر معلومات اکٹھی کرنے کا کہا تھا۔ اور دو گھنٹے بعد وہ اس کے سامنے اپنا کام مکمل کیے کھڑا تھا۔ منصور نے فائل ہاتھ میں پکڑ کر پڑھنا شروع کیا تھا۔

نام۔۔۔۔ قراۃ العین رمیض

عمر۔۔۔۔۔ انیس سال

والد۔۔۔۔۔ رمیض اختر (مرحوم)

والدہ۔۔۔۔ نسیمہ رمیض (مرحوم)

رمیض اور نسیمہ نے پسند کی شادی تھی۔ پسند کی شادی کی وجہ سے نسیمہ کے خاندان والے اس سے ملتے نہیں تھے۔ نسیمہ اور رمیض کی شادی صرف پانچ سال چل سکی۔ دونوں ایک روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو گئے۔ کار اور ٹرک کے درمیان ہونے والے حادثے نے ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عینی گھر پہ دادا اور دادی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بچ گئی۔ دو سال بعد دادی کا بھی انتقال ہو گیا تو اختر صاحب اس کے کیر ٹیکر رہ گئے۔ اس کی کالج تک کی پڑھائی کا خرچہ انھوں نے برداشت کیا۔ اس کے کالج

کے پہلے سال میں شادی طے کردی گئی۔ مگر دادا کی وفات کے بعد ایسا ممکن نہ ہوا۔ کیونکہ اس کی خالہ انیلہ اسے لندن اپنے ساتھ لیں آئیں تھیں۔ اس کا کوئی سگا رشتہ پاکستان رہا نہیں تھا تو اس کے لیے لانا مشکل بھی نہیں تھا۔ یہاں آنے کے ساتھ ہی اس سے دن رات کام لیا جارہا ہے۔ اس کی کمائی پہ وہ اور اس کا شوہر جوزف عیش کرتے ہیں۔ اسے یہاں آئے تقریبا اڑھائی مہینے ہو چکے ہیں۔ کچھ معلومات اسے فائل میں ملیں تھیں جبکہ کچھ جیری نے زبانی سنائی تھیں۔

"سر! نیکسٹ پیج پہ وہ کب کب کس جگہ جاتیں ہیں، درج کی گئیں ہیں۔"

جیری نے اپنی بات مکمل کی تھی۔ منصور نے ایک نظر نیکسٹ پیج پہ ڈالی تھی۔

"کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے۔؟"

منصور نے پوچھا تھا۔

“nosir.”

جیری نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

“googjobjerry.”

آج پہلی بار منصور نے اس کی تعریف کی تھی۔ ایک پل کو تو وہ خود حیران ہوا تھا۔

“Thankyousir”

جیری نے ہلکے سے مسکرا کر داد وصول کی تھی۔

"اب تم جا سکتے ہو۔"

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

اس نے جیری کو کیبن سے جانے کا کہا تھا۔ وہ سر ہلاتا باہر چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد منصور نے اپنا فون آن کر کے اس کی تصویر پہ کلک کیا تھا۔ جانے کیا تھا اس کی مسکراہٹ میں وہ اسے دیکھے ہی جا رہا تھا۔ ایسا اس کی زندگی میں پہلی بار ہوا تھا کہ وہ بزات خود کسی لڑکی میں دلچسپی لے رہا تھا۔

"sorry"

بینش پوسٹنگ میں مصروف تھی جب بلال کا میسج آیا تھا۔

"کس لیے؟"

"مجھے آپ سے وہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی جو آپ کو پسند نہیں۔"

بلال کا جوابی میسج آیا تھا۔

"صرف آپ کو ہی نہیں بلکہ ہر انسان کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جو نامناسب ہو۔"

آج پہلی بار بینش کا دل کسی کے لیے پگلا تھا۔ کچھ پل تو وہ اسے خود کو حیرانی ہوئی تھی کہ وہ اسے کیا کہ رہی ہے۔

"شاید اس لیے کہ آج سے پہلے اپنی باتوں کے لیے اس سے کسی نے معافی نہیں مانگی تھی۔

"جی۔ اسی لیے میں معزرت خواہ ہوں۔"

"بس ٹھیک ہے بار بار تو نہ کہیں آپ۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔"

بینش کو واقعی شرمندگی ہو رہی تھی۔ افشین بن کر وہ اسے دھوکا دے رہی تھی جبکہ معافی وہ مانگ رہا تھا۔ اس کے جواب میں دو ہنستے ہوئے ایموجیز آئے تھے۔ یہ ان کی پہلی باقاعدہ چیٹ تھی جسے وہ دونوں انجوائے کر رہے تھے یا ایک دوسرے کو فریب دے رہے تھے۔

"حسام۔۔۔۔جہانگیر"

"بالکل ٹھیک کہا۔ حسام جہانگیر عاصم جہانگیر کا اکلوتا بھائی۔"

عاصم کے کہے الفاظ اس کے کانوں میں بار بار گونج رہے تھے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔؟"

وہ خود مخاطب تھی۔ وہ اس وقت بیڈ کے ساتھ زمین پہ بیٹھی تھی۔ رو رو کر آنکھیں سوج گئیں تھیں۔ آج اس کی شادی کو تیسرا دن تھا اور وہ مسلسل روئے چلی جا رہی تھی۔

"تم کس سے بات کر رہی ہو۔"

اس نے بینش کو فون پہ بات کرتے پایا تو پوچھ لیا۔

"بتا دیتی ہوں۔ صبر جانی۔"

اس نے فون پہ ہاتھ رکھ کر اس سے سرگوشی میں کہا تھا۔

"نہیں۔ نہیں مجھے تمہارا گفٹ نہیں چاہیے۔"

رباب جو کمرے سے جانے لگی تھی اپنی جگہ فریز ہو کر رک گئی تھی۔

"یہ کس سے بات کر رہی ہے؟"

رباب نے خود سے پوچھا تھا۔

"دیکھوایسا نہیں کرو۔ میں گھر پہ کیا کہوں گی۔"

"کس سے بات کر رہی ہو؟"

رباب کے پکارنے پر اس نے فون فورا سے بند کیا تھا۔

"یار کیا مسلہ ہے؟ ایسے بیچ میں ٹوکتے ہیں کیا؟"

بینش نے فورااس سے کہا تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔"

رباب نے اس سے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"حسام جہانگیر۔ ایف بی فرینڈ۔"

بینش نے رباب کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایف بی فرینڈ۔۔۔۔ تم ایسا کیسے؟ بینش! تمہیں نوریاد نہیں۔۔۔۔"

"یاد ہے رباب۔۔۔۔ صرف نور ہی تو یاد ہے۔ اور اس سے جڑی ہر بات۔۔۔"

"تم کیا کر۔۔۔، رہی ہو؟ بینش!"

رباب نے بینش کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔ اس کے لہجے سے رباب کو پہلی بار خوف محسوس ہوا تھا۔

"وہی جو وہ میرے ساتھ کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی تھی۔۔۔۔ دھوکا"

بینش نے رباب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔

رباب کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔

"بینش یہ کیا کیا تم نے؟ کیا کیا؟"

وہ خود سے ہمکلام تھی۔

پلکوں پہ سجا کر رکھیں گے تمہیں

جیسے چھالہ ہاتھوں سا، رکھیں گے تمہیں

اک بار تو ملنے آ و سہی

اپنے دل میں بیٹھا کر رکھیں گے تمہیں

از خود

نور اس کے میسیجز پڑھ کر کھل اٹھی تھی۔ وہ پچھلے دو دن سے سب مطلبی سے میسنجر پہ بات کر رہی تھی۔ ان دو دنوں میں اس نے جیسے ایک نئی دنیا جی لی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کی سوتیلی ماں اس سے اب زیادہ کام نہیں کرواتی تھی بلکہ نور نے اب اپنے سکون کا ذریعہ دیکھ لیا تھا۔

"آپ ایسی باتیں کرتے ہیں نہ تو یقین جانیں میرا دل آپ کی ہر بات پہ ایمان لانے کو کرتا ہے۔"

نور نے جوابی میسج ٹائپ کیا تھا۔

"آپ کا دل ایمان لانے کا کرتا ہو گا مگر۔۔۔۔۔"

"مگر کیا؟"

نور نے متجسس ہو کر پوچھا تھا۔

"مگر میرا تو آپ پہ ایمان تو کیا دل بھی آ چکا ہے۔"

نور کے ہاتھ کانپ اٹھے تھے۔ ایسی بات تو اس نے اب تک کسی سے بھی نہیں سنی تھی۔ کیا اس پہ بھی کسی کا دل آسکتا ہے؟

"میں سچ کہتا ہوں گڑیا۔ مجھے تم اچھی لگنے لگی ہو۔ بہت زیادہ۔ دن ہو یا رات کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب میں تمہارے بارے میں نہ سوچوں۔"

سب مطلبی کے میسج پہ اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ نور نے اس کے میسج کو ایک نہیں دو نہیں بلکہ بار بار پڑھا تھا۔

"ایسا لگتا ہے میری زندگی تمہارے گرد گھومنے لگ گئی ہے۔"

"تم کچھ کہ کیوں نہیں رہیں؟"

"تمہیں۔۔۔، برا لگا"

"میں نے صرف اپنی فیلینگ تمہیں بتائیں ہیں۔"

"اگر تمہیں برا لگا تو معزرت 🙏🙏🙏🙏🙏۔ پر یہ سچ ہے۔

"💖💖💖💖 Ireallylikeu

سب مطلبی کے ایک کے بعد ایک میسجز آرہے تھے۔ نور اپنی جگہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔ کوئی ایک شخص تو ہے زندگی میں جو اسے پسند کرتا ہے۔ وہ بھی اس حد تک کہ اسے اس کا اصل نام تک نہیں پتا۔

"یار ایسے خاموش تو مت رہو۔ چاہیے برا بھلا ہی کہ دو۔ مگر کچھ کہو تو سہی۔"

اس کی جانب سے مسلسل خاموشی ہونے کی وجہ سے سب مطلبی نے دوبارہ میسج کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ میں چلا جاتا ہوں۔

خدا حافظ۔"

نور اس کا میسج پڑھ کر بے چین ہو گئی تھی۔

"نہیں۔ میں نے کب کہا۔"

"تم نے رکنے کا بھی تو نہیں کہا۔"

نور کا فورا میسج پڑھ کر سب مطلبی کا سکون بھرا میسج آیا تھا۔ نور نے اس کے میسج سے اندازہ لگایا تھا۔

"آپ۔۔۔۔ایسی باتیں کر رہے۔۔۔۔میں نے آج تک۔۔۔۔کسی سے اپنے لیے نہیں سنیں۔"

نور کو لکھتے ہوئے شرم آ رہی تھی جو اس کے اٹک اٹک کر میسج ٹائپ کرنے میں سب مطلبی کو واضح دیکھی تھی۔

"omyGod.

تمہیں شرم آ رہی ہے۔"

"نہیں۔۔۔نہیں تو۔ کیوں مجھے کیوں آئے گی؟ میں آپ کو اتنا کب سے جانتی ہوں۔ مجھ تو آپ کا نام بھی نہیں پتہ۔"

نور نے اسکا دھیان کسی دوسری طرف لگانے کی کوشش کی تھی۔ وہ بلکل پکڑی نہیں جانا چاہتی تھی۔

"اچھا تو یوں کہو نہ۔"

"میرے بارے میں جاننا ہے۔ میرا اصل نام وقاص ہے۔ میرے قریبی جاننے والے مجھے وکی بلاتے ہیں۔ میرے والدین حیات نہیں ہیں۔ ایک چھوٹی بہن ہے۔ وہ میٹرک میں پڑھتی ہے۔ میں نے MAurdu کیا ہے۔ اور ایک اکیڈمی میں پڑھاتا ہوں۔"

سب مطلبی نے اس کو ایک لمبا چوڑے میسج میں اپنے بارے میں بتایا۔ اس کے ساتھ ہی اپنی ایک تصویر بھی بھیجی تھی۔ نور اس کی تصویر کو پلک جھپکائے دیکھتی رہی تھی۔

"نارمل سی صورت کا بندہ ہوں میں۔"

کوئی مجھ سے پوچھے کہ تم کتنے اچھے ہو۔ وہ یہ خود سے ہی کہہ سکی۔ وقاص سے کہنے کی اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

وہ انجان راہوں پہ نکلنے کی تیاریوں میں تھی۔ وہ پر جو اسے وقاص کی دو باتوں نے دیے تھے۔ ان کی بدولت نور ہر دریا عبور کرنے کی طاقت اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔

مگر کب تک؟

کتنا عجیب ہوا تھا نہ اس کے ساتھ۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہونے کو ہوگئی تھی۔ حسام جہانگیر تو یہ تھی وجہ اس شخص کی اس کی زندگی میں آنے کی۔ ایک ایسا شخص جس سے تعلق صرف غائبانہ حد تک تھا۔ وہ شخص اس کی زندگی کو تباہ کر دے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بینش کی ایک غلطی اس کی زندگی کا رخ موڑ گئی تھی۔ اس نے سر بیڈ سے ٹکا دیا تھا۔ اور خود اس کی زندگی؟؟ وہ تو خود موت کے دہانے پر تھی۔

"روبی! وہ مرگیا۔۔ وہ مرگیا روبی۔"

بینش نے روتے ہوئے کہا تھا۔ رباب اسے ہچکیوں کی ذرد میں روتا دیکھ کر پریشان ہوگئی تھی۔ اس کی امی رباب کی بھابھی کے ساتھ بازار گئیں تھیں۔ شادی کی تاریخ ایک مہینے بعد رکھی گئی تھی۔ دونوں طرف سے تیاریاں جاری تھیں۔ بھابھی عافیہ بینش کو اپنی جانب چھوڑ گئیں تھیں۔ اسے کل رات سے بخار تھا اور رباب وہاں فواد کی وجہ سے نہیں جا سکتی تھی۔ پہلے پہل تو رباب کو اس کا رونا بخار کی وجہ سے ہی لگا تھا مگر پھر اسے بینش پہ شک ہوا تھا جیسے وہ اس سے کچھ چھپا رہی ہو۔ اس لیے رباب کے زور دینے پر بینش نے کہا بھی تو کیا۔

"کون؟؟؟ کس کی بات کر رہی ہو بینش؟"

رباب نے خوف ذدہ ہوتے پوچھا تھا۔

"وہ چلا گیا۔ کیسے جا سکتا ہے وہ؟ چلا گیا۔۔۔۔ اس۔۔۔۔ اس نے کہا تھا مر جائے گا۔۔۔۔ اور مر گیا؟"

وہ ابھی تک خود سے ہمکلام تھی۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟ بتاؤ مجھے۔"

رباب نے اسے جھنجھوڑا تھا۔ بینش نے ایک پل کو اسے دیکھا تھا۔

"حسام۔۔۔"

رباب اپنی جگہ فریز ہوئی تھی۔ رباب کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"جانتی ہو کمرہ کس کا ہے؟ تمہیں تو معلوم ہی ہوگا نا۔ میں بھی کس سے پوچھ رہا ہوں۔"

اس کے ذہن میں عاصم کی آواز گونجی تھی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"میں نہیں جانتی۔۔۔ کس کا کمرہ ہے وہ؟"

"تم کتنی مکار اور جھوٹی ہو اس کا مجھے تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم خود یہ بخوبی جانتی ہو۔ پر اب تو کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے تو تم قبول کیوں نہیں کر لیتی۔ آخر اس سے تمہیں ہی آسانی ہو گی۔"

وہ اس کی باتوں کو یاد کرتی اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔ اس کا رخ حسام کے کمرے کی جانب تھا۔

"میم آپ وہاں نہیں جا سکتیں۔"

میڈ نے اسے جابیاں لیتے دیکھا تو اسے ٹوک دیا تھا۔ مگر وہ اسے ان سنی کرتی کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ میڈ نے فورا نیچے فون سٹینڈ کی جانب رخ کیا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ عاصم کو رباب کے متعلق معلومات دے رہی تھی۔

"میں مکار اور جھوٹی نہیں ہوں"

"صحیح کہا تم نے تم مکار اور جھوٹی نہیں ہے بلکہ بہت بڑی فریبی اور دھوکے باز ہو۔ یہ دونوں تو بہت چھوٹے لفظ تمہارے لیے۔"

رباب نے ہاتھ بڑھا کر چابیوں کا گچھا ہاتھ میں پکڑا تھا۔ میڈ اس کے سامنے آ کر کچھ بولی تھی مگر وہ اسے ان سنی کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"جھوٹ ہے سب جھوٹ"

وہ ایک پل کو ٹھر گئی تھی۔

"تمہارے کہنے سے سچائی تھوڑی بدل جائے گی۔ وہ تو ہمیشہ وہی رہے گی جو اصل میں ہے۔"

اس نے دوبارہ چلنے کی ہمت کی تھی۔ رباب کے ذہن میں عاصم سے ہونے والی باتیں مسلسل گونج رہی تھیں۔

"تمہارے آنسو مجھے پگھلا نہیں سکتے۔ وہ رکا تھا اور پھر کہنا شروع کیا تھا۔ ؟ کیونکہ میں حسام نہیں ہوں۔"

وہ اس کے کمرے کے آگے کھڑی تھی۔

"وہ چلا گیا۔ کیسے جا سکتا ہے وہ؟ چلا گیا۔۔۔۔ اس۔۔۔۔ اس نے کہا تھا مر جائے گا۔۔۔۔ اور مر گیا؟"

اس کے ذہن میں بینش کی کہی بات آئی تھی۔ کلک کی آواز پہ دروازہ کھل گیا تھا۔

"Ireallylovehimrubab.really."

اس کے ذہن میں بینش کی آواز گونجی تھی۔ رباب نے سارے کمرے کو دیکھا تھا۔ اسے حسام کی تصویر نہیں ملی تھی۔ ہر جگہ ایک سے بڑھ کر ایک شوپیس رکھا تھا۔ ہر طرح کی آشائیشوں سے آراستہ کمرہ مگر حسام کی ایک تصویر بھی نہیں تھی۔ پھر اچانک اسے ایک خیال آیا تھا۔ اس پہ عمل کرتی اس نے بیڈ کے ساتھ رکھی سائیڈ ٹیبل میں اس کی تصویر چیک کی تھی۔ اس کا خیال درست نکلا تھا۔ وہاں ایک فوٹو فریم رکھا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے فریم اٹھایا تھا۔ اس میں دو شخص تھے۔ ایک عاصم جہانگیر اور شاید دوسرا۔۔۔ حسام۔۔ دونوں کی عمروں میں واضح فرق تھا۔ اس کی نظریں حسام کا طواف کر رہی تھیں۔

"روبی! وہ مر گیا۔۔ وہ مر گیا روبی۔"

“Ireallylovehimrubab.really.”

رباب کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر حسام کی تصویر پہ گرا تھا۔

"اس نے تمہیں دھوکا نہیں دیا حسام۔ نہیں دیا۔ وہ کیسے دے سکتی ہے۔ اس میں کبھی بھی اتنی ہمت نہیں تھی۔۔۔۔۔کبھی بھی نہیں۔۔۔"

"بینش!"

اس نے اس شخص کو پکارا تھا جس تک اس کی آواز پہنچ بھی نہیں سکتی تھی۔ محبت بھی کیا چیز تھی۔ ایک شخص اپنی زندگی ہار گیا تھا، ایک موت کی دہلیز پہ کھڑی تھی۔ ایک انتقام چاہتا تھا دو دوسری بے بس تھی۔ وہ اس کی تصویر پکڑے وہیں بیٹھ گئی تھی۔

"اب آپ کی طبعیت کیسی ہے اختر صاحب؟"

ریحانہ بیگم نے اختر صاحب سے پوچھا تھا۔ ان کے ہسپتال سے آنے کے بعد وہ آج اختر صاحب کے گھر ان سے ملنے آئیں تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے بہن۔ وہ جس حال میں بھی رکھے ہم پہ شکر واجب ہے۔"

"بے شک۔ بے شک ہم پہ اس کا شکر واجب ہے۔"

ریحانہ بیگم نے سر ہلا کر ان کی بات کی تصدیق کی تھی۔ تب ہی عینی نے روح افزا کا شربت انہیں سرو کیا تھا۔

"جیتی رہو میری بچی۔"

انہوں نے عینی کو دعا دی تھی۔

"آپ نے عینی کے رشتے کی بات کی کہیں؟"

عینی کے کچن کی جانب جاتے قدم تھمے تھے۔ وہ ان سنی کرتی کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ مگر دھیان سارا وہیں تھا۔

"نہیں۔ ابھی تو نہیں۔ وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اور میں اس پہ زیادہ دباو نہیں ڈالنا چاہتا اب"

"مگر اختر صاحب؟"

"میرے نزدیک اس کی خوشی زیادہ معنے رکھتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

انہوں نے ریحانہ بیگم کو بیچ میں ٹوک کر کہا تھا۔ عینی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے تھے۔

"جیسی آپ کی مرضی۔ بچیوں کی خوشی میں ہی تو ماں باپ کی خوشی ہوتی ہے۔"

ریحانہ بیگم نے اختر صاحب کی بات کی تصدیق کی تھی۔

"میں تو بس اس لیے کہہ رہی تھی کہ فواد کل واپس آ رہا ہے۔ میں اس کی شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ میں نے سوچا شاید آپ بھی عینی کی شادی کرنا چاہتے ہوں۔"

ریحانہ بیگم نے اپنے عمل کی وضاحت دی تھی کہ شاید وہ غلط سمجھ بیٹھے ہیں۔

"نہیں بہن۔ آپ ایسا کہہ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔ عینی آپ کی بھی بیٹی ہے اگر آپ اس کے لیے کچھ سوچتیں ہیں تو اچھا ہی ہو گا۔ اس میں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔ میں بس اس کی مرضی چاہتا ہوں۔"

"فہیم اس بارے میں جانتا ہے کہ آپ رباب کی رخصتی لینا چاہتی ہیں۔"

انہوں نے ریحانہ بیگم کا دھیان دوسری جانب کیا تھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ جب آپ موجود ہیں تو میں یہ بات کیسے کر سکتی ہوں۔ میں تو آئی ہی اس لیے تھی کہ آپ فواد کے آنے کے بعد فہیم کی طرف رخصتی کی بات کرنے چلیں گے۔"

ریحانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بسم اللہ۔ بسم اللہ۔ اللہ خیر خیریت سے یہ دن لائے۔"

"آمین!"

دونوں نے آمین کہا تھا۔

"شکریہ اختر صاحب۔ اب کل آپ نے ہمارے گھر آنا ہے۔ سب کی دعوت رکھی ہے۔ اور عینی کو تو صبح ہی بھیج دینا۔"

"ضرور۔ ضرور۔"

انہوں نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"سن لیا نہ عینی صبح ہی آنا ہی۔ سارا کام کروانا ہے میں نے تم سے۔"

ریحانہ بیگم نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے آواز لگائی تھی۔ جسے سن کر عینی مسکرا اٹھی تھی۔

"جی خالہ۔"

وہ کھانا ڈش میں نکالتی ہوئی بولی تھی۔ چہرے پہ مسکراہٹ رباب کو سوچتے ہوئے آئی تھی۔

"عینی یہ تمہارے لیے آیا ہے۔"

وہ کیفے شاپ میں کاؤنٹر پہ بیٹھی اپنی جاب کر رہی تھی۔ جب اس کے ساتھ کام کرتی ایک لڑکی نے اسے پھول لا کر دیے تھے۔ وہ بھی پاکستان سے تھی۔ اپنی پڑھائی کا خرچہ وہ خود اٹھا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایسا کچھ معملہ نہیں تھا مگر وہ اپنے آپ کو خود مختار رکھنے کے لیے یہ سب کر رہی تھی۔

"میرے لیے۔۔۔"

اس نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"ہاں بھئی تمہارے لیے۔ دیکھو۔ تمہارا نام بھی درج ہے۔"

ماریہ نے کارڈ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عینی نے ریڈ روزز کا بوکے پکڑا تھا اور کارڈ کو چیک کیا تھا۔ وہاں واقع اس کا نام درج تھا۔

"کس نے بھیجے؟"

ماریہ نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔ میں نہیں جانتی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ کوئی تمہیں بوکے بھیجتا ہے جس پہ تمہارا نام تک لکھا ہے مگر تمہیں علم نہیں کس نے بھیجا؟"

وہ بدمزہ ہوئی تھی۔

"سچ میں۔ میں نہیں جانتی۔"

عینی نے خود کو ثابت کرنا چاہا۔

"ٹھیک ہے رو تو مت اب۔ جب دیکھو گنگا جمنا بہانے کے لیے تیار رہتی ہو۔"

ماریہ نے اسے ٹوکا تھا۔ ٹیبل ناک ہونے کی آواز پر ان دونوں نے پیچھے کی جانب دیکھا تھا۔ دکان کا مالک انہیں کام پہ دھیان دینے کا کہ رہا تھا۔ وہ سر ہلاتیں اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گئیں تھیں۔ جبکہ عینی کا دھیان بار بار اپنے داہینے جانب رکھے پھولوں کی جانب جا رہا تھا۔

"جیری کام ہو گیا۔"

منصور نے جیری سے پوچھا تھا۔

"جی سر۔ میم کی جانب ویلکم پھول بھیج دیئے گئے ہیں۔"

"باقی سب تیار ہے۔"

"جی سر آپ کے کہے مطابق سب کچھ تیار ہے۔"

"ٹھیک ہے تم گاڑی نکالو۔ جینیفر سے ملنے چلتے ہیں۔"

وہ اگلا حکم دیتا اپنی سیٹ سے کھڑا ہوا تھا۔ جیری اس کے حکم پہ سر ہلاتا باہر کی جانب چلا گیا تھا۔ اس کا نیا باس بھی خوبصورتی کا دلدادہ تھا۔ جبکہ منصور نے عینی کی مسکراتی تصویر پہ اپنے داہینے ہاتھ کا انگوٹھا پھیرا تھا۔

"میں بہت جلد تم سے ملوں گا۔ بہت جلد۔"

وہ اس کی تصویر سے کہ رہا تھا۔

نہ وہ ملتا ہے نہ ملنے کا اشارہ کوئی

کیسے امید کا چمکے گا ستارہ کوئی

حد سے زیادہ نہ کسی سے بھی محبت کرنا

جان لیتا ہے سدا جان سے پیارا کوئی

بے وفائی کے ستم تم کو بھی سمجھ آجاتے

کاش! تم جیسا ہوتا تمہارا کوئی

سب تعلق ہیں ضرورت کے یہاں محسن

نہ کوئی دوست، نہ اپنا، نہ سہارا کوئی

وقاص نے شاعری نور کو میسج کی تھی۔

"آپ ایسی شاعری کیوں بھیج رہے ہیں؟"

"ایسی کیسی؟ میری فیلینگز ہیں۔"

فوراً سے جواب آیا تھا۔

"پر یہ کافی دکھی ہے۔ سب تعلق ضرورت کے نہیں ہوتے۔"

"تعلق ہی تو ضرورت کے ہوتے ہیں۔ جہاں تعلق ختم وہاں ضرورت ختم۔"

وقاص کی جانب سے جواب آیا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہوتا۔ میری کچھ فرینڈز ہیں۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہوتیں ہیں۔ میرے لیے وہ میری بہنوں سے بڑھ کر ہیں۔"

نور نے وقاص کو اپنی بات سمجھائی تھی۔

"اگر ایسا ہے تو آپ بہت خوش قسمت ہیں۔
ناز کریں خود پہ ہر کسی کو ایسے انمول رشتے نہیں ملتے۔"

وقاص نے اس کی بات مان لی تھی۔

"ویسے کافی انوسینٹ ہیں آپ۔"

وقاص کی جانب سے دوسرا میسج آیا تھا۔

"یہ شاعری خاص آپ کے لیے تھی۔"

اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی وقاص کی جانب سے دوبارہ میسج آیا تھا۔

"میرے لیے کیوں؟"

"بس ایسے ہی۔ آپ نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں۔"

وہ اس کا میسج پڑھ کر خاموش ہوئی تھی۔

"اگر آپ نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

ایک اور میسج آیا تھا۔

"میں۔۔۔میں۔۔

اس سے ٹائپ ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ کیسے اسے بتاتی کے وہ کہیں سے بھی اس کے لائق نہیں ہے۔ کچھ بھی تو نہیں ہے اس کے پاس۔ نہ والدین اور نہ پڑھائی۔ گھر میں اس کی حیثیت ایک بے کار فرد کی سی ہے۔ اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی۔ اس نے بے بسی سے فون نیچے رکھا تھا۔

"شاید ناراض ہو گئیں آپ؟"

"میں مزاق کر رہا تھا۔"

وقاص کی جانب سے ایک کے بعد ایک میسج آیا تھا۔ نور نے کچھ دیر تو میسجز کو دیکھا پھر فیصلہ کرتی فون پہ ٹائیپنگ شروع کر دی تھی۔ نور نے وقاص کو سب کچھ اپنے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ اس کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔

تیرے گھر آیا میں آیا تجھ کو لینے

دل کے بدلے میں دل کا نزرانہ دینے

میری ہر دھڑکن کیا بولے ہے

سن سن سن

"یار بس بھی کر دو۔ کان پک گئے ہیں میرے اب۔"

بینش باہر صحن کو اچھے سے ڈیکوریٹ کر رہی تھی اور مسلسل گانا گانے میں مصروف تھی۔

"یار ڈیک تھوڑی چلا رکھا ہے۔ میں خود ہی تو گا رہی ہوں۔"

بینش نے احتجاجا کہا تھا اور ڈیکوریٹ کرتے ہاتھ کچھ دیر کو تھمے تھے۔

"تب ہی تو کہہ رہی ہوں کان پک گئے ہیں۔ ورنہ kumarsanu کی آواز دل کو لگتی ہے۔ اور تمہاری؟؟؟؟"

عینی نے جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اب بینش ضرور چپ ہو جائے گی۔

"اچھا تو میری آواز پہ کان پک جاتے ہیں تمہارے۔"

بینش ڈیکوریشن چھوڑتی اس کی جانب بڑھی تھی۔

"ہاں بالکل !دادو نے کہا ہے کہ ہمیں بلکل سچ بولنا چاہیے۔ (اس نے بینش کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر پیچھے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔)اور میں نے بالکل۔۔۔ سچ کہا ہے۔"

عینی نے پورے صحن میں بینش سے بچنے کے لیے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ ان دونوں کا شور شرابہ سن کر رباب کیچن سے باہر آگئی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم دونوں ؟"

رباب نے چلا کر انہیں اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ وہ دونوں بھاگتیں ہوئیں اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

بینش رباب سے زیادہ قریب تھی تو وہ جلد ہی اس کے سامنے آرکی۔

"میرا تھون میں پارٹسپیٹ کرنے کے لیے پریکٹس کر رہے ہیں۔"

"کیا؟" رباب حیران ہوئیں تھیں۔

"یار منہ کیا دیکھ رہی ہو میرا۔ پکڑوا سے۔"

بینش کہ کر دوبارہ بھاگنا شروع ہو گئیں تھی کیونکہ عینی صوفے کی دوسری جانب کھڑی اسے منہ چڑا رہی تھی۔

"عینی۔ نہیں چھوڑوں گی تمہیں۔"

"ارے۔۔۔۔"

رباب کی بات تو جیسے کسی نے سنی ہی نہیں تھی۔ عینی کا رخ اب چھت کی جانب تھا۔ وہ دونوں آگے پیچھے چھت کی جانب بڑھ گئیں تھیں۔ رباب جانتی تھی کہ اب وہ دونوں جلدی سے نیچے نہیں آنے والیں۔ اس نے گھڑی کی جانب دیکھا تھا۔ فواد کے آنے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا۔ وہ ان دونوں کو ان کے حال پہ چھوڑتی کیچن میں واپس چلی گئی تھی۔ جبکہ اوپر چھت پہ وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے کارنامے کی شاباشی دے رہیں تھیں۔

"ٹھیک ہے سب۔ رباب اوپر نہیں آرہی۔ اب کیا کرنا ہے۔"

عینی نے رازدرانہ انداز مں پوچھا تھا۔ بینش نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے اسے ایک منٹ کا اشارا کیا تھا۔

"یار کیا کر رہا ہے تو؟"

وکی لیپ ٹاپ یوز کر رہا تھا جب اسے اس کے دوست نعمان کی کال آئی تھی۔

"جھوٹ بول رہا ہوں جانی۔ ایک کے بعد ایک۔"

وکی نے کانوں میں ہینڈفری لگا کر فون کو اس سے اٹیچ کرنے کے بعد نعمان کو جواب دیا تھا۔

"جیو میرے شیر۔ بات کہاں تک پہنچی۔"

نعمان نے انٹریسٹ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ابھی تو ابتداء ہے میرے بھائی۔"

وکی نے جیسے افسوس کیا تھا۔

"چل پھر نام ہی بتا دے۔"

"گڑیا۔"

وکی نے جواب دیا تھا۔

"دھیان کر بھائی۔ کہیں گڈا نہ نکل آئے۔"

نعمان کہنے کے ساتھ ہی ہنسا تھا۔

"نہیں جانی۔ ہے تو گڑیا ہی۔ بس شیشے میں اتارنا باقی ہے۔"

وکی نے گڑیا کو ایف۔ بی پہ میسج کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تو سنا۔ تیری سیٹنگ کیسی رہی پھر۔"

"حسین۔"

نعمان کے جواب پہ وہ چونکا تھا۔

"سوچ رہا ہوں تمہاری بھی زندگی کچھ حسین کر دوں۔"

نعمان نے ذو معنی بات کہی تھی۔

"جگر سوچتے نہیں۔ عمل کرتے ہیں۔"

وکی نے خباثت سے کہا تھا۔

"چل پھر ٹھیک ہے۔ آج اپنے اڈے پہ۔"

نعمان نے کہ کر فون رکھ دیا تھا جبکہ وکی گڑیا سے جلد سے جلد چھٹکارا پا کر نعمان کے پیچھے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"میم یہ کوئی آپ کے لیے دے کر گیا ہے۔"

وہ بک سٹور میں اپنے پڑھنے کے لیے کچھ یونیک ڈھونڈ رہی تھی۔ جب ہی وہاں بک سٹور کی سیلز گرل اس کے پاس ایک ریڈ روزز کا بوکے لے کر آئی۔

اس نے ایک نظر اس گرل اور پھر بوکے پر ڈالی۔

"Notagain."

اس نے اکتا کر کہا تھا۔

"دیکھیں مس آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں یہاں نئی ہوں اور کسی کو اتنا جانتی بھی نہیں ہوں۔ یہ کسی اور کے لیے ہوگا۔"

اس نے سیدھے سیدھے جان چھڑانی چاہی تھی۔

"نہیں میم یہ آپ کے لیے ہے۔ آپ کا نام قراۃ العین ہے نہ!"

وہ جو کتاب رکھ کر یہاں سے رفو چکر ہونے میں تھی سیلز گرل کے کہنے پر رکی تھی۔

"اس کو میرا نام بھی پتا ہے۔"

اس نے خود سے کہا تھا۔

"میم پلز لیں لیں۔ سیلز گرل نے جلدی سے کہا تھا شاید اسے اس کے کام سے دیر ہو رہی تھی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر لے لیتی ہے۔ اس کے ساتھ پچھلے ایک ہفتے سے ایسا ہو رہا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی جاتی اس کے لیے ریڈ روزز کا بوکے پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ گھر میں بھی موجود ہوتا تھا۔

وہ اسے پکڑے بک سٹور سے باہر آ گئی تھی اس کا ارادہ اسے کسی جگہ پھینکنے کا تھا۔ اچانک اس کو ہاتھ پہ کچھ محسوس ہوا تھا۔ اس نے دیکھ تو وہاں ایک ریڈ روزز کا کارڑ تھا۔ آج پہلی بار بوکے میں کارڑ آیا تھا ورنہ تو صرف بوکے ہی آتے تھے۔ اس نے اسے کھولا تھا۔

"formybeloved Annie."

اس کے لیے پیغام تھا مگر بھیجنے والے کا نام پھر نہیں لکھا تھا۔ وہ سچ میں پریشان ہو گئی تھی۔

"تم نے کیا خریدا؟"

ماریہ تب ہی اس کے پاس آئی تھی۔ مگر اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑی دیکھ کر وہ پزل ہوئی تھی اور پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے پھول کو دیکھ کر وہ سب سمجھ گئی تھی۔ اس نے فوراً جا کر وہ بوکے اس کے ہاتھ سے لیا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑتی بک سٹور سے باہر آ گئی تھی۔

"ایسا کب تک چلے گا عینی۔ تمہیں اس کے بارے میں کچھ سٹیپ لینا ہی ہو گا۔"

"میں کیا کروں؟ خالہ کو معلوم ہوا تو۔۔"

"اگر تم نے سٹیپ نہیں لیا تو خالہ کیا سب کو معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو ادھر۔ اس شخص کو تمہارا نام تک معلوم ہے۔"

ماریہ نے کارڈ کی جانب اشارا کرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔"

وہ رونا شروع ہو گئی تھی۔

"میں تو خود پریشان ہوں۔ جہاں۔۔۔۔ جاتی ہوں وہاں یہ بو کے موجود ہوتے ہیں۔ یہاں۔۔۔ یہاں تک کے گھر پہ بھی۔"

ماریہ اس کی بات سن کر اور پریشان ہو گئی تھی۔

"ٹھیک ہے تم رو تو مت۔"

ماریہ نے اسے چپ کروایا تھا

"ٹھیک ہے میں کچھ سوچتی ہوں۔"

اس نے عینی کو تسلی دی تھی۔

"بینش!"

رباب نے اسے پکارا تھا۔ اسے کافی دیر ہو گئی تھی حسام کے کمرے میں بیٹھے ہوئے۔ ہاتھوں میں ہنوز تصویر موجود تھی۔ جب ہی عاصم کمرے میں داخل ہوا تھا۔ رباب جانتی تھی یہ وہ ہی ہو گا۔ اس لیے اس نے کچھ ری ایکٹ نہیں کیا تھا بلکہ خود کو اس کے لیے تیار کر رہی تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کی جانب آرکا تھا۔ رباب اس وقت بھی بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اسے بالکل اپنے سامنے کھڑا پا کر وہ خود میں ہمت ڈالتی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ عاصم

نے اس کا سر تا پا جائزہ لیا تھا اور اس کے ہاتھ میں موجود تصویر کو ایک جھٹکے سے لیا تھا۔ وہ اپنی جگہ کانپ گئی تھی۔

"تو۔۔۔ کیا اب بھی تم کہو گی کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔"

عاصم نے حسام کی تصویر پہ نظر ڈالتے ہوئے رباب سے پوچھا تھا۔

"بھائی سے کیا کہا تھا۔۔ آپ نے"

رباب نے عاصم کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"وہ ہی جو سچ تھا۔"

رباب نے عاصم کو ایک نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ عاصم نے اس کی نظروں سے نظریں ملیں تھیں۔

"ح۔۔سام۔۔۔کے۔۔۔بارے۔۔۔"

رباب نے دوبارہ نظریں جھکائے آہستہ آواز میں پوچھا تھا۔

"اگر کہوں ہاں تو۔"

عاصم نے رباب کی جانب جھکتے ہوئے کہا۔

رباب کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرا۔

"اب میرے سوال کا جواب دو۔ کیا اب بھی تمہیں انکار ہے کہ تمہارا حسام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

عاصم نے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کر اس سے پوچھا تھا۔

"جب سب کچھ ہی ختم ہو گیا تو جھوٹ سچ سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

رباب نے خود سے کہتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ عاصم کو اسی بات کی امید تھی۔ ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے چہرے پہ آئی تھی۔

"اگر بہت پہلے یہ کہہ دیتی تو بات یہاں تک نہ پہنچتی۔"

اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔

"آج میرا بھائی۔۔۔"

"سوری"

رباب نے روتے ہوئے اس کی بات کاٹی تھی۔

"sorry my foot."

عاصم بولا نہیں دھاڑا تھا۔ رباب ڈر گئی تھی۔

"معافی غلطیوں کی ملتی ہے گناہوں کی نہیں۔"

رباب نے بے بسی سے عاصم کی جانب دیکھا تھا۔

"یہ جگہ جہاں تم کھڑی ہو نہ بہت پاک ہے۔ تم جیسوں کا یہاں آنا بھی منع ہے۔ نکلو یہاں سے۔"

عاصم نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی جانب گھسیٹا تھا اور اسی طرح باہر لے گیا تھا۔

"میں نے سوچ لیا ہے اس آدمی کا کیسے پتہ لگانا ہے۔"

ماریہ نے عینی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"کیسے؟"

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"بس تم کل تیار رہنا۔ تم میرے ساتھ چلنا۔"

وہ سرگوشی کرتی اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گئی تھی جبکہ عینی نے بے بس نظر ڈسبن میں ڈالے گئے بو کے پر ڈالی تھی۔

"ہیلو مس افشین!"

وہ ابھی آن لائن ہوئی تھی اور فوراً سے بلال کا میسج آیا تھا۔

"میرے انتظار میں تھے کیا؟"

کسی قدر شوخی سے بینش نے جواب دیا تھا۔

"ہاں کچھ پوچھنا ہے مجھے۔"

"تو پوچھیے۔ کیا جاننا ہے آپ کو؟"

"بینش نے جواب دیا تھا۔

"کوئی پک نہیں۔ کوئی وائس میسج نہیں۔ کسی چیز کی ڈیمانڈ نہیں کروں گا۔ بس سمپل سی فرینڈشپ۔"

"😁😁😁agree"

تین مسکراتے ایموجیز کے ساتھ ریکویسٹ کی گئی تھی۔

بینش نے ایک پل کو سوچا اور اسے ہاں کہہ دی تھی۔

"that'sgood."

"اچھا تو دوست تمہاری اور میری دوستی کے نام ایک پوسٹ گروپ میں جلدی چیک کرو۔"

www.urdunovelsmania.com

تھوڑی دیر بعد بلال کا میسج دوبارہ آیا تھا۔

اس سے پہلے وہ گروپ میں جاتی اسے بلال نے ایک پوسٹ پر ٹیگ کیا ہوا تھا۔

"نئی نئی فرینڈشپ کے نام۔۔۔

چلو سب اپنی پھوباندری کو ٹیگ کرو۔"

نیچے ایک باندری کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ دو منٹ تو اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا ری ایکٹ کرے۔ ہنسے یا پھر غصہ کرے۔ کیونکہ بلال نے صرف اسے ہی ٹیگ کیا ہوا تھا۔

"یہ پھوباندری کیسے کہا ہے؟"

"باندری کو"

دو تین مسکراتے جی۔ آئی۔ ایف کے ساتھ اسے جواب موصول ہوا تھا۔

اس سے پہلے وہ اسے کچھ جواب دیتی وہ آف لائن ہوگیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ پھوباندری۔ ہاں۔ صبر کرو ذرا۔"

وہ بلال کو سوچتی ہوئی نئی پوسٹ بنا رہی تھی۔

میں بھول جاوں تجھے ایسا کبھی ہوا ہی نہیں

تیرے سوا میرے دل میں کوئی بسا ہی نہیں

ملے تھے راہ میں یوں تو ہزار ہا چہرے

میری نگاہ میں لیکن کوئی جچا ہی نہیں

جو تم نے توڑ دیا کروں کیا اس کا گلہ

سکون دل کو میرے تو کبھی ملا ہی نہیں

تمام عمر کٹی انتظار میں اس کے

وہ جس نے پیار تو کبھی مجھ سے کیا ہی نہیں

یہی تھا اپنا ارادہ، تیرا تقاضا بھی

بچھڑ کے تجھ سے کوئی سانس میں جیا ہی نہیں

"اچھی ہے۔"

"جس کے لیے کی ہے وہ بھی اچھی ہے۔"

نور وقاص کے جواب میں بلش کر گئی تھی۔ وقاص نے اپنی ٹائم لائن پہ اسے ٹیگ کر کے شاعری پوسٹ کی تھی۔

"کہاں تھی تم کل سے؟

میں ویٹ کر رہا تھا تمہارا۔"

پوسٹ کے بعد نور کو وقاص نے انباکس میں میسج کیا تھا۔

"آپ کو سب کچھ معلوم تو ہے۔"

"ہاں بالکل مجھے معلوم ہے۔ مگر یار کوشش کیا کرو۔ اس غریب بندے کو بھی یاد کر لیا کرو۔"

"غریب بندہ؟ سالے کچھ تو جھوٹ کم بول۔"

نعمان نے وقاص سے کہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت انٹر نیٹ کیفے میں موجود تھے۔

"جھوٹ! میں نے کب جھوٹ بولا۔"

"آپ ہی کو تو یاد کرتی ہوں۔"

نور کا وقاص کو جوابی میسج آیا تھا۔

"اوے ہوئے۔ کیا بے قراری ہے۔"

"دیکھ لے پھر تیرے بھائی کی شان۔"

نعمان نے اس کے جواب کو نظر انداز کر کے میسج کا جواب دیا تھا جبکہ وقاص نے خباثت سے اپنی تعریف کی تھی۔

"ویسے کون ہے یہ پھل جھڑی؟"

نعمان نے وقاص سے سوال کیا تھا۔

"وہی جس کے بارے میں اس دن پوچھ رہا تھا۔۔۔۔۔ گڑیا۔"

"میری جان! ایسی باتیں نہ کرو ورنہ تمہیں تمہارے گھر سے ابھی لے جاوں گا۔"

وقاص نے نعمان کو جواب دینے کے ساتھ ہی نور کو میسج کیا تھا۔ وقاص کے میسج نے اسے ہواوں میں ہی تو پہنچا دیا تھا۔ کچھ دیر تو اسے اپنے دھڑکتے دل کو قابو کرنے میں لگی تھی۔

"گڑیا؟۔۔۔ کیا یہ اصل نام ہے؟"

"نہیں اصل تو۔۔۔ یہ ہے۔"

وقاص نے نعمان کو انباکس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"غلط مت سمجھنا۔ تم میری زندگی کا نور بن چکی ہو۔ تم اگر مجھ سے بات نہ کرو تو میری زندگی میں صرف اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہے۔ نور۔"

نور کے ہاتھ باقاعدہ کانپ گئے تھے۔ وہ اسے اتنا چاہتا تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی زندگی اک دم اتنی حسین ہو جائے گی۔ وہ ہاتھ میں فون پکڑے اس کے میسج کو جانے کتنی بار غائب دماغی سے پڑھے گئی۔

"کیا کر رہی ہے یہاں؟ کھانا تیری ماں بنائی گی۔"

وہ اپنے خیالوں میں گم تھی جب اس کی سوتیلی ماں ذکیہ نے دروازہ کھول کر اسے پکارا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور فون کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ کر دوپٹے میں چھپا لیا تھا۔

"جی۔ی۔ی"

"جی کیا۔ باہر نکل یہاں سے۔"

ذکیہ نے نور کو اس ڈبے نما کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ سر جھکاتی باہر نکل آئی تھی۔ کیچن میں جانے سے پہلے اس نے مڑ کر ذکیہ کی جانب دیکھا تھا اور سکون کا سانس لیا تھا۔ اس کے خیال میں ذکیہ نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ ٹی وی لاونج کی جانب جاتی ذکیہ نور کے کمرے کی تلاشی لینے کا سوچ رہی تھی۔ کیونکہ انہوں نے اس کے ہاتھ میں جلتی کوئی چیز دیکھ لی تھی۔

"کیا بات ہے میری جان! کہیں سچ میں تو۔۔۔"

"ارے نہیں یار۔ ایف۔بی پہ اصل میرج میٹیریل نہیں ملتا۔ ایسی لڑکیوں سے صرف ٹائم پاس ہی کیا جا سکتا ہے۔"

وقاص نے خباثت سے جواب دیا تھا۔

"یہ تو ٹھیک کہا تو نے۔ چل چھوڑ یہ بتا تصویر بھیجی کیا اس نے۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ میں نہیں مانگو گا۔ وہ خود بھیجے گی۔"

وقاص نے عزم سے کہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے سب کچھ بے کار چل رہا ہے ابھی تک"

نعمان جیسے بدمزہ ہوا تھا۔

"صبر رکھ منا صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"

وقاص نے لوگ آوٹ کیا اور ساتھ ہی اسے کہا تھا۔

"کہاں جا رہا ہے اب تو؟

نعمان نے اسے اٹھتے دیکھا تو کہا۔

"تیری نہ ہونے والی بھابھی کو کالج سے لینے۔"

وقاص نے اسے خباثت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"بڑا ہی خبیث ہے تو یار۔"

"تیرے سے زیادہ نہیں۔"

وقاص اسے جواب دیتا آگے آگے چل پڑا تھا۔ جبکہ نعمان اس کے پیچھے آیا تھا۔

"بدتمیزیں۔ پتہ نہیں اب تک آئی کیوں نہیں؟ کہیں وہیں تو نہیں رہ گئی؟

رباب نے خود سے سوال کیا تھا۔ سب فواد کو ائر پورٹ لانے کے لیے گئے تو وہ دونوں اسے ٹیرس پہ بند کر گئیں تھیں اور ابھی تک واپس نہیں آئیں تھیں۔ تب ہی ٹیرس کا دروازہ کھلا تھا اور عینی نمودار ہوئی تھی۔

"ہم۔ مممم تو۔۔۔ کیسی ہو تم؟"

عینی نے خود سے الجھتے رباب سے اس کی خیریت پوچھی تھی۔ جبکہ رباب نے اسے گھورا تھا۔

"کیسی ہو میں؟ ابھی بتاتی ہوں۔ رک جاو ذرا۔"

رباب اس کی جانب لپکی تھی جبکہ اس نے ابھی تک جو ٹیرس کے دروازے کو پکڑا ہوا تھا فوراً سے بند کرنا چاہا مگر وہ پورا بند نہیں ہوا تھا۔

"ارے غصہ کیوں کر رہی ہو؟ جو کچھ بھی کیا ہے تمہارے بھلے کے لیے ہی تو کیا ہے؟"

اس سے پہلے رباب کچھ کرتی اس کے قریب آتے ہی عینی نے اپنے اور بینش کے بنے پلان کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھ یہاں بند کر دیا تم دونوں نے اور اس میں میرا ہی بھلا ہے۔ ہاں"

رباب نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

"ارے بہرا کرو گی مجھے۔"

عینی نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا جبکہ ایک ہاتھ سے وہ ابھی تک دروازے کی اوٹ کیے ہوئے تھی۔

"اور ہاں جی اس میں آپ کا ہی بھلا ہے۔ آپ ہی کو اعتراض ہوتا ہے فواد بھائی کے سامنے جانے پر
۔"

عینی نے اپنی بات کہی تھی۔ اس کی بات سن کر وہ ایک پل کو لاجواب ہوئی تھی۔

"تم۔۔۔۔یہ۔۔۔کیا؟"

رباب سے کچھ کہا ہی نہیں گیا تھا۔

"دیکھو تم ٹھری سدا کی شرمیلی۔ فواد بھائی کے سامنے جاتے ہی تم گونگی ہو جاتی ہو۔ تمہارے ہاتھ پیر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ کانپنے تم لگ جاتی ہو۔ گردن تم اٹھا کر دیکھتی تک نہیں ہو کیا ہو رہا ہے آس پاس۔ 5 فٹ 6 انچ کا قد 4 فٹ صفر انچ کا رہ جاتا ہے۔ اب تم ہی بتاو اس میں تمہارا بھلا ہے کہ نہیں۔ ہم نے تمہیں ان تمام مصیبتوں سے بچا لیا۔"

اس کی بات سن کر عینی نے خاموش نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ارے منہ مت لٹکاو۔ میں تمہیں لے جانے آئی ہوں کیونکہ فواد بھائی اب اپنے کمرے میں جا چکے ہیں اور راستہ بالکل ہے۔"

عینی نے وکٹری کا نشان بنا کر رباب کو دیکھایا تھا جبکہ رباب کا رونے والا منہ بن گیا تھا۔

"کیا ہوا تم۔۔۔"

"بھاڑ میں جاو تم دونوں۔۔۔۔"

رباب نے روتے ہوئے عینی کی بات کاٹی تھی۔ اور سامنے بچھی چارپائی پہ جا کر روتی ہوئی بیٹھ گئی تھی۔ عینی اسے روتا دیکھ کر اس کی جانب آئی تھی۔

"روبی۔۔۔"

"نام مت لو میرا۔ کمرے میں بھیج دیا۔ کیسے بھیج دیا؟ میں ملی ابھی تھی کیا جو کمرے میں چلے گئے۔ یہ۔۔۔ یہ (خود کے کپڑوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) خود کو دیکھانے کے لیے پہنے ہیں کیا میں نے بد تمیزوں۔"

رباب نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

"دو سال۔۔۔ دو سال ہو گئے ہیں میں نے انہیں دیکھا تک نہیں اور تم دونوں نے۔۔۔۔ دفع ہو جاو شکل نہیں دیکھانا مجھے۔"

رباب نے روتے روتے انہیں صلاواتوں سے نوازا تھا۔

"اب میری شکل کیا دیکھ رہی ہو جاو۔"

عینی کو اپنی جگہ سے ہلتا نہ دیکھ کر رباب نے سر اٹھا کر کہا تھا اور وہیں فریز ہو گئی تھی۔ سامنے فواد کھڑا تھا۔ بھرپور مردانہ وجاہت کے ساتھ دونوں ہاتھ پنٹ کی جیبوں میں ڈالے، کلین شیو بالوں کا مخصوص سٹائل بنائے مسکراتی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا جبکہ اس کے پیچھے بینش لڈی ڈالتی اسے باآسانی دیکھائی دی تھی اور عینی کانوں پہ ہاتھ رکھے اسے سوری کہتی واپس سیڑھیوں کی جانب چلی گئی تھی۔ جبکہ بینش نے جاتے وقت اس کی جانب فلائنگ کس بھی پاس کی تھی۔

"تو۔۔۔ تم میرے لیے تیار ہوئی ہو۔"

فواد کے کہنے پہ رباب نے زور سے آنکھیں میچیں تھیں اور مضبوطی سے چارپائی کو پکڑا تھا۔

میں بھول جاوں تجھے ایسا کبھی ہوا ہی نہیں

تیرے سوا میرے دل میں کوئی بسا ہی نہیں

ملے تھے راہ میں یوں تو ہزار ہا چہرے

میری نگاہ میں لیکن کوئی جچا ہی نہیں

جو تم نے توڑ دیا کروں کیا اس کا گلہ

سکون دل کو میرے تو کبھی ملا ہی نہیں

تمام عمر کٹی انتظار میں اس کے

وہ جس نے پیار تو کبھی مجھ سے کیا ہی نہیں

یہی تھا اپنا ارادہ، تیرا تقاضا بھی

بچھڑ کے تجھ سے کوئی سانس میں جیا ہی نہیں

"میں جانتا ہوں تم کون ہو؟"

"ہممممم! کچھ اور؟

وہ ایسی باتیں جانے کتنوں سے سن چکی تھی۔ اور اب یہ بھی کرنا شروع ہو چکا تھا۔

"ایک بات بتاو! تمہارا دماغ وماغ اپنی جگہ پر ہے نہ!"

اس نے ہنستے ایموجی کے ساتھ میسج ٹائپ کیا تھا۔

"جانتی ہو مجھے زندگی میں جو لڑکی پسند آئی اس نے مجھے فیک کہ کر ریجیکٹ کر دیا حالانکہ وہ خود کونسا ریل تھی۔"

میسج پڑھتے وہ ٹھر سی گئی تھی۔

"میں بہت کوشش کی کہ خود کو اس دھوکے باز کے ہاتھوں خود کو محفوظ رکھوں مگر نہیں کرپایا۔ میں اس کی ہر پوسٹ خاموشی سے پڑھتا۔ اس کے کمنٹ چیک کرتا۔ کوئی آئی بی میں آنے کا کہتا تو وہ سوری کہ کرٹال دیتی۔مجھے کیا پتہ۔۔شاید آئی بی میں بات کرتی ہو۔"

وہ حیران ہوئی تھی۔

"پھر میں نے سوچا کیوں نہ اس کا دوست بنا جائے اور پرکھا جائے کہ انسان جیسا پوسٹ میں نظر آتا ہے ویسا ہے بھی یا نہیں۔ جب میں نے اسے دوستی کی آفر کی وہ خلاف توقع مان گئی۔ میرے دل میں پھر بال آگیا۔ کیا وہ ہر کسی سے فرینڈشپ کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔"

میسج پڑھتی بینش پزل ہوئی تھی۔

"پھر میں نے فیک آئی۔ڈیز سے اس کی پوسٹ پر کمنٹ کرنا شروع کردیے۔ دوستی کی آفر کی خلاف توقع وہ پھر مان بھی گئی۔ میرے دل میں غصے کی ایک لہر اٹھی۔ میری پسند اتنی گھٹیا ہو سکتی تھی میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔"

بینش کے ہاتھ کانپے تھے۔

"مجھے میرے فرینڈ نے کہا کہ تمام لڑکیاں فیک ورلڈ میں میرج میٹیریل نہیں ہوتیں۔ چاہو تو آئی ڈی ہیک کروالو۔ تم جیسے جانے کتنے لائن میں لگے ہوں گے۔ اس کا آئیڈیا اتنا برا بھی تو نہیں تھا۔ جب ہر شخص کو آئی بی میں بلا سکتی ہے تو۔۔۔ خیر میں نے وہ ہی کیا۔ اس کی آئی ڈی ہیک کروالی۔"

بینش کے ذہن میں پچھلے دنوں ہونے والا واقع گھوم گیا تھا۔

"جانتی ہو مجھے کیا ملا۔ میں نے تین دن تک اس کی آئی ڈی اپنے پاس رکھی۔ سب بلاک فرینڈز کو ان بلاک کیا۔ میسجز ری سٹور کیے۔ مگر ہر جگہ اس کی غلطی تو نظر نہیں آئی۔ بلاک لیسٹ کے میسجز پڑھ کر تو مجھے خود کے لڑکے ہونے پہ شرمندگی ہوئی۔ "

بینش ابھی تک سن تھی۔

"جبکہ ان باکس میں صرف میں ہی تھا جس سے وہ بات کرتی تھی۔مجھے باقی فیک آئی ڈیز سے فرنڈلسٹ میں شامل تو کیا گیا تھا مگر ان باکس سے بلاک کیا گیا تھا۔ تو یہ وجہ تھی میری فیک آئی ڈیز سے میسجز کے جواب نہ دینے کی۔ "

بینش کے گلے میں گلٹی ڈوب کے ابھری تھی۔

"جانتی ہو مجھے کچھ اور بھی ملا تھا۔ ایک آئی ڈی سے سکرین شارٹ کے میسز سیف کیے گئے تھے۔ "

بینش کی حد یہی تک تھی۔

"کیا چاہتے ہو؟ "

"سب مطلبی اور گڑیا نامی لڑکی کی بات چیت کے سکرین شارٹ۔ "

"میں نے پوچھا کیا چاہتے ہو تم؟ "

بینش نے پھر پوچھا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ اسی کی بات کر رہا تھا۔

"مجھے سچ میں افسوس ہوا جان کر کہ تمہاری دوست ایک اس ظالم کے ہاتھوں برباد ہوئی۔ "

"مجھے میرے سوال کا جواب دو۔۔۔ ورنہ تم بلاک ہو جاوگے۔ "

بینش نے کانپتے ہاتھوں سے ٹائپ کیا تھا۔

"کردو۔ پر میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ بینش"

وہ اب سچ میں ڈری تھی۔

"طبیعت کیسی ہے اب بینش کی ڈاکٹر؟"

فہیم اور عافیہ ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ پچھلے ایک مہینے سے وہ یہاں پیرالائز ہو کر پڑی تھی۔ عافیہ بھابھی بینش کی جانب گئی تھی اور اس کے ماتھے پہ پیار کیا تھا۔ اس لمس کو بینش نے بھی محسوس کیا تھا جس سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اور کان کی جانب جزب ہو گئے تھے۔ عافیہ بھابھی نے ہاتھ بڑھا کر وہ آنسو صاف کر دیئے۔

"آپ ان کی کنڈیشن خود دیکھ سکتے ہیں۔ ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ سب کچھ سمجھ سکتیں ہیں مگر ری ایکٹ نہیں کر سکتیں۔ پر آپ اللہ پر امید رکھیں۔ انشاللہ یہ جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"انشاللہ ڈاکٹر انشاللہ!"

فہیم نے ڈاکٹر کی بات کے جواب میں کہا تھا۔ تب ہی فواد کمرے میں داخل ہوا تھا۔ سب نے اس کی جانب دیکھا تھا جبکہ وہ انہیں وہاں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

زندگی خاک نہ تھی خاک اڑاتے گزری

تجھ سے کیا کہتے تیرے پاس جو آکے گزری

اس کے لیے تو زندگی جیسے ایک جگہ رک سی گئی تھی۔ وہ جتنا سب کچھ سمیٹنے کی کوشش کرتی سب کچھ اتنا ہی بکھرتا چلا گیا۔ وہ آج بھی وہیں کھڑی تھی جہاں سے سب کچھ شروع ہوا تھا۔

"میم !سر نے آپ کو کھانا بنانے کا کہا ہے۔"

وہ جو اپنے خیال میں مگن لان کے ایک جانب بیٹھی تھی اس کے بلانے پر میڈ کی جانب غور سے دیکھ رہی تھی۔

"ابھی کل ہی تو ڈنر بنایا تھا۔"

اس نے معمولی سا عزر تلاشا تھا حالانکہ جانتی تھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔

"میم اس کے بارے میں مجھے کیسے معلوم ہو گا؟"

وہ صحیح تو کہہ رہی تھی اسے کیسے معلوم ہو گا۔اس کی بھی حیثیت اس کے جیسی ہی تھی اس محل میں۔کام کی حد تک سب یاد رکھتے اور اس کے بعد کون میں کون آپ۔

"لسٹ آپ کے پاس ہے؟"

"جی میم سامان آچکا ہے بس آپ۔۔"

"ٹھیک ہے چلو۔'

رباب نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے جواب دیا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کچن کی جانب چل دی تھی۔میڈ نے اس کی پیروی کی تھی۔وہ آخری دن جب اس نے عاصم سے بات کی تھی۔اس دن کے بعد سے آج پورا ایک ہفتہ ہو گیا تھا مگر اس نے عاصم کا چہرہ تک نہیں دیکھا تھا۔وہ اس محل نما گھر میں اکیلی تھی۔روزا سے عاصم کی جانب سے ایک آرڈر مل جاتا جیسے پورا کرتے کرتے تقریبا اس کا سارا دن صرف ہو جاتا۔اگر وہ کام جلدی ختم کر لیتی تو ایک اور لسٹ اس کو تھما دی جاتی۔وہ سب سمجھتی تھی کہ عاصم اس کے ساتھ ایسا کیوں کر رہا ہے۔شادی تو کر لی،اپنے ساتھ بھی رکھ لیا مگر ایسے

کے اس کی حیثیت سب کچھ ہو کہ بھی کچھ نہیں تھی۔ ہاں اس سے غلطی ہوئی تھی وہ سب کچھ جانتی تھی۔ مگر اس نے بینش کو کبھی نہیں روکا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج وہ اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا پا رہی تھی۔ اور شاید ایسے ہی چلنا تھا تا عمر۔

"ماریہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

عینی نے ماریہ سے کوئی پانچویں بار پوچھا تھا۔ وہ آج صبح ہی سے اس کی چھٹی کروا اسے اپنے ساتھ لیے لیے پھر رہی تھی۔

"تم میں صبر نام کی کوئی چیز نہیں۔"

"پر تم بتا بھی تو نہیں رہی۔"

عینی کے عزر تلاشنے پر ماریہ نے اسے رک کر گھوری سے نوازا تھا۔

"یہ دیکھو۔"

ماریہ نے اس کو بھیجے جانے والے بوکے کی تصویر کو اس کے سامنے کیا تھا۔

"یہ تمہیں بھیجے جانے والے بوکے کی تصویر ہے۔"

ماریہ کے کہنے پر عینی نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اب ذرا غور سے سنو۔ یہ بوکے بہت ایکسپینسو ہیں۔ تمہاری تو خود بوکے شاپ ہے تو تمہیں تو معلوم ہی ہوگا نہ۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔"

ماریہ نے ایک افسوس نظر اس پہ ڈالی تھی۔

"جانتی ہوں اتنا تو میں۔ اتنے ایکسپینسو بوکے ہر جگہ سے نہیں ملتے۔ خاص طور پہ لندن جیسے بڑے شہر میں۔ آپ کو پہلے آرڈر کروانا ہوتا ہے پھر کہیں جا کر ملتے ہیں۔"

"تو اس سے کیسے ثابت ہو گا کہ مجھے یہ کون بھیجتا ہے؟"

"چپ تو کرو۔ دیکھو سب سے پہلے ہمیں یہ شاپ ڈھونڈنی ہے جہاں سے اس طرح کے بوکے ملتے ہیں۔ دوسرے نمبر پہ ہمیں اس طرح کے بوکے کا آرڈر دینا ہے۔ اور تیسرے نمبر پہ اس شخص کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ہمارے پاس ہونگیں۔"

ماریہ نے اپنے پلان سے اسے آگاہ کیا تھا۔

"پر اتنے بڑے شہر میں ہم ڈھونڈے گے کیسے؟"

"اس کی مدد سے"

ماریہ نے اپنے پرس سے ایک لمبی سی لسٹ نکال کر اسے دیکھائی تھی۔

"اس میں سب بوکے شاپ کے ایڈرس ہیں جہاں سے اس طرح کے بوکے مل سکتے ہیں۔"

"تمہیں یہ کہاں سے ملے۔"

عینی نے اس کے ہاتھ سے لیے کر دیکھتے تھے۔

"جہاں مرضی سے۔ تم بس چلو اب۔"

اس نے عینی کے ہاتھ سے لسٹ لے کر اس کو آگے کی جانب چلنے کا اشارا کیا تھا۔

"سر! میم کے ساتھ ایک لڑکی ہے ماریہ وہ اس بو کے بھیجنے والے کو ڈھونڈ رہی ہے۔"

جیری نے منصور کو اطلاع دی تھی۔

"ڈھونڈنے دو۔"

منصور نے بے توجہی سے کہا تھا۔

"یس سر۔"

"جیری اگر وہ شاپ تک پہنچ جائیں تو ان کا ویلکم اچھے سے ہونے چاہیے۔"

منصور نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"یس سر۔"

جیری اثبات میں سر ہلا کر واپس چلا گیا جبکہ منصور نے فون پہ عینی کی تصویر نکال کر اپنے سامنے رکھی تھی۔چہرے پہ ہنوز مسکراہٹ تھی۔

"تو تم مجھ تک پہنچنا چاہتی ہو۔کوشش کرلو۔مگر جب تک میں نہ چاہوں تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتیں۔"

وہ اس کی تصویر سے مخاطب تھا۔

میں بھول جاوں تجھے ایسا کبھی ہوا ہی نہیں

تیرے سوا میرے دل میں کوئی بسا ہی نہیں

ملے تھے راہ میں یوں تو ہزار ہا چہرے

میری نگاہ میں لیکن کوئی جچا ہی نہیں

جو تم نے توڑ دیا کروں کیا اس کا گلہ

سکون دل کو میرے تو کبھی ملا ہی نہیں

تمام عمر کٹی انتظار میں اس کے

وہ جس نے پیار تو کبھی مجھ سے کیا ہی نہیں

یہی تھا اپنا ارادہ، تیرا تقاضا بھی

بچھڑ کے تجھ سے کوئی سانس میں جیا ہی نہیں

"نور۔۔۔۔۔ نوری۔۔۔ نور۔۔۔"

بینش کے دروازے میں کھڑے ہو کر چلانے کی عادت سے وہ سب سے نالاں تھی۔ کئی بار اسے ٹوک بھی چکی تھی مگر مجال جو وہ باز آئے۔ بالخصوص اسے چڑانے کے لیے آج بھی بینش نے نور کے گھر کے دروازے میں کھڑے ہو کر آواز لگائی تھی۔ وہ جلدی سے آٹے کے ہاتھ جھاڑتی کیچن سے باہر آئی تھی۔

"تم کب اس طرح چلانا بند کرو گی؟"

نور نے جلدی سے اس کی جانب بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"جب تم میری ایک آواز پہ باہر آنا شروع کرو گی۔"

"آہستہ۔۔۔ امی اندر ہی ہیں۔"

نور نے کسی قدر سرگوشی میں کہا تھا۔

"اچھا۔۔۔بینش نے آواز آہستہ کی تھی۔ پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔۔

آنٹی ذکیہ!"

کہنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے فل والیوم میں ذکیہ کو بلایا تھا جبکہ نور اس کے منہ پر ہاتھ رکھتی رہ گئی تھی۔

"کیا کر رہی ہو؟"

نور نے اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر روکا تھا کیونکہ وہ اندر جا رہی تھی۔

"تمہاری امی کا سکون برباد کر رہی ہوں۔"

بینش نور کی جانب داہنی آنکھ بند کرتی آگے بڑھ گئی جبکہ وہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔بینش مسلسل ذکیہ کو آواز لگا رہی تھی۔

"اتنا مت چلاو آواز بیٹھ گئی تو کوئی بہو نہیں بنائے گا۔"

ذکیہ بیگم نے کمرے سے نکلتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ارے آپ فکر نہ کریں میرا ویسے بھی ارادہ گھر جمائی بنانے کا ہے۔"

بینش نے ذکیہ کے روبرو ہوتے جواب دیا تھا۔جس کو سن کر ذکیہ نے پہلو بدلا تھا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ بینش کا اشارہ ان کے بھائی کے گھر جمائی ہونے کی جانب تھا۔

"اللہ تمہارے نادر خیالات کو پورا کرے۔"

"آمین!"

بینش جانتی تھی کہ ذکیہ بیگم نے کس دل سے کہا ہو گا لہا زا چڑانے کے لیے اونچی آواز میں آمین کہا تھا جبکہ نور کے ہاتھ پاوں پھولے ہوئے تھے۔ وہ جانتی تھی ذکیہ اگر بینش کو کچھ نہ کہ پائی تو سارا غصہ اس پر اترے گا۔ اور پھر ساری رات اسے کام میں مصروف رکھیں گی۔ ایسا وہ بالکل نہیں چاہتی تھی۔ اس کا ارادہ آج وقاص سے بات کرنے کا تھا۔ پچھلے دو دن سے اس کی وقاص سے بات نہیں ہوئی تھی

"یہاں کیسے آنا ہوا؟"

ذکیہ نے صحن میں ایک جانب رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نور کو لینے۔ امی نے بلایا ہے۔"

بینش نے ذکیہ بیگم کے برابر میں اچھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو سارے کام پڑے ہیں۔ کام کر لے پھر لے جانا۔"

انہوں نے صاف منع کیا تھا۔ پر آگے بھی بینش تھی کہاں آسانی سے مانتی۔

"کام کونسے کام؟ سارا گھر تو شیشے کی مانند چمک رہا ہے۔ کھانا اس کے حلیے سے پتہ لگ رہا ہے کہ بنا چکی ہے۔ کپڑے کل ہی دھوئے تھے۔ اب تک تو استری بھی کر چکی ہو گی۔ ہے نہ"

بینش نے بات کرتے ہوئے نور کو بیچ میں گھسیٹا تھا۔ نور نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"دیکھا۔ کر چکی ہے۔ اب تو جا سکتی ہے۔۔۔۔ تم میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو چلو منہ دھو جا کر پھر چلتے ہیں۔ جب دیکھو ماسی بنی رہتی ہو۔"

بینش نے ذکیہ سے کہنے کے ساتھ ہی اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں جلدی کرنے کا کہا تھا۔ اس کا اشارہ ملتے ہی وہ منہ دھونے گئی تھی۔ جبکہ ذکیہ بیگم نے خاموش نظروں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"جلدی آجانا ایسا نہ ہو تمہارے بھائی کو تمہیں لانے بھیجنا پڑے مجھے۔"

وہ دونوں جب جانے لگیں تو ذکیہ بیگم نے نور سے کہا۔

"جی ضرور بھیج دیجئے گا۔۔،اگر آجائے تو۔۔"

دوسرا جملہ بینش نے نور کے سوتیلے بھائی کی جانب اشارا کرتے ہوئے کہا تھا جس پر ذکیہ بیگم اپنی جگہ تلملا کر رہ گئی تھی۔

"منا لو خوشیاں بینش بی بی۔ بہت جلد تم خون کے آنسو روگی۔"

ان دونوں کے جانے کے بعد ذکیہ بیگم نے بینش کو مخاطب کرتے کہا تھا اور نور کے کمرے کی جانب رخ کرلیا تھا۔ ان کا ارادہ اس کے کمرے کی تلاشی لینے کا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟"

رباب نے میڈ سے پوچھا۔ وہ کافی دیر سے چھینک رہی تھی۔

"شاید فلو ہو رہا ہے۔"

میڈ نے چھینکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"میڈیسن لی آپ نے۔۔۔۔یہاں بیٹھ جائیں آپ۔"

اسے چکراتے دیکھ کر رباب نے پاس پڑی کرسی اس کی جانب کی تاکہ وہ بیٹھ سکے۔ وہ دونوں اس وقت کچن میں موجود تھی۔

"پتہ نہیں کیسے ایک دم سے ہی ہوا ہے۔ برا حال ہو گیا ہے چھینک چھینک کر میرا"

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

میڈ نے اپنی ناک پہ رومال رکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اس بات کی گواہ تو وہ بھی تھی ابھی ایک گھنٹہ پہلے تو سب کچھ صحیح تھا۔ وہ پچھلے لان کی جانب پارٹی کی ڈیکوریشن کروا رہی تھی۔ واپس آئی تو چھینک چھینک کر برا حال کیا ہوا تھا۔

"آپ کو کسی چیز سے الرجی تو نہیں۔۔۔"

رباب نے اس کی حالت کا مکمل جائزہ لینے کے بعد پوچھا تھا۔ میڈ حیران ہو کر اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"پتہ نہیں۔ کبھی غور نہیں کیا۔"

رباب نے ایک خاموش نظر اس کی جانب ڈالی تھی۔

"آپ یہاں آرام کر لیں۔ میں آپ کا کام کر لیتی ہوں۔"

اس کی بات سن کر وہ اچھل ہی تو پڑی تھی۔

"نہیں آپ کیسے؟ یہ آپ کا کام نہیں۔ میں کر لوں گی۔۔۔ بس تھوڑا سا زکام ہی تو ہے۔"

"زکام نہیں ہے۔ الرجی ہے اور پتہ بھی نہیں کس چیز سے ہوئی ہے۔ آپ فکر نہ کریں میں کر دوں گی۔"

رباب نے اسے تسلی دی تھی۔

"پر آپ کیسے۔۔۔ میں معمولی سی نوکر۔۔ آپ مالکن۔۔"

"مالکن؟۔۔۔"

میڈ کے جملے پر رباب استہزائیہ ہنسی ہنسی تھی۔

"میں مالکن؟ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مجھ میں اور آپ میں صرف اتنا فرق ہے کہ آپ کو آپ کے کام کی پے ملے گی جبکہ مجھے تو وہ بھی نہیں۔ اس حساب سے تو میں نوکر ہوئی وہ بھی بغیر کسی معاوضے کے۔"

رباب نے تلخی سی میڈ کے سامنے سچائی رکھی تھی۔ اسے تو آج معلوم ہوا تھا کہ سر اسے میم پہ نظر کھنے کو کیوں کہتے تھے۔

"چلیں پریشان نہ ہوں۔ مجھے بس گائیڈ کر دیں۔"

رباب کے مسکرانے پر میڈ نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"سر مہینے میں اس گھر میں پارٹی صرف دو بار کرتے ہیں۔ ایک مہینے کے شروع میں اور ایک درمیان میں۔ اس کے علاوہ اگر دعوت کا اہتمام کرنا ہو تو وہ گھر سے باہر کیا جاتا ہے۔ ہاں کھانا ہمیشہ گھر سے بنتا ہے۔ سر کی امی۔۔۔ نسیمہ جہانگیر نے یہ اصول بنایا تھا اور سر آج تک اس پہ عمل کرتے ہیں۔ گھر کے پچھلے لان میں سب تیاریاں کی جاتیں ہیں۔ دیسی اور ولائیتی دونوں طرح کے کھنے سرو کیے جاتے ہیں۔ دیسی گھر سے بنتے ہیں جبکہ ولائیتی سر کے فیورٹ ریسٹورنٹ سے منگوائے جاتے ہیں۔"

"ڈیکوریشن کیسی ہوتی ہے؟"

میڈ کے دوبارہ چھینکنے پہ وہ چپ ہوئی تو رباب نے اگلہ سوال پوچھا تھا۔

"وہ سب سے سر پہ کھڑے ہو کر کروانا پڑتا ہے۔ کچھ تو کام ہو ہی چکا ہے۔"

میڈ نے دوبارہ چھینکا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ چلو تم مجھے گائیڈ کر دینا۔ میرا کام تو ہو ہی چکا ہے۔"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتی اس کا بوجھ ہلکا کر گئی تھی۔ جبکہ میڈ کا دھیان آنے والے وقت پہ تھا۔

"اگر سر کو معلوم ہو تو۔۔۔۔۔"

"یار صبح سے شام ہونے کو آئی ہے۔ میں تھک چکی ہوں۔ اور کتنی شاپس باقی ہیں؟"

عینی نے سڑک کنارے چلتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہارا حال مجھ سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ میں بھی بہت تھک چکی ہوں۔"

ماریہ نے سڑک کنارے رکھے گئے بینچ پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔ عینی بھی اس کے ساتھ ہی ٹک گئی تھی۔

"اب کیا کریں؟ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔"

عینی نے معصومیت سے کہا۔ ماریہ اس کی بات پہ ہنسی تھی۔

"چلو پہلے چل کر کچھ کھاتے ہیں۔ پھر کہیں اور سرچ کریں گے۔"

ماریہ نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ ان دونوں نے کچھ ہی فاصلے پہ موجود ایک ریسٹورنٹ کی راہ لی تھی۔

"یار کتنا اچھا لگتا ہے نہ کسی ہوٹل میں جا کر آرڈر کرنا۔ سچ میں میرا بس چلے تو کب کی نوکری چھوڑ کر سکون سے گھر میں بیٹھوں۔ مگر ہائے یہ مجبوریاں۔۔۔"

ماریہ نے سیٹ سنبھالتے ہی کہنا شروع کر دیا تھا۔ عینی صرف مسکرا سکی تھی۔

"تمہیں گھر پیسے بھجوانے ہوتے ہوں گے نہ۔"

عینی نے پوچھا۔

"ارے نہیں۔مجھے نہ ڈھیر سارے پیسے کمانے ہیں اور ایک دن سکون سے ٹیمز ریور کے کنارے کھڑے ہو کر زور سے چلانا ہے۔ دیکھو آج ماریہ کے پاس سب کچھ ہے۔"

ماریہ نے سرگوشیانہ انداز میں اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

"تمہاری خواہشات کافی۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی ویٹر نے ان کی ٹیبل مختلف قسم کے کھانوں سے بھر دی تھی۔

"ارے ارے یہ ہمارا آڈر نہیں ہے۔"ماریہ نے جلدی سے انگلش میں کہا تھا۔عینی نے تائید میں سر ہلایا تھا۔

"آپ میں سے مس قراۃالعین کون ہیں؟"

ویٹر کے سوال پہ وہ دونوں خاموش ہوئی تھیں۔ویٹر کے دوبارہ پوچھنے پر ماریہ نے عینی کی جانب اشارا کر دیا تھا۔

ویٹر نے اشارا پاتے ہی دوسرے ویٹر کو اشارا کیا تھا اور وہ جلدی سے ریڈ روزز کا بوکے لا کر اس کو دے دیا تھا۔اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا لیٹر بھی تھا۔

عینی نے کانپتے ہاتھوں سے لیٹر اور بوکے پکڑا تھا۔

“haveagooddaymam”

ویٹر کے جانے کے بعد ماریہ نے اس کے ہاتھ لیٹر چھینا تھا۔

"دو ادھر مجھے۔میں پڑھتی ہوں۔"

"تم مجھے ڈھونڈ رہی ہو۔ نہ کرو وہ کام جو تمہیں دھکا دے۔ میں تمہارے آس پاس ہی ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ یہ کھانا تمہارے لیے۔ کافی تھک گئی ہو نہ اس لیے۔ اور اپنی دوست کو میرا شکریہ کہنا۔"

ماریہ نے انگلش میں لکھا گیا لیٹر عینی کے سامنے پڑھا تھا۔

"یار یہ ہم پہ نظر رکھے ہوئے ہے۔"

ماریہ نے سرگوشی میں کہا تھا۔ جبکہ عینی سب کچھ چھوڑتی وہاں سے باہر بھاگی تھی۔ ماریہ نے اس کا پیچھا کیا تھا۔ جبکہ وہ پھول وہیں ٹیبل کے نیچے پڑے رہ گئے تھے۔ عینی کے باہر نکلنے تک منصور کی نظروں نے اس کا پیچھا کیا تھا۔

میں بھول جاوں تجھے ایسا کبھی ہوا ہی نہیں
تیرے سوا میرے دل میں کوئی بسا ہی نہیں
ملے تھے راہ میں یوں تو ہزار ہا چہرے
میری نگاہ میں لیکن کوئی جچا ہی نہیں
جو تم نے توڑ دیا کروں کیا اس کا گلہ
سکون دل کو میرے تو کبھی ملا ہی نہیں
تمام عمر کٹی انتظار میں اس کے
وہ جس نے پیار تو کبھی مجھ سے کیا ہی نہیں

یہی تھا اپنا ارادہ، تیرا تقاضا بھی

بچھڑ کے تجھ سے کوئی سانس میں جیا ہی نہیں

"کیسی ہو؟"

فواد کے دوسرے سوال پہ بھی رباب کی نظریں زمین میں گڑی رہی تھیں۔ وہ مسلسل پاوں کے انگوٹھے کو اپنی سینڈل کے تلوے پہ رگڑ رہی تھی۔

"یار جواب نہیں دینا تو سر تو ہلا ہی سکتی ہو نہ"

فواد کے دوبارہ کہنے پہ وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گئی تھی۔ مگر ذہن میں کوسا ان دونوں کو ہی تھا۔

"میں۔۔۔ ٹھیک۔۔ ہوں"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔ مجھے لگا تھا کہ رباب شاید گویائی سے محروم ہے۔"

رباب نے جیسے تیسے ہمت کی تھی جواب دینے کی تو فواد کے شکر ادا کرنے پہ اس نے ایک خفا نظر فواد پہ ڈالی تھی۔ ارادہ وہاں سے واک آوٹ ہونے کا تھا۔ اس کے اس طرح خفا ہونے پہ فواد کھل کہ مسکرایا تھا جس سے اس کے بائیں گال کا ڈمپل نمایاں ہوا تھا۔

"تم غصے میں اور اچھی لگتی ہو۔"

رباب وہاں سے جانے لگی تو فواد کے جملے نے اس کے بڑھتے قدم روک لیے تھے۔ رباب اس سے دو قدم کے فاصلے پہ کھڑی تھی۔ اور اس کا رخ ٹیرس کے دروازے کی جانب تھا۔ جبکہ فواد کا رخ ابھی وہیں تھا جہاں سے کچھ دیر پہلے رباب بیٹھی تھی۔ ان دونوں کی ایک دوسرے کی جانب پیٹھ تھی۔ فواد کی بات پہ رباب کے چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"میں تمہارے لیے گفٹ لایا تھا۔ سوچا کہ تمہیں خود دوں گا۔ بس اس لیے بینش سے کہا تھا کہ تمہیں سب سے الگ رکھے کچھ دیر کے لیے۔ اس کے لیے سوری۔"

رباب ابھی بھی رخ پھیرے کھڑی تھی جبکہ فواد نے اس کی جانب مڑتے ہوئے کہا تھا۔ سب جان کر بھی رباب کو پہلی بار برا نہیں لگا تھا اور پھر من پسند شخص کا سوری کہنا۔ وہ تو ہواوں میں اڑ رہی تھی۔ اس نے فواد کے قدموں کی آواز اپنی جانب بڑھتے ہوئے سنی۔ وہ چلتا ہوا اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا تھا مگر اس سے کچھ فاصلے پہ کہ وہ ان کمفرٹیبل محسوس نہ کرے۔

"یہ تمہارا گفٹ۔ مجھے اچھا لگا تھا اور تمہیں بھی لگے گا۔"

فواد نے اس کی جانب اپنی پاکٹ سے ایک چھوٹا سا گفٹ نکال کر دیا تھا۔ رباب نے ایک نظر گفٹ پہ ڈالی تو دوسری نظر فواد پہ ڈالی تھی۔ آنکھوں میں واضح ہچکچاہٹ تھی۔

"ابھی پہنانے کا حق نہیں ہے مجھے اس لیے خاموشی سے لے لو۔"

فواد کی وارننگ پہ رباب نے اس کے ہاتھ سے فوراً لیا تھا اور فوراً ہی ٹیرس کے دروازے سے اوجھل ہو گئی تھی۔ جبکہ فواد اس کے اس طرح بھاگنے پہ کھل کہ مسکرایا تھا۔

"میری بات سنو آخر تم نے کب تک اس طرح خود ہی خود میں شرمانہ ہے۔"

بینش نے آخر اکتا کر کہا تھا۔ پاس بیٹھی عینی نے اپنی ہنسی کو چھپانے کے لیے کتاب کا سہارا لیا تھا۔ بینش کی بات پر رباب نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ وہ اپنے ہی خیال میں مگن تھی۔ پچھلے دو گھنٹے سے بینش اور عینی رباب کے گھر میں موجود تھی۔ اور مسلسل اس سے کل رات ہونے والی گفتگو کے

بارے میں پوچھ رہی تھی مگر مجال جو وہ بتا دے۔ عینی تو تھک ہار کے کتاب لے کر بیٹھ گئی تھی۔ بھابھی عافیہ کچن میں ان کے لیے کھانا بنا رہی تھی۔ بیچ بیچ میں وہ کبھی سنیکس دینے کے لیے چکر لگا گئی تھی۔ وہ کل رات والی بات کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔

"ٹھیک ہے تم نہیں بتا رہی ہو نہ۔ دیکھو ذرا اب تم۔"

بینش نے وارنگ دینے والے انداز میں کہا تھا جبکہ رباب نے اس کی جانب دیکھ کر ناٹ واری کا سگنلز دیا تھا۔ آخر کل رات جو انہوں نے اسے دو گھنٹے تنگ کیا تھا اس کا بدلہ بھی تو لینا تھا سو چپ ہی رہی۔

"فواد بھائی! کہاں پہ ہو آپ؟"

بینش کے فون پہ بات کرنے پر رباب اور عینی دونوں نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں شرط ہار گئی اور آپ جیت گئے۔"

اس نے مسکین سی شکل بنا کر کہا تھا جبکہ رباب اپنی جگہ پہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی اور عینی ایکسائیٹیڈ ہو کر کتاب نیچے رکھ چکی تھی۔ اس کا سارا دھیان اس وقت بینش پہ تھا۔

"ٹھیک ہے زیادہ بنے مت اب۔ دے دوں گی آپ کو ٹریٹ بھی۔۔۔

ہاں ٹھیک ہے۔۔ (پھر مسکین صورت بنی تھی۔) اس نے کیا کہنا ہے۔ یہی کہا کہ آپ نے اس سے اظہار محبت کیا ہے اور جینے مرنے کی قسمیں۔۔۔۔۔"

"نہیں۔ نہیں میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ یہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔"

اس سے پہلے بینش فواد سے کچھ اور کہتی رباب نے اس کے ہاتھ سے فون چھینا تھا اور اپنی صفائی دی تھی مگر اسے بھی رک جانا پڑا تھا کیونکہ فون کال تو اس نے ملائی ہی نہیں ہوئی تھی۔ رباب نے حیرت سے پہلے فون کو دیکھا پھر ان دونوں کو جو ہنس ہنس کہ لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں۔

"بہت بد تمیز ہو تم بینش! بہت بد تمیز ہو۔"

رباب نے غصے سے کہا تھا۔

"بہت بد تمیز ہو تم بینش! بہت بد تمیز ہو۔"

بینش نے رباب کی نقل اتاری تھی۔

"تم بھی ہنس رہی ہو عینی۔ پوچھوں گی تم دونوں سے بد تمیزوں جب تم دونوں کے منگیتر ہوں گے۔"

رباب غصے میں کہتی واک آوٹ کر گئی تھی جبکہ بینش اور عینی ابھی تک لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ اس وقت کو یاد کرتے عینی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ کتنے دن بیت گئے تھے اسے ان دونوں سے ملے۔ لندن آنے کے بعد تو اس کی کسی سے بات بھی نہیں ہوئی تھی۔

"اگر آج تم دونوں میرے ساتھ ہوتیں تو آج میں اتنا پریشان نہیں ہوتی۔ خاص طور پہ تم بینش۔ میرے اور رباب کے ہر مسلے کا حل تمہارے پاس ہوتا تھا۔ پلیز آ جاو نہ۔ میں پریشان ہوں۔"

وہ اپنے گھر سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی تھی۔ وہ اس انجان بو کے بھیجنے والے سے پریشان ہو چکی تھی۔ اس پریشانی کا کوئی حل اسے سوجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ اس بات سے بالکل انجان تھی کہ دور اپنے کیبن میں بیٹھا منصور احمد اس کے گلے شکوے بآسانی سن سکتا تھا۔

سارے انتظامات ہو چکے تھے۔ رباب نے اپنی نگرانی میں کروائے تھے۔ میڈ کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی مگر وہ پھر بھی وہاں موجود تھی۔

"کسی چیز کی کمی تو نہیں ہے نہ۔"

رباب نے میڈ سے پوچھا تھا۔

"نہیں سب کچھ آپ نے بہت اچھے سے اریج کیا ہے۔۔۔ شکریہ آپ کا۔"

میڈ نے رباب کا شکریہ ادا کیا تھا۔ وہ واقعی ہی مشکور نظر آرہی تھی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ آپ جا کر آرام کریں اب۔"

رباب نے میڈ سے کہا تھا۔

"آپ بھی آرام کرلیں۔ تھک چکی ہوں گی آپ بھی۔"

میڈ نے مشکور ہوتے کہا تھا۔

"نہیں میں یہاں کچھ دیر رکوں گی۔ پھر جاوں گی۔"

رباب نے لان کے پچھلی جانب چلتے ہوئے کہا تھا۔ کسی خدشے کے پیشِ نظر میڈ نے رک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟"

رباب نے رک کر پوچھا تھا۔

"سر! نے پارٹی کے دوران کسی بھی فیمیل ممبر کو پارٹی کی جانب جانے سے روکا ہوا ہے۔ وہ سخت ناراض ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں اس جانب جانے کی بات بھی نہیں کر رہی تھی۔"

میڈ کے خدشے کو وہ اچھی طرح سمجھ سکتی تھی۔ اس لیے اس کو اطمینان میں لیا تھا۔ اور اندر کی جانب راہ لی تھی۔

پارٹی شروع ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔ عاصم جہانگیر کا کوئی اتا پتا نہیں تھا مگر شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ رباب کے ذہن میں میڈ کی کہی گئی باتیں گوم رہی تھی اور کچھ عاصم کا کردار بھی مشکوک ہو رہا تھا تو سب کچھ چھوڑتی وہ لان کے پچھلے حصے کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ مگر وہاں جاتے قدم اس کے تھم گئے تھے۔

"میں کیوں اس کی جاسوسی کر رہی ہوں؟ جو مرضی آئے کرے۔ مجھے کیوں فرق پڑتا ہے؟"

خود کے سوالات سے پریشان ہو کر رباب نے واپسی کی راہ لی تھی مگر رات کے منظر نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔ وہ خاموشی سے آسمان میں بکھرے تاروں کو دیکھے گئی تھی۔

"ہیلو ہینگ لیڈی"

وہ لان کے ایک جانب اپنے خیالوں میں مگن کھڑی تھی جب اسے کسی نے پیچھے سے بلایا تھا۔ لہجہ اس کی نیت کی عکاسی کر رہا تھا۔ پہلی غلطی وہ یہاں آ کر کر چکی تھی دوسری غلطی کرنے کا اس کا کوئی ارادہ

نہیں تھا۔ وہ اس شخص کی آواز کو نظر انداز کرتے واپس جانے لگی تھی کہ اسے اپنی آواز پہ نہ مڑتا دیکھ وہ یک دم اس کے راستے میں آیا تھا۔ رباب چونک کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ جبکہ مخالف فریز ہوا تھا۔

"واٹ اے بیوٹی!"

سامنے موجود شخص کے جملے پہ اس نے اس کو گوری سے نوازتے ہوئے اپنے گلے میں موجود ڈوپٹے کو اچھی طرح اپنے ارد گرد لپیٹا تھا۔ جبکہ اس کی اس احتیاط پہ سامنے موجود شخص خباثت سے مسکرایا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟ ابھی تو میں نے تمہیں دیکھا تک نہیں۔"

رباب اس کو گورتے ہوئے سائیڈ سے جانے لگی تو وہ شخص پھر سامنے آیا تھا۔

"اپنے کام سے کام رکھو مسٹر۔"

"اپنے کام سے کام ہی تو کر رہا ہوں۔ ویسے تمہارے جیسی بیوٹی یہاں کیا کر رہی ہے تمہیں تو کہیں اور ہونا چاہیے۔"

سامنے موجود شخص نے اس کی جانب ایک قدم بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ اس کو اپنی جانب بڑھتا دیکھ رباب پہلی بار خوف زدہ ہوئی تھی۔ لان کی دوسری جانب پارٹی چل رہی تھی۔ وہ وہاں بھول کر بھی نہیں جا سکتی تھی جبکہ اندر کی جانب جانے والے راستے میں یہ شخص کھڑا تھا۔ اس نے خود کو ایک بار پھر باہر آنے پہ کوسا تھا۔

"ایکسکیوز می! مجھے جانا ہے۔"

اس نے اپنے ڈوپٹے کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اندر کی راہ لی تھی جبکہ مخالف نے اس کے ڈوپٹے کو پکڑا تھا۔ ڈوپٹہ کھینچنے پر وہ واپس مڑی تھی۔ غصے کی ایک لہر اس کے دماغ میں اٹھی تھی۔ اس نے کھینچنے والے انداز میں اپنا ڈوپٹہ اس سے چھڑایا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ حد میں رہو اپنی۔"

یہاں آنے والا ہر شخص عاصم کا مہمان تھا۔ اس کی مجبوری تھی کہ اس نے ابھی تک اس سے صرف سخت لہجے میں بات کی تھی ورنہ وہ دو تھپڑ کا حقدار تو تھا ہی۔

"حد؟ میں حد میں رہوں۔" وہ کہنے کے ساتھ ہنسا تھا۔

"میں جیسے جانتا نہیں تم جیسی لڑکیوں کو۔ چلو قیمت بتاو اپنی۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتا اس کی چلتی زبان کو رباب کے ایک تھپڑ نے روک دیا تھا۔

"منہ سنبھال کر بات کرو۔ آئندہ میرے بارے میں ایسا کچھ کہا تو اگلی بار تھپڑ نہیں پڑے گا وہ حال کروں گی کہ تم ساری زندگی یاد رکھو گے۔ سمجھے تم"

رباب نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا ساتھ میں انگلی اٹھا کر وارنگ بھی دی تھی۔

"تم گھٹیا عورت۔ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ پہ ہاتھ اٹھانے کی۔۔۔"

رباب کے ایک تھپڑ نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ اس نے رباب کو کندھے سے پکڑتے ہوئے کہا جبکہ رباب نے خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کی تھی۔

"وقار صاحب کیا یہ سب کسی مہذب انسان کو سوٹ کرتا ہے جو آپ کر رہے ہیں۔"

احتشام کی آواز پہ وقار نے اس کی جانب دیکھا تھا اور جھٹکے سے رباب کو چھوڑا تھا۔ رباب کی احتشام کی جانب پیٹھ تھی اس لیے وہ اس کا چہرہ دیکھ نہیں سکا۔

"اس دو کوڑی کی عورت نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا۔"

وقار کی جانب بڑھتے احتشام نے ایک نظر اس لڑکی پہ ڈالی تھی اور اس کے بڑھتے قدم پل بھر کو تھمے تھے۔ رباب اپنے آنسو چھپاتی اپنے آپ کو ڈوپٹے سے چھپاتی اندر کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔

"یہ دو کوڑی کی عورت نہیں ہے وقار صاحب۔"

احتشام کی آواز پہ رباب کے قدم تھمے تھے۔

"جس عورت کے ساتھ آپ نے بدتمیزی کی ہے وہ عاصم جہانگیر کی بیوی ہیں وقار صاحب۔"

رباب اور وقار نے احتشام کی جانب دیکھا تھا۔ احتشام نے رباب کی جانب احتراماً دیکھا تھا۔ جبکہ وقار نے اپنے چہرے پہ پسینہ صاف کیا تھا۔

"آپ بے فکر ہو کر جا سکتی ہیں میم۔ سر بس آنے ہی والے ہیں۔"

احتشام نے اسے احتراماً جانے کا کہا تھا۔ وہ سر ہلاتی اندر کی جانب چلی گئی تھی۔ احتشام نے ایک غصے سے بھری نظر ان کی جانب جاتے وقار پہ ڈالی تھی۔

"میں مر جاوں گا اگر مجھے روبینہ، زرنش، اور گل نور نہ ملی تو۔۔"

بلال مجھے دھمکی دیتا ہوا۔ نیچے تصویر میں ایک نوجوان لڑکے کے ہاتھ پہ کیچپ ڈالی ہوئی تھی اس انداز سے کہ پہلی بار دیکھنے والے شخص کو یہ خودکشی کی کوشش لگتی۔

بینش نے پوسٹ بنا کر اپنے اور بلال کے مشترکہ گروپ میں پوسٹ کر دی تھی اور بلال کو ٹیگ بھی کر دیا تھا۔ وہ دونوں اس گروپ کے پاپولر ممبرز میں آتے تھے۔

"پھوباندری! مسٹر بلال دیکھو اب یہ پھوباندری کرتی کیا ہے۔"

بینش نے بلال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی دوسری پوسٹ بنا رہی تھی۔ یہ کافی بار اس کی نظروں سے گزری تھی مگر اس کو استعمال وہ اب کر رہی تھی۔ تصویر میں ایک لڑکا لڑکی تھے۔ تصویر حصوں میں تقسیم تھی جن پہ ڈائیلوگ کچھ اس طرح سے تھے۔

"تمہیں سموسہ پسند ہے؟"

"ہاں"

"میں تمہارے سموسے کا آلو بن سکتا ہوں؟"

"میں آلو نکال کہ پھینک دیتی ہوں۔"

بینش نے ایک اور پوسٹ بلال کو ٹیگ کر دی تھی جس پہ لکھا تھا کہ

"بلال افشین سے کہتے ہوئے۔"

اسے سوچ کر خود ہی ہنسی آ گئی تھی۔ اس کے بعد وہ لوگ آوٹ ہو گئی تھی۔

تیرے نام سے محبت کی ہے

تیرے احساس سے محبت کی ہے

تم میرے پاس نہیں پھر بھی

تیری یاد سے محبت کی ہے

"واہ واہ مجنوں! محفل لوٹ لی۔"

شاور لے کر نکلتا حسام عامر کی آواز پہ چونکا تھا۔ عامر نے اسے دیکھتے ہوئے اس کی پرسنل ڈائری میں سے شعر پڑھا تھا ساتھ داد بھی دی تھی۔

"عامر۔ چھوڑ میری ڈائری۔"

حسام اس وقت جینز کی پینٹ پہ بنیان پہنے ہوئے تھا اور گیلے بالوں کو خشک کرنے کے لیے اس نے ہاتھ میں ٹاول پکڑا ہوا تھا۔ وہ ٹاول پھینکتا عامر کی جانب بڑھا تھا۔ مگر وہ چھلانگ لگا کر اس سے اور دور ہوا تھا اور ساتھ ہی ڈائری کا ورق پلٹا تھا۔

یہ نظر منتظر ہے تری آج بھی

دل کسی اور سے آشنا ہی نہیں

میں کیوں راستہ دوں کسی اور کو

جب تیرے جیسا کوئی بنا ہی نہیں

"واہ واہ ظالم! مار ڈالا تو۔۔۔"

"شرم کر سالے۔۔۔"

اس سے پہلے عامر اس کی شاعری کی اور تعریف کرتا حسام نے اس کے ہاتھ سے جھپٹنے والے انداز میں ڈائری چھین کر کہا تھا۔

"ارے واہ! کسی کی یاد میں غالب اور مجنوں کو پیچھے چھوڑو تم ۔ بے شرموں کی طرح اس کی یاد میں آہیں تم بھرو(عامر نے حسام سے دو قدم دور ہوتے ہوئے کہا جبکہ حسام اپنی ڈائری کو ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اس کی اداکاری پہ افسوس کر رہا تھا) دوستوں سے باتیں چھپاو تم ۔ اور بے شرم ہم ۔ بہت ناانصافی ہے بھئی بہت ناانصافی ہے ۔"

عامر نے لڑاکا عورتوں کی طرح سر نفی میں ہلایا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ۔ غلط فہمی ہو رہی ہے تجھے ۔"

حسام نے عامر کی باتوں کو ٹالتے ہوئے سہولت سے انکار کیا تھا ساتھ ہی ڈائری کو اپنی الماری کے لا کر میں رکھ کر تالا لگایا تھا اور چابی اپنی پینٹ کی جیب میں ڈالی تھی ۔ اور ٹاول سے اپنے گیلے بالوں کو خشک کرتا شیشے کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے برعکس عامر نے اس کے اتنے سہولت سے انکار کرنے پہ اس کو گھوری سے نوازا تھا۔

"غلط فہمی کیوں ہوگی ۔ ابھی تیری ڈائری پڑھی ہے میں نے ۔ چل صاف صاف بتا اب ۔"

عامر حسام کی جانب دو قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب ہوا اور اس سے کہا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ۔ تو تو میرا بھائی ہے ۔ بھائیوں سے بھی کچھ چھپایا جاتا ہے بھلا ۔"

حسام نے ٹاول بال خشک کرنے کے بعد سلیقے سے ٹاول سٹینڈ پہ لٹکایا تھا۔ اور اس کی جانب ایک سمائل پاس کی تھی ۔

"بھائیوں سے ہی تو چھپایا جاتا ہے جبکہ دوستوں کو بتایا جاتا ہے ۔ اب اگر تو سچ نہیں بتائے گا تو اب عاصم بھائی ہی پوچھیں گے ۔"

عامر نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کمرے سے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

حسام الماری سے شرٹ نکالتا چونکا تھا اور اسے باہر جاتا دیکھ کر شرٹ پھینک کر اس کی جانب بھاگا

۔

"یار کیا ہے جب تجھے کہہ چکا ہوں کہ ایسا کچھ نہیں ہے تو کیوں بھائی کو انوالو کر رہا ہے؟"

"اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو یہ شعر و شاعری کس لیے۔۔۔ نہیں نہیں بلکہ کس کے لیے۔"

عامر نے اسے کڑے تیوروں کے ساتھ پوچھا تھا۔

"کسی کے لیے نہیں یار۔۔بس۔"

حسام اس سے کہتا کھڑکی کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

""بس کیا؟"

عامر نے جواب فوراً طلب کیا تھا۔ اسے اس کی بات پہ ابھی تک تو یقین نہیں آیا تھا۔

"بس ایک خواب ہے۔ حقیقت سے دور۔ سچ ہونے کا جس پہ ذرا سا بھی یقین نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

عامر حیران ہوتا اس سے قریب آیا تھا۔

"تو نے سچ کہا تھا۔ ایک لڑکی ہے۔ مگر کون ہے؟ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟ کیا کرتی ہے؟ معلوم نہیں۔ مگر میں اسے اگنور نہیں کر پاتا۔"

عامر اس کی بات پہ غش کھانے والا ہوا تھا۔

"یہ محبت ہے یا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں مگر مجھے اس کی باتیں سننا اچھا لگتا ہے۔"

"بس بس بہت ہوا اب۔ سالے مجنوں اتنا سب ہو گیا اور تو کہتا ہے کہ۔۔۔"

عامر اچھل کر اس کے کندھے پہ چڑھ گیا تھا اور مسلسل اس کا گلا دبانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس میں بھی احتیاط شامل تھی۔

"یار کیا کر رہا ہے؟ چھوڑ مجھے۔"

حسام نے اسے نیچے گرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں چھوڑتا۔ نام بتا پہلے۔"

عامر نے اس ہاتھ بڑھا کر اس کی جیب سے چابی نکالتے ہوئے کہا۔ جس پہ حسام واقعی ہی گڑبڑایا اور اپنا پورا زور لگا کر عامر کو نیچے گرایا تھا۔ وہ بیڈ پہ کمر کے بل گرا تھا مگر فوراً اٹھ کھڑا ہوا تھا کیونکہ چابی اس کے ہاتھ میں تھی۔ الماری کی جانب ایک چھلانگ میں جا کر اس نے حسام کو پھر سے وارننگ دی تھی۔

"چل نام بتا اب بھابھی کا ورنہ یہ چابی بھائی عاصم کو دوں گا اب۔"

"سالے ایک بار ہاتھ لگ میرے۔۔"

حسام نے اسے وہیں سے خبردار کرنے کی کوشش کی تھی مگر عامر نے بیچ میں ٹوک دیا تھا۔

"نام؟"

فون دوسرے ہاتھ میں پکڑے اس نے اسے ٹوکا تھا۔ مگر حسام پہ اس کا اثر نہ ہوتا دیکھ عامر نے عاصم کا نمبر ڈائل کیا تھا اور کان پہ لگا لیا تھا۔

"ہیلو بھائی!۔۔۔۔"

"گڑیا۔"

عامر نے چونک کر اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا تھا۔

"سر ہیروئن کا نام گڑیا سے چینج کروا کر فاطمہ رکھ دیا گیا ہے۔"

عامر نے سر اثبات میں ہلایا تھا اور اسے جانے کا کہہ دیا تھا۔ اتنے سالوں میں وہ آج کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔ اور حسام؟ اسے ہر اس شخص کے نام سے نفرت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے حسام ان سب سے دور ہوا تھا۔ جس میں سر فہرست نام "گڑیا" کا تھا۔

"عینی کل تم کہاں گئی تھی؟"

وہ صبح سب کے لیے ناشتہ ٹیبل پر لگا رہی تھی جب اس کی خالہ انیلا نے ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔ عینی ایک پل کو خاموش ہوئی تھی۔

"وہ میں۔۔ ماریہ۔۔۔ کے ساتھ۔۔۔"

"دیکھو بیٹی! یہ پاکستان نہیں ہے۔ جہاں تم ہر جگہ چلی جاو۔ احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ تم ابھی نئی ہو اور یہاں کے ماحول سے اور لوگوں کے رویوں سے تمہیں آگاہی بھی نہیں ہے۔ کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو میں اپنی مرحوم بہن کو کیا جواب دوں گی۔"

اس کی خالہ نے اسے رسان سے سمجھایا تھا۔

"جی خالہ۔ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔"

عینی نے خالہ سے معزرت کی تھی۔ اور بقایا کھانا ٹیبل پر لگانا شروع کر دیا تھا۔

"خالہ! آپ۔۔۔ کو کیسے پتا کہ۔۔۔"

"کہ کل تم شاپ پہ نہیں تھیں۔"

خالہ نے جوس گلاس میں انڈیلتے ہوئے اس کی بات کاٹی تھی۔

"جی۔"

"کل یکم تاریخ تھی۔"

اس کی خالہ نے جوس کا سپ لیتے ہوئے جواب دیا تھا۔ عینی خود حیران ہوئی تھی۔ اس لیے انہیں پتہ تھا اور میں سمجھی کہ شاید انہیں میری فکر۔۔۔

"عینی!"

"جی" خالہ کے بلانے پر وہ واپس اپنے حواس میں آئی تھی۔

"تمہاری اس بوڑھی عورت کے پاس ڈیوٹی ختم کروادی ہے میں نے۔ اب تم وہاں نہیں جانا۔ کچھ دنوں تک میں کسی اور جگہ تمہارے لیے کام ڈھونڈ لوں گی۔"

"جی ٹھیک خالہ۔"

"کہاں جارہی ہو؟"

عینی جواب دینے کے ساتھ ہی اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھانے لگی تو اس کی خالہ نے اس سے پوچھا تھا۔ ساتھ ہی آدھا جوس سے بھرا گلاس ٹیبل پر رکھا تھا۔

"کیفے پہ۔"

"ناشتہ تو کرلو۔"

اس کی خالہ نے آفر کی تھی۔

www.urdunovelsmania.com

"بھوک نہیں خالہ۔ شکریہ آپ کا۔ اللہ حافظ!"

عینی نے اپنی شال کو کندھوں کے گرد لپیٹتے ہوئے اپنا چھوٹا سا بیگ مضبوطی سے پکڑا تھا۔ ڈوپٹہ اچھے سے سر کے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس کی خالہ نے جوزف کو آواز دی تھی۔ وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھا تھا فورا سے باہر آیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے اب ڈیوڈ کو بلا لینا چاہیے۔"

"اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ ابھی تو صرف دو مہینے ہوئے ہیں۔"

جوزف نے ٹیبل پہ موجود ناشتہ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر ابھی نہیں بلایا تو یہ سونے کی چڑیا ہاتھوں سے نکل جائے گی سمجھے۔۔۔ جانتے ہو میڈم کے لیے گھر اور شاپ پہ بو کے بھیجے جاتے ہیں اور کل تو یہ میڈم سارا دن باہر گزار کر آئی ہیں۔"

انیلہ کی بات پہ کھانا کھاتا جوزف ایک پل کو تھما تھا۔

"کیا تم نے اس سے پوچھا کون ہے وہ؟"

"نہیں! ابھی ان سب کی ضرورت نہیں۔"

انیلہ کے کہنے پر وہ حیران ہوا تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ وہ بالغ ہے۔ اگر قانون کی مدد لینے گئے تو تم اور میں دونوں پھنس جائیں گے۔"

"تو تم نے کیا سوچا ہے اس بارے میں۔"

"ڈیوڈ سے عینی کی شادی۔"

انیلہ نے جوس ختم کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بھائی کیا آپ کو کبھی کسی شخص سے بات کر کے ایسا لگا کہ آپ اسے جانتے ہوں مگر آپ نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں ہوتا۔"

لیپ ٹاپ میں کام کرتا عاصم چونکا تھا۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اس کے ساتھ چمٹا ہوا بیٹھا تھا مگر کہ کچھ نہیں رہا تھا۔ جب عاصم نے اسے مجبور کیا تو اس نے کہا بھی تو کیا۔

"طبعیت ٹھیک ہے نہ تمہاری؟"

عاصم نے ایک نظر اٹھا کر اس سے کہا تھا۔ حسام اس کے ہاتھ سے لیپ ٹاپ ایک طرف کر دیتا ہے۔

"بھائی میری بات سنیں پہلے"

عاصم نے اس کی جانب مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہی بھی تم سناو۔"

عاصم پوری توجہ سے اس کی بات سننے کے لیے تیار ہوا تھا۔

اسے اتنا متوجہ دیکھ کر حسام گڑبڑایا تھا۔

"کہو میں سن رہا ہوں۔"

عاصم نے اسے دوبارہ متوجہ کیا تھا۔

"ہاں تو میں کہ رہا تھا کہ۔۔۔ آپ کو کیسی شخص کی صرف باتیں سن کر لگا کہ آپ اسے اچھے سے جانتے ہوں۔"

"نہیں!

حسام نے جتنا خوشی سے سوال کیا تھا وہ جواب سن کر اتنا ہی بدمزہ ہوا تھا۔ جبکہ عاصم اب خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

"یار بھائی ایسے تھوڑی ہوتا ہے۔"

حسام نے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جبکہ عاصم مسکرایا تھا۔

"یار دیکھو مجھے کبھی ایسا نہیں لگا۔ ہر انسان الگ ہوتا ہے۔ ضروری نہیں جو تمہیں لگے وہ مجھے لگے۔"

عاصم نے اس سے کہتے ہوئے دوبارہ لیپ ٹاپ اپنی جانب کیا تھا۔

"بھائی میرا کہنے کا مطلب تھا کہ آپ کو کیسی کی باتوں کو سن کر لگا کہ آپ کو صرف اسے ہی سننا چاہیے۔"

عاصم کے ٹائپ کرتے ہاتھ یک دم تھمے تھے۔ اس نے حیران نظروں سے حسام کو دیکھا تھا جو ابھی تک اپنی بات کے زیر اثر تھا۔ شاید اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کہ گیا تھا۔ عاصم اب پوری طرح سے اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"تمہیں محبت ہوئی ہے۔"

عاصم کے پوچھنے پر حسام اپنے خیالوں سے باہر آیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔ میں نے۔۔۔ ایسا کب کہا۔۔۔ مجھے کام ہے۔۔ میں جاتا ہوں۔"

حسام ہڑبڑا کر اٹھا تھا اور عاصم کے روکنے کے باوجود اپنی کہتا بھاگنے والے انداز میں اس کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

گاڑی کے ٹائر چرائے تھے اور اس کی گاڑی اپنے گھر کے آگے آکر رکی تھی۔ جہاں آج پھر بزنس پارٹی ہو رہی تھی۔ اس نے گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اپنے گلاسز اتارے تھے اور چلتے ہوئے اپنی داہنی آنکھ سے آنسو کا قطرہ صاف کیا تھا۔

"ویلکم سر!"

اندر داخل ہوتے ہی جو پہلا شخص ملا وہ احتشام ہی تھا۔

"تھینکس۔ سب کچھ کیسا جا رہا ہے؟"

وہ دونوں داخلی دروازے سے اندر گھر کی جانب جا رہے تھے۔

"سب کچھ بہتر جا رہا ہے اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

احتشام نے خوش اخلاقی سے جواب دیا تھا۔

"اسلام علیکم صاحب!"

"وسلام رحیم بخش چچا!" "سب کچھ آپ نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا نہ چچا۔"

عاصم نے ٹھرکران کے سلام کا جواب دیا تھا اور پارٹی کے متعلق پوچھا تھا۔ جبکہ احتشام دو قدم پیچھے ہو کر کھڑا تھا۔

"ہاں سب کچھ ہو گیا صاحب۔"

"ٹھیک تو پھر آپ سے صبح بات ہوتی ہے۔"

عاصم نے سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے کہا تھا جبکہ رحیم بخش کے الفاظ منہ میں رہ گئے تھے۔ احتشام عاصم کے پیچھے پیچھے تھا جبکہ عاصم کے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ دروازے پر پہنچ کر عاصم ایک پل کو ٹھرا تھا۔ اس نے مڑ کر احتشام کو دیکھا۔

"احتشام! کیا بہزاد صاحب بھی پہنچ چکے ہیں۔"

"نہیں سر۔"

"تو پتہ کرو۔ میں بزات خود انہیں ریسیو کرنا چاہوں گا۔"

"جی سر"

احتشام سر اثبات میں ہلاتا واپس پلٹ گیا تھا۔ جبکہ عاصم خود پہ حیران ہوا تھا اس نے ایسا کیوں کیا؟ وہ جانتا تھا کہ اندر وہ لڑکی ہوگی جس سے اسے زرا بھی لگاو نہیں مگر کیوں؟ وہ خود سے الجھتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرا سنسان پڑا تھا وہ کمرے میں کہیں نہیں تھی۔ ایک ہفتے سے وہ کام میں مصروف رہا تھا تو اسے گھر آنے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ احتشام اور عاصم بہزاد انڈسٹری کے پروجیکٹ پر دن رات کام کر رہے تھے۔ آج یہ پارٹی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ مگر اس دوران بھی عاصم نے رباب کے لیے ہر طرح سے تھکا دینے والے کام کی ذمہ داری میڈ کو دی تھی۔ وہ اس سے متعلق ہر خبر اس تک پہنچا رہی تھی۔

"میں کیوں اسے سوچ رہا ہوں؟"

وہ خود پہ غصہ نکالتا اپنی وارڈ روب کی جانب بڑھ گیا تھا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ بلیک تھری پیس میں تیار ہو کر نکلا تھا۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے سامنے سے آتے احتشام نے عاصم کو بہزاد انڈسٹری کے مالک کے آنے کی خبر دی تھی۔ عاصم جہانگیر کے باہر جانے تک رباب نے اسے دیکھا تھا۔

"جیری! اب سے بو کے بھیجنے کا کام کچھ دن کے لیے روک دو۔"

جیری منصور احمد کے نئے پیغام پہ حیران ہوا تھا مگر کہا کچھ نہیں تھا۔

"جی سر!" دل میں ابھرتے سوالوں کو نظرانداز کرتے ہوئے جیری نے بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"تم اب جا سکتے ہو۔"

منصور نے لیپ ٹاپ میں خود کو مصروف ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا۔ جیری کے جانے کے بعد اس نے سر کو کرسی کی پشت پہ ٹکایا تھا۔

"کیوں پریشان کر رہے ہو احمد اس لڑکی کو؟"

"پتہ نہیں۔"

"پسند کرتے ہو۔ شادی کرو گے اس سے؟"

"پتہ نہیں۔"

منصور احمد اپنے ضمیر کے سامنے جوابدہ ہو رہا تھا۔

"جب تمہیں کچھ پتہ نہیں تو چھوڑ دو اس کا پیچھا۔ مت تنگ کرو اسے۔"

"چھوڑ دیا"

خود سے کہتے منصور کی زبان لڑکھڑائی تھی۔ جب سے اس نے عینی کی روتے ہوئے باتیں سنیں تھیں وہ گلٹی فیل کر رہا تھا۔ صرف ایک اٹریکشن کے لیے وہ کسی کو کیسے دکھ دے سکتا تھا۔ محبت و پیار اس کے لیے بے معنی چیزیں تھیں۔ وہ تو صرف ایک مسکراہٹ کے لیے اسے پھول بھجتا تھا۔ پھر جیسے اسے اس کام میں مزہ آنے لگا۔ وہ اسے تلاشنے نکلی تو وہ نہ جانے کیوں کام کاج چھوڑ کر اس کے پیچھے پیچھے رہا۔ اس کے ہر شاپ پہ جانے پر وہ اس کے ہمراہ تھا۔ اس دوران اس نے اس بات کی پرواہ بھی نہ کی کہ اس کی ایک ایمپورڈڈ میٹنگ تھی جس کے کینسل ہونے پہ اسے نقصان ہوتا مگر اس نے وہ کینسل کر دی۔ مگر وہ کسی کی ہریشانی کی وجہ بنے۔ ایسا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اب ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ جس کی مسکراہٹ اچھی لگے اس کے رونے کی وجہ نہیں بننا چاہتا تھا۔

مگر کیا اس طرح پیچھے ہٹنا آسان تھا؟

میں اپنی دوستی کو شہر میں رسوا نہیں کرتا
محبت میں بھی کرتا ہوں مگر چرچا نہیں کرتا
جو مجھ سے ملنے آجائے میں اسکا دل سے خادم ہوں
جو اٹھ کر جانا چاہے میں اسے روکا نہیں کرتا
میں جسے چھوڑ دیتا ہوں اسے پھر بھول جاتا ہو پھر اس ہستی کی جانب میں کبھی دیکھا نہیں کرتا

تیرا اصرار سر آنکھوں پر کہ تم کو بھول جاوں میں

میں کوشش کر کر دیکھوں گا مگر وعدہ نہیں کرتا

"مجھے تو سمجھ نہیں آئی آپ کیا کہ رہے ہیں؟"

نور نے رات کے اندھیرے میں ہنستے ہوئے میسج ٹائپ کیا تھا۔

وقاص کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری تھی۔

"یہ سب تمہارے لیے ہے اور تمہیں سمجھ نہیں آئی۔"

"ہاں بالکل نہیں آئی۔ تھوڑے آسان الفاظ ہوں نہ تو آسانی سے سمجھ آجاتے ہیں۔ شاعری تو میرے سر کے اوپر سے جاتی ہے۔"

نور نے ہنستے ایموجیز کے ساتھ جوابی میسج ٹائپ کیا تھا۔ وقاص جانتا تھا کہ نور ایسا کیوں کہ رہی ہے۔

"ہمم۔ لگتا ہے گڑیا کو اپنے گڈے سے تعریف سننی ہے۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ وہ تو گڈا بڑے مزے سے کر سکتا ہے مگر۔۔۔ گڑیا بھی تو روبرو ہو۔"

وقاص نے اپنے بیڈ پر کروٹ لیٹے ہوئے جواب دیا تھا۔ گڑیا کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر وقاص نے پھر سے میسج ٹائپ کیا تھا۔

"روبرو نہ سہی۔ ایک تصویر ہی سہی۔۔۔ یا پھر آواز ہی سنا دے ظالماں۔"

اس کے اس طرح دہائیاں دینے پر وہ جو سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی ہنس پڑی تھی۔

"میرا فون نوکیا کا ہے۔ اس سے تصویر یا آواز نہیں جاتی۔"

اس نے منہ چڑانے والے ایموجی کے ساتھ جواب دیا تھا۔ جسے پڑھ کر وقاص اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"شکار ہاتھ میں آرہا ہے وکی۔ شاباش"

اس نے خود کو شاباشی دیتے ہوئے میسج ٹائپ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں تمہارے پاس فون بھجوادیتا ہوں۔ بتاو کہاں بھجوانا ہے۔"

"نہیں۔ نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں مزاق کررہی تھی۔"

"مگر میں تو سیریس ہوں۔ ایڈریس بولو جلدی سے۔"

فوراً جواب دیا گیا تھا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔"

"تمہیں نہیں مگر مجھے تو ہے نہ۔ ٹھیک ہے تم مجھ سے مل نہیں سکتی مگر بات تو کر سکتی ہو نہ۔ یار ایسا نہ کرو نہ۔"

اتنی مشکل سے آیا شکار وہ کیسے جانے دے سکتا تھا۔

"مجھے مجبور مت کریں۔"

"مجبور؟ تم جیسی کہاں مجبور ہوتیں ہیں جانے کتنوں کو پھانس رکھا ہوتا ہے تم نے۔"

وقاص نے خود سے کہتے سر کو نحوست سے جھڑکا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ مجھے نیند آرہی ہے میں سونے جارہا ہوں۔"

وہ اسے غصے میں میسج کرتا لوگ آوٹ کر گیا تھا۔ جبکہ نورا سے بار بار میسج کر رہی تھی۔ ایک وقت تھا جب وہ اسے میسج کرتا تھا اور وہ اپنی مرضی سے اسے جواب دیتی تھی مگر اب اسے اس کی عادت ہوگئی تھی اور عادتیں آسانی سے نہیں بدلتیں۔

عاصم جہانگیر کی پارٹی لاجواب رہی تھی۔ اگلے دن ہر اخبار کے فرنٹ پیج پر اگر کسی کا چرچا تھا تو وہ صرف جہانگیر ولا میں ہونے والی پارٹی کا۔ اس کی ڈیل بہذاد صاحب کے ساتھ کامیاب رہی تھی۔ دونوں کمپنیز جلد اگریمنٹ سائن کرنے والیں تھیں۔ صبح کا اخبار پڑھتا فہیم چونکا تھا۔ وہ کافی دیر تک عاصم جہانگیر کو دیکھتا ہی رہا تھا۔ بلیک تھری پیس میں وہ تصویر میں بھی وجاہت سے بھرپور نظر آ رہا تھا۔ وہ غائب دماغی سے عاصم کا موازنہ فواد سے کر گیا تھا۔
دونوں میں بس انیس بیس کا فرق تھا۔ وجاہت میں دونوں کسی سے کم نہ تھے۔ اگر فرق تھا تو صرف دولت کا۔ رباب کیا صرف دولت کے لیے تم نے فواد پہ اس شخص کو ترجیح دی؟
"کیا ہوا آپ چائے نہیں پی رہے؟"
کمرے سے نکلتی عافیہ نے فہیم کو اخبار میں مگن دیکھا تو کہتی فہیم کے قریب آ گئی۔
"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔"
فہیم نے اخبار ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے کہا۔
"اچھی بنائی ہے چائے۔"
فہیم نے عافیہ کا دھیان اخبار اخبار ہٹاتے ہوئے کہا۔

"میری تعریف کر رہے ہیں یا پھر میرا دھیان اپنی طرف لگانا چاہتے ہیں۔"

عافیہ مسکراتے ہوئے فہیم کی چوری پکڑی تھی جبکہ فہیم صرف مسکرا ہی سکے تھے۔

"ہنسے مت۔ سب جانتی ہوں میں۔ میری تعریف آپ تب ہی کرتے ہیں جب آپ کو توجہ چاہیے ہوتی تھی۔"

عافیہ نے پچھلے سارے واقعات کو یاد کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کی تعریف کی ہی نہیں۔"

فہیم نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں کی ہے۔ ضرور کی ہے مگر تب جب آپ کو ضرورت محسوس ہوئی۔"

عافیہ نے ٹیبل پہ رکھی پلیٹ سے بسکٹ اٹھا کر کھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ میں آپ کی تعریف اپنے مطلب کے لیے کرتا ہوں۔ (عافیہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا جس سے فہیم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔) تو پھر یہ بھی بتا دیں بغیر مطلب کے میں کس کی تعریف کرتا ہوں۔"

"رباب کی۔"

عافیہ کے فوراً جواب دینے پر چائے پیتا فہیم رک گیا تھا جبکہ عافیہ نے رباب کا نام لینے پہ خود کو کوسا تھا۔

"چائے تو پی لیں۔"

فہیم اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے کی جانب جانے لگا تو عافیہ نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔

"ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ ناشتہ تیار کرو۔ مجھے کام پہ جانا ہے۔"

وہ وہیں سے کہتا کمرے کی جانب چلا گیا تھا۔ جبکہ عافیہ نے سکون کا سانس لیا تھا کہ وہ ناراض نہیں تھا۔ مگر اخبار اٹھاتے اس کی نظر عاصم جہانگیر کی تصویر پہ پڑگئ تھی۔

کل رات اس کی زندگی کی اہم راتوں سے ایک رات تھی۔ اس کا خواب اتنا جلد پورا ہوگا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ بہزاد انڈسٹری اس کی کمپنی کے ساتھ کام کرنے کو تیار تھی۔ عاصم جہانگیر صبح اٹھنے کے بعد بھی رات ہونے والی پارٹی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر سامنے صوفے پہ پڑے ریڈ ڈوپٹے پہ پڑی۔ اس لڑکی کو سوچتے ہوئے عاصم جہانگیر کی ساری خوشی پل میں غارت ہوئی تھی۔

"عاصمہ!"

نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ اسی طرح کمرے سے باہر آیا تھا اور کچھ ہی فاصلے پہ موجود گریل سے نیچے جھانکتے ہوئے اس نے میڈ کو آواز دی تھی مگر اس کی آواز پہ وہ باہر نہیں آئی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اسے دوسری آواز کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ اس نے دوسری بار میڈ کا نام پکارا تھا۔ اس بار آواز میں غصے کی رمق محسوس کی جا سکتی تھی۔ کچن میں کھڑی رباب اپنی جگہ کانپ گئ تھی۔

"کیا باہر جاوں؟"

رباب نے خود سے سوال کیا تھا۔ اس نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ اس کے سامنے نہیں جائے گی مگر اب

۔

"رباب"

وہ بولا نہیں دھاڑا تھا۔ اس کی آواز پہ رباب اپنی جگہ اچھلتی فوراً سے کیچن سے باہر آئی تھی اور دو قدم چل کر رک گئی تھی۔ عاصم نے اسے کیچن میں کھڑے کھڑکی سے دیکھ لیا تھا۔ اس لیے اس نے غصے سے اسے پکارا تھا۔

"کمرے میں آو"

وہ اسی طرح کمرے میں اسے حکم دیتا چلا گیا جبکہ پیچھے رباب کا وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس نے خود کو ڈوپٹے سے اچھی طرح ڈھانپا اور ڈرتے ہوئے کمرے کا رخ کیا تھا۔ اس نے کمرے کے دروازے پہ پہنچ کر دو منٹ سوچا اور پھر اندر چلی گئی تھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ واشروم سے شاور لینے کی آواز آرہی تھی۔ وہ وہیں دروازے کے ایک جانب کھڑے ہو کر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ دس منٹ ہی گزرے تھے کہ شاور گرنے کی آواز رک گئی اور اگلے دو منٹ میں وہ باہر تھا۔ ڈرس پینٹ میں، بنیان پہنے ہوئے کندھوں پہ ٹاول کو لپیٹا ہوا تھا جس سے اس کا جسم کافی حد تک چھپ گیا تھا۔ رباب نے اسے ایک نظر دیکھ کر سکون کی سانس خارج کی تھی اور واپس نظریں نیچے جھکا لیں تھیں۔

"تمہیں اندر آنے کا کس نے کہا؟"

اسے دروازے میں کھڑے دیکھ کر وہ اس کے پاس آیا اور کچھ فاصلے پہ رک کر پوچھ رہا تھا۔ رباب نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ابھی اس نے خود ہی تو بلایا تھا۔

"کیا تمہیں اندر آنے کی اجازت۔۔ میں نے دی تھی؟"

عاصم نے اس سے قریب ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ اسے اپنے جانب بڑھتا دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"آپ۔۔۔نے بلایا۔۔۔"

رباب نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا اور دروازے کے ساتھ والی دیوار کے ساتھ جا کر ٹک گئی تھی۔

"کیا میں نے اندر بلایا؟"

عاصم نے دوبارہ اپنی بات دہرائی تھی۔

"گیٹ آوٹ۔ جب تک اندر آنے کا نہ کہا جائے اندر نہیں آنا۔"

عاصم نے بائیں ہاتھ سے دروازہ کھولتے ہوئے اسے باہر جانے کا کہا تھا۔ آنکھوں میں غصہ صاف واضح تھا۔ وہ فوراً سے پہلے باہر آئی تھی۔ جبکہ عاصم نے پیچھے سے دروازہ زور سے بند کیا تھا۔

"کیا کروں چلی جاوں کیا؟"

رباب نے خود سے سوال کیا تھا۔ پچھلے بیس منٹ سے وہ نہ جانے کتنی بار دروازہ ناک کر چکی تھی مگر جواب نہیں آیا تھا۔ نہ یہاں سے جا سکتی تھی اور نہ اندر۔

"ایک آخری بار اور کوشش کرتی ہوں۔"

رباب نے خود سے ڈیسائیڈ کیا تھا اور پھر سے دروازہ ناک کیا تھا۔ خلاف توقع اندر آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ رباب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو اس کی نظر سامنے نک سک سے تیار عاصم پہ پڑی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا وہ اپنے آپ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"تمہارا سامان کدھر ہے؟"

عاصم نے وہیں سے سوال کیا تھا۔

"نیچے والے کمرے میں۔"

رباب نے سر جھکائے جواب دیا تھا۔

"کل تم میرے کمرے میں بغیر اجازت کے آئی تھی؟"

"نہیں۔"

اپنے سوال پہ اس کے فوراً سے جھوٹ بولنے پہ عاصم نے اس کی جانب رک کر دیکھا تھا۔

"یو نو واٹ۔ تمہاری فطرت میں ہے جھوٹ بولنا۔ سچ تو کبھی تم بول نہیں سکتی۔"

فوراً سے اس کی جانب بڑھتے ہوئے عاصم نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔

"میں نہیں آئی۔۔۔"

"پکڑو اسے اور نکلو یہاں سے۔"

اس سے پہلے رباب اپنی صفائی میں کچھ کہتی عاصم نے اس کے منہ پہ صوفے پہ پڑا ڈوپٹہ مارتے ہوئے اسے کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔ رباب نے ایک پل ڈوپٹے کو دیکھا تھا۔ اسے یاد آیا کہ کل وہ یہاں صفائی کے لیے آئی تھی مگر ڈوپٹہ کیسے یہاں رہ گیا۔ اس کی سمجھ سے باہر کی بات تھی یہ۔ اس نے اپنے آپ کو اس بند دروازے کے باہر بے بس کھڑا پایا تھا۔ کہنے کو تو میاں بیوی تھے مگر حقیقت؟ وہ اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتی واپس کیچن کی جانب چلی گئی تھی۔ کسی کی نظروں نے اس ک پیچھا کیچن میں جانے تک کیا تھا۔

"Willyoumarryme?"

فواد نے حیرت سے اپنے سامنے بیٹھی اس مغرور اور منہ پھٹ لڑکی کو دیکھا تھا۔ دو سال ملک سے باہر گزارنے کے باوجود بھی وہ اتنا بولڈ نہیں ہوا تھا جتنا وہ لڑکی اسے لگ رہی تھی۔

"اپنے دماغ کا علاج کرواو تم۔"

وہ اس سے کہتا کرسی سے اٹھا تھا۔

"Willyoumarryme?"

اسے جیسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ سن گلاسز سر پہ ٹکائے ،ہاتھوں کو باندھے وہ اسے سپاٹ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ چہرے پہ ذرا سی بھی مزاق کی رمق نہیں تھی۔

"No"

فواد نے جواب دیتے ہوئے بل پے کیا تھا۔ اور باہر کی جانب راہ لی تھی۔

"کسی اور کو پسند کرتے ہو؟"

وہ چلتے چلتے اس کے ہمراہ ہوئی تھی۔ فواد کے چہرے کے سامنے رباب کا سراپا لہرایا تھا۔

"نہیں۔"

مخالف کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں بہت اچھی ہوں۔ تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے گی۔"

فواد نے اسے مسکراتے دیکھ کر افسوس کیا تھا۔ اور اسے ایسے ہی چھوڑتا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ پیچھے وہ ایسے ہی اسے مسکراتی دیکھتی رہی تھی۔

میں اپنی دوستی کو شہر میں رسوا نہیں کرتا
محبت میں بھی کرتا ہوں مگر چرچا نہیں کرتا
جو مجھ سے ملنے آجائے میں اسکا دل سے خادم ہوں
جو اٹھ کر جانا چاہے میں اسے روکا نہیں کرتا
میں جسے چھوڑ دیتا ہوں اسے پھر بھول جاتا ہوں
پھر اس ہستی کی جانب میں کبھی دیکھا نہیں کرتا
تیرا اصرار سر آنکھوں پر کہ تم کو بھول جاوں میں
میں کوشش کر کر دیکھوں گا مگر وعدہ نہیں کرتا

"یہ۔۔۔ میں نہیں رکھ سکتی۔ (رباب نے لمبی سانس لی تھی۔) آپ اسے واپس رکھ (آنسووں کا گولہ حلق میں اٹکا تھا۔) لیں۔"

فواد نے پہلے تو اپنے آنسو پیتی سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا پھر اس کے ہاتھ کی طرف غور کیا تھا۔ اس نے اس کے دیے بریسلٹ کو اپنی ہتھیلی پہ رکھ کر اس کی جانب کیا تھا تاکہ۔ وہ اسے واپس رکھ لے۔ فواد کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لہذا اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے تھے اور اس سے گویا ہوا تھا۔

"یہ تمہارے لیے ہے تو تم ہی رکھو اسے۔ واپس لوٹانے کی ضرورت نہیں۔"

فواد نے اسے تحمل سے کہا تھا۔ اس کی بات کو سن کر وہ ایک پل کو حیران ہوئی تھی۔

"کیا انہیں سب معلوم ہے؟" وہ خود سے مخاطب تھی۔

"پرسکون ہو جاو۔ سب خبر ہے مجھے۔ (وہ اس کی جانب پیٹھ کرتا ہے) تمہاری شادی اسی سے ہو گی۔۔۔۔جس کو تم چاہتی ہو۔ (آنسو آنکھوں سے ٹوٹ کر گرے تھے۔)"

وہ رباب کو غلط سمجھ رہا تھا۔ وہ تو اسے یہاں سب کچھ بتانے آئی تھی۔ بریسلٹ تو صرف ایک بہانہ تھا۔ وہ صرف دیکھنا چاہتی تھی کہ کیا وہ اسے چھوڑ دے گا؟ اس نے تو اسے کب کا چھوڑ دیا تھا۔ بھائی بھروسہ نہیں کرتا تو کیا ہوا فواد تو کرتا ہے مگر؟ رباب نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ اور خاموشی سی چلی گئی تھی۔ یہاں وہ غلط تھی اس نے اپنے لیے فواد کی محبت کو پرکھنا چاہا تھا اور ہار گئی تھی۔ فواد اپنی محبت میں سرخرو ہوا تھا۔ اس نے اسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ دروازہ بند کرنے کی آواز پہ فواد نے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ چلی گئی تھی نہ صرف اس کے کمرے سے بلکہ اس کی زندگی سے بھی۔ اسی وقت، اسی جگہ، اسی کے لیے بارات آئی مگر وہ اس کی نہیں تھی۔ وہ کوئی اور تھا جس کے لیے وہ سجی۔ اس کی محبت کو روندھ کر اس نے اپنی محبت کو پا لیا۔ فون کی رینگ ٹون پہ وہ اپنے حواس میں واپس لوٹا تھا اور ہاتھ میں پکڑا وہ ہی بریسلٹ واپس دراز میں ڈالا تھا۔

فون پہ موجود نمبر دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ فون کو سائلنٹ پہ لگا تا وہ فون کو دراز میں ڈال چکا تھا۔ اس نے کلاک کی جانب دیکھا۔ اس کا بینش کے پاس جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ الماری سے کپڑے نکالتا واشروم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

مجھے تم دل پہ لکھ لیتے اگر تقدیر سے پہلے
جھلکتا عشق رنگوں سے ہر اک تصویر سے پہلے
یہ ہم بھی جانتے ہیں کس طرح تم نے یہ دل توڑا
یہی تو راز الفت ہے جو ہر آنسو کا رخ موڑا
بہت خوش ہیں تیرے بارے میں جب سے سوچنا چھوڑا

"میرا نام عاصم جہانگیر ہے۔ میں رباب سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"بہت شکریہ آپ کی پیش کش کا مگر میری بہن کی شادی طے ہو چکی ہے۔ یہ میری بہن کی شادی کا کارڈ۔ ضرور آئیے گا۔"

فہیم نے اپنے غصے پہ بند باندھتے ہوئے سامنے بیٹھے شخص کو رباب کی شادی کا کارڈ دیا تھا۔ اس وقت وہ تینوں ڈرائنگ روم میں موجود تھے جبکہ رباب اپنے کمرے میں بند تھی۔ اس کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ جا کر اس شخص کی بلیک میلنگ کے بارے میں بھائی کو بتا دے۔ ظاہر سی بات ہے وہ سب کچھ جاننا چاہتے جس سے اسکو بینیش کا نام لینا پڑتا اور اپنا وعدہ توڑنا پڑتا۔ بس یہ چیز وہ نہیں چاہتی تھی۔

"اور کونسا اس کے پاس کوئی ثبوت ہوں گے۔ وہ تو میں ڈیل کر چکی ہوں۔ (بینش اور اس کی باتوں کے)۔ ویسے بھی میرا بھائی ایک انجان شخص کی بات پہ کیوں بھروسہ کرے گا۔"

خود کو دلاسے دیتی وہ کمرے میں موجود تھی۔ مگر نہیں جانتی تھی کہ اس کا بینش سے کیا وعدہ اس کی زندگی کا رخ ہی بدل دے گا۔

"شاید میں آپ کو سمجھا نہیں سکا اپنی بات پر خیر۔ میں نے کہا میں آپ کی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔"

فہیم کے جبڑے تنے تھے۔

"آپ مہمان ہیں میرے گھر۔ مہمانوں سے بدسلوکی میرے مزہب میں نہیں۔ آپ کی ہر بات میں نے تحمل سے سنی۔ اب آپ جاسکتے ہیں۔"

فہیم نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے ہاتھ کے اشارے سے باہر کا راستہ دیکھایا تھا۔ عافیہ بھی ان کے ساتھ کھڑی تھیں۔

"فہیم میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں وجہ صرف آپ کی ایمانداری کی ہے۔ (عاصم نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔) لیکن اپنی پسند میں نہیں چھوڑتا۔ یہ بات آپ بھی سمجھ لیں۔۔۔۔"

"عاصم صاحب آپ اب حد پار کر رہے ہیں۔ اپنی بہن کے بارے میں، میں ایک لفظ نہیں سنوں گا۔"

فہیم نے کھڑے ہوتے ہوئے عاصم کی بات کاٹی تھی۔

"آپ کی بہن نے مجھے فورس کیا ہے یہاں آکر آپ سے شادی کی بات کرنے پہ۔"

عاصم کے جواب پہ فہیم خاموش ہوا تھا۔ اب غصے کی جگہ حیرت تھی۔

"جھوٹ، جھوٹ بول رہا ہے یہ شخص فہیم۔ رباب ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ فواد کو پسند کرتی ہے۔"

عافیہ نے صوفے کے پیچھے سے نکل کر فہیم کے پاس آتے ہوئے کہا اور ایک تلخ نظر عاصم پہ ڈالی تھی۔

"مجھے آپ سے جھوٹ بولنے کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ خواہش۔" عاصم نے عافیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی مرضی ہے۔ آپ جیسا چاہیں کریں۔ آپ کی بہن ہے، آپ کو اسی پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح رباب اور میری محبت بھی سچی ہے۔ ہمیں اپنی محبت کو بچانے کے لیے جو کرنا ہوگا وہ کریں گے۔"

عاصم نے ڈریس پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تھے۔ فہیم اور عافیہ نے اس کے لہجے میں چھپی وارنگ کو بخوبی سمجھا تھا۔

"تمہارا کہنے کا کیا مطلب ہے؟"

عافیہ بیچ میں بولی تھیں۔ جبکہ فہیم نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکا تھا۔ اتنی دنیا تو فہیم نے بھی دیکھی تھی کہ سامنے کھڑا شخص اگر اتنے اعتماد لہجے میں بات کر رہا ہے تو سچ کی گنجائش ہوگی۔

"رباب اگر تمہیں پسند کرتی ہے تو مجھے یا پھر بھابھی کو کیوں نہیں بتایا؟"

"اس وقت میری اس سے ملاقات ہوئی ہی نہیں تھی۔ ہماری ملاقات تو ایک مہینہ پہلے ہوئی ہے۔ وہ آپ کو بتاتی بھی تو کیا۔ عاصم نے دو قدم فہیم کی جانب چلتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ اب بھی پوچھتے ہیں تو جواب آپ کو کچھ نہیں ملے گا سوائے چپ کے۔ وہ چپ چاپ اسی شخص سے شادی کر لے گی جس کو آپ نے اس کے لیے پسند کیا ہے۔ مگر میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ میں اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

عاصم نے ایک ایک لفظ فہیم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ کسی نے کہا ہے نہ کہ جھوٹ اتنا تواتر سے بولوں کہ لوگ اسے سچ گمان کرنے لگیں۔ عاصم نے بھی یہی طریقہ استعمال کیا تھا جس نے فہیم اور عافیہ کے دل میں شک کا بیج کافی مضبوطی سے بو دیا تھا۔

"اگر آپ کو کو چاہیے تو میری اور اس کی چیٹ آپ کو بھیج دوں گا مگر۔۔۔ تھوڑا اکورڈ ہو گا۔ ایٹس کوائٹ پرسنل نہ۔"

عاصم کا جملہ عافیہ کے کان میں ابھی تک گونجتا تھا۔ اس نے ایک نظر اخبار پہ موجود اس کی ہنستی مسکراتی تصویر پہ ڈالی تھی۔ اور غصے سے اسے توڑ موڑ دیا تھا اور ایک جانب پھینک دیا تھا۔

"عینی یار آج دوسرا دن ہے مگر تمہارے پھول نہیں آئے۔"

ماریہ نے ادھر ادھر بو کے ڈھونڈتے ہوئے عینی سے کہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے نہیں آئے اور آئے بھی نہ۔"

عینی نے فائل پہ حساب کتاب چیک کرتے ہوئے کہا۔

"عینی (وہ اس کے کان کے قریب ہوئی) کہیں وہ مر مرا تو نہیں گیا۔"

"اللہ نہ کرے۔ کیسی باتیں کرتی ہو تم۔"

ماریہ کی بات پہ عینی نے اس کے داہنے ہاتھ پہ ایک تھپڑ لگایا تھا۔ جبکہ عینی کے ایسا کہنے پہ ماریہ تو بے ہوش ہونے والی ہوئی تھی۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔ کیسی باتیں کرتی ہو تم۔۔۔ اللہ نہ کرے۔۔۔ کیسی باتیں۔۔۔"

"چپ کر جاوں۔ کتنا بولتی ہو تم۔"

اس سے پہلے وہ لاوڈ سپیکر بنتی اس کا کہا جملہ سب کو رٹواتی عینی نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"میں چپ کروں پر تم تو بولو۔ کہیں پسند وسند تو نہیں کرنے لگیں اسے۔ یار مجھے تو بتا دو۔"

ماریہ نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے کوئی جواب دیتی کیفے کا مالک ان کے سر پہ آن کھڑا ہوا تھا۔ وہ سر ہلاتی اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھیں۔ جبکہ باس کے جانے کے بعد ماریہ نے پھر سے اسے چھیڑا تھا۔ عینی نے سر جھکا لیا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کہا اسے خود نہیں معلوم تھا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

میں اپنی دوستی کو شہر میں رسوا نہیں کرتا

محبت میں بھی کرتا ہوں مگر چرچا نہیں کرتا

جو مجھ سے ملنے آ جائے میں اسکا دل سے خادم ہوں

جو اٹھ کر جانا چاہے میں اسے روکا نہیں کرتا

میں جسے چھوڑ دیتا ہوں اسے پھر بھول جاتا ہوں

پھر اس ہستی کی جانب میں کبھی دیکھا نہیں کرتا

تیرا اصرار سر آنکھوں پر کہ تم کو بھول جاوں میں

میں کوشش کر کر دیکھوں گا مگر وعدہ نہیں کرتا

آج پورے دو دن ہو گئے تھے۔ منصور نے عینی کو دیکھا تک نہیں تھا اور نہ اس کے لیے بوکے بھجوائے تھے۔ وہ جتنا اپنے کام میں مگن ہونے کی کوشش کرتا وہ اتنا ہی اسے یاد آتی۔ اپنی اس کیفیت سے وہ خود سے ہی ناراض ہو رہا تھا۔ فون کی رنگ پہ وہ اپنے فون کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ اسنے اپنی ماما کا نام دیکھ کر فون ریسیو کیا تھا۔

"یس مام"

"جینیفر شادی کر رہی ہے۔"

"واٹ؟"

وہ جو اپنے خیالوں میں مگن تھا مسز احمد کی بات سن کر چونک اٹھا تھا۔

"یہ سچ ہے۔مجھے ساری زندگی افسوس رہے گا کہ وہ تم نہیں جس سے جینیفر شادی کر رہی ہے۔"

"مام آپ کیا کہ رہی ہیں؟ جینیفر۔۔۔شادی۔۔۔اتنی جلدی۔ ایٹس ناٹ پاسیبل۔"

"وائے ایٹس ناٹ پاسیبل؟"

مسز احمد نے اب ذرا غصے سے بات کی تھی۔ انہیں اپنا ہی لڑکا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جبکہ دوسری جانب منصور خود حیران پریشان ہوا بیٹھا تھا۔ وہ اس کی دوست تھی۔ اپنی زندگی کا فیصلہ خود اکیلے کیسے لے سکتی تھی اور اسے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

"ماما! میں جانتا ہوں کہ ہم میں وہ رشتہ نہیں بن سکا جو آپ چاہتیں تھیں مگر ہم دنوں اچھے دوست تھے۔ اس نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

منصور نے اپنے ذہن میں امڈتے گلے کو آخر بیان ہی کر دیا تھا۔

"منصور! وہ شادی اپنی خوشی سے نہیں تمہارے ریجیکٹ کرنے کی وجہ سے کر رہی ہے۔ تمہارے لیے بچپن کی دوستی دوستی رہی لیکن اس نے تمہیں جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتے ہی دوست سے اوپر کا درجہ دے دیا تھا۔ اب جب تم نے اسے رد کر دیا تو وہ ہر وہ فیصلہ کرے گی جو اسے برا لگے گا۔"

"مام!"

منصور سے کچھ اور کہا ہی نہیں گیا۔

"وہ خود کو اذیت دے رہی ہے منصور اور کچھ نہیں۔ اور میری بات غور سے سن کو اگر اسے زندگی میں کوئی تکلیف ہوئی تو اس کے ذمہ دار بس تم ہو گے۔"

اس نے اپنی مام کے لہجے کو بھیگتا ہوا محسوس کیا تھا۔ اس کی مام کب کا فون رکھ چکی تھیں مگر وہ ابھی تک فون کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔

"سر! مے آئے؟"

جیری کے دروازہ ناک کرنے پر وہ حواس میں واپس آیا تھا۔

"سر یہ کچھ فائلز پہ آپ کے سائن چاہیں۔"

"جیری ڈرائیور کو کہ تیار رہے مجھے ابھی باہر جانا ہے۔"

"سر پر یہ فائلز؟"

"تم سے جتنا کہا ہے وہ کرو۔ سمجھے"

اپنا والٹ دراز سے نکالتے منصور نے اسے رک کر ذرا غصے سے کہا تھا۔

جیری یس سر کہتا باہر کی جانب نکلا تھا۔ اس کے مطابق منصور کا موڑ آج پھر خراب تھا۔

"فواد۔۔۔فواد۔۔۔فواد۔۔۔۔"

وہ کب سے آنکھیں بند کیے اس کے نام کا ورد کیے جا رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنی حویلی میں موجود تھی۔ اس کی امی جان نے اسے فوراً کراچی سے اپنے آبائی گاوں بلایا تھا۔ وجہ اسے معلوم نہیں تھی مگر اس کا یہاں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی پڑھائی کے سلسلے میں وہ کراچی ہاسٹل میں رہتی تھی۔ اسی دوران اس نے پہلی بار فواد کو دیکھا تھا۔ اسے وہ دن اور تاریخ ہمیشہ کے لیے یاد رہنی تھی۔ ان سب دوستوں کا پلان سی ویو کے لیے بنا تھا۔ انہوں نے جھوٹ بول کر ہاسٹل سے فرینڈ کے گھر جانے کا پلان بنایا تھا یہ الگ بات تھی کہ کس کس کو کتنی جگہ اور کب رشوت دی تھی۔ پیسہ اس کے لیے معمولی ثابت ہوا تھا۔ جس سے وہ اپنی ہر من پسند چیز خرید لیتی تھی۔ سی ویو کے بعد انہیں بھوک لگی تو ان سب کا میکڈونلڈ پہ جانے کا ارادہ بن گیا۔ پیسوں کے لیے پھر اسی کی جانب دیکھا گیا تھا اور اس نے دریا دلی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ سب میک ڈونلڈ کے دروازے پہنچ چکی تو اسے یاد آیا کہ اپنا پرس تو وہ گاڑی میں چھوڑ آئی ہے۔

"تم سب اندر جاو۔ میں پرس لے کر آتی ہوں۔"

گاڑی چونکہ دوسری جانب پارک ہوئی تھی اس لیے اس نے بے دھیانی میں سڑک پار کرنا چاہی تو سامنے سے آتی بس اسے دیکھائی نہ دی۔ وہ شاک میں وہیں رک گئی۔ اس سے پہلے وہ بس اسے روندتی ہوئی نکل جاتی کسی نے اسے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔ وہ مخالف کے شانے آ لگی تھی۔

دو سیکنڈ تو اس کو سمجھنے میں لگے کہ یہاں کیا ہوا۔ اپنی موت کو سامنے دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔ خوف سے چہرہ زرد ہوا تھا اور آنکھوں میں آنسو بھر گئے تھے۔ آس پاس لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ جبکہ بس والا بس لے کر یہ جا وہ جا ہو چکا تھا۔

"ہوش میں ہو بی بی۔"

فواد نے اسے اپنے کندھے سے بگڑے ذاویے کے ساتھ جدا کیا تھا۔ اس کی فرینڈز شور سن کر باہر آ چکی تھیں۔

"اگر اللہ نے آنکھیں دی ہیں تو ان کا استعمال بھی کر لیا کرو۔"

فواد اس سے کہتا دوسری جانب چلا گیا تھا جبکہ اس کی فرینڈز اس کے قریب اس کی صحت پوچھ رہی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے سب کو کہا تھا۔ رش ایک ایک کر کے ختم ہونا شروع ہوا تھا۔

"چلو ہاسٹل واپس چلتے ہیں۔"

اس نے سب سے کہا تھا۔ اور سب اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے مان بھی گئیں تھیں۔ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس نے اپنے مسیحا کو ادھر ادھر تلاشا تھا۔ سڑک کے دوسری جانب وہ اسے ایک گاڑی کے پاس کھڑا نظر آیا۔ اس کی کمر اس کی طرف تھی۔ گاڑی میں بیٹھنے تک وہ اس کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ جیسے ہی ان کی گاڑی چلی تھی وہ ہنستے ہوئے اس کی جانب مڑا تھا۔ چہرے پہ موجود دونوں ڈمپل ظاہر ہوئے تھے۔ اور انہیں پہ دیا جہانگیر اپنا دل ہار بیٹھی تھی۔

"بی بی جی آپ کو بڑی بی بی بلا رہی ہیں۔"

خادمہ کی آواز پہ وہ حواس میں آئی تھی۔ فوراً سے ان کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

"تمہارا سارا سامان ہاسٹل سے جہانگیر ولا شفٹ کروادیا گیا ہے۔ اب سے ہم وہیں رہیں گے۔"

"ماما جانی! پر کیوں؟ اور ہم؟ کیا آپ بھی وہاں جارہی ہیں؟"

"میں نہیں ہم دونوں۔۔۔ تمہاری بھابھی سے ملنے۔"

نسیمہ بیگم نے اسے حیرت ذدہ کیا تھا۔

"رحیم بخش چچا! عاصمہ کدھر ہے؟ اسے بھیجیں۔"

اس نے لان کی جانب جاتے ہوئے رحیم بخش کو مخاطب کرکے کہا تھا۔

"صاحب!"

ان کے بلانے پہ وہ واپس مڑا تھا۔

"سب خیریت ہے رحیم چچا"

ان کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات دیکھ کر وہ واپس مڑا تھا۔

"صاحب وہ۔۔۔ عاصمہ کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔ کل سے چھینکے چلی جارہی ہے۔"

"آپ کو بتانا چاہیے تھا نہ۔ کل کا سارا کام اس نے بیماری کی حالت میں کیا۔مجھے معلوم ہوتا۔۔۔"

"اس نے نہیں کیا صاحب۔ بی بی جی نے کیا تھا۔ وہ تو ایک جانب بیٹھی رہی تھی۔"

رحیم بخش کے کہنے پہ وہ حیران ہوا تھا۔ پھر خود پہ کنٹرول کرتا وہ ڈاکٹر کو بلانے کا کہ گیا تھا۔ اس کے نزدیک زندگی کی قیمت ایک جیسی تھی پھر چاہے وہ غریب کی ہو یا پھر امیر کی۔ ڈاکٹر کو فون کرنے کے بعد اس کی نظر کھڑکھی میں کھڑی رباب پہ پڑی تھی۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا جبکہ وہ آسمان سے۔ جانے کتنے ہی پل گزر گئے تھے دونوں میں سے کوئی بھی نظریں پھیرنے کو تیار نہیں تھا۔ خود پہ حیران ہوتا وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"بینش!"

"ہم مممم!"

فون میں مگن بینشن نے نور کو جواب دیا تھا۔

"میں کہیں جانا چاہتی ہوں؟"

اس کے سر جھکا کر کہنے پہ بینش نے فون کو ایک جانب رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا نور؟"

وہ پریشان ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں۔ بس تھوڑی دیر کے لیے۔ میں۔۔۔ میں۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم رو تو مت۔"

اسے آنسو بہاتا دیکھ کر بینش نے اسے گلے لگایا تھا۔

نوراور متواتر سے رونے لگی تھی ۔بینش کے سمجھ میں نہیں آیا تھا اس کا اس طرح سے رونا جبکہ نور اپنی دوست سے جھوٹ بولنے پہ رورہی تھی ۔ اوروجہ صرف وقاص تھا۔

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی
تم کو یاد ہے جب میں نے محبت کی تھی
اسے رازدان سمجھ کر بتایا تھا حال دل
پھر اس شخص نے مجھ سے عداوت کی تھی
جب تیری یادوں نے آنکھوں کو بھیگویا تھا
میں نے ایک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی
اس کو چھوڑ کر ہنستے ہوئے گھر آکر
اتنا روئے تھے کہ آنکھوں نے شکایت کی تھی۔
میرے اجڑنے کا سبب جب کسی نے پوچھا
میں نے بس اتنا بتایا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔محبت کی تھی۔

"نوری !میری جان۔۔۔نہ۔نہ۔نہ کسی اور کی جان !اور کتنی دیر یہاں رکنے کا ارادہ ہے۔ "
پچھلے آدھے گھنٹے سے بینش نور کے ساتھ پارک میں بیٹھی تھی۔ وہ اس کے ساتھ آ تو گئی تھی مگر اس کا دل بالکل بھی نہیں تھا۔اس لیے اس نے نور سے پوچھ ہی تو لیا تھا۔

"تم۔۔۔تنگ آگئی ہو نہ مجھ سے۔"

نور نے ہاتھ سے گھاس کو توڑتے ہوئے کہا۔اس کی نظریں جھکی ہوئیں تھیں۔ نور کی بات پہ بینیش نے اپنی داہنی آئی برو کو اوپر اٹھایا تھا۔

"ادھر دیکھنا ذرا۔"

بینش نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا تھا۔ نور نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں تم سے تنگ آوں گی۔ہاں!"

"سوری!"

بینیش نے نور سے سوال کیا تھا۔ یہ وہ دونوں جانتی تھیں کہ وہ دونوں ایک دوجے کے لیے کیا ہیں۔ نور نے آنسو روکتے ہوئے اس سے سوری کیا تھا۔ بینیش نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"بہت اچھے۔سوری۔"

بینیش نے منہ بنا کر اس کی نقل کی۔

"میں تو بس اس لیے کہ رہی تھی کہ وہ دونوں چڑیلیں بھی نہیں آئی ہیں ابھی تک اور تم کچھ کہ بھی نہیں رہی ہو۔"

بینیش نے بے وجہ وضاحت دی تھی۔ اس نے اپنی بات کہ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ ہنوز گھاس کو توڑنے میں مگن تھی۔

"کیا ہوا ہے نور۔ مجھ سے کچھ تو کہو۔کیوں پریشان ہو۔"

بینیش اس سے پوچھنا چاہتی تھی مگر ہمت نہیں کر سکی۔

کتنے سوال تھے اس کے پاس مگر جواب نہیں۔ اس سے پہلے وہ اپنی سوچوں میں اور مگن ہوتی اس کا فون رنگ ہوا تھا۔

رباب کا نمبر دیکھتے ہی اس نے فون کان سے لگایا تھا۔

"کہاں ہو تم چڑیلوں؟ کب سے انتظار کر رہے ہیں ہم۔۔۔"

وہ کچھ پل خاموش ہوئی تھی۔ شاید رباب نے کچھ کہا تھا۔

نور نے اس کی جانب دیکھا تھا اور اس کے بگڑے لہجے کو بھی۔

"تمہارے پاس آنکھیں نہیں ہیں کیا؟ روکو آتی ہوں میں۔"

بینیش نے بگڑا لہجہ کر کے اس سے کہا تھا اور فون بند کر کے واپس پرس میں ڈالا تھا۔ نور ابھی تک اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کیا؟؟؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ جہاں تم مجھے لے کر بیٹھی ہو نہ وہ جگہ ان دونوں کو نہیں مل رہی۔ لے کر آنا پڑے گا انہیں۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ آجائیں گی۔ تم۔۔۔"

"ارے ڈرو نہیں۔ دو منٹ بس ابھی آتی ہوں۔"

بینیش اس سے کہتی آگے کی جانب چلی گئی تھی۔ جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی نور نے اسے دیکھا تھا۔

"کیا کروں اب؟ پیچھے چلی جاوں۔ ہاں یہاں آکر غلطی کی ہے میں نے۔"

"پر میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔"

وہ خود سے باتیں کررہی تھی کہ اپنے پیچھے سے مردانہ آواز سنتے ہی اس کے اوسان خطا ہوئے تھے۔

"یہ تم ہمیشہ اتنے عجیب کیوں رہتے ہو؟"

"کیا مطلب عجیب؟"

"مطلب۔۔۔۔ عجیب۔۔۔ سٹرینج۔۔۔"

جینیفر نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا تھا۔

"میں عجیب یا سٹرینج نہیں ہو۔"

"ہو۔ نہ کسی سے بات کرتے ہو نہ ہنستے ہو۔ youknowsmileincreaseoneslife."

"nonsense"

جینیفر کی بات پہ منصور نے کہا بھی تو کیا۔ اس نے منہ پھولا لیا تھا۔

"میری ماما نانسنس نہیں ہیں۔"

اسنے ایسے ہی بیٹھے ہوئے کہا تھا۔ مگر وہ بالکل خاموش تھا۔ جینیفر اسے گھورتی ہوئی وہاں سے چل دی تھی۔

"جینیفر!"

احمد بلائے اور جینیفر نہ رکے ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ لبوں پہ مسکراہٹ لیے وہ رک تو گئی تھی مگر پلٹی نہیں تھی۔ وہ خود ہی اس کے قریب آیا تھا۔

"تمہارے لیے۔"

اس نے ایک پھول اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"تم میرے لیے لائے۔ سو سوئیٹ۔"

وہ خوش ہو گئی تھی۔ اس کی تھوڑی سی توجہ پہ وہ خوش ہو جاتی تھی۔ وہ کتنا بھی عجیب تھا مگر اسے اچھا لگتا تھا۔

"وہاں دیکھو"

اس نے انگلی کا اشارہ داہنی جانب کیا تھا۔ جینیفر نے وہاں دیکھا تھا وہاں ایسے ہی پھول لگے ہوئے تھے۔

"وہاں سے توڑا ہے لے کر نہیں آیا۔"

سارا مزہ کرکرا کرتا وہ آرام سے آگے چل دیا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ لے کر نہیں آئے مگر توڑا تو ہے نہ۔ ویسے مجھے یہ پسند ہے۔"

جینیفر نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے کہا تھا۔

"میں کتنی بے وقوف تھی احمد۔ تمہاری توجہ پہ صرف اپنا حق سمجھا میں نے۔ اب دیکھو کیا حال کر لیا خود کا میں نے۔ کاش۔ کاش کہ بچپن میں ہی تم سے دور ہو جاتی اب اتنی تکلیف تو نہ ہوتی مجھے۔"

اس نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

"mam! Your phone is ringing."

میڈ نے لان میں آکر اسے اس کا فون دیا تھا۔ فون پہ احمد کالنگ صاف نظر آرہا تھا۔

"تو تمہیں پتہ لگ ہی گیا احمد۔ پر اب فرق کیا پڑتا ہے۔"

اس نے منصور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا اور فون سائلنٹ

پہ لگا دیا تھا۔

جب تیری یادوں نے آنکھوں کو بھیگویا تھا

میں نے ایک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی

"سر! مسز جہانگیر کو آپ کی شادی کی خبر ہو چکی ہے۔"

وہ اپنے نئے پراجکٹ پہ مصروف تھا جب احتشام نے اس کے سر پہ بم پھوڑا تھا۔ وہ ایک دم سن ہوا تھا۔ پھر اسے گھور کر دیکھا تھا۔ جس پہ احتشام نظریں جھکا گیا تھا اور عاصم کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔ وہ چلتا ہوا احتشام کے روبرو ہوا تھا۔

"سر جھکا کر مجھے یہ ثابت مت کرو کہ انہیں تم سے خبر ملی ہے۔"

"سوری سر"

"تممممم؟"

احتشام کے اعتراف کے بعد عاصم کا دل کیا کہ اسے اپنی نظروں کے سامنے سے غائب کر دے۔

"جاؤ یہاں سے۔۔۔۔"

وہ عاصم کا بگڑا چہرہ دیکھ کر وہاں سے واپسی کے لیے مڑ گیا مگر اس کی آواز پہ لوٹنا پڑا۔

"رکو۔۔۔۔ وجہ جان سکتا ہوں۔"

"سر انہیں پہلے سے کہیں سے خبر ملی تھی۔ جب انہوں نے مجھ سے کنفرم کیا تو میں انکار نہیں کر سکا۔ "

"چلیے جاو احتشام۔ کل سے پہلے نظر نہیں آنا مجھے۔ "

اس میں صرف اتنی ہی سکت تھی۔ اگر احتشام اس کا وفادار نہ ہوتا تو وہ اسے کب کا فارغ کر چکا ہوتا۔ جبکہ احتشام فوراہی واپس مڑگیا تھا۔ فلحال اس کا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔

"اب کیا؟ گھر چل کر دیکھتا ہوں۔ "

وہ خود سے باتیں کرتا گھر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ یہ سب سوچے بغیر کے جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

"ماریہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"تمہارے اس لور کو ڈھونڈنے۔ "

اس نے آرام سے جواب دیا تھا۔

""وہ میرا کچھ نہیں ہے اور۔۔ مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔"

عینی کی بات پہ وہ بگڑی تھی۔

"اچھا جی! وہ میرا کچھ نہیں اور مجھ سے ایسی باتیں مت کرو کا کیا مطلب؟ تم کیا چھوٹی بچی ہو۔ یار انسانیت کے ناتے ہی سہی تمہیں خبر گیری تو کرنی چاہیے نی۔ کہیں بے چارا مر مُرا نہ گیا ہو۔۔۔ "

"کتنا اول فول بولتی ہو تم۔ چپ کر جاو"

اس کی چلتی زبان کو عینی نے بریک لگوائی تھی۔

"دیکھو تو فکر کتنی ہے اور مجھے کیسے الگ کیا جا رہا ہے۔ کان کھول کر سن لو قراۃ العین بی بی سب کچھ جانے بغیر میں تمہاری جان نہیں چھوڑوں گی۔ ہاہاہایا۔۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اس سے مل چکی ہو اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔"

وہ تو کسی اور کی سن ہی نہیں رہی تھی۔

"تم خود کے مفروضے گھڑنے سے باز آوگی یا نہیں۔"

“keepsilence.bothofyoucomeinside.”

ان دونوں کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ لڑتے لڑتے انہوں نے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔

"یار یہ کھڑوس اب کیوں بلا رہا ہے۔ مجھے تو کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ کہیں نوکری سے تو فارغ نہیں کرنے لگا۔ یار میری تو ابھی کمیٹیاں بھی پڑیں ہیں۔"

"کیا؟"

عینی نے چلتے ہوئے اس کی جانب دیکھتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"امی نے ڈالیں ہوئیں ہیں انڈیا میں۔"

اس نے بے بسی سے کہا تھا۔

"دیکھتے ہیں۔ انشاللہ اچھا ہی ہوگا۔"

وہ دونوں آگے پیچھے اندر داخل ہوئیں تھیں۔

"عاصمہ! تمہاری طبعیت کیسی ہے اب؟"

"پہلے سے بہتر ہوں میم۔ آپ نے کل جو میرے لیے کیا میں اس کی شکر گزرا ہوں۔"

عاصمہ نے شکر گزار لہجے میں اس کی مدد کرنے کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جبکہ رباب اپنی جگہ شرمندہ ہوئی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہی ہے۔"

رباب نے بات بدلنے کی غرض سے جملہ کہا تھا مگر وہ اس گھر والوں کے لیے کتنا دکھ لاتا تھا یہ اسے اندازہ نہیں تھا۔

"ایسا نہیں ہے میم۔ ہر انسان ایسا نہیں ہوتا جو دوسروں کی مدد کرے۔ کچھ لوگ تو راہ میں پڑے مرتے ہوئے آدمی تک کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کے گھر میں بھی کوئی ان کی راہ تکتا ہوگا۔"

عاصمہ نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ رباب نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت لان میں کھڑیں تھیں۔

"کس کی بات کر رہی ہو عاصمہ؟ کیا تمہارا کوئی بھائی۔؟"

رباب نے اندازہ لگانا چاہا تھا۔

"بھائیوں سے بڑھ کر تھا میم۔ حسام بھائی۔"

عاصمہ نے اپنے آنسو صاف کیے تھے یہ سوچے سمجھے بغیر کے رباب اپنی جگہ سن ہو گئی تھی۔

"یہ کون؟ بی بی جی آئیں ہیں۔"

گیٹ سے گاڑی اندر داخل ہوتی دیکھ کر ہی عاصمہ نے پہچان لی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی ان کی جانب چلی گئی تھی جبکہ رباب کے کانوں میں عاصمہ کے کہے جملے گونج رہے تھے۔

اس نے آواز سنتے ہی بھاگنے کے لیے قدم بڑھائے تھے۔ اس سے پہلے وہ رفو چکر ہوتی اس کا داہنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں تھا۔

"بھاگ کیوں رہی ہو؟ میں تمہیں کھا تھوڑی جاوں گا۔"

وہ شخص اس کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ نور اب باقاعدہ کانپنے لگی تھی۔ اس کا ہاتھ ہنوز اس کے ہاتھ میں تھا۔

"جتنا سوچا تھا اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو تم۔

پتہ ہے پورے ڈیڑھ گھنٹے سے انتظار کر رہا تھا تمہارا۔ اور تم آئی بھی تو اپنی دوست کے ساتھ۔ پھر اس کے جانے کا انتظار۔ اور ذرا ہماری ملاقات کو تم غلطی کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔ تم رو کیوں رہی ہو؟"

وقاص اپنی ہی باتوں میں مگن تھا کہ اس کے رونے نے اس کو واپس حال میں کھینچا تھا۔

"میرا۔۔۔۔ہاتھ۔۔۔"

وقاص نے بگڑے منہ کے ساتھ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"اب ٹھیک ہے۔ اب تو خاموش ہو جاو۔"

وقاص کے ہاتھ چھوڑنے پر وہ اس سے دو قدم دور ہوئی تھی۔

رونا اب بھی جاری تھا مگر کچھ ٹھہراو ضرور آ گیا تھا۔

"یار اب ایسے تو مت کھڑی رہو۔مجھے تمہاری آنکھوں کا رنگ دیکھنا ہے۔"

وقاص نے اس سے خوشگوار لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے۔۔۔جانا۔۔۔۔ہے۔۔۔وہ آجائیں۔۔گی۔۔"

نور نے بامشکل اٹک اٹک کر جملہ مکمل کیا تھا۔جیسے سن کر وقاص نے خود پہ کنٹرول کیا تھا۔

"بالکل نہیں۔ابھی تو میں نے تمہیں ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں اور تم جانے کی بات کرتی ہو۔"

"پلیز۔۔۔آپ کے بلانے پہ۔۔آگئی ہوں مگر۔۔۔۔۔۔جانے دیں۔۔"

بات کے اختتام پہ وہ دوبارہ رونا شروع ہوگئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔میں چلا جاتا ہوں۔مگر اس سے پہلے۔۔۔تم یہ رکھ لو۔"

وقاص نے ڈبہ پیک موبائیل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں۔۔۔نہیں۔چاہیے۔۔"

نور ڈر کے پیچھے ہوئی تھی۔مگر اس میں وہ یہ بھول گئی تھی کہ پیچھے گھاس میں چھوٹے گڑھے بنے ہوئے تھے۔اس میں اس کا پاوں رکھا گیا تھا۔جس کی وجہ سے وہ ڈسبیلنس ہوئی تھی۔اس سے پہلے وہ نیچے گرتی وقاص نے اسے ہاتھ سے کھینچ کر اپنی جانب کیا تھا۔وہ گرنے سے تو بچ گئی تھی مگر اس وقت وقاص کے قریب تھی۔اس نے اسے نظریں اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اور اسے دھکا دے کر وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

"یہ اندھا دھند کہاں بھاگے چلی جارہی ہو؟"

نور بھاگتے ہوئے رباب سے ٹکرائی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟"

عینی نے پوچھا۔

"تمہیں کوئی پریشان کر رہا ہے کیا؟"

رباب نے پھر پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں تو۔۔"

نور نے اپنے آپ پہ قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہٹو مجھے دیکھنے دو ذرا۔"

بینیش نے اس جگہ دیکھا تھا جہاں وہ کچھ دیر پہلے بیٹھی تھی۔ وہاں آس پاس تک کوئی نہیں تھا۔

"وہاں تو کوئی نہیں ہے۔ پھر اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو تم؟"

بینیش نے اس سے پھر پوچھا تھا۔

"میں بس ڈر گئی تھی۔ تم۔۔ نہیں آئی تو۔۔۔"

نور نے بہانہ تلاشہ تھا۔

"چلو۔۔ یہ کوئی ڈرنے کی بات ہے۔"

بینیش کے دوبارہ کہنے پہ نور نے سر جھکا لیا تھا۔

"ارے بس بھی کرو اب چلو یہاں سے چلتے ہیں۔ سامنے بکسٹور پہ سیل لگی ہے۔ بکس لیتے ہیں جا کر۔"

"ہاں پھر گھر بھی تو جانا ہے۔ دادو اکیلے ہیں نہ گھر پہ"

رباب نے سب سے کہا تھا جبکہ عینی کے اگلے جملے پہ ان دونوں نے اسے گھورا تھا۔

"ٹھہرو ذرا تمہیں تو ابھی گھر بھیجتی ہوں میں۔ دادو کی پوتی۔"

عینی اس سے بچنے کے لیے رباب کے پیچھے چھپ جاتی ہے۔ رباب ان دونوں کو روک رہی ہوتی ہے۔ جبکہ نور نے ان سے نظریں بچا کر پیچھے دیکھا تھا جہاں وہ کچھ دیر پہلے وقاص کے ساتھ موجود تھی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی
تم کو یاد ہے جب میں نے محبت کی تھی
اسے رازدان سمجھ کر بتایا تھا حال دل
پھر اس شخص نے مجھ سے عداوت کی تھی
جب تیری یادوں نے آنکھوں کو بھیگویا تھا
میں نے ایک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی
اس کو چھوڑ کر ہنستے ہوئے گھر آ کر
اتنا روئے تھے کہ آنکھوں نے شکایت کی تھی۔
میرے اجڑنے کا سبب جب کسی نے پوچھا
میں نے بس اتنا بتایا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ محبت کی تھی۔

"امی! اچھا ہوا آپ جاگ رہی ہیں۔"

فواد نے گھر کے اندر آتے ہی نیچے پورشن میں بنے کمرے کی راہ کی تھی۔ جہاں اس کی ماں تھی۔ وہ ہنستا مسراتا کمرے میں داخل ہوا۔ اسے مسکراتا دیکھ کر ریحانہ بیگم بھی مسکرائی تھیں مگر ایسے جیسے خود کو تسلی اور ڈھارس دے رہے ہوں۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا پھلوں سے بھرا شاپر ایک سائیڈ پہ رکھا تھا اور ریحانہ بیگم کے پاس بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا۔

"کیسی طبعیت ہے اب آپ کی؟"

اس نے ریحانہ بیگم کے داہنے ہاتھ کی پشت کا بوسہ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"جب تک تم گھر نہیں آتے میں ٹھیک کیسے ہو سکتی ہوں۔ (وہ ہلکے سے مسکرائی تھیں۔) اب تم آ گئے ہو نہ تو مجھ میں جان بھی آ جائے گی۔"

"مجھے کہاں جانا ہے امی۔ بس یہ ہی روزگار تک اور کیا۔"

فواد نے ان کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"بینش؟؟؟؟؟؟"

ریحانہ بیگم کے لبوں سے پورا جملہ ہی ادا نہ ہو پایا البتہ فواد سمجھ سکتا تھا کہ وہ کیا ہوچھنا چاہ رہی ہیں۔

"گیا تھا اس کے پاس۔ وہ کچھ دیر کو خاموش ہوا تھا۔ ماں تک بہن کی اطلاع دینے کے لیے مناسب الفاظ کا چناؤ کرنا کتنا مشکل تھا یہ آج کوئی اس سے پوچھتا۔ انشاللہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

اس نے نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا تھا۔ بیٹے کے لہجے سے اس کی بات کا اثر تک جان لیتی تھی ریحانہ بیگم تو اب کیسے ممکن تھا بیٹے کے جھوٹ سے بے خبر رہتی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"انشاللہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

انہوں نے بیٹے کی ڈھارس بندھائی تھی۔

"امی! ہاسپیٹل میں فہیم بھائی اور عافیہ بھابی بھی آئے ہوئے تھے۔"

"کیوں؟ اب کیا ہمارے بکھرے گھر کا تماشہ دیکھنے آئے تھے۔ تم نے آنے ہی کیوں دیا؟"

ریحانہ بیگم کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔ انہوں نے بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کی تو فواد نے انہیں کندھوں سے پکڑ کر واپس لٹا دیا تھا۔

"آرام سے امی۔ اتنا ناراض مت ہوں۔ خیر خیرت ہی ہوچھنے آئے تھے۔"

"ناراض نہ ہوں۔ خیریت؟ مزاق اڑانے آئے ہوں گے۔ تمہاری میری ہم سب کی بے بسی کا۔ جانتے نہیں کیا کہ کر ٹھکرایا تھا تمہیں اس فہیم نے کہ تم اس کی بہن کی پسند نہیں ہو۔ وہ کسی اور کو پسند۔۔۔۔"

"بس کردیں امی۔ بس کردیں۔"

وہ کیسے برداشت کر لیتا اس لڑکی کے ساتھ کسی اور کا نام۔ مگر کر رہا تھا یا سچائی سے بھاگ رہا تھا۔ اتنے دنوں کے بعد بھی زخم تازہ تھا۔ ریحانہ بیگم کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ انہوں نے اپنے غصے میں بیٹے کے زخم نوچ ڈالے تھے۔ فواد نے ماں کو ٹوکا تو تھا مگر اس میں بے ادبی کا عنصر نمایاں نہیں تھا۔ مگر پھر بھی وہ ماں سے معافی مانگ رہا تھا۔

"سوری امی! آپ کہ سکتی ہیں آپ کو جو کہنا ہے۔ میں آپ کو نہیں روکوں گا امی۔ پر امی مجھے کچھ وقت دے دیں۔ مجھے خود کو سنبھال لینے دیں۔ اپنے گھر کو دوبارہ گھر بنا لینے دیں۔ پلیز امی!"

اس نے ریحانہ بیگم کی گود میں سر رکھ دیا تھا۔ کتنے ہی پل گزر گئے تھے وہ دونوں خاموش تھے دونوں ہی بے آواز رو رہے تھے۔

"فواد! چلو اٹھو کھانا لے کر آو۔ مجھے بھوک لگی ہے۔"

ریحانہ بیگم نے ماحول کے اثر کو دور کرنا چاہا تھا۔ ان کی بات سنتے ہی فواد نے سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

"آپ نے کھانا نہیں کھایا ابھی تک؟"

"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" رحانہ بیگم نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ بھی نہ امی۔ دوا بھی نہیں لی ہوگی ابھی تک۔

وہ ان سے کہتا کھڑا ہوا تھا۔ "میں ابھی کھانا لے کر آتا ہوں۔"

اس کا رخ باہر نکل کر کیچن کی جانب ہوا تھا۔ ان کے گھر جیسے حادثات کی نظر ہو گیا تھا۔ پہلے بینیش کا ایکسیڈنٹ۔ پھر رحانہ بیگم کا سیڑھیوں سے نیچے گرنا جس کی وجہ سے وہ آج تک چل نہیں پائی تھی۔ سونے پہ سہاگہ رباب کا شادی سے انکار کر دینا۔ ایک کے بعد ایک وقعات نے جیسے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ ڈاکٹرز نے ان کے دوبارہ سے چلنے پھرنے کی خوش خبری سنائی تھی مگر یہ تب ہی ممکن ہو پاتا جب وہ کوشش کرتیں۔ انہوں نے تو جیسے کوشش کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ بیٹے کو واپس آتا دیکھ کر انھوں نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

"جانی کچھ کہوں تو برا تو نہیں منائے گا۔"

نعمان نے وقاص سے کہنے سے پہلے پوچھا تھا۔

"ایسا کبھی ہوا ہے۔ بھائی کوئی بات کہے اور بھائی برا منائے۔ تو کہ جو کہنا ہے۔ پھر میں سوچوں گا تیرا منہ کسی سے توڑوانا ہے یا یہ شب کام میں خود کروں۔"

نعمان جو اس کے آدھے جملے پہ خوش ہوا تھا باقی کا جملہ سن کر وقاص کو دل ہی دل میں لعنتوں سے نواز چکا تھا۔ جبکہ وقاص ہنس رہا تھا۔

"مزاق تھا جانی۔ بتا کیا کہنا ہے۔"

نعمان کا سڑا ہوا منہ دیکھ کر اس نے فون میں ٹائپنگ چھوڑ کر اس کی جانب رخ کیا تھا۔

"اچھا بتا نا۔"

نعمان کو ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ وقاص نے پھر کہا تھا۔

"تو اس لڑکی کو چھوڑ دے۔"

"کس کی بات کر رہا ہے؟"

وقاص یک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"گڑیا کی۔"

وقاص کے تیور بگڑے تھے۔

"پہلے میری بات سن لے پھر کچھ کہنا۔"

نعمان نے پہلے ہاتھ اٹھا کر اس سے وقت مانگا تھا۔

"کل مجھے وہ لڑکی ویسی نہیں جیسی سے ہم آج تک ملتے رہے ہیں۔ دیکھا نہیں تھا کتنا رو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی گناہ کر رہی ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی دوستوں کے ساتھ آئی تھی۔ فون پہ بھی تجھے کتنی بار انکار کیا تھا۔"

نعمان نے اسے ایک ایک کر کے تمام باتیں یاد کروائی تھیں۔ وقاص نے سب کچھ تحمل سے سنا تھا۔

"اور اس نے وہ گفٹ بھی نہیں لیا تھا۔"

اسے خاموش دیکھ کر نعمان کی اور ہمت ہوئی تھی۔

"کہہ چکا جو کہنا تھا۔ اب میری بات سن۔ پہلے مجھے بھی وہ لڑکی ان سب جیسی نہیں لگی لیکن جس وقت وہ پارک آنے پہ مانی نا مجھے تبھی سے اس پہ شک ہو گیا۔ یقین جان اگر مجھے ذرا سا بھی علم ہوتا کہ وہ ان سب جیسی نہیں تو کب کا چھوڑ چکا ہوتا مگر۔۔"

"مگر کیا؟" نعمان نے پوچھا۔

"بازاوقات ہمیں نہ صرف اپنے بلکہ دوسروں کے کیے بھی سزا ملتی ہے۔ فطرت کا قانون ہے۔ کوئی اس سے بچ نہیں پایا ہے۔"

وقاص اس سے کہتا ہوا کمرے میں موجود کھڑکی کی جانب چلا گیا تھا۔

"کیا بات کر رہا ہے؟ ان سب کا اس لڑکی سے کیا تعلق ہے؟"

نعمان خفا ہوا تھا۔

"ہے تعلق ہے اور بہت گہرا تعلق ہے۔۔۔۔ وہ کچھ دیر کو خاموش ہوا تھا۔ اس کا نام نور ہے۔ بینش زبیر کی دوست"

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

نعمان اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا تھا۔

"اسے سزا ملے گی نعمان۔ بینش کو سزا ملے گی۔ اس کی بھی جو اس نے میرے ساتھ کیا اور اس کی بھی جو میں نور کے ساتھ کروں گا۔"

نعمان پہلی بار اس سے ڈرا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پھیلی سرخ ڈوری سے، اس کی لہجے سے، اس کے ارادوں سے۔

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس کھڑوس نے ہمیں جاب سے نہیں نکالا ورنہ ہم کہاں جاتے۔ سچ میں ہم لٹ جاتے۔ کیا منہ دیکھاتی میں اپنی کمیٹیوں کو۔"

ماریہ کی بک بک پہ عینی صرف مسکرائی جا رہی تھی۔ وہ دونوں کیفے ٹیریا سے اپنی اپنی جاب پہ جا رہی تھیں۔ عینی نے فلاور شاپ پہ جانا تھا جبکہ ماریہ نے ایک پیزا شاپ پہ جانا تھا۔ اس کے کالج سے جب بھی چھٹی ہوتی وہ وہاں چلی جاتی تھی۔ اور پر ڈے کے حساب سے پیمنٹ لیتی تھی۔ اب ایسا وہ کیسے کر لیتی تھی اسے نہیں معلوم تھا۔

"میں ہی کب سے بولے چلی جا رہی ہوں۔ تم بھی تو ساتھ دو میرا۔"

ماریہ نے اسے ساتھ چلتے چلتے ٹوکا تھا۔

"چلو تمہارے لوور کو ڈھونڈتے ہیں۔"

عینی جو کچھ کہنے لگی تھی اس کے یک دم کہنے پہ پھر آگ بگولہ ہوئی تھی۔

"وہ میرا کوئی نہیں ہے۔ سمجھ لو اس بات کو۔ اور مجھے کہیں نہیں جانا سوائے اپنی شاپ کے۔ خالہ کو پہلے بھی پتہ چل گیا تھا مجھے کہیں نہیں جانا۔ پلیز۔"

شروع میں لہجہ جتنا غصے والا تھا آخر میں اتنا ہی نرم ہو گیا تھا۔ ماریہ نے اس کے اس اتار چڑھاو کو غور سے دیکھا تھا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

ماریہ نے بگڑے منہ کے ساتھ کہا تھا اور آگے چل دی تھی۔

"ماریہ رکو تو۔۔۔ سوری۔۔"

وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ اس وقت وہ دونوں سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔ رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ آس پاس گھر بھی سنسان پڑے تھے۔

"ماریہ!"

عینی کی آواز بیچ میں رک گئی تھی۔ ماریہ کو جب پیچھے سے عینی کی آواز نہیں آئی تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ ایک نقاب اوڑھے شخص نے اسے بے ہوش کر کے گاڑی میں پھینکنے والے انداز میں اندر ڈالا تھا۔ وہ اس سے تیز چلنے کی وجہ سے فاصلے پہ تھی اس لیے جلدی نہیں پہنچ سکی۔ ماریہ اسے آواز لگاتے اس کی جانب بڑھی تھی مگر گاڑی تک پہنچنے سے پہلے ایک شخص دوسری جانب سے نکل کر اس کے پاس آیا تھا۔

"بھاگنا تو تمہاری فطرت میں ہے ماریہ۔ کب تک بھاگو گی اور کہاں تک بھاگو گی۔ کہا تھا نہ ایک دن تمہیں حساب دینا ہوگا۔ تو چلو حساب کا وقت آگیا ہے۔"

ماریہ ابھی تک سن تھی۔ کاش کے آج کا دن ہی نہ آتا۔ کاش وہ اس شخص کا چہرہ دیکھنے سے پہلے مر جاتی۔

"کیا ہوا پہچانا نہیں مجھے۔ تمہارا شوہر ہوں ڈارلنگ۔ جیسے تم نے جیل بھیجا تھا۔"

"ہاتھ مت لگاو مجھے گھٹیا گلیز آدمی۔"

اس نے جیسے ماریہ کے چہرے پہ بکھرے بالوں کو پیچھے کرنا چاہا تھا وہ اس سے ایسے پیچھے ہٹی تھی جیسی کوئی بدبودار شے سے پیچھے ہٹتا ہے۔

"عینی کو جانے دو۔ تمہارا حساب مجھ سے ہے نہ تو مجھ سے کرو۔ جانے دو اسے۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔"

"بالکل کوئی قصور نہیں لیکن۔ وارنٹی ہے۔ تمہارے کام کی۔ میرا کام کر دو تو اسے جانے دوں گا ورنہ؟"

"ورنہ کیا؟"

"وہ کام پھر یہ کرے گی۔ خوبصورت تو ہے۔ دام اچھے مل جائیں گے۔"

اپنی بات کہ کر وہ خباثت سے ہنسا تھا۔

"تم کل بھی بے غیرت تھے اور آج بھی بے غیرت ہو۔ ڈوب مرو تم۔۔۔۔"

وہ اور بھی کچھ کہتی مگر اس کی چلتی زبان کو لگام میک کے ایک تھپڑ نے لگائی تھی۔

"جو کہا ہے اس کے لیے تیار رہنا آج شام ورنہ تمہاری جگہ اس کو بھیجوں گا۔ سمجھی۔"

وہ اسے کہتا گاڑی میں بیٹھ کر جا چکا تھا اور ساتھ عینی کو بھی لے گیا تھا۔ وہ زمین پہ بیٹھتی روتی چلی گئی تھی۔ ایک سال پہلے وہ جس بری حقیقت سے بچ کر بھاگی تھی وہ دوبارہ لوٹ آئی تھی۔ مگر اس بار اس کی لپیٹ میں عینی بھی آگئی تھی۔

"بڑی بی بی! پانی لاو آپ کے لیے۔"

نسیمہ بیگم اس وقت لاونج میں صوفے پر براجمان تھیں۔ ان کے ساتھ دیا بیٹھی تھی۔ دونوں کی نظریں سامنے نظریں جھکائے کھڑی رباب پہ تھیں۔ عاصمہ نے ماحول پہ چھائی خاموشی کو دور کرنے کے لیے بڑی بی بی کی مخاطب کیا تھا۔ وہاں مسلسل خاموشی تھی۔ رباب اپنی جگہ مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔

"میرے لیے جوس لے آو۔ عاصمہ"

عاصمہ کے واپس مڑتے ہی دیا نے حکم دیا تھا۔ نظریں ہنوز اس پہ گڑی تھیں۔

"ماما جانی! کب تک ایسے گھورنا ہے میں تھک گئی ہوں۔"

نسیمہ بیگم نے ایک خفا نظر ساتھ بیٹھی اپنی اکلوتی لڑکی پہ ڈالی تھی۔ بڑی تو ہو گئی تھی مگر چلبلا پن نہیں گیا تھا۔ مجال جو کسی بات پہ سنجیدہ ہو پاتی۔

"سوری۔"

ماں کے گھورنے پہ سوری کہتی واپس اپنی جگہ پر سیدھی ہوئی تھی اور جوس کے گلاس سے ایک سیپ لیا تھا۔ جو ابھی عاصمہ نے اس کے آگے کیا تھا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

نسیمہ بیگم پہلی بار بولی تھیں۔

"ر۔۔رباب"

"زبان میں لڑکھڑاہٹ ہے کیا؟"

"نہیں۔۔۔نہیں تو۔۔"

"توصاف صاف بولو۔"

"رباب۔"

نسیمہ بیگم ایسے ہی بات کررہی تھیں جیسے اپنے بچوں سے کرتیں تھیں۔وہ تھوڑا پریشان ہوئی تھی پھر جیسے خود کو ان کے سوالوں کے لیے تیار کرگئی تھی۔جبکہ پاس بیٹھی دیا نے بامشکل ہنسی روکی تھی۔

"اپنے کمرے میں جاو دیا۔عاصمہ ہم دونوں کا سامان کمروں میں پہنچا دو۔"

انہوں نے سر پہ کھڑی عاصمہ اور دیا دونوں کو وہاں سے جانے کا کہا تھا۔خلاف معمول دیا جلدی اٹھ گئی تھی۔اس بات پہ نسیمہ بیگم نے زیادہ دھیان نہیں دیا تھا۔ان کا دھیان اس وقت سامنے کھڑی لڑکی پہ تھا۔

"اس گھر میں کیوں اور کس رشتے سے ہو؟"

"عاصم جہانگیر کی بیوی کی حیثیت سے۔۔۔"

رباب تو خود سوچ میں پڑگئی تھی وہ کیا جواب دے۔کس حیثیت سے رہ رہی ہے اس گھر میں۔مگر اس سے پہلے عاصم نے اس کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے جواب دیا تھا۔رباب نے ایک پل کو اپنے

ساتھ کھڑے عاصم جہانگیر کو دیکھا مگر وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا اس کی نظریں سامنے اپنی ماں کے چہرے پہ گڑی ہوئی تھیں۔

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی
تم کو یاد ہے جب میں نے محبت کی تھی
اسے رازدان سمجھ کر بتایا تھا حال دل
پھر اس شخص نے مجھ سے عداوت کی تھی
جب تیری یادوں نے آنکھوں کو بھیگویا تھا
میں نے ایک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی
اس کو چھوڑ کر ہنستے ہوئے گھر آکر
اتنا روئے تھے کہ آنکھوں نے شکایت کی تھی۔
میرے اجڑنے کا سبب جب کسی نے پوچھا
میں نے بس اتنا بتایا کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ محبت کی تھی۔

"بھائی مجھے معاف کر دیں۔ مجھے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کرے گی۔ میں نے تو سوچا تھا وہ دل سے مجھے چاہتی ہے، سمجھتی ہے، جانتی ہے مگر۔۔۔۔ بھائی ایسا نہیں ہے کہ مجھے ماما جانی یا آپ سے کوئی محبت نہیں۔ ہے بہت ہے مگر مجھے اس سے بھی محبت ہے۔ میں نے آپ

لوگوں کی خاطر جینے کی کوشش کی ہے۔ بہت کی ہے مگر مجھ سے نہیں ہو پایا۔ میں کیا کروں؟ مجھے کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ کبھی کبھی دل کرتا ہے خود کو مار ڈالوں۔ اس ازیت سے خود کو نکال لوں مگر میں ایسا نہیں کر پایا۔ بزدل ہوں نہ۔ مجھ میں ہمت نہیں۔ آپ سب لوگوں کے نزدیک یہ سب بے کار باتیں ہیں مگر میرے نزدیک نہیں بھائی۔ آپ نے اس دن پوچھا تھا نہ کہ میں ایسا کیوں پوچھ رہا ہوں کہ بغیر جانے آپ کو ایک شخص سے محبت ہو جائے صرف اس کے خیالات کو جان کر۔ یہ سچ تھا بھائی۔ مجھے ہوئی محبت، نہ اس کے چہرے سے، نہ اس کی آنکھوں سے۔ بس باتوں سے بھائی۔ مجھے اس کی باتیں اچھی لگیں۔ اور میں اپنا دل ہار گیا۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑا وہ کیسی دیکھتی ہے اور کیسی نہیں؟ بیک گراونڈ کیسا ہے اور کیسا نہیں۔ کیسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں۔ سب کچھ بے معنی ہو گیا میرے لیے۔

اب سوچتا ہوں تو ہنسی آتی ہے خود پہ اور رونا اپنی قسمت پہ۔ بھائی میں جینا چاہتا تھا صرف اس کے ساتھی۔ مگر وہ انکاری ہو گئی۔ پچھلے ایک ہفتے سے میں ہر پل مر رہا ہوں کہ اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ کو کسی اور کے نام ہو جائے گی۔ پل پل ازیت میں گزرتا ہے میرا۔ میرے زندہ رہنے کی امنگ مر چکی ہے۔ مجھے کوئی چاہ نہیں رہی۔ میں نہیں جانتا میری کتنی زندگی ہے مگر اتنا جانتا ہوں میں اس سے الگ ہو کر نہیں جی پاوں گا۔ میری مدد کریں بھائی پلیز۔۔۔"

اس کے بعد سارا صفحہ خالی تھا۔ آنسوؤں کے نشانات کی وجہ سے کچھ الفاظ جگہ جگہ سے دھندلے ہو گئے تھے۔ عاصم نے اپنے چہرے سے آنسو صاف کیے تھے۔ یہ خط اسے حسام کے کمرے سے اس کے جانے کے بعد ملا تھا۔ وہ خود کو کوستا رہا تھا۔ شاید یہ اسے پہلے مل جاتا تو وہ اپنے بھائی کی خوشی

اسے لا کر دے دیتا۔ پھر چاہے کچھ ہو جاتا۔ مگر ہم جیسا سوچتے ہیں ویسا کب ہوتا ہے۔ ساری زندگی کاش کاش. میں گزر جاتی ہے۔ وہ خود پہ قابو پاتا اپنی گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ خط واپس اپنے والٹ میں حسام کی تصویر کے پیچھے رکھا اور اندر کی جانب راہ کی تھی۔ اس کی ماں اندر تھی۔ اور شاید وہ بھی۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اور اس نے وہ ہی کیا تھا۔ رباب کو اپنی ماں کے سامنے اپنی بیوی تسلیم کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہوگی مگر اسے منانا آتا تھا۔ اسے سمیٹنا آتا تھا وہ کر لے گا۔ وہ صیحح تھا۔

"اپنے کمرے میں جاو رباب"

عاصم کا حکم پاتے ہی رباب فوراً سے پہلے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔ لاونج میں صرف ماں بیٹا موجود تھے اور دونوں کے بیچ گہری خاموشی۔

"ماما۔۔۔"

عاصم کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ نسیمہ بیگم صوفے سے اٹھتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ عاصم نے ایک افسردہ سے نظر کمرے کی جانب جاتی نسیمہ بیگم پہ ڈالی تھی۔

"یہ شاید تمہارا فون ہے۔"

ذکیہ بیگم نے بینش کے سامنے اس کا نور کو دیا گیا فون رکھتے ہوئے کہا تھا۔ بینش ایک دم چونکی تھی۔

"تو اس لیے وہ پریشان تھی کل۔ کہیں اس عورت نے۔۔۔،"

"کیا ہوا تمہارا ہی ہے نہ؟"

ذکیہ بیگم کے سوال پہ بینش اپنے خیالوں کو لگام لگاتی کھڑی ہوئی تھی۔

"جی بالکل میرا ہی ہے۔ آپ کو کہاں سے ملا۔"

بینش اب زکیہ بیگم کے پاس آکر کچھ فاصلے پہ بیٹھ گئی تھی جبکہ ریحانہ بیگم کی چھٹی حس بیدار ہوئی تھی۔

"لو جی آج کل کی لڑکیاں بھی نہ۔ دھیان رکھا کرو اپنی چیزوں کا ادھر ادھر پھینک دیتی ہو اور پھر پوچھتی ہو کہاں سے ملی۔"

اپنی بات کہنے کے ساتھ ہی وہ خود ہی ہنسی تھیں۔

"ریحانہ بہن چائے لے آنا۔ پانی میں پی کر آئی ہوں۔"

انہوں نے کچن میں ریحانہ بیگم کو آواز لگا کر کہا تھا۔ صبح گیارہ کا وقت تھا جب زکیہ بیگم ان کے گھر آ گئی تھیں۔ بینش ٹی وی دیکھتی ہوئی سیب کھا رہی تھی۔ سنڈے کی وجہ سے سکول سے چھٹی تھی۔

"ارے خالہ! یہ پھنکا نہیں تھا نور کو دیا تھا میں نے تاکہ جب کبھی بھی ضرورت ہو تو پولس کو فون کر سکے۔"

بینش نے سیب کی کاش منہ میں آرام سے رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ زکیہ بیگم ہنستی ہوئی یک دم چپ ہوئی تھی۔ وہیں رحانہ بیگم نے اپنا ماتھا پیٹا۔

"ارے ناراض کیوں ہوتی ہیں خالہ۔ دیکھیں جھگڑا کس گھر میں نہیں ہوتا۔ ہر گھر میں ہوتا ہے نہ۔ تو یہ پولیس وغیرہ کا نام ہی کافی ہوتا جھگڑا روکنے کے لیے۔۔۔"

"کیا باتیں لے کہ بیٹھ گئی ہو۔ چپ کر جاو (انہوں نے بینش کو گھورا تھا اور چائے زکیہ بیگم کے سامنے ٹرے میں رکھی تھی۔"

"آپ چائے پیجیے بہن۔ یہ تو فضول بولتی ہے۔"

ریحانہ بیگم نے بینش کو لتاڑا تھا۔ اور اسے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تھا۔

"دھیان رکھا کریں بہن فضول گوئی اچھی عادت نہیں۔"

ذکیہ بیگم نے چائے کا ایک سِپ لیا تھا۔

"نہیں بس کبھی کبھی۔۔۔۔"

"بچیاں ہیں بہن ان کا کیا برا منانا۔ مگر کیا ہے نہ مجھے نور کا فون لینا پسند نہیں۔ باہر کی دنیا کا کیا بھروسہ اپنی بچیاں بہت معصوم ہیں۔۔۔ڈر لگتا ہے۔"

ریحانہ بیگم نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ جبکہ بینش کب کی اٹھ کر کمرے میں جا چکی تھی۔

"اور بتائیں بہن! فواد کا کیا حال ہے۔ کب تک واپس آنے کا ارادہ ہے اس کا؟"

"ابھی کہاں؟ ابھی تو گیا ہے۔ دو سال کا ایگریمنٹ ہے اس سے پہلے تو نہیں آئے گا۔"

ریحانہ بیگم نے افسردہ ہوتے ہوئے کہا۔ بیٹے کی یاد کو اتنی آسانی سے کیسے بھلایا جا سکتا تھا بھلا۔

"بالکل بس اللہ اسے اپنی پناہ میں رکھے۔"

"آمین!"

دونوں نے بے ساختہ آمین کہا تھا۔

"اچھا بہن میں نے کہنا تھا کہ۔۔۔۔۔"

"امی! میں رباب کی طرف جا رہی ہوں۔"

زکیہ بیگم کی بات بینش کے پیغام کی وجہ سے بیچ میں رہ گئی تھی۔ دونوں نے بے ساختہ اس کی جانب دیکھا تھا جو باہر جانے کے لیے بالکل ریڈی تھی۔

""ابھی سے کیوں؟"

"کام ہے نہ۔ بائے خالہ!"

اس نے باہر جاتے جاتے کہا تھا جبکہ ریحانہ بیگم نے اسے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔ وہ رک تو گئی مگر مڑ کر زکیہ بیگم کی جانب منہ کیا تھا

"یاں یاد آیا خالہ! آپ کا بیٹا کل مجھے وہ چبارے والے خبیں آدمی ہیں نہ ان کے ساتھ کھڑا دِکھا تھا۔ میں تو کہتی ہوں ذرا نظر رکھیں اس پہ ایسا نہ ہو کہ؟؟؟ باقی آپ خود سمجھدار ہیں۔"

وہ پانی میں آگ لگاتی باہر چلی گئی تھی جبکہ ذکیہ بیگم کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ ریحانہ بیگم ایک بار پھر اس کی چلتی زبان سے خائف ہوئی تھیں۔ انہوں نے زکیہ بیگم کا دھیان کسی اور جانب لگایا تھا۔ مگر زکیہ بیگم کا دھیان ابھی تک بینش کی کہی باتوں کی جانب تھا۔

"فون کہاں ہے تمہارا؟"

بینش رباب کے گھر جانے کے بجائے نور کے پاس آگئی تھی۔

"امی کو مل گیا۔"

اس نے چھاڑو ایک جانب رکھتے ہوئے جواب دیا تھا اور سنک پہ ہاتھ دھونے گئی تھی۔

"ایسے کیسے مل گیا۔ اور انہوں نے پھر تمہیں مارا تو نہیں نہ۔"

بینش نے اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے نور سے پوچھا تھا۔

"ارے نہیں بلکہ کچھ کہا ہی نہیں۔ صوف اتنا پوچھا کہ کس نے دیا۔ پھر خود ہی کہنے لگی یہ بینش کا ہے اس نے ہی دیا ہوگا تمہیں اور باہر چلی گئی۔"

نور نے معصومیت سے ساری بات بتا دی تھی۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

"میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔ سچ میں یار۔"

اس نے بینش کو تسلی دی تھی۔

"اچھا چلو عینی کے گھر جاتے ہیں۔ چھوڑو یہ سب"

اس نے نور کے ہاتھ سے ڈسٹنگ کا کپڑا لے کر ایک طرف پھینکا تھا۔

"نہیں بینش ابھی کام ہے۔ شام میں چلتے ہیں۔"

"نور۔۔؟"

"بہت بری ہو تم۔ جاتی ہوں میں۔"

اس کو مسلسل انکاری دیکھ کر بینش کو ہی پیچھے ہٹنا پڑا۔ وہ بھی ٹھیک تھی ابھی تو اسے سارا کام کرنا تھا تو اسے شام کا کہہ کر وہ واپس چلی گئی تھی۔ رخ اب رباب اور عینی کی جانب جانے کا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ہی نور نے ڈسٹنگ شروع کر دی تھی۔ ٹھیک دو منٹ بعد دروازہ دوبارہ ناک کیا گیا تھا۔

"بینش یار کیا ہے نہیں جا سکتی تمہارے ساتھ ابھی۔"

"اتنی بے مروت ہو تم گھر آئے مہمان کو ایسے ہی بھیج دو گی۔"

نور نے بینش کو سمجھ کر دروازہ کھولا تھا مگر وہاں وقاص کو دیکھ کر وہ سچ میں حیران ہوئی تھی۔

"چھوڑو مجھے۔ کون ہو تم؟ کیوں باندھا ہوا ہے۔ جانے دو۔ پلیز!"

وہ رو رو کر تھک چکی تھی۔ چِلا چِلا کر اس کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ مگر وہ لوگ تھے کہ اسے کھول ہی نہیں رہے تھے۔ کون تھے اور کیوں پکڑا ہوا تھا۔ نہیں جانتی تھی۔ وہ بس روتی ہوئی اپنے رب کو پکارنے لگی تھی۔

"کیا میرا اب تنا بھی حق نہیں کہ تم میرا فون ریسیو کر سکو یا پھر مجھے بتا سکو کہ تم شادی کرنے جا رہی ہو۔" منصور نے اس کے روبرو آکر شکایت کی تھی۔

"میں نے سوچا شاید تم بزی ہو۔"

"تمہارے لیے میں بزی نہیں ہوتا جینیفر تم میری پہلی ترجع ہو۔"

"تمہاری انہی باتوں نے تو مجھے پہلے بھی خوشگماں کیا تھا مگر اب نہیں۔ میں جانتی ہوں تمہاری زندگی میں میری کیا حیثیت ہے۔"

"جینیفر! تم غلط سمجھ رہی ہو۔"

"کیسے ہو تم؟"

"پتہ نہیں کیسا ہوں؟۔ میری چھوڑو تم تو خوش ہوگی شادی کر رہی ہو۔"

"اپنی شادی پہ ہر کوئی خوش ہوتا ہے تو میں کیوں نہیں ہوں گی۔ ظاہر سی بات ہے بہت خوش ہوں۔"

www.urdunovelsmania.com

"مگر میں نہیں۔"

جینیفر کا دل ایک بار پھر خوش گمان ہوا تھا۔

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی

تم کو یاد ہے جب میں نے محبت کی تھی

اسے رازدان سمجھ کر بتایا تھا حال دل

پھر اس شخص نے مجھ سے عداوت کی تھی

جب تیری یادوں نے آنکھوں کو بھیگویا تھا

میں نے ایک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی

اس کو چھوڑ کر ہنستے ہوئے گھر آ کر

اتنا روئے تھے کہ آنکھوں نے شکایت کی تھی۔

میرے اجڑنے کا سبب جب کسی نے پوچھا

میں نے بس اتنا بتایا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ محبت کی تھی۔

زندگی تو جڑنے کا نام ہے ٹوٹنے بکھرنے کا نہیں۔ پھر اس کی زندگی کیوں سب کے ٹوٹنے کا سبب بن گئی تھی۔ ایک جانب اس کے بھائی بھابھی دوسری جانب فواد اور بینیش جبکہ تیسری جانب اس کا شوہر اور اس کی فیملی۔ سب کچھ ہی تو بکھرنے لگا ہوا تھا۔ اور حسام؟ وہ تو اب تک سوالیہ نشان بنا کھڑا

تھا۔ کیا کرتی جو اسے سب کچھ معلوم ہو جاتا۔ بینش تو خود ہوش و خرد سے بے گانہ ہے وہ کیا بتا سکتی تھی۔ مگر ساری کڑیاں اسی کے ساتھ تو جڑی تھیں۔ وہ اپنے خیالوں میں اور مگن رہتی اگر عاصمہ اس تک عاصم کی والدہ کا پیغام نہ لے کر آتی۔

"عاصم آئے ہیں کیا؟"

"نہیں۔ میم ابھی تک نہیں۔ آپ جلدی چلیں انہیں اس گھر میں کوئی اقرار نہیں کرواتا۔"

عاصمہ نے جلدی سے نسیمہ بیگم کا پیغام اس تک پہنچایا تھا۔ وہ فوراً ہی کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا انہیں میرے بارے میں معلوم ہے؟ ظاہر سی بات ہے بارات تک تو لائی گئی تھی اس کے بعد کی کوئی رسم نہیں دیکھی گئی تو کیا ہوا۔ مگر اس سے پہلے بھی کوئی رسم ہوئی تھی یا نہیں۔ تو کیا عاصم نے اپنے گھر میں کسی کو بھی نہیں بتلایا کہ۔۔۔۔"

"ہیر شی از۔"

وہ اپنے خیالوں میں مگن چلتی ہوئی لاونج میں آئی تھی۔ اس کی باتوں کو بریک دیا کے جملے نے دی تھی۔ ماں بیٹی جتنا رشتے میں فرق تھا اتنا ہی ان کے سٹیٹس میں نظر آ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے مخالف۔۔۔۔ اسے اپنے خیالات کو بریک لگانی پڑی تھی۔ کیونکہ اب سامنے والے اسے جج کر رہے تھے۔ اس سے سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ سچ میں گڑبڑائی تھی مبادہ عاصم خود چھپانا چاہتا ہو شادی کو۔ کیا وہ بتا دے مگر اس کی مشکل خود عاصم نے حل کر دی تھی۔ اسے سب کے سامنے اپنی بیوی تسلیم کر کے مگر اب کیا؟ وہ اپنے چھوٹے سے سٹور روم میں جسے وہ اپنے رہنے لائق بنا چکی تھی، بیٹھی تھی۔ تبھی وہ دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی

تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ رباب نے اسے ایک بار دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔

"نسیمہ جہانگیر میری ماں اور دیا جہانگیر چھوٹی بہن۔ انہیں اس شادی کے بارے میں کوئی خبر نہیں مگر کیا کیا جاسکتا ہے۔ اب جب تک وہ یہاں ہیں تم یہاں نہیں رہ سکتی۔ اپنا جو بھی سامان ہے کل صبح لے جانا۔ ابھی چلو میرے ساتھ۔"

اس کی بات کو سنتی رباب چونکی تھی۔ حیرانگی سے سر اٹھایا تھا۔

"کہاں؟"

اس کے سوال پوچھنے پہ عاصم جو دروازے کی جانب مڑا تھا رک گیا تھا اور اس کے سوال کرنے پہ اسے دیکھا تھا۔

"میرے کمرے میں۔ اگر کسی کو اعتراز ہونا چاہیے تو وہ مجھے ہونا چاہیے مس رباب نہ کہ آپ کو۔ سمجھی۔ اب منہ بند رکھو اور چلو میرے ساتھ۔"

وہ غصے سے اسے کہتا آگے بڑھا تھا۔ وہ چپ چاپ اس کے پیچھے چل دی تھی۔ کمرے میں جانے کے بجائے وہ کوریڈور میں سیدھا چلا گیا تھا۔ دو پل کو تو اس نے کمرے کے آگے کھڑے ہو کر اس کو دور جاتے دیکھا۔ شاید اس کی نظروں کا اثر تھا کہ وہ پیچھے مڑا تھا۔ اسے اسی طرح اپنی جگہ جمے دیکھ کر وہ واپس لوٹا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے اندر لے کر گیا تھا۔ اور اندر لے جاتے ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ بوکھلائی سی اندر داخل ہوئی تھی۔

"میری زندگی میں میری ماں کی بہت اہمیت ہے۔ انہیں تمہارے اور حسام کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔ انہیں صرف اتنا پتہ ہے کہ میں نے تم سے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ (وہ اس سے بات کرتا کرتا ایک قدم آگے بڑھا تھا) تو جو جیسا چل رہا ہے چلنے دو مجھے مجبور نہ کرو کہ میں وہ کروں جو کرنا نہیں چاہتا۔"

وہ اسے وارنگ دیتا کمرے سے جانے لگا۔

"تو پھر مجھ سے شادی کیوں کی؟"

اس کے سوال پہ عاصم نے اسے مڑ کر دیکھا تھا۔ اسے امید نہیں تھی رباب سے اس سوال کی۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں؟"

وہ اسے الجھن میں ڈالتا کمرے سے چلا گیا۔

"ارے ناراض کیوں ہوتی ہیں خالہ۔ دیکھیں جھگڑا کس گھر میں نہیں ہوتا۔ ہر گھر میں ہوتا ہے نہ۔ تو یہ پولیس وغیرہ کا نام ہی کافی ہوتا جھگڑا روکنے کے لیے۔۔۔"

"یاں یاد آیا خالہ! آپ کا بیٹا کل مجھے وہ چبارے والے خبیس آدمی ہیں نہ ان کے ساتھ کھڑا دِکھا تھا۔ میں تو کہتی ہوں ذرا نظر رکھیں اس پہ ایسا نہ ہو کہ؟؟؟ باقی آپ خود سمجھدار ہیں۔"

ذکیہ بیگم کے ذہن میں مسلسل بینیش کی کہی گئی باتیں گونج رہی تھیں۔ وہ جتنا نظر انداز کرتی اتنا ہی انہیں رہ رہ کر یاد آرہی تھیں۔ اس نے کتنی آسانی سے ماضی کے واقعات کا حوالہ دے کے اس کی بات اس کے چہرے پہ ماری تھی۔ وہ اپنے گھر کے واپسی کے رستے پہ تھیں۔ ان چاروں دوستوں کا

گھر ایک گلی میں تو تھا مگر کچھ فاصلے پہ۔ ایسے کہ وہ ایک گلی چار گلیوں کو اندر تک جوڑے ہوئے تھی۔ نور کا گھر سب سے اندر کی جانب جا کر آتا تھا۔ ذکیہ بیگم کھولتی ہوئی اپنے گھر کی جانب جا رہی تھی مگر اپنے گھر سے ایک اجنبی کو نکلتے دیکھ کر وہ واپس گلی کے ایک کونے میں ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے پھر دیکھا تو وہ شخص چھپتا چھپاتا گلی کی دوسری جانب چلا گیا تھا۔ وہ اس کی شکل نہیں دیکھ پائی تھی۔ مگران کے دل میں جو آگ بینیش نے لگائی تھی اسے اب آرام مل چکا تھا۔ آنے والے وقت کو سوچتے ہوئے ذکیہ بیگم کے چہرے میں طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"تمہاری اس چلتی زبان کی وجہ نور ہے بینیش بی بی۔ اب اس پہ لگام کی وجہ بھی وہ ہی بنے گی۔ تمہیں ایسی چوٹ دوں گی نہ کہ ساری زندگی تم اس پہ مرہم لگا بھی لو تب بھی درد اور زخم تازہ رہے گا۔"

وہ خود سے سوچتے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ دروازے پہ ناک سن کر نور کے ہاتھ پھر سے کانپے تھے۔ اس کا ارادہ دوبارہ دروازہ کھولنے کا بالکل بھی نہیں تھا۔ مگر دوسری بار ناک ہونے کے ساتھ ہی ذکیہ بیگم کی آواز آئی تھی۔ اس نے فورا دروازہ کھولا تھا۔

"کہاں مر گئی تھی جو دروازہ کھولنے میں اتنی دیر کر دی؟"

انہوں نے آتے ہی نور کو دو سنائی۔

"وہ۔۔میں۔۔کام۔۔"

"چپ کر جا۔۔جانتی ہوں کونسے کام کرنے ہیں۔"

ذکیہ بیگم نے آس پاس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ نوران کے اس طرح جائزہ لینے سے گھبرائی تھی۔ اس کی گھبراہٹ کو واضح طور پہ ذکیہ بیگم نے نوٹ کیا تھا۔ پھر اس کا دھیان بٹاتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔

"اوپر والے سٹور میں سے کچھ پرانے بستر نکال ابھی جا کر اور انہیں دھوپ لگوا۔ شام تک ٹھیک ہو جائیں گے۔"

ذکیہ بیگم نے صحن میں بیچھے پلنگ پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"امی جی ابھی؟"

"اور نہیں تو کل۔ چل جا جو کام کہا ہے وہ کر۔"

انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں اس سے کہا تھا۔ اس نے ایک نظر کیچن میں ڈالی تھی اور اوپر والے کمرے کی جانب چلی گئی تھی۔ اسے اس طرح سے دیکھتے ذکیہ بیگم نے کن انکھیوں سے نوٹ کیا تھا۔ اس کے اوپر جانے کے کچھ دیر بعد جب ذکیہ بیگم کو یقین ہو گیا کہ وہ اب کام میں مصروف ہو گئی ہے وہ خاموشی سے اٹھی اور کیچن میں چلی گئیں۔ وہاں کا انہوں نے تفصیلا جائزہ لیا۔ اور آخر انہیں راشن کی بالٹی میں ان کی مطلوبہ چیز مل ہی گئی۔ انہوں نے اسے احتیاط سے اٹھایا تھا۔ یہ ایک ڈبہ پیک موبائیل تھا۔

"تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ موبائیل دے کر گیا ہے وہ بھی گھر آ کر۔ شاباش بی بی ایسا تو سنا بھی نہیں اور تم ہمیں دیکھانے چلی ہو یہ دن۔" وہ طنزیہ ہنسی تھی۔

"کھیل لو کچھ اور دن ہماری عزت سے پھر دیکھنا کرتی کیا ہوں میں تمہارے ساتھ۔

وہ خود سے عزم کرتی کیچن سے باہر آئی تھیں۔ نور جلدی جلدی بستر نکالنے میں مصروف تھی۔ اس کا سارا دھیان اس وقت راشن کی بالٹی میں رکھے گئے وقاص کے گفٹ کی جانب تھا۔

اس کا نکاح میک کے ساتھ فون پہ ہوا تھا۔ وہ اور اس کے گھر والے کتنے خوش تھے۔ مگر انہیں کیا پتہ تھا کہ ان کی یہ خوشی عارضی ہوگی۔ اپنے سارے گھر والوں کو اور رشتہ داروں کو یہ کہ کر آئی تھی کہ وہ تو اب انڈیا واپس کبھی نہیں آئے گی۔ اس کی اپنی خواہش تھی کہ اس کی شادی ایسے لڑکے سے ہو جو لندن رہتا ہو۔ اور یہ خواہش پوری بھی ہوئی۔ مگر اس خواب کی قیمت جو اس نے جھکائی تھی خدایا یہ دن کسی کو بھی نہ دکھائے۔ شروع کے دنوں میں تو سب کچھ درست رہا۔ میک کی بیوی کی حیثیت سے وہ بہت خوش تھی۔ تو کیا ہوا وہ عیسائی تھا پکی سچی مسلم تو وہ بھی نہیں تھی۔ مگر اس دن کے بعد تو جیسے سب کچھ بدل گیا تھا۔ وہ اس کا شوہر اسے اپنے ساتھ اپنے دوستوں کے لیے تیار کروا کر لے گیا۔ اسے اگر معلوم ہوتا تو وہ اس دن ہرگز نہیں جاتی۔ مگر شوہر کے بھروسے کی پٹی آنکھوں پہ بندھی ہوئی تھی۔ اسی پہ اعتماد کرتے وہ اس کے ساتھ چلی گئی اور نتیجہ کیا؟ وہ خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی۔ اس کے شوہر نے اپنے دوستوں کے ساتھ اپنی ہی بیوی کا سودا کر دیا۔ اس کے رونے گڑگڑانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ وہ بے بس تھی کمزور تھی اپنے محافظ کے سامنے۔ لیکن کب تک؟ اس دن کے بعد سے اسے اس کا شوہر ایک ہفتے تک نظر نہیں آیا تھا۔ پہلے پہلے تو وہ خوش گماں ہوئی کہ شاید اسے اپنے کیے کا گلٹ ہو مگر نہیں ایسا کچھ نہیں تھا۔ اس کی خوش گمانیاں اسی وقت ختم ہو گئیں جب وہ صبح کے وقت نشے میں چور ہو کر گھر واپس آیا تھا۔ اس نے نشے کی حالت میں اس کے

سودے کا اقرار کیا تھا۔ وہ تو زمین میں ہی گڑ گئی تھی۔ اس کا شوہر صرف نام کا تھا۔ اصل میں تو وہ بیوپاری تھا۔ جس چیز میں منافع دکھتا وہ کرتا۔ اسے اپنی بیوی ایک موٹی آسامی نظر آتی تھی۔ وہ اس کے زریعے مستقبل میں بھی رقم کمانے کے ارادے باندھے ہوئے تھا۔

"اب نہیں میک۔ تمہارے پیٹ کی بھوک کے لیے میں اپنا سودا نہیں کر سکتی۔"

اس نے نشے میں دھت میک سے کہا تھا۔ اگلے دن جب اسے ہوش آیا تو وہ اسی طرح گھر کے لاونج میں پڑا تھا۔ اس نے آس پاس ماریہ کو تلاشہ تو وہ اسے اپنے کمرے میں نظر آ گئی تھی۔

"مارننگ ڈیئر! سوری رات کے لیے۔"

اس کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"ناراض ہو ابھی تک؟"

وہ ابھی خاموش تھی۔

"ڈیئر میں نے جو بھی کیا تمہارے لیے کیا تھا۔"

"میرے لیے؟ چپ کر جاو میک۔ چپ کر جاو۔ میں۔۔ خود چاہوں گی کہ تم میرا سودا کرو۔ اپنی عزت میں خود نلام کرواں گی۔ کیا اسی لیے مجھ سے شادی کی تھی تم نے۔"

"ہاں بلکل! اتنی پاک صاف مت بنو۔ شادی تو صرف پیپرز تک کی تھی۔ یہاں پہ اسی کام کے لیے لایا گیا تھا تمہیں۔ اور مجھے یہ مت کہنا کی تمہیں اس کا علم نہیں۔ ساری بات پہلے سے بتا دی گئی تھی۔ سمجھی!"

میک کے اعتراف نے تو اسے زمیں میں گاڑ دیا تھا۔ اس کے لیے رشتہ رشتے کروانے والی خاتون لے کر آئی تھی۔ اس کے ماں باپ نے اچھی طرح سے چھان بین کی تھی۔ پھر یہ کیا کہ رہا تھا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔"

"اٹس ٹرو ڈئیر!"

میک نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاتھ مت لگاو مجھے۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔"

"ٹھیک ہے نہیں لگاتا۔ جس سے محبت ہے اس کا بتا دوں۔ اچھے دام دے گا تو جتنے دن چاہوں اس کے ساتھ رہ لینا اور۔۔"

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کر پاتا ماریہ نے ایک تھپڑ اس کے گال پہ دے مارا تھا۔ دو پل تو وہ اس کی ہمت کی داد دیتا رہا پھر طنزیہ ہنستے ہوئے اسے تھپڑ لگا دیا تھا۔ ایک نہیں دو نہیں بلکہ وہ اسے تب تک لگاتا رہا جب تک وہ نڈھال ہو کر بے ہوش نہیں ہو گئی۔۔۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی
تم کو یاد ہے جب میں نے محبت کی تھی
اسے رازدان سمجھ کر بتایا تھا حال دل
پھر اس شخص نے مجھ سے عداوت کی تھی

جب تیری یادوں نے آنکھوں کو بھیگویا تھا

میں نے ایک نام کی تسبیح پہ تلاوت کی تھی

اس کو چھوڑ کر ہنستے ہوئے گھر آکر

اتنا روئے تھے کہ آنکھوں نے شکایت کی تھی۔

میرے اجڑنے کا سبب جب کسی نے پوچھا

میں نے بس اتنا بتایا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ محبت کی تھی۔

"آپ۔۔۔۔۔"

"اندر تو آنے دو کوئی دیکھ لے گا۔۔"

وقاص مسکراتے ہوئے کہتا اندر داخل ہو گیا تھا۔ نور پریشان ہوئی تھی۔ آخر کیا ہو گیا تھا اس کے ساتھ۔ وہ کیسے اس کے گھر تک آگیا تھا۔ اس کے چہرے سے پریشانی اور گھبراہٹ واضح ہو رہی تھی جبکہ وقاص اس کے گھر کا جائزہ لے رہا تھا۔

"تو میرا اندازہ ٹھیک تھا۔۔۔"

"آپ کیوں آئے۔۔ پلیز چلے جائیں۔۔۔۔۔امی۔۔"

وہ ابھی تک دروازہ پکڑے کھڑی تھی۔ اس نے بامشکل اٹکتے اٹکتے بات مکمل کی تھی۔ وقاص نے اسے مڑ کر دیکھا تھا۔ دروازے کے ساتھ چپک کر کھڑی تھی۔ جسم کانپ رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔ نور اور گھبرا گئی تھی۔ اس نے ایک سائیڈ سے ہو کر نکلنا چاہا تو وقاص نے اس کے دونوں

جانب اپنے ہاتھ رکھ کر رستہ روک دیا تھا۔ وہ اب اس کے گھیرے میں تھی۔ نور اب باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کو تیار تھے۔

"گھبراو نہیں نور۔ میرے نزدیک تمہاری عزت خود سے زیادی عزیز ہے۔ تم اس طرح مجھ سے ڈرو گی تو میں خود کو تمہارے قابل کبھی نہیں کھڑا کر سکوں گا۔"

نور نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اسے اس طرح سے دیکھنے پہ وقاص مسکرایا تھا۔

"مجھے تمہاری نظروں میں خود کے لیے اعتماد دیکھنا ہے نہ کہ خوف۔ محبت کرتا ہوں تم سے نور۔ ہوس کی چاہ نہیں ہے مجھ میں۔"

نور کی آنکھوں سے دو آنسو گرے تھے۔ وہ دونوں اب بھی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"تمہارے یہ آنسو بہت تکلیف دیتے ہیں مت اتنا بہایا کرو۔ مجھ تو بس تمہاری ایک مسکراہٹ کی چاہ ہے۔ وہی دیکھنے میں یہاں تک چلا آیا۔"

وہ اپنی بات کہ کر مسکرایا تھا۔اس کو مسکراتے دیکھ کر نور بھی ہلکے سے مسکرائی تھی اور سر نیچے جھکا گئی تھی۔

وہ اسے اپنی قید سے آزاد کرتا پیچھے ہوا تھا۔

"دو دن سے مجھے فون نہیں کیا تم نے؟"

"وہ امی۔۔ ہمیشہ آس پاس رہتی تھیں۔اس لیے۔"

"اچھا تو اب کہاں ہے؟"

"وہ دراصل فون میرا نہیں تھا۔ بینش نے دیا تھا۔ امی کو نہیں معلوم تھا کہ میرے پاس فون ہے۔ صبح انہیں وہ مل گیا تو وہ اسے واپس دینے چلی گئی۔"

"وہ ابھی تک دروازے کے پاس کھڑی بات کر رہی تھی۔ ڈر نہیں تھا مگر اعتماد بھی شاید نہیں تھا۔ اس کی بات سنتا وقاص ایک دم اس کے قریب آیا تھا۔

"تمہیں مارا تو نہیں اس عورت نے۔"

کتنی احتیاط تھی اس کی نظروں میں نور کے لیے۔ وہ پرواہ کرتا تھا اس کی۔ وہ بے خیالی میں اسے دیکھے چلی گئی تھی۔ اسے اس بات ک بھی ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ اس کے گال پہ اپنا داہنا ہاتھ رکھ چکا تھا۔ نور کے اس طرح سے دیکھنے پر وقاص نے پھر اس سے پوچھا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔ وقاص نے سکوں کا سانس لیا تھا۔

"میں تو ڈر ہی گیا تھا۔"

وہ مسکراتا پیچھے ہٹا تھا۔

"اب آپ جائیں؟"

نور کو آخر یاد آ ہی گیا تھا کہ وہ گھر پہ ہے اور کوئی بھی گھر آ سکتا تھا۔

"کیوں ابھی تو آیا ہوں تھوڑی دیر میں جاوں گا۔"

وہ مزے سے کہتا صحن میں بچھی چارپائی پہ بیٹھ گیا تھا۔

"پلیز۔۔امی آجائیں گی۔۔"نور نے اس کی جانب جا کر کہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے نہ آجائیں۔ میں تمہیں آج ہی اپنے ساتھ لے جاوں گا۔"

وقاص نے اس کے روبرو آکر جواب دیا تھا۔

"پلیز۔۔"

وقاص کی بات پہ وہ شرما گئی تھی۔

"ایسے کہو گی تو مر بھی جاؤں گا۔"

"اللہ نہ کرے!"

نور نے کہہ تو دیا تھا مگر اب رخ پھیر گئی تھی۔ وقاص کھل کہ مسکرایا تھا۔

"اچھا سنو۔ ایک شرط پہ جاؤں گا۔ جب تم مجھ سے روز بات کرو گی۔ وہ بھی تین بار۔ صبح، دوپہر شام۔"

"پر میں کیسے؟"

نور اس کی شرط سن کر حیران ہوئی تھی۔ وہ اس کی جانب واپس مڑ چکی تھی۔

"ایسے؟"

اس نے کہنے کے ساتھ سیٹی بجائی تھی۔ گھر کے باہر سے ایک گفٹ پیک ہوا اندر کی جانب پھنکا گیا تھا۔ وقاص نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کھول دیا تھا۔

"یہ تمہارا فون ہے۔ جس سے تم مجھ سے بات کرو گی۔ اس میں میرا نمبر بھی سیف ہے۔"

اس کے بعد اس نے نور کو فون یوز کرنا بتایا تھا۔ وہ حیران ہو کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے وٹس ایپ پہ اس کا اکاؤنٹ بنا کر اس کو اپنے فون سے کال کی تھی۔

وہ خوشی خوشی دیکھ رہی تھی۔ تب ہی باہر سے کسی کی سیٹی کی آواز سنائی دی تھی۔

"لو بھئی میرے جانے کا وقت ہو گیا۔ تم اسے سنبھالو۔ میں چلتا ہوں۔ شام میں بات کرو گی نہ۔"

وقاص نے اس کی جانب جھکتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ شرما کر اقرار کر گئی تھی۔ اس نے جاتے وقت تک نور کو بار بار مڑ دیکھا تھا جبکہ وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے جانے کے ٹھیک دو منٹ بعد دروازہ ناک ہوا تھا۔ نور کو لگا کہ وہ پھر آگیا۔ مگر اس کے لبوں کی ہنسی زکیہ بیگم کی آواز نے روک دی تھی۔ اس نے جلدی سے ریپر اٹھا کر ڈسٹبین میں چھپائے تھے اور فون کو راشن کی بالٹی میں نیچے کی جانب چھپایا دیا تھا۔ اور دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

ماریہ اس سے روز مار کھاتی تھی مگر اس کی نا اقرار میں نہیں بدلتی تھی۔ اتنا تو اسے سمجھ آگیا تھا کہ اس کام پہ میک اسے اس کی رضا مندی کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ انہیں چیخنے چلانے والی لڑکیاں نہیں چاہیے تھیں۔ مگر ماریہ نے بھی طے کرلیا تھا وہ یہ کام نہیں کرے گی۔ وہ خود کو نہ مار سکتی تھی اور نہ اذیت پہنچا سکتی تھی۔ اس کا پاسپورٹ بھی وہ اس کے سامنے جلا چکا تھا۔ بس اب ایک ہی راستہ تھا کسی طرح سے پولیس سے کانٹیکٹ کرنا۔ تاکہ وہ اس سے بچ سکے۔ وہ اس میں کامیاب بھی ہوگئی تھی۔ میک جب اس سے کمرے میں مارنے کے ارادے سے گیا تو وہ اس کے سامنے جھک گئی۔ پورے چار دن بعد میک نے اسے کھانا کھانے کو دیا تھا۔ وہ خوش تھا بہت خوش۔ ماریہ کا جسم زخموں سے چور تھا۔ اسے پہلے اپنے جسم میں قوت ڈالنی تھی۔ لہٰذا اس نے میک کی ہر بات مانی تھی۔ دو دن تک وہ بالکل ویسی ہی رہی۔ میک نے رات کے لیے اس کو ایک آدمی کے ساتھ فکس کیا تھا۔ اسے بہترین تیار کیا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ جیسے ہی وہ اس کے لیے گاڑی کا بندوبست کرنے گیا۔ ماریہ نے پولیس کو فون کردیا۔ وہ جس ہوٹل میں اسے لے کر جا رہا تھا وہاں کا ایڈریس بھی

اس نے چپکے سے سن لیا تھا۔ میک جیسے ہی اسے وہاں لے کر گیا پولیس بھی ساتھ ہی پہنچ گئی۔ ایک ہفتہ لگا تھا مگر میک کو سزا ہو گئی تھی۔ اس کا پاسپورٹ بھی دوبارہ بننے دیا جا چکا تھا۔ اس کے بعد اس کے پاس آپشن تھا وہ چاہتی تو یہاں رہتی چاہتی تو واپس انڈیا چلی جاتی مگر اس نے یہاں رہنا زیادہ مناسب سمجھا۔ وہاں سب اسے شادی شدہ سمجھتے تھے تو سمجھتے رہے۔ وہ اب بھی باقاعدگی سے رقم گھر بجھواتی تھی۔ مگر اب سب کچھ جیسے ختم ہونے والا تھا۔

"ڈیئر تم پہ اب کوئی پابندی نہیں ہے۔ تم چاہو تو خود کو ختم کر سکتی ہو۔ چاہوں تو پولیس کو دوبارہ فون کر سکتی ہو مگر اس بار تمہاری اس حرکت کی سزا اس پرنسس کو ملے گی۔ اب تم پہ ہے سب کچھ۔"

میک نے اسے فون کر کے کلب کا ایڈریس دیتے ہوئے کہا تھا۔

وہ جیسے اب سچ میں مجبور ہوئی تھی۔

"کیا میرا اب تنا بھی حق نہیں کہ تم میرا فون ریسیو کر سکو یا پھر مجھے بتا سکو کہ تم شادی کرنے جا رہی ہو۔"

منصور نے اس کے روبرو آ کر شکایت کی تھی۔

"میں نے سوچا شاید تم بزی ہو۔"

"تمہارے لیے میں بزی نہیں ہوتا جینیفر تم میری پہلی ترجیح ہو۔"

"تمہاری انہی باتوں نے تو مجھے پہلے بھی خوشگماں کیا تھا مگر اب نہیں۔ میں جانتی ہوں تمہاری زندگی میں میری کیا حیثیت ہے۔"

"جینیفر! تم غلط سمجھ رہی ہو۔"

"کیسے ہو تم؟"

"پتہ نہیں کیسا ہوں؟۔ میری چھوڑو تم تو خوش ہو گی شادی کر رہی ہو۔"

"اپنی شادی پہ ہر کوئی خوش ہوتا ہے تو میں کیوں نہیں ہوں گی۔ ظاہر سی بات ہے بہت خوش ہوں۔"

"مگر میں نہیں۔"

جینیفر کا دل ایک بار پھر خوش گمان ہوا تھا۔

"کیوں؟"

اس نے رخ موڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ول یو میری می؟"

پھولوں پہ ہاتھ پھیرتی جینیفر کا ہاتھ رکا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔

"ہمیشہ کی طرح احمد تم میرا خواب ہی توڑ رہے ہو۔"

وہ اپنے آنسو پونچھتی گارڈن سے نکلی تھی۔ اسے اس بات کا بھی ہوش نہیں تھا کہ پھولوں کے درمیان چھپے کانٹے اسکی انگلیوں کو سرخ رنگ میں رنگ چکے تھے۔

وہ اپنے کمرے میں جا کر رک گئی تھی۔ خون ابھی تک انگلیوں سے بہ رہا تھا۔ مگر کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔

"تم ہمیشہ سے ہی لاپرواہ ہو جینیفر۔"

"منصور کی آواز پہ اس نے مڑ کر دیکھا تھا پھر اپنا وہم جان کر واپس مڑ گئی تھی۔ جبکہ منصور اس کے رویے پہ افسوس کرتا اس کے قریب آکر اس کی انگلی پہ اپنا رومال رکھ چکا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ پکڑنے پہ حیران ہوئی تھی۔

"تم سچ میں۔۔"

"کیا مطلب سچ میں؟ تم ابھی تک لاپرواہ ہو۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے ساتھ گھسیٹتے بیڈ تک لایا تھا۔ اسے بیٹھنے کا اشارا کرتے وہ دراز میں سے بینڈیج کا سامان نکال رہا تھا۔ جینیفر کا ہاتھ مسلسل اس کے ہاتھ میں تھا۔

"تم کب آئے؟"

"بس ابھی ابھی۔"

وہ اس کے ہاتھ پہ خون صاف کرنے کے بعد کریم لگا رہا تھا۔

"کیسے ہو تم؟"

"اس کے ہاتھ پہ بنڈیج کرتا منصور چونکا تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔ تم شاید ٹھیک نہیں ہو۔"

اس نے بینڈیج کو فنیش کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔ ہاتھ مسلسل اس کے ہاتھ میں تھا۔ جینیفر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے پاس کبھی بھی منصور کی باتوں کا جواب ہوتا نہیں تھا۔ وہ خاموش ہی رہی تھی۔

"لاپرواہ تو تم ہو مگر بے مروت تو کبھی نہیں تھی تم۔ مہمان گھر پہ آیا ہے اور تم ہو کہ جوس تو کیا پانی بھی نہیں لائی۔"

"او سوری میں۔۔"

"میڈ کو آواز دینے کی ضرورت نہیں۔ مجھے پاستا کھانا ہے۔ اور تم ہیلپ کرو گی مجھے۔"

منصور نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے کیچن سے کمرے میں لے آیا تھا۔

"احمد میں میڈ سے کہ دیتی ہوں۔۔"

"تم زیادہ نہیں بولو۔ کام کرو۔ چلو سامان نکال کر دو مجھے۔ اس نے فریزر کی جانب بڑھتے ہوئے جینیفر کو ٹوکا تھا اور اس کو کام کرنے کا کہا تھا۔ اس دوران جینیفر پہلی بار مسکرائی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ایسے ہی تو تھے۔ جینیفر کو پاستا پسند تھا اور منصور نے صرف اس کے لیے بنانا سیکھا تھا۔ مگر جتاتا ہمیشہ یہ تھا کہ اسے پسند ہے۔ وہ اسے کے ساتھ کھڑا ہو کر باتیں کر رہا تھا۔ جیری اسے دیکھتا تو شاید یقین نہ کرتا کہ یہ شخص بولتا بھی تھا۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا اور جینیفر کو بھی مسکرانے پر مجبور کر رہا تھا۔ جینیفر اس کی چھوٹی چھوٹی بے تکی باتوں پہ مسرائی جا رہی تھی۔

ساری دنیا کے رواجوں سے بغاوت کی تھی

تم کو یاد ہے جب میں نے محبت کی تھی

"یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"

جیری اپنے دوستوں کے ساتھ نائٹ کلب آیا تھا۔ اس کے دوست نے اسے بیر کی آفر کی تھی جیسے وہ ٹھکراتا جوس لے بیٹھا تھا۔ اسے اس طرح کے ماحول کی عادت تھی۔ وہ سکون سے ایک جانب بیٹھا تھا۔ اس کے آس پاس صوفوں پہ اس کے دوست اپنی اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تب ہی۔ وہ اسے ویسٹرن ڈریس میں کھڑی نظر آگئی تھی۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

اس کے دوست نے اس کی بڑبڑاہٹ سن کر اس کی نظروں کا تعاقب کیا تھا۔

"شی از نیو کال گرل۔ یو لائک ہر۔"

اپنے دوست کے کہنے پہ اس نے حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے اب بھی محبت تھی

تیرے قدموں کی آہٹ سے

تیری ہر مسکراہٹ سے

تیری باتوں کی خوشبو سے

تیری آنکھوں کے جادو سے

تیری دلکش اداوں سے

تیری قاتل جفاوں سے

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے اب بھی محبت تھی

تیری راہوں میں رکنے سے

تیری پلکوں کے جھکنے سے

تیری بے جا شکایت سے

تیری ہر اک عادت سے

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے اب بھی محبت تھی

"نور! نور! نور!"

"لو پھر اس کا ورد شروع ہو گیا۔"

پاس کھڑی نرس نے خود سے کہا تھا۔

"رمیس! ڈاکٹر نواز سے کہو کہ وہ پیشنٹ نمبر 102 کو چیک کر لیں۔ یہ پھر ہوش میں آ رہا ہے۔"

نرس نے پاس سے گزرتے وارڈ بوائے رمیس کو کہا تھا۔ وہ سر ہلاتا ڈاکٹر کے کیبن کی جانب چلا گیا تھا۔

""کون ہے یہ بیٹی؟"

پاس بیٹھی اماں نے نرس سے پوچھا تھا۔ انہیں آج ہی یہاں شفٹ کروایا گیا تھا۔

"پتہ نہیں اماں۔ پچھلے ڈیڑھ سال سے اس کی یہی حالت ہے۔ ہوش میں آتا ہے تو نور۔ نور کی رٹ لگا دیتا ہے اور پھر حالت بگڑ جاتی ہے۔"

"کوئی بیماری ویماری ہے کیا؟"

اماں نے حیرانگی سے پوچھا تھا۔ کیونکہ دکھنے میں تو وہ کہیں سے بیمار نہیں لگ رہا تھا۔ چہرہ ڈاڑھی اور بالوں سے اٹا پڑا تھا۔ کوئی بہ مشکل ہی پہچان پاتا کہ کون ہے؟

"بیماری نہیں اماں روگ ہے روگ۔ عشق کا روگ لگا ہے اس کو۔"

نرس نے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا۔ ڈاکٹر کے آنے پہ اماں اور نرس خاموش ہو گئی تھیں۔ جبکہ سوتے جاگتے وقاص کے ذہن میں اگر کسی کی تصویر تھی تو وہ نور تھی۔

تم ہی تو تھے خیالوں میں
تم ہی تھے بے خیالی میں
کوئی آنسو نہ ٹھہرا تھا
جلی پلکوں کی جالی میں

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"عاصمہ تم رو کیوں رہی ہو؟"

رباب رات کا کھانا تیار کرنے کی غرض سے کچن میں آئی تو عاصمہ نے اسے دیکھتے ہی آنسو صاف کیے تھے۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟"

رباب نے فکرمند ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں میم! میں ٹھیک ہوں۔ بس ایسے۔۔"

عاصمہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے رباب سے کہا تھا۔

"بیٹھو یہاں!" رباب نے پاس پڑے سٹول پہ عاصمہ کو بیٹھایا تھا۔

"یہ پانی پیو۔"

رباب نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ رباب نے دو منٹ عاصمہ کے بتانے کا انتظار کیا پھر خود ہی ایک جانب ہو گئی ہے۔ کسی کے پرسنل مسائل میں اسے دخل اندازی کی عادت بچپن سے ہی نہیں تھی۔ وہ چپ چاپ کیچن میں موجود سامان کا جائزہ لینے لگی۔ عاصمہ نے کافی سامان باہر نکالا ہوا تھا۔

"میم! کیا عزت اور غیرت سے آدمیوں کی ہوتی ہے۔۔۔ ہم عورتوں کی نہیں ہوتی۔۔؟"

اس کے سوال پہ رباب نے غور سے دیکھا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوتا عزت چاہے مرد کی ہو یا عورت کی۔ عزت عزت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی تمیز نہیں ہوتی یا پھر کسی کی کم یا زیادہ نہیں ہوتی۔"

رباب نے اس کو سمجھایا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں۔

"جب عزت ایک جیسی ہوتی ہے تو عزت اور غیرت کے نام پہ صرف لڑکیوں کا قتل کیوں ہوتا ہے۔ ان مردوں کو کیوں سنگسار نہیں کیا جاتا۔ انہیں کیوں مرنے تک کوڑے نہیں مارے جاتے۔۔ انہیں کیوں۔۔۔ زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔۔"

عاصمہ۔ ہچکیوں سے کہتی دوبارہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ رباب نے اسے اس طرح روتے دیکھ کر گلے لگایا تھا۔

"ششش۔ بس قابو پاؤ خود پہ۔۔۔"

رباب کے ذہن میں ایک سال پہلے ہونے والا واقع گھوم گیا تھا۔ اس دن اسے سکول سے میم نے بہت کام دیا تھا۔ وہ کام میں مصروف تھی جب عینی اس کے پاس بھگتی ہوئی آئی تھی۔ ان کے میٹرک کے اگزام شروع ہونے والے تھے۔ وہ اس میں بزی تھی۔

"کیا ہوا بھاگتی ہوئی کیوں آ رہی ہو؟"

"وہ۔۔۔ نور۔۔ بینیش۔۔"

وہ رونا شروع ہو گئی تھی۔

"تم چلو۔۔ وہ سب مار دیں گے۔۔"

عینی نے پھر سے کہا تھا ساتھ ہی اسے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا۔ اسے ایسے دیکھ کر عافیہ بھی باہر آ گئی تھی۔ وہ اس وقت چادر میں تھیں اور باہر جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔

"رباب، عینی چلو میرے ساتھ۔"

انہیں اتنا سنجیدہ دیکھ کر وہ فوراً سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کچھ دیر ہی میں وہ نور کے گھر کے سامنے تھیں۔ لوگوں کا ہجوم اور طرح طرح کی آوازیں۔ وہ عینی کا ہاتھ پکڑے عافیہ بھابھی کے بنائے راستے پہ چل رہی تھی۔

"بے غیرت تھی اچھا ہوا مر گئی۔۔۔ باپ کی عزت کو خاک میں ملا دیا اس نے۔ ہائے اللہ میں کہاں جاوں ؟مجھے تو کسی کہ آگے منہ دیکھانے کے قابل نہیں چھوڑا اس نے۔"

اس کے کانوں میں ذکیہ بیگم کے الفاظ گونج گئے تھے۔ اس نے دہائیاں دیتی ذکیہ بیگم کو دیکھا تھا اور پھر سامنے بے سدھ پڑے نور کے وجود کو۔ بینش اس کے وجود کے سامنے بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں نور کا ہاتھ تھا۔ جبکہ محلے کے لوگوں نے ایک جانب اس کے سوتیلے بھائی کو پکڑ رکھا تھا۔

"غیرت کے نام پہ قتل ہوا ہے۔ سنا ہے گھر والوں کی غیر موجودگی میں ملاقاتیں ہوتی تھیں۔"

"ہاں بہن !میں نے تو خود لڑکی کو راتوں کو اندھیرے میں چھت پہ کسی کے ساتھ دیکھا تھا۔ ذکیہ کو بتایا بھی تھا مگر دیکھو اندھا اعتماد۔۔۔ اللہ یہ دن کسی کو نہ دیکھائے۔۔"

رباب نے ان محلے داروں کو باتیں کرتے سنا تھا۔ عینی اور عافیہ بھابھی بینش کے پاس تھیں۔ وہ آنکھوں میں آنسو لیے نور کی جانب بڑھی تھی۔

"ان دوستوں سے بھی تو پوچھو۔ دوستوں کو تو ہر بات معلوم ہوتی ہے۔"

کسی نے کہا تھا۔ تب بھابھی اور ریحانہ بیگم درمیان میں آئی تھیں۔ سب لڑ رہے تھے۔ سب کیچڑ اچھال رہے تھے۔ پر کسی کو مرنے والی کی پرواہ نہیں تھی۔ نور مر چکی تھی۔ جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ مگر اس کی آنکھیں بینش کی جانب دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں سے نکلا آنسو گال پہ ابھی تک موجود تھا۔ اور بینش ؟وہ خاموش تھی۔ بلکل خاموش۔

اسے عاصمہ کی ہچکی ہوش میں لائی تھی۔ اس نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے عاصمہ کو سہارا دیا تھا۔

"دیکھو عاصمہ یہ مردوں کا معاشرہ ہے۔ یہاں مردوں کی اجارا داری ہے۔ وہ عزت کے نام پہ قتل کرنے کا حق رکھتے ہیں پھر چاہے۔ پھر چاہے وہ بیوی کا ہو یا بہن کا۔ قتل صرف عورت ہی ہوتی ہے۔"

"بے شک یہ مردوں کا معاشرہ ہے مگر یہاں برابری کے حقوق ہمیں ہمارے رب نے دیے ہیں۔ کسی کو اختیار نہیں کہ وہ ہم سے ہمارے دیے گئے حق چھینے۔"

وہ اور بھی کچھ کہتی مگر نسیمہ بیگم کی آواز نے اس کو خاموش کروا دیا تھا۔ عاصمہ بھی اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔

"مسئلہ صرف اپنے حقوق کی پہچان کا ہے۔ اسلام کے نام پہ بننے والے ملک کے باشندے اسلام کے اصولوں پہ اپنی مرضی سے پابند ہوتے ہیں۔ اور جہاں بات اپنی مرضی کی آتی ہے وہاں پھر اپنی مرضی کب اور کہاں تک ہوتی ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد صرف ایک کی مرضی چلتی ہے جس کی بعد کسی کی نہیں چلتی۔ پھر سب کو ماننا پڑتا ہے پھر چاہے طوعاً یا پھر کرعاً۔"

وہ دونوں ایک ٹرانس کی کیفیت میں نسیمہ بیگم کی بات سن رہیں تھیں۔ رباب کا دل چاہا کہ وہ اسی طرح انہیں بولتے ہوئے سنتی رہے۔ وہ عاصمہ کو کچھ ہدایات کر رہی تھی مگر وہ تو انہیں بس دیکھ ہی رہی تھی۔ نسیمہ بیگم نے بھی اس کا دیکھنا نوٹ کیا تھا۔ اور پھر واپس چلی گئیں تھیں۔ جبکہ وہ ابھی تک ان کی باتوں کے سحر میں تھی۔

"تو کیا نور کے ساتھ ایسا کرنے والوں کو بھی سزا ملی ہوگی؟"

اس نے خود سے سوال کیا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

ماریہ اس وقت ہوٹل کے روم میں ایک انجان شخص کے لیے تیار کھڑی تھی۔ یہ کام وہ کس دل سے کرنے پہ رضامند ہوئی تھی یہ وہ ہی جانتی تھی۔ اپنے آنسوؤں پہ ضبط ڈالتی ہوئی وہ بے ہودہ لباس میں موجود تھی۔ اس کے کچھ دیر بعد ہی ایک شخص اندر آیا تھا۔ اس دل اس وقت شدت سے خود کے مرنے کی دعا کر رہا تھا۔ مگر آنے والے شخص نے اسے بازو سے گھسیٹ کر خود کے سامنے کیا تھا اور انگلش میں سوال کیا تھا۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔ نین نقش سے وہ یہاں کا رہائشی لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اسے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"میں نے پوچھا تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کیا تم یہ گھٹیا کام کرتی ہو؟"

اس کے دوبارہ پوچھنے پہ ماریہ کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔ وہ ہاتھ چھڑاتی پیچھے ہوئی تھی۔

"تمھیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ کام کام ہوتا ہے۔ پھر چاہے وہ جسم۔۔"

اس کے چہرے پہ زوردار تھپڑ پڑا تھا وہ بیڈ پہ اندھے منہ گری تھی۔

"تم مشرقی لبادے میں گھٹیا عورت ہو۔ تم بھی اور تمھاری دوست عینی بھی۔ اچھا ہوا جو سر خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔"

جیری انگلش میں کہتا واپس مڑا تھا۔

"عینی!"

ماریہ نے اپنے ہونٹ سے نکلتے خون کو روکا تھا پھر جیسے اس کے ذہن میں کلک ہوا تھا۔

"تمہارا سر عینی کو بوکے بھجواتا تھا۔"

جیری کے قدم رکے تھے۔ وہ اس پہ ایک تلخ نظر ڈالتا واپس مڑ گیا تھا۔

"اسے بچالو۔ آج میں یہاں ہو ہو سکتا ہے کل اسے یہاں آنے پہ مجبور کیا جائے۔"

جیری اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا تھا۔ وہ اس کی جانب مڑا تھا۔ وہ روتی ہوئی اس کے قدموں میں گر گئی تھی۔

"پلیز سیو ہر۔ پلیز۔۔"

کمرے میں صرف اس کی گڑگڑاہٹ گونج رہی تھی۔

"ہیلو ہینڈسم"

ان ناون نمبر سے اس کی آواز سن کر وہ جی بھر کر بے زار ہوا تھا۔

"وٹ از یور پروبلم؟"

فواد نے بہ مشکل کہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کام میں مصروف تھا جب دیا نے پھر اسے فون کر دیا تھا۔

"یو۔ یو آر مائے بگسٹ پرابلم ہینڈسم"

"رابش"۔

وہ اس کی بات سن کر فون غصے سے کٹ کر دیتا ہے۔ پچھلے ایک مہینے سے وہ لڑکی اس کی جان کا عذاب بنی کھڑی تھی۔ ہر طرح سے اس سے سمجھا چکا تھا۔ غصے سے، پیار سے۔ مگر وہ بھی ڈھیٹ

ثابت ہوئی تھی۔ وہ فون آف کر چکا تھا۔ اگر وہ فون بھی کرتی تو فون آف ہی آنا تھا۔ جبکہ دیا نے غصے سے فون کو ایک نظر دیکھا تھا۔

"کب تک بچو گے ہینڈسم۔۔۔"

اس کی بات آدھی ہی پوری ہو پائی تھی کیونکہ عاصم بلکل سامنے ہی کھڑا تھا۔ دیا کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔

مجھے تب بھی محبت تھی
مجھے اب بھی محبت تھی
تیرے قدموں کی آہٹ سے
تیری ہر مسکراہٹ سے
تیری باتوں کی خوشبو سے
تیری آنکھوں کے جادو سے
تیری دلکش اداوں سے
تیری قاتل جفاوں سے
مجھے تب بھی محبت تھی
مجھے اب بھی محبت تھی

www.urdunovelsmania.com

تیری راہوں میں رکنے سے

تیری پلکوں کے جھکنے سے

تیری بے جا شکایت سے

تیری ہر اک عادت سے

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے اب بھی محبت تھی

"فواد! میں تمہاری شادی طے کرنے لگی ہوں۔"

حسب معمول وہ ناشتہ کی ٹیبل پہ آکر بیٹھا تھا اور ریحانہ بیگم نے بات چھیڑ دی تھی۔ اس نے ایک اکتائی ہوئی نظر ماں پہ ڈالی تھی اور ساتھ بیٹھی بینش پہ جو مسکراہٹ چھپاتی اسے چھیڑ گئی تھی۔

"امی! مجھے ابھی سکون سے ناشتہ کرنے دیں۔"

اس نے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تو ناشتہ کرو تم۔ تمہیں ناشتے سے تھوڑی روکا ہے۔ میں تو تمہاری شادی کی بات طے کرنے لگی ہوں۔"

انہوں نے پراٹھے کا ایک لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"امی مجھے ابھی اپنا فیوچر بنانا ہے۔ شادی بعد کی بات ہے۔ ابھی تو میں صرف اپنے باہر جانے پہ زیادہ زور۔۔۔"

"میں تمہاری ماں ہوں تم میرے باپ نہیں۔"

بینش کا سر فوراً سے کھانے کی پلیٹ پہ جھکا تھا۔ جبکہ فواد حیران ہوا تھا۔

"تمہاری شادی طے کرنے کی بات ہو رہی ہے شادی ہو نہیں رہی جب تک تم کسی کام دھندے نہیں لگتے۔"

انہوں نے اپنی بات کو غصے سے جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر امی!"

فواد نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر رحانہ بیگم نے اسے ٹوک دیا تھا۔ یہ صحیح تھا کہ ان کی مرضی فواد پہ زیادہ چلتی تھی بینش مجال جو ان کی آسانی سے بات مان جائے۔

"میں نے کہا تھا نا کہ اتنے فرمابردار نہ بنو ماں کے۔۔۔"

بینش نے فواد کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ فواد الجھا تھا۔

"امی میری بات تو سنیں۔۔۔"

"کچھ نہیں سننا مجھے۔ اللہ کی پناہ اتنی اچھی لڑکی گھر بیٹھے مل گئی مگر قدر ہی نہیں جناب کو۔ بس میں کچھ نہیں جانتی تمہارے جانے سے پہلے میں اسے تمہارے نام کی انگوٹھی پہنا آوں گی بس۔"

انہوں نے مزے سے کہتے کھانے سے ہاتھ کھینچا تھا۔ فواد اور بینش دونوں حیران تھے۔ آخر لڑکی کونسی انہیں گھر بیٹھے مل گئی تھی۔

"کون؟ کس کی بات ہو رہی ہے؟"

بینش نے سوال کیا تھا۔ انہوں نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"رباب"

وہ سن ہوا تھا۔ اس نے تو صرف خواہش. کی تھی۔ اس کی مراد بن مانگ بر آئے گی اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا۔ جبکہ بینش تو ریحانہ بیگم کے گلے میں جھول گئی تھی۔ اس کے بعد سے جیسے خود ہی ہوتا چلا گیا۔ اس کی نسبت چھوٹے سے فنکشن میں رباب کے ساتھ طے کر دی گئی تھی۔ وہ اس سے اس دن بھی نہیں ملا تھا۔ مگر اپنے لندن جانے سے پہلے وہ اس سے ملنے آیا تھا۔ ان کی یہ میٹنگ بینش نے ہی اریج کروائی تھی۔ اس نے اسے کیسے رضامند کیا تھا یہ وہ اس سے وہاں ملنے کے بعد ہی جان گیا تھا۔ وہ ایک لمبی چادر اوڑھے بامشکل کھڑی تھی۔ خود کو اس نے مکمل طور پہ ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ بامشکل اس کا چہرہ دیکھ پایا تھا۔ کانپتا وجود، جھکا سر اوپر سے ڈیڑھ گز کا گھونگھٹ! اس نے بہ مشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ اس سے پہلے وہ کوئی بات کرتا بینش اس کے پیچھے سے برآمد ہوئی تھی۔

"دیکھو بھائی کچھ بھی کہنا ہے نہ تو بہتر ہے نہ کہیں کیونکہ یہ ماسی بہت ہی ان رومنٹک ہے۔"

رباب نے اس کے ہاتھ پہ چٹکی کاٹی تھی۔ اب پتہ نہیں اسے اعتراض ماسی کہنے پہ تھا یا پھر ان رومنٹک کہنے پہ۔ اس نے پہلا اپشن چوز کیا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی مڑا تھا۔

"یہ مجھے کہا ہے یا اس ماسی کو۔۔"

بینش نے اونچی آواز میں اس سے پیچھے سے پوچھا تھا۔ رباب جو پہلے ہی کنفیوز تھی اس کی بات پہ چپ نہ رہ سکی۔

"تم چپ رہو گی۔۔"

فواد کا بینیش کے سوال پہ رکنے کا ارادہ کوئی نہیں تھا مگر اس کی آواز سن کر نہ صرف رکا تھا بلکہ مڑ بھی گیا تھا۔

"تمہیں کیوں کہوں گا۔ روبی سے کہا ہے۔"

وہ رباب کو سن کرتا ہنستا آگے بڑھ گیا تھا۔ جبکہ بینیش بار بار روبی کے نام کی گردان کر رہی تھی۔ وہ اس کا شر میلا سا روپ آنکھوں میں بسائے لندن آگیا تھا۔ وہ انجینئرنگ کے فیلڈ سے تھا اسے یہاں کی ایک کمپنی سی اچھی آفر ہوئی تو وہ رد نہیں کر سکا۔ یہاں وہ دو سال رہا مگر دل وہیں تھا۔ وہ جب بھی بینیش یا امی کے لیے کوئی چیز خریدتا وہیں وہ رباب کے لیے بھی لیتا۔ مگر دینے کا ارادہ اسے شادی کے بعد ہی تھا۔ اسے لگا کہ وہ اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ مگر وہ اسے چھوڑ کر کسی اور کو اپنائے گی اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ فہیم نے جب اس سے شادی کے توڑنے کی بات کی تو وہ اڑ گیا تھا۔ وہ اسے وجہ نہیں بتا رہے تھے۔ بہن اس کی ہاسپٹل میں تھی۔ ماں چلنے سے قاصر ہو چکی تھی۔ اوپر سے یہ جھٹکا۔ اس کے بہت اصرار پہ فہیم نے عاصم جہانگیر سے ہونے والی ساری بات اس کے گوش گزار دی تھی۔ مگر وہ نہیں مانا تھا اسے جھوٹ قرار دے رہا تھا۔

"مت مانو! اگر وہ آکر خود کہے کہ اس نے تم سے شادی نہیں کرنی تو کیا کرلو گے تم۔ زبردستی شادی کرو گے۔"

اس کا ضمیر اس سے بولا تھا۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ اس کے پاس آئی تھی۔ یہ ان کی تیسری ملاقات تھی۔ فواد نے وہی کیا جو رباب نے چاہا۔ اس نے اپنی زبان سے اقرار نہیں کیا تھا۔ اس نے رباب کو انکار کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اس کی خواہش کو اس کے کہے بغیر پورا کر

دیا۔ وہ چلی گئی تھی۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے۔ اس بات کا یقین اس نے خود کو اس کی رخصتی تک خود کو دلایا۔ وہ جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی تھی فواد کی حد بس یہیں تک تھی۔ وہ کانپتا گھر آیا تھا۔ آنکھیں سرخ تھی۔ ساری رات اس نے رباب کو دیے گئے بریسلٹ کو دیکھتے ہوئے گزاری تھی۔ صبح تک وہ خود کا نارمل کر چکا تھا۔ وہ ہی روٹین تھی۔ ماں اور بہن کا خیال وہ خود اکیلے رکھ رہا تھا۔ ایسے میں اس کی زندگی میں دیا نے قدم رکھ دیا تھا۔ اسے پاکستان آئے صرف دو دن ہوئے تھے جب اس نے ایک لڑکی کو ایکسیڈنٹ سے بچایا تھا۔ مگر وہ تو اس کے سر ہی ہو گئی تھی۔ وہ جتنا بھی اس سے پیچھا چھڑاتا وہ اتنا ہی اس کے قریب آجاتی۔ مگر آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔ اس کی ماں نے کسی دیا نامی لڑکی کے گھر آنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ فوراً سے گھر کے راستے پہ گامزن ہوا تھا۔

"احمد!"

وہ کافی دیر سے احمد کو فلم دیکھتے دیکھ رہی تھی۔ یہ ان کا پرانہ مشغلہ تھا مگر وہ دیکھتے صرف ہائی ریڈیڈ مووی ہی دیکھتے تھے۔

"ہممممم!" منصور نے فلم میں مگن ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا ہم ہمیشہ ایسے نہیں رہ سکتے؟"

"کیا کہنا ہے جینیفر؟"

احمد نے جینیفر کو خاموش دیکھ کر پوچھا تھا۔ وہ ہلکے سے مسکرا دی تھی۔

"کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی۔"

جینیفر نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ خوش تھی بہت خوش۔ احمد اتنے دنوں بعد اس سے پہلے کی طرح ملا تھا۔

"میں کارل سے ملا تھا آج۔ ہی از نائس گائے۔ ہی سوٹس وِدیو۔"

احمد نے بڑے آرام سے کہتے ہوئے اسے دیکھا تھا جبکہ اس کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھنے لگی تھی۔ احمد نے ہاتھ پکڑ کر واپس بیٹھا لیا تھا۔

"تم بہت اچھی ہو جینیفر۔ تم جس کے ساتھ رہو گی اسے بہت خوش رکھو گی۔ میں صرف جانتا نہیں مانتا بھی ہوں اس بات کو۔ تمہاری ہر عادت سب سے جدا ہے۔ سب سے الگ۔ جیسے میری۔ (وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔) ایسا نہیں ہے کہ مجھے تمہاری محبت کا کبھی اندازہ نہیں ہوا۔ مجھے بہت پہلے سے تھا۔"

جینیفر نے سر اٹھایا تھا۔

"مگر میں نے تمہیں سمجھانے کے بجائے اگنور کر دیا۔ میری سب سے بڑی یہی غلطی تھی۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ افسردہ تھا۔ جینیفر نے اپنے آنسو روکے تھے۔

"پھر جب تم نے اپنی فیلینگز کو میرے سامنے رکھا میں۔۔۔"

"بس کرو احمد۔ میں آگے بڑھ چکی ہوں۔ سب ختم ہو گیا ہے۔ (وہ ہاتھ چھڑاتی اٹھ گئی تھی۔) گڑے مردے نہیں اکھاڑا کرتے۔"

اس نے اپنے آپ کو مضبوط رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس فیصلے پہ میں دل سے خوش ہوں جینیفر۔"

وہ اس کے قریب آکر ہاتھ ملانے کی غرض سے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔

"ویل یو بی مائے فرینڈ؟"

ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا گیا تھا۔ جینیفر نے نم آنکھوں کے ساتھ ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تمہاری آنکھوں میں آنسو آج میری وجہ سے ہیں۔ پر میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔ اگر تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے میں تم سے شادی کر بھی لیتا تو تمہیں کبھی خوش نہیں رکھ سکتا۔"

وہ صرف سوچ سکا اس سے کہنے کا حوصلہ نہیں تھا اس میں۔

"کیا ہم ہمیشہ دوست رہ سکتے ہیں؟"

جینیفر نے اثبات میں سر ہلا کر اپنا ہاتھ چھڑوایا تھا جو وہ ابھی تک پکڑے ہوئے تھا۔ کمرے میں چھائی خاموشی کو فون کی رنگ نے توڑا تھا۔ فلم تو چل رہی تھی مگر والیم لو تھا۔

"یس!"

منصور نے فون پک اپ کیا تھا۔

"سر! وہ بوکے والی لڑکی مصیبت میں ہے۔"

"عینی!"

احمد کے لبوں سے نام نکلا تھا۔ وہ بے دھیانی میں باہر کی جانب بھاگا تھا۔ جیری اسے ساری صورت حال کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ پریشان ہوتا وہاں سے چلا بھی گیا مگر جینیفر وہیں کھڑی رہی۔

"تو یہ وجہ تھی احمد تمہاری بے رخی کی۔۔۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔

"تم تو کافی دور چلے گئے اک میں ہی ہوں جو اب تک وہیں کھڑی ہے جہاں تم نے چھوڑا تھا۔"

وہ اپنے گھٹنوں پہ بیٹھی تھی۔

"کارل مجھے کل ہی شادی کرنی ہے۔ اگر کل نہیں تو پھر کبھی نہیں۔"

اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کارل سے فون پہ کہ کر فون آف کر دیا تھا۔

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے اب بھی محبت تھی

تیرے قدموں کی آہٹ سے

تیری ہر مسکراہٹ سے

"نور! تم ٹھیک ہو نہ۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟ نور؟"

بینیش چلائی تھی۔ اسے کسی انجان نمبر سے کال آئی تھی۔

"نور کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ مسیج کیا ہے ایڈریس جلدی پہنچو گی تو زندہ ملے گی۔"

اس کے بعد فون مسلسل آف آ رہا تھا۔ وہ گھر بھاگتی ہوئی اس جگہ پہنچی تھی۔ مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔ دوپہر کا وقت اور سنسان علاقہ۔ اس نے دوبارہ فون ملایا تھا۔ اس نے دیوانہ وار اس کا نام پکارا تھا۔ تب ہی ایک جانب سے وہ لڑکھڑاتی چلتی آئی تھی۔ اس کے کپڑے کندھے کی جانب سے پھٹے ہوئے تھے جسم پہ ڈوپٹہ تک نہیں تھا اور نہ پاوں میں جوتی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے پہ جا بجا

تھپڑ مارنے کی نشانات تھے۔ وہ لڑکھڑاتی چلتی ہوئی اس کی جانب آرہی تھی۔ بینش فوراً سے اس کی جانب لپکی تھی۔

"بینش!"

نور نے کانپتے لبوں سے اس کا نام پکارا تھا۔

"تمہارے ساتھ یہ کس نے؟"

اس سے آگے کچھ پوچھا ہی نہیں گیا تھا۔ اس نے اپنی چادر اسے اڑھائی تھی۔ اس کو پورا چادر میں چھپا دیا تھا تاکہ کسی کو اس کا گماں تک نہ ہو اور اپنا جوتا اسے پہننے کو دیا تھا۔ وہ خود ننگے پاوں تھی۔ سارے راستے وہ اسے سنبھالتی رہی تھی۔ کچھ لوگ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے تو اس نے ان کا منہ بند کروادیا تھا۔ اس نے اپنے ڈوپٹے کو سر پہ اچھی طرح سے پھیلایا ہوا تھا۔ رکشے والے کو روک کر اس نے نور کو پہلے اس میں بیٹھایا اور پھر خود بیٹھ گئی۔ راستے میں اس نے سٹریٹ شاپ سے اپنی چپل خریدی تھی۔ نور ویسے ہی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔ واپسی کے راستے پہ اس نے گھر فون کرکے ریحانہ بیگم سے پوچھا تھا کہ وہ گھر پہ ہیں یا نہیں۔ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ گھر پہ نہیں تھی۔ بینش نے گھر کے سامنے رکشہ رکوایا تھا۔ اور فوراً سے اسے اندر لے کر گئی تھی۔ مگر اس کی بدقسمتی کہ عارف جو کب سے نور کے واپس گھر آنے کی راہ دیکھ رہا تھا اس نے بینش کو اس طرح کسی کو گھر میں لے جاتے دیکھ لیا تھا۔ اس کی ماں کی کہی گئی ساری باتیں سچ ثابت ہوئی تھی۔

ہم جتنا بھی کرلیں سب کچھ اپنے مطابق کرنے کی ہونا وہی ہوتا ہے جو پہلے سے طے ہوتا ہے۔

"احتشام! یہ تصویر میں جو آمی ہے اس کے بارے میں معلوم کرو۔ اور یہ کام شام تک ہو جانا چاہیے۔"

عاصم جہانگیر نے احتشام کے سامنے ایم تصویر رکھتے ہوئے کہا۔ اس تصویر کو وہ دیا کے پاس سے لے کر آیا تھا۔ ایک بھائی کی خواہش وہ اسے نہیں دے سکا تھا مگر بہن اس کے ساتھ وی ایسا نہیں ہونے دے گا۔ چاہے پھر کچھ بھی ہو جائے۔

مجھے تب بھی محبت تھی
مجھےؑ اب بھی محبت تھی
تیرے قدموں کی آہٹ سے
تیری ہر مسکراہٹ سے
تیری باتوں کی خوشبو سے
تیری آنکھوں کے جادو سے
تیری دلکش اداوں سے
تیری قاتل جفاوں سے
مجھے تب بھی محبت تھی
مجھےؑ اب بھی محبت تھی

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

تیری راہوں میں رکنے سے

تیری پلکوں کے جھکنے سے

تیری بے جا شکایت سے

تیری ہر اک عادت سے

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے اب بھی محبت تھی

اس دن کے بعد سے تو جیسے سلسلا ہی چل پڑا تھا۔ جب کبھی زکیہ بیگم گھر پہ نہیں ہوتیں وقاص گھر چلا آتا۔ کبھی نورا سے خود فون کر کے بلاتی تو کبھی وہ خود بغیر بتلائے چلا آتا۔ یہ سب کام ذکیہ بیگم کی غیر موجودگی میں ہوتا۔ فون پہ بھی۔ وہ۔ اسی سے باتیں کرتی رہتی۔ وقاص اسے خواب دیکھا رہا تھا اور وہ دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بہلا رہا تھا اور وہ بہل رہی تھی۔ وہ اسے فریب دے رہا تھا اور وہ فریب کھا رہی تھی۔ آنکھیں موندھے اندھا اعتماد کیے وہ سب کچھ لٹانے کو تیار بیٹھی تھی۔ اس نے اس بات کا نوٹس نہیں لیا کہ آخر ذکیہ بیگم کو روز کیا کام ہو سکتا تھا وہ بھی دو دو گھنٹے تک۔ کہ وہ واپس ہی نہ آتیں تھیں۔ وہ تو خوش تھی بہت خوش۔ اس نے اپنی خوشی میں اپنی دوستوں کو بھی شامل کرنا چاہا مگر وقاص نے منع کر دیا۔

"بس ایک ہفتہ اور۔ اس کے بعد میں تمہارا رشتہ بھیجوں گا۔ تب تم یہ خوشی بتا سکتی ہو۔"

وہ اسے اپنے ساتھ بیٹھائے محبت سے کہتا اور وہ شرما جاتی۔ کیا بے وقوفی تھی کہ وہ ایک انجان شخص کی باتوں پہ دل وجان سے ایمان لے آئی تھی مگر اسے اس بات تک کا ہوش نہیں تھا کہ وہ قدرت کے خلاف جا رہی تھی۔ اس نے بینش تک کو اس بارے میں خبر نہیں لگنے دی تھی۔

"یار میں جانتا ہوں یہ ٹھیک نہیں مگر تم ٹرائے تو کر سکتی ہو نہ؟ میں نے خالہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے مگر وہ پہلے تم سے پہلے اپنے گھر میں ملنا چاہتی ہیں۔ اس کے بعد ہی وہ تمہارے گھر رشتہ لے کر آئیں گی۔"

وقاص نے دکھی لہجے میں اس سے کہا۔

"وقاص! مگر میں۔۔۔ کیسے۔ اکیلے۔۔؟"

"صرف گھر سے نکلنے تک تم اکیلی ہو گی اس کے بعد میں ہوں گا نہ تمہارے ساتھ۔"

اس نے نور کو یقین دلایا تھا۔

"وقاص مگر۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔ تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں۔"

وقاص نے کہنے کے ساتھ ہی فون رکھ دیا تھا۔ نور ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی تھی۔ اس نے بہت چاہا کہ وہ وقاص سے بات کرے مگر وہ اس کا فون ریسیو ہی نہیں کر رہا تھا۔ وہ بینش کے گھر جانے کا کہ کر گھر سے نکل گئی تھی۔ ذکیہ بیگم اسے اب کسی بات پہ نہیں ٹوکتی تھیں۔ اس نے یہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کی تھی کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کے گھر سے نکلنے تک زکیہ بیگم اپنے کام میں مگن رہیں مگر اس کے بعد ہی انہوں نے عارف کو فون ملایا تھا۔

"عارف !کہاں ہے تو؟ ہم تو کہیں کہ نہیں رہے ۔اس لڑکی نے ہمیں منہ دکھانے کا نہیں چھوڑا۔ تو آجا گھر۔۔۔"

انہوں نے روتے روتے بات عارف اپنے بیٹے تک پہنائی تھی۔ فون بند کرتے ہی وہ طنزیہ ہنسی تھی۔

"بچا سکتی ہو بینیش اپنی دوست کو تو بچالو۔ آج اس منحوسیت سے چھٹکارا پا ہی لوں گی میں۔"

انہوں نے بینیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اس نے دھوکا دیا مجھے بینش۔اس نے مجھے یوز کیا۔اس کے نزدیک میں اس کی محبت کبھی تھی ہی نہیں۔وہ کہتا ہے وہ ایسا تو سب کے ساتھ کرتا ہے۔میں سب نہیں تھی بینش۔میں سب نہیں تھی۔میں نے تو سچی محبت کی تھی اس کے ساتھ۔وہ پہلا مرد جسے میں نے چاہا وہ وہی تو تھا۔وہ کیسے میرے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔کیسے؟ میں ہی کیوں بینش؟ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟ میں نے تو کسی کا برا نہیں کیا۔"

بینیش کسی ٹرانس کی کیفیت میں بیٹھی تھی۔اس کی دوست ان راہوں پہ کب نکلی۔اسے کچھ خبر ہی نہیں ہوئی۔اس نے تو ہمیشہ اسے سب سے چھپایا تھا۔تو پھر کیسے وہ اتنی آگے نکل گئی۔اور اسے خبر تک نہیں ہوئی۔نور نے اسے ساری بات شروع سے آخر تک بتائی تھی۔

"تم کپڑے تبدیل کرو پہلے جاکر۔"

بینیش نے اپنا ایک سوٹ اسے نکال کر دیا تاکہ وہ۔ یہ لباس تبدیل کر لے۔ وہ اسے پہننے ہی جا رہی تھی کہ دروازے پہ زور زور سے دستک ہونی لگی۔ نور نے ڈر کر بینیش کو پکڑا تھا۔ اس بار بینیش بھی ڈری تھی۔ سچویشن ہی ایسی تھی کہ اس کا اپنا دماغ کام کرنا بند کر گیا تھا۔ وہ اسے وہیں روکتی دروازے کی جانب چلی گئی تھی۔ پہلی غلطی وہ اسے یہاں لا کر کر چکی تھی۔ دوسری غلطی اس نے بغیر پوچھے دروازہ کھول دیا تھا۔ عارف کو سامنے کھڑے دیکھ کر وہ سچ میں پریشان ہوئی تھی۔

"کہاں چھپایا ہے اس کالک کو؟"

اس نے اندر آتے ہی اسے بالوں سے پکڑ کر پوچھا تھا۔ درد کے مارے اس کی چیخ نکلی تھی۔

"کون۔۔۔ کسی کی۔۔۔"

"بینیش۔۔"

بینیش کی بات درمیان میں ہی رہ گئی تھی نور اس کی چیخ پہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ اس حالت میں کہ سر پہ چادر بھی نہیں تھی۔ عارف نے اسے اس لباس میں دیکھا تو ایک پل کے لیے اس کے ہاتھ کانپے تھے۔ گرفت ڈھیلی پڑتی دیکھ کر بینیش نے خود کو چھوڑایا تھا۔ اور اس کی جانب بھاگی تھی۔

"ہماری عزت روندھ ڈالی تو نے۔۔ تو"

عارف کی آنکھیں سرخ ہوئی تھی۔ وہ اس کی جانب لپکا تھا۔ بینیش نے نور کو اندر بھیجنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں تھی۔ اس سے پہلے ہی عارف بینیش کو دھکا دیتا نور کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا لے گیا تھا۔ دھکا دینے سے بینیش نیچے کی جانب گری تھی۔ دروازے کے ساتھ ہی رکھی ہوئی میز سے اس کا سر ٹکرایا تھا۔ اس کی ماتھے سے خون نکلا تھا۔ اس نے غنودگی میں جاتے ہوئے

بھی اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر جو آخری منظر اس نے دیکھا وہ عارف کو نور کو گھسیٹتے دیکھا تھا۔ وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو شام ہونے کو آئی تھی۔ ریحانہ بیگم ابھی تک نہیں آئیں تھیں۔ وہ وہیں تھی جہاں بے ہوش ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔ خون نکلنا بند ہوچکا تھا مگر زخم تازہ تھا۔ تب ہی اس کے سامنے نور کا چہرہ آیا تھا۔ وہ اس کا نام لیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ با مشکل خود کو اٹھاتی وہ دروازے کی جانب آئی تھی۔ اس سے پہلے باہر نکلتی ریحانہ بیگم اندر داخل ہوئی تھی۔

"بینش !یہ۔۔۔یہ کیا ہوا؟ کہاں بھاگی جا رہی ہو؟"

انہوں نے ہاتھ میں پکڑے شاپر ایک جانب پھینکتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"امی !اگر نور کو کچھ ہوا تو میں عارف کو جان سے مار ڈالوں گی۔"

اس نے روتے ہوئے ریحانہ بیگم سے کہا تھا۔ ریحانہ بیگم کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ اس سے پہلے اس سے پوچھتی بینش نور کے گھر کی جانب چلی گئی تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے گئی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا بینش۔ صرف تھوڑی سی محبت۔۔۔ ذلیل ہوگئی بینش۔ ذلیل ہوگئی میں۔۔"

وہ اور تیز بھاگی تھی۔ مگر دروازے پہ پہنچ کر اسے ٹھہر جانا پڑا۔ وہاں رش لگا ہوا تھا۔ رونے کی آوازیں۔ نور کو کوستی آوازیں۔ صحن کے بیچ میں بے جان ہوتا نور کا وجود۔ وہ آخری سانس لے رہی تھی۔ دروازے پہ کھڑی بینش کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تھی۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس گئی تھی۔

"پانی!"

نور کے لبوں نے حرکت کی تھی۔ ریحانہ بیگم بھی اس کی جانب لپکی تھی۔

"نور۔ نور۔ کیا ہوا اسے ذکیہ بیگم۔۔ کوئی پانی دو۔"

ریحانہ بیگم کی آواز پہ ساتھ کھڑی عورت نے نل سے گلاس میں پانی لا کر دیا تھا۔ انہوں نے نور کے لبوں سے لگایا تھا۔ بینیش بس خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پانی کے گلاس کو یک دم ٹھوکر لگی تھی۔ عارف نے غصے سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"زنا کاروں کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ پانی نہیں دیا جاتا۔۔"

اس نے ان دونوں کو پیچھے کرتے ہوئے نور کا گلا ایک بار پھر سے دبایا تھا۔

"تو مرتی کیوں نہیں۔۔ مر جا۔۔ ایک ہی بار مر جا۔"

ریحانہ بیگم اور بینیش اس سے نور کو چھڑوانے کی مسلسل کوشش کر رہی تھیں۔ وہ دونوں رو رہی تھی۔ گڑگڑا رہی تھیں۔ تب ہی بینیش نے نور کی آنکھیں پہلے سرخ اور پھر باہر نکلتے دیکھی۔

"نور۔۔۔"

اس نے پاس پڑا کپڑے دھونے والا موٹا سا ڈنڈا اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارا تھا۔ وہ اپنا سر پکڑتا پیچھے ہوا تھا۔ اسسے پہلے وہ اور پاگل ہوتا کچھ آدمیوں نے آکر اسکو پکڑا تھا۔ ساتھ ہی پولیس کو فون کر دیا تھا۔ سارا گھر عورتوں سے بھرا پڑا تھا مگر ان کی مدد کے لیے کوئی نہیں آیا تھا۔ بینیش اس کو پیچھے ہٹاتی اس کی جانب بڑھی مگر وہ مر چکی تھی۔ اس کی نگاہیں بینیش کی جانب تھیں جہاں کچھ دیر پہلے زندگی کی رمق تھی وہاں اب موت راج کر رہی تھی۔ ذکیہ بیگم مسلسل نور کو کسے جا رہی تھی۔ اگر کسی کے لیے ماحول رک گیا تھا تو وہ بینیش تھی۔ جس کی نظریں نور کی نظروں میں زندگی کی رمق تلاش رہی تھیں۔ وہ خاموش تھی، بے جان تھی مگر آنکھوں میں آنسو ٹھر گئے تھے۔

"کیا ہوا تم عارف سے کیوں ڈرتی ہو؟ تم سے چھوٹا ہے۔ دو تھپڑ لگا یا کرو اسے۔ سیدھا رہے گا۔"

"مجھے ڈر لگتا ہے اس سے۔ یاد نہیں اس بابا نے کیا کہا تھا۔"

"کیا؟"

"اپنے بھائی سے ہوشیار رہنا ورنہ تمہیں۔۔۔"

"اس نے ساری بکواس کی تھی۔ ایسے لوگ دھوکا دیتے ہیں۔"

"نہیں۔ اللہ والے جھوٹ نہیں بولتے۔"

بینیش نے سر پکڑا تھا۔

"تمہیں سمجھانا بے کار ہے۔"

"بینیش! اگر وہ مجھے مارے گا تو تم کیا مجھے۔۔؟"

"میں اس کے ہاتھ توڑ دوں گی جو وہ تمہاری طرف بڑھائے گا۔ میں اس کی آنکھیں نکال لوں گی جو تمہاری جانب غلط نظروں سے دیکھیں گی۔ اور اس کے لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بینیش جانتی ہے اسے نور کے لیے کیا کرنا ہے۔ ڈونٹ وری۔"

مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکی تھی۔ وہ ناکام ہوئی تھی۔ اس کے سامنے نور نے زندگی کی بازی ہاری تھی۔ کردار پہ بہتان کھایا۔ مگر اس کی گواہی دینے کوئی نہیں آیا۔ کوئی نہیں۔ وہ مر گئی بہتان کو ماتھے پہ سجائے چلی گئی۔

تجھ بن گھر کتنا سونا تھا

دیواروں سے ڈر لگتا تھا

بھولی نہیں وہ شام جدائی

میں اس روز رویا بہت تھا

"وہ غلط تھی عاصمہ۔ وہ شروع سے ہی غلط تھی۔ پیار محبت گھر کے باہر سے نہیں ملتا۔ یہ تو دلوں کے اندر ہوتا ہے۔ لفظوں میں نمایاں ہوتا ہے۔ آنکھوں سے جھلکتا ہے اور چہروں سے عیاں ہوتا ہے۔ اس میں مرد و عورت کی کوئی تمیز نہیں۔ انسان تو بنا ہی انس سے ہے۔ انس یعنی محبت۔ جب اس کے اندر ہی محبت چھپی ہے تو باہر کیوں تلاشنا۔ کیا انسان کے لیے اتنا کافی نہیں کہ اس کے رب نے اسے سب مخلوق میں سے اپنا سب سے پسندیدہ بندہ بنایا۔ اشرف المخلوقات بنایا۔ اسے اپنا نائب بنایا۔ اس پہ اپنی تمام نعمتیں نچھاور کر دیں۔ نہیں۔ نہیں کافی انسان کے لیے۔ اس کے اندر تجسس اور، اور زیادہ لینے کی طلب نے اسے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔"

"نہیں بڑی بی بی۔ اس پہ بہتان لگایا گیا۔ اور پھر عزت اور غیرت کے نام پہ قتل۔۔۔"

عاصمہ سے اس سے زیادہ کہا ہی نہیں گیا۔

"اس پہ بہتان لگایا گیا مگر بہتان لگانے کی وجہ اس نے دی سب کو۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ تنہائی میں مرد اور عورت کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ کیا اسے خبر نہیں کہ وہ عورت ہے۔ عورت کا مطلب ہی چھپی ہوئی۔ اسے اپنے آپ کو چھپا کہ رکھنا چاہیے۔۔ اس سے کس نے کہا کہ تنہائی میں نا محرم سے باتیں کرے۔ عاصمہ! اس نے خود اپنی چادر اپنے سر سے اتاری۔ پھر بہتان تو لگے گے نہ۔"

نسیمہ بیگم نے عاصمہ کو پھر سمجھایا تھا۔ انہوں نے رات کو اس کی اور رباب کی باتیں سن لیں تھیں۔ وہ عاصمہ کو سمجھانے بیٹھی تھی۔ مگر ان کی نظریں ان کی باتیں غور سے سنتیں رباب پہ بھی لگی تھی۔

"اب جاو۔ جاکر دیا کو دیکھو کدھر ہے۔ صبح سے نظر نہیں آئی۔"

انہوں نے عاصمہ کو دیا کو ڈھونڈنے بھیج دیا۔ رباب نے بھی منظر سے ہٹنا چاہا تھا مگر انہوں نے آواز دے کر اسے روک لیا تھا۔ وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا تمہاری عاصم کے ساتھ شادی میں تمہاری مرضی شامل تھی؟"

رباب نے حیران کن نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے پہ کس بھی طرح کا مزاق کا گمان نہیں تھا۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے رباب۔"

اس سے جواب تک نہیں دیا گیا۔

"جوزف پوری رات گزر گئی ہے یہ لڑکی ابھی تک نہیں آئی۔"

خالہ انیلا نے اپنے شوہر سے کہا۔

"یہ لندن ہے ڈیئر۔ یہاں ہر پاکستانی آکر تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہ بھی ہو گئی ہے۔"

بیر پیتے جوزف نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے تو وہ ایسی نہیں لگی۔"

"مجھے بھی تم ایسی نہیں لگی تھی مگر تبدیل تو ہو گئی نہ تم۔ اور پھر اس کو تو کوئی بو کے بھی بھیجتا ہے نہ۔"

انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

تبھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو سامنے ماریہ کھڑی تھی۔

"تم۔۔؟"

"عینی کے ساتھ کام کرتی ہوں۔ وہ۔۔۔"

"وہ کیا؟"

خالہ نے اس سے غصے سے پوچھا تھا۔

"کہاں ہے عینی؟"

آ تجھ کو میں گمنام لکھوں
پھر ڈھونڈھ کے تجھے، ہم نام لکھوں
تجھے پھول کی بھٹکتی خوشبو لکھوں
تجھے رنگ لکھوں، رنگ ساز لکھوں
تجھے درد لکھوں، تجھے دوا لکھوں
تجھے محبت کی سوغات لکھوں
تجھے صبح کا پیغام لکھوں
تجھے ہر پل سوچوں، پھر ہر شام لکھوں

"وقاص! ہو سکتا ہے تجھے غلطی ہوئی ہو۔ وہ لڑکی بینش نہ ہو۔"

"مجھے اس کو پہچاننے میں کبھی کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔۔ تو وہاں نہیں تھا۔ اس لیے تجھے یقین نہیں آتا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔۔۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر کمرے میں چلنا شروع کر دیتا ہے۔

"کتنے دنوں بعد۔ کتنے دنوں بعد۔ میں نے آخر تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔ تم نے مجھ سے چھپنے کی کوشش کی۔ مگر سب نے سود۔ دیکھو آج تم خود میرے سامنے آ گئی ہو۔"

وہ لاشعوری طور پہ بینش سے بات کر رہا تھا مگر کمرے میں اس کے اور نعمان کے سوا کوئی نہیں تھا۔

"بہت پیار ہے نہ تمہیں نور سے۔ اس نے دراز سے سگریٹ نکال کر اسے سلگایا تھا۔ دیکھتے ہیں تم کب تک اسے مجھ سے بچا پاؤ گی۔"

وہ خود طنزیہ ہنسا تھا۔ نعمان گم سم کھڑا تھا۔ جب جب اسے بینش یاد آتی تھی اس کی حالت ایسی ہی ہوتی تھی۔ وقاص ہاتھ میں سگریٹ لیے اپنے بیڈ کے کنارے رکا تھا اور اس میں سے نور کی تصویر باہر نکالی تھی۔

"سوری نور میں تمہارے ساتھ کچھ نہیں کرنے والا تھا مگر تم نے بتایا ہی نہیں کہ بینش تمہاری دوست ہے۔ وہ بھی سب سے بڑھ کر۔ ہاں کیوں نہیں بتایا بے بی؟"

اس نے جلتا ہوا سگریٹ اس کے ہاتھ پہ رکھا تھا۔ وہاں سے ایک لائن بناتا ہوا اس کے چہرے تک لے گیا تھا۔

"کیوں نہیں بتایا مجھے۔ کیوں؟"

وہ غصے میں تصویر کا چہرہ داغ دار کر گیا تھا۔ اسے اس طرح چلاتے دیکھ نعمان آگے بڑھ آیا تھا۔ اس نے اسے با مشکل قابو کیا تھا۔ وہ مسلسل چلا رہا تھا۔ نعمان نے اسے بیڈ پہ بیٹھا کر دراز سے سلیپنگ پلز نکال کر دیں تھیں۔ وہ غصے میں کھول رہا تھا۔ نعمان نے اسے با مشکل قابو کیا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بڑبڑاتا ہوا سو گیا تھا۔ نعمان نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ اچھی طرح سے تسلی کرنے کے بعد وہ اسے وہاں بیڈ پہ لٹانے کے بعد لائٹ آف کرتا باہر آگیا تھا۔ ان کی زندگی بھی کتنی تبدیل ہو گئی تھی۔ کل تک ان کا بھی شمار اچھے اور شریف گھرانوں کے لڑکوں میں ہوتا تھا مگر اب۔۔ اب ایسا کچھ نہیں ہے۔ وجہ صرف اور صرف ایک؟

"بینیش! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"پکنک پہ۔"

"میں نے کہا تھا اس فضول لڑکی کی باتوں میں نہیں آو۔ اس کی نہ تو نیت اچھی نظر آ رہی ہے مجھے اور نہ ارادے۔ اب بھگتوں۔"

عینی نے رباب کو غور سے دیکھا تھا اور پھر منہ میں ببل گم چباتے آرام سے چلتی بینیش پہ ڈالی۔ اس نے شاید یہ سوال پوچھ کہ غلطی کر ڈالی تھی۔

"زیادہ پریشان مت ہو۔ اس کا ایک ایکسیلینٹ رہ گیا ہے۔ اس لیے بول رہی ہے۔ اگنور ہر۔"

عینی مسکرا دی تھی۔ وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ کیا ہوا ہوگا۔

"بینش۔ چپ کر جاؤ تم۔ ایک لفظ نہیں بولنا تم۔۔ کتنی انسلٹ ہوئی میری صرف اور صرف تمہاری وجہ سے۔"

رباب سچ میں دکھی تھی۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ۔۔۔کیا ہوا ہے۔"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ اسی سے پوچھو۔"

رباب نے غصے سے سامنے چلتی بینش کی جانب اشارہ کیا تھا۔ عینی دو قدم آگے چل کر بینش کے قریب آئی تھی۔

"کیا کیا ہے تم نے۔ کچھ زیادہ ہی ناراض ہے۔"

عینی نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"کچھ نہیں کیا۔ بھوک لگی ہے میڈم کو۔ صبح بغیر ناشتے کے سکول آئی۔ اور جیسی اس کی حرکتیں ہیں نہ اس نے رات بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا۔ اس لیے مجھے کھانے کو دوڑ رہی ہے۔"

بینش نے حسب معمول بات گول کی تھی۔ جبکہ رباب ان دونوں کو ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کرتے دیکھ چڑی تھی۔

"یہ تم کیا گسر پسر کر رہی ہو؟"

"کچھ بھی تو نہیں۔"

عینی نے اس کی جانب واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"بھوک لگنے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ دیکھو ذرا ہوا ہے کیا؟"

بینیش نے اسی طرح سیدھے چلتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے کہنے کی دیر تھی عینی نے فوراً اپنے پیچھے منہ پھلائے چلتی رباب کو دیکھا تھا اور زور سے ہنسی تھی۔ اسے اس طرح سے ہنستا دیکھ کر رباب دوسری جانب مڑ گئی تھی۔ اس بار کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ وہ تینوں اس وقت سکول سے واپسی پہ گھر جا رہی تھی مگر بینیش انہیں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ رباب اس سے ناراض تھی جب کہ بینیش کا ارادہ اسے منانے کا ہرگز نہیں تھا۔

"رباب۔۔روکو۔۔رباب۔۔چلی گئی۔ کیوں تنگ کرتی ہو اسے۔"

عینی کے آواز لگانے پر بھی وہ نہیں رکی تھی۔ بینیش نے اسے غصے میں واک آوٹ کرتے دیکھا تھا اور ببل گم تھوک دی تھی۔

"اس نے سٹارٹ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں چیٹ کرے بغیر پاس نہیں ہو سکتی۔۔۔۔"

"تم نے پھر چیٹ کی؟"

عینی نے صدمے سے پوچھا تھا۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مس نے خود کہا تھا ہاتھ جوڑ کے "بیٹا اگر کچھ نہیں آتا تو خالی پیپر دینے کی ضرورت نہیں۔ یہاں بک رکھی ہے اٹھا کر دیکھ لینا۔"

عینی بینیش کے ہو بہو نقل اتارنے پہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"بینیش تم ایسا۔۔کیسے کر سکتی ہو؟"

"بس ٹیلنٹ ہے۔" اس نے فرضی کالر جھاڑے تھے۔

"اچھا تو یہ میڈم کیوں ناراض ہیں۔ سچی مچی والی وجہ؟"

عینی نے رباب کی جانب اشارا کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔

"وہ۔۔ میں نے مس سے کہا کہ اس نے اور میں نے بالکل سیم لکھا ہے۔ میں تو بک سے کاپی کیا ہے اور اس نے مجھ سے۔"

پھر خود ہی ہنس پڑی تھی۔ عینی شاک میں تھی۔

"بینش!" وہ چلائی تھی۔

"کیا؟ اس کو کس نے کہا ہے پورا کا پورا لیسن ورڈ بائے ورڈ یاد کرے۔ میں نے تو بس مذاق کیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا یہ پیپر پہ کتاب چھاپ بیٹھی ہے۔"

بینش نے آگے چلتی رباب کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی لکھتی ہے۔ جان بوجھ کے کیا ہے تم نے اور وہ بھی نئی مس کے سامنے۔ کیا امپریشن پڑا ہوگا ان پہ رباب کا۔ مانا کے مس بتول نے تم سے چیٹ کا کہا ہوگا۔ پوچھ پوچھ کے ناک میں دم جو کیا ہوا تھا تم نے ان کی۔ مگر اب مس ثمینہ انچارج ہیں۔ کچھ تو خیال کر لیتی۔"

عینی نے اس کی کلاس لی تھی۔ مگر اس پہ فرق شاید نہیں پڑا تھا۔

"ہاں تو اس نے نہیں کی۔ سب کے سامنے مجھ سے دوستی توڑ دی۔ یونو پوری کلاس تھی وہاں۔"

"ابتداء تم نے کی تھی۔"

عینی نے پھر سے اسے اس کی غلطی یاد کروائی تھی۔

"ارے مس کو بتا دیا تھا میں نے سب کچھ ۔ ڈونٹ وری ۔ اس نے رباب کی جانب دیکھا تھا جو شاید ایک بائیک سوار سے پریشان نظر آرہی تھی ۔ یہ کیا ہو رہا ہے ؟"

رباب اپنے دھیان میں بڑبڑاتے ہوئے جا رہی تھی ۔ کتنی مشکل سے اس نے اس ٹیسٹ کو ورڈ بائے ورڈ یاد کیا تھا ۔ کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور اس نے کتنی آسانی سے کہہ دیا کہ چیٹ کی ہے ۔

"ارے کہیں جانا ہے تو میں چھوڑ دوں ؟"

"ارے تھک جاوگی ۔ سنو تو ۔"

وہ بائیک آہستہ کرے اس کے ساتھ ساتھ چلا رہا تھا ۔ رباب تیز تیز چلنا شروع ہو چکی تھی ۔ ایسے موقعوں پہ صرف بینیش آگے ہوتی تھی ۔ مگر وہ ۔ ۔ ۔ رباب رونے والی ہوئی تھی ۔

"یہ چاند سا روشن چہرہ

زلفوں کا رنگ سنہرا

یہ جھیل سی نیلی آنکھیں

کوئی راز ہے ان میں گہرا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"تعریف کروں کیا اس کی ۔ ۔ ۔ جس نے مجھے بنایا ۔ ۔ "

اس کا آخری فقرہ بینیش نے مکمل کیا تھا ۔ رباب نے آواز پہ سر اٹھا کر دیکھا تو بینیش اس کے دائیں جانب بائیک سوار اور اس کے درمیان میں تھی جبکہ عینی بائیں جانب موجود تھی ۔ ان کی موجودگی سے رباب کو ہمت ملی تھی ۔ اس دونوں کی توجہ اب بینیش پہ تھی جو اس سے گپے لگانے میں مصروف تھی ۔

"کمال گاتی ہیں آپ۔"

"بس کبھی خود کی تعریف نہیں کی۔ آپ کر دیں۔"

بینش نے آدھا جملہ ان دونوں کی جانب دیکھ کر کہا اور پھر آدھا جملہ اس شخص کی جانب دیکھ کر۔ وہ دونوں تو ہنس پڑی اور بے چارہ بائیک سوار چنے کے جھاڑ پہ چڑھ گیا۔

"کافی خوبصورت آواز ہے آپ کی اور۔۔ (اس نے رباب کی جانب دیکھنا چاہے مگر بینش آ گے آ گئی)

"ارے اسے چھوڑیں وہ دماغی طور پہ درست نہیں۔ اسے ٹیٹنس کے ٹیکے لگ رہے ہیں ابھی۔"

"کیا کتے نے کاٹ لیا؟" اسے جیسے افسوس ہوا تھا۔ جبکہ رباب چپکی ہی رہی۔

"بس کیا کریں۔ بچی اپنی ہے بچانا پڑا۔ ورنہ۔۔ خیر آپ کہاں جا رہے ہیں زرا آ گے تک چھوڑ دیں گے۔"

اس کی بات سنتا وہ خوش ہی تو ہوا تھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

اس نے فوراً سے بائیک روکی تھی۔ اب لڑکی خود جھولی میں پکے آم کی طرح آ کر گرے گی تو وہ کیا پاگل ہے جو پیچھے ہٹے گا۔ بینش فوراً سے بیٹھ گئی۔ بائیک سوار نے بائیک آ گے بڑھائی تھی۔ بینش نے بائیک کے تھوڑی دور جانے کے بعد ان کی جانب پیچھے دیکھا تھا جو غصے سے اسے گھور رہی تھیں۔ ایسا تو انہوں نے سوچا تک نہیں تھا جو بینش کر گئی تھی۔ بینش نے انہیں ہاتھ سے اشارا کیا اور

پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو داہنے ہاتھ سے رگڑا تھا اور پھر زور سے بائیک سوار کے سر پہ ایک کے بعد ایک تھپڑ مارے تھے۔ اسنے ہڑبڑا کر بائیک روکی تھی۔

"کیا بدتمیزی ہے؟"

"بدتمیزی! اس نے ایک اور لگائی تھی۔ راہ چلتی لڑکیوں کو تم چھیڑو۔ گانے تم گاو۔ اور بدتمیزی ہم کریں۔ ٹھہرو تو ذرا۔ تیرا پورا تماشہ نہیں لگایا تو میرا نام بھی بینیش نہیں۔"

اسے سنانے کے ساتھ ساتھ ہی وہ اسے تھپڑ لگانا نہیں بھولی تھی۔ آخر میں اس کا ہاتھ جوتی تک جاتا دیکھ وہ سر پہ پیر رکھ کر بھاگا تھا۔ وہ اسے لگاتار سنا رہی تھی جب وہ دونوں ہنستی ہوئی پیچھے سے آکر اس کے گلے لگ گئیں تھیں۔

"یار بس کرو۔ ۔ چلا گیا وہ اب۔"

"وہ بھاگ گیا اس لیے بچ گیا۔ ورنہ تمہاری طرف کوئی بری نگاہ سے دیکھے اور بینیش اسے چھوڑ دے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں ہاں جانتے ہیں ہم۔"

رباب اس سے کہتی گلے لگی تھی۔ وہ ہمیشہ سے اس کی مدد کرتی رہی تھی۔ اس کی ناراضگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی جب اس نے بینیش کو مس ثمینہ سے بات کرتے سن لیا تھا۔ وہ اس کی صفائی دے رہی تھی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ اس کے ساتھ پوری کلاس کے سامنے لڑ کر آئی تھی۔

"تم ناراض ہو۔"

"نہیں۔"

"چلو اچھا ہوا میرے پیسے بچے ورنہ۔۔۔"

"بینش!"

وہ دونوں اکھٹی چلائیں تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ چلو۔"

عینی خواب سے بیدار ہوئی تھی۔ کتنا اچھا تھا اس کا خواب۔ اور حقیقت تلخ سے تلخ۔ نہ جانے کتنی دیر اسے ہو چکی تھی۔ کون تھے اور اسے کیوں رکھا تھا۔ وہ رو رہی تھی۔ مسلسل ہاتھ پاوں کو چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی مگر کوئی راہ سبیل نہیں تھی اس کے لیے۔ بھوک پیاس سے اس کا برا حال تھا۔ اس سے پہلے وہ غنودگی میں جاتی اس نے کمرے میں کسی شخص کو آتے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پہ نقاب تھا اور ہاتھ میں پیٹرول کا کین۔ خوف نے اس کی نیند کو پل بھر میں بھگایا تھا۔ وہ شخص اس کے آس پاس ہر چیز پہ پیٹرول ڈال رہا تھا۔ وہ بے آواز چلا رہی تھی۔ خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ اس کے بعد وہ شخص اس کی جانب دیکھتا لائیٹر جلا کر پھینکتا چلا گیا تھا۔ اس کی موت ایسے ہوگی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کیسے کوئی کسی جان کو ایسے مار سکتا تھا۔ اس نے شدت سے رب کو پکارا تھا۔ کمرے میں دھوں پھیل رہا تھا۔ یہاں ہر چیز لوہے اور لکڑی کے کنٹر اس میں تھی۔ اس لیے آگ پھیلنے تک ہی اس کی زندگی تھی۔ جو آخری منظر اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ پھیلتی آگ، سانس روکتا دھواں اور شور کی آوازیں تھیں۔ اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

"کیا تمہاری عاصم کے ساتھ شادی میں تمہاری مرضی شامل تھی؟"

رباب نے حیران کن نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے پہ کس بھی طرح کا مزاق کا گمان نہیں تھا۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے رباب۔"

اس سے جواب تک نہیں دیا گیا۔

"جی۔ میری مرضی۔۔۔ (اس کی زبان لڑکھڑائی تھی)۔ شامل تھی۔"

نسیمہ بیگم کرسی سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"جب بات میں وزن اور سچائی کا ساتھ ہو نہ تو زبان نہیں لڑکھڑاتی۔"

رباب نے نسیمہ بیگم کی جانب دیکھا تھا۔ انہوں نے کیسے پہچان لیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

"چلو میرے ساتھ۔"

انہوں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا تھا۔

"کل جب عاصم نے تمہیں کمرے میں جانے کا کہا تو تم نیچے کے فلور کی جانب چلی گئی حالانکہ عاصم کا روم سیکنڈ فلور پہ ہے۔ مجھے لگا شاید ان بن ہے مگر نہیں۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔"

رباب بالکل خاموش تھی۔ وہ صرف سن رہی تھی۔ کیونکہ اس کا کچھ بولنا مناسب نہیں تھا۔ خود اس کے لیے بھی۔ وہ نسیمہ بیگم کے ساتھ لان کے چکر کاٹ رہی تھی۔

"میرا پوچھنا ابھی مناسب نہیں۔۔ جب تک کہ تم دونوں خود نہ بتاو۔"

انہوں نے کہنے کے ساتھ اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ایک بات سن لو۔مجھے کسی بھی انسان کا جھکا سر پسند نہیں پھر چاہے وہ مرد کا ہو یا عورت کا۔ اگر سر جھکانا ہو تو رب کے آگے بس۔"

رباب نے ان کی جانب دیکھتے سر ہلایا تھا۔

"اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ جب تک غلطی اپنی نہ ہو اپنے آپ کو قصوروار نہ سمجھنا۔ اور اگر ہو تو معافی مانگ لینا۔"

رباب اپنی جگہ سن کھڑی تھی۔

"کیا وہ سب جانتی ہیں؟"

اس نے خود سے سوال کیا تھا کیونکہ وہ لان کی دوسری جانب سے آتی دیا کی جانب متوجہ ہو چکی تھیں۔

"جوزف پوری رات گزر گئ ہے یہ لڑکی ابھی تک نہیں آئی۔"

خالہ انیلا نے اپنے شوہر سے کہا۔

"یہ لندن ہے ڈیئر۔ یہاں ہر پاکستانی آکر تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہ بھی ہو گئ ہے۔"

بیر پیتے جوزف نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے تو وہ ایسی نہیں لگی۔"

"مجھے بھی تم ایسی نہیں لگی تھی مگر تبدیل تو ہو گئی نہ تم۔ اور پھر اس کو تو کوئی بو کے بھی بھیجتا ہے نہ۔"

انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

تبھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو سامنے ماریہ کھڑی تھی۔

"تم۔۔؟"

"عینی کے ساتھ کام کرتی ہوں۔ وہ۔۔۔"

"وہ کیا؟"

خالہ نے اس سے غصے سے پوچھا تھا۔

"کہاں ہے عینی؟"

"وہ مل نہیں رہی۔ کہیں بھی نہیں ہے۔"

وہ رو پڑی تھی۔

"میری بات سنو لڑکی۔ اس ملک میں وہ نئی ہے۔ اسے تو یہاں کے راستے بھی نہیں معلوم۔ وہ کہاں جائے گی۔ تم۔۔۔ تم ہر وقت ہوتی تھی اس کے ساتھ۔ ڈھونڈھ کے لاوا سے۔"

وہ الٹا ماریہ پہ چڑھ دوڑی تھیں۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ وہ۔۔۔"

ماریہ نے پھر سمجھانا چاہا تھا۔

"مگر تم جلد سمجھ جاوگی اگر عینی صبح تک یہاں نہیں پہنچی۔"

وہ اس پہ دروازہ بند کر چکی تھی۔ ماریہ دروازے کے پیچھے بے بس کھڑی تھی۔

"جوزف مجھے وہ لڑکی ہر حال میں واپس چاہیے۔ ہر حال میں۔"

جوزف نے انیلہ کو غصے میں کہتے سنا تھا۔ مگر اس کا ارادہ عینی کو تلاش کرنے کا ہرگز بھی نہیں تھا۔

نور کو اس دنیا سے گئے آج دوسرا ہفتہ ہو چکا تھا۔ سب سنبھل چکے تھے سوائے بینش کے۔ وہ آج بھی ویسے ہی تھی گم صم چپ چاپ۔ رباب اور عینی اس کو بولنے پہ اکسا اکسا کر تھک چکی تھی۔ مگر اس میں زرا سا بھی فرق نہیں آیا تھا۔ اسی طرح ایک دوپہر کو اسے انجان خط ملا تھا۔ وہ۔ اسے ایسے ہی پھنک دیتی مگر اس پہ نور کا نام لکھا دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

"تو کیسی رہی بینش؟ تمہیں کیا لگا کہ میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ دوں گا۔ نور کی حالت میری طرف سے تمہارے کیے کا جواب ہے۔ اگر اب بھی میرے سامنے آنے کی ہمت ہے تو نیچے دیے گئے ایڈریس پہ کل مجھ سے ملنا۔

"Iwillwaitforyou."

کچھ غلطیاں ہم جان بوجھ کے کرتے ہیں جبکہ کچھ ہم سے انجانے میں ہو تیں ہیں۔ مگر سزا ہمیں دونوں کی ملتی ہے۔ یہ شاید بینش نے نہیں پڑھا تھا۔

---

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

آ تجھ کو میں گمنام لکھوں
پھر ڈھونڈھ کے تجھے، ہم نام لکھوں
تجھے پھول کی بھٹکتی خوشبو لکھوں
تجھے رنگ لکھوں، رنگ ساز لکھوں
تجھے درد لکھوں، تجھے دوا لکھوں

تجھے محبت کی سوغات لکھوں

تجھے صبح کا پیغام لکھوں

تجھے ہر پل سوچوں، پھر ہر شام لکھوں

"تم؟؟؟"

"ہاں میں۔ یاداشت کافی اچھی ہے تمہاری۔ مجھے لگتا نہیں تھا کہ تم مجھے اتنی جلدی پہچان لوگی۔"

وقاص چلتا ہوا اس کے روبرو آیا تھا۔ بینش کے ذہن میں کچھ مہینوں پہلے ہونے والا واقع گھوم گیا تھا۔ رباب کی برتھ ڈے آرہی تھی۔ وہ ریحانہ بیگم کے ہمراہ اس کے لیے گفٹ خریدنے آئی تھی۔

"امی! یاد آیا۔ مال میں نیو بک شاپ کھلی ہے۔ وہاں پہ چلتے ہیں؟"

"بینش! آخر کیا ہوا ہے۔ سکون سے ایک چیز پسند کرلو۔ تم مجھے پورے دو گھنٹے سے بازار میں یونہی گھومائے چلے جارہی ہو۔ اور اب کہہ رہی ہو کہ مال چلو۔ آخر لینا کیا ہے؟ ایک بار ہی میں سوچ لو۔"

ریحانہ بیگم اس کے گفٹ ناپسند کرنے سے نالاں نظر آرہی تھیں۔ وہ اس وقت کراچی کے نامور بازار میں کھڑی تھیں۔ دو گھنٹے یہاں کی خاک چھاننے کے بعد بھی اسے اپنی پسندیدہ چیز نہیں ملی تھی۔

"امی چلیں نہ۔"

بینش نے کہنے کے ساتھ ہی ریحانہ بیگم کو قریبی مال کے راستے کی جانب کھینچا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ مال کے آگے کھڑیں تھیں۔ وہ ایکسائیٹمنٹ میں جلدی جلدی اندر جارہی تھی کہ ریحانہ بیگم کی آواز پہ رکنا پڑا۔

"بینش! تم نے پہلے سے طے کیا ہوا تھا کہ گفٹ میں بک لینی ہے وہ بھی یہاں سے؟"

وہ ماں ہی کیا جو بیٹی کو نہ پہچان سکیں۔ ریحانہ بیگم نے درست اندازہ لگایا تھا۔

"امی! زیادہ مت سوچا کریں۔۔ چلیں اب۔"

بینش نے ریحانہ بیگم کو ٹالا تھا۔ وہ ان سے کب اپنی خوشی چھپا پاتی تھی۔ مال کے دروازے پہ ریحانہ بیگم کو اپنی جاننے والی مل گئی تو وہ ان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئیں۔ بینش نے پہلے تو دو منٹ انتظار کیا پھر ریحانہ بیگم کو بک شاپ کا بتا کر وہاں سے چلی گئی۔ اب وہ انہیں کیسے بتاتی کہ اس سے باوچر ملا ہے۔ اسے ہر چیز پہ بیس فیصد ڈسکاونٹ ہے پھر چاہے وہ جو مرضی خریدے۔ وہ صرف بک شاپ نہیں تھی بلکہ ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ وہ اچھے سے شاپنگ کر سکتی تھی۔ لہٰذا ریحانہ بیگم کو پیچھے چھوڑے وہ شاپ کے اندر چلی آئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔ اس نے سیل مین کو اسے اپنے لیے پک کروانے کا کہا تھا۔ اس کا دھیان اب شالز پہ گیا۔ اس نے رباب کے لیے ایک شال بھی خرید لی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چار سے پانچ چیزیں خرید چکی تھی۔ اب اس کا ارادہ اپنے باوچر کو استعمال کرنے کا تھا۔ اس کا باوچر دیکھتے ہی سیلز مین نے بینش کو سپیشل گیسٹ کی طرح ٹریٹ کرنا شروع کیا۔ وہ خوش تھی بہت خوش۔

"ایکسکیوز می!"

"یس!"

وہ مختلف قسم کے پرفیومز چک کر رہی تھی جب اسے کسی نے بلایا تھا۔

"میرا نام وقاص ہے۔۔۔"

وقاص نے خود کا تعارف کروایا تھا۔

"تو اس میں، میں کیا کر سکتی ہوں؟ نام پسند نہیں تو نام چینج کر لیں۔"

اس نے اسی طرح خود کو مصروف ثابت کرتے ہوئے کہا۔ مخالف تھوڑا کنفیوز ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر کہ بال کو ایسے ہی ٹھیک کیا تھا۔

"آپ غلط سمجھی ہیں۔مجھے میرا بہت پسند ہے۔ وہ دراصل۔۔۔"

"اے۔۔۔ایکسکیوز می۔۔"وہ وقاص کی بات کو کاٹتی کاونٹر کی جانب چلی گئ۔

"یہ بھی پیک کر دیں۔"

بینش نے جیسے اس کی بات کو اہمیت ہی نہیں دی تھی۔

"مس کرن۔۔"

وقاص نے

کاونٹر پہ دوبارہ آ کر بات کرنی چاہی تھی۔

"بینش۔"

بینش نے اس کی تصیح کی تھی۔

"سوری سوری۔ مائے مس ٹیک۔ مس بینش تو آپ کیسی ہیں؟"

وقاص نے ہنستے ہوئے بات کی ابتداء کی تھی۔ وہ دونوں کاونٹر پہ موجود تھے۔ بینش کا دھیان زیادہ تر رباب کے لیے خریدے گئے گفٹ پہ تھا۔

"کیوں بھئی میری طبعیت خراب ہے کیا؟ کون؟ ہو کون تم؟"

اس نے بل پے کرتے ہوئے اس سے کہا تھا جو نجانے کیوں اس کے پیچھے پڑا تھا۔ باوچر کے ہونے کے بعد بھی رباب اسے مہنگی پڑی تھی۔

"آپ نے مجھے پہچانہ نہیں۔۔۔"

"کیوں تم میری پھوپھی کے لڑکے ہو جو تمہیں پہچانوں۔"

بینیش نے بدمزہ ہوتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"مزاق اچھا کرتی ہیں آپ۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی ہنسا تھا۔ کاونٹر پہ موجود شخص ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔ جبکہ بینیش نے اسے اوپر سے لیکر. نیچے تک غور سے دیکھا تھا۔

"میرا سامان؟"

کہا کاونٹر پہ موجود شخص کو تھا مگر وہ دیکھ ابھی تک اسی کو رہی تھی۔ وقاص اس کے اس طرح سے دیکھنے پہ تھوڑا گڑبڑایا تھا۔

"مس بینیش۔۔۔"

"دیکھو مسٹر اگر چوری وری کا ارادہ ہے نہ تو بھول جاو۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ جو تھا اس کا سامان لے چکی ہوں۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔۔۔ میں تو بس آپ سے بات۔۔۔"

"کیا بات کرنی ہے؟" جانتے ہیں مجھے کیا؟ نام تک تو میں نے بتایا ہے آپ کو؟ اور بات کرنی ہے جی۔"

بینیش کا لہجہ آخر میں طنزیہ ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑا اونچی آواز میں بھی بول رہی تھی۔ جس سے آس پاس کے لوگ بھی متوجہ ہو گئے تھے۔ وقاص سچ میں پزل ہوا تھا۔

"اب بتائیں بھی۔"

"میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔۔"

بینیش حیران ہوئی تھی جبکہ آس پاس کھڑے شوخ لڑکوں نے سیٹی بجائی تھی۔ جس کو سن کر وقاص کو حوصلہ ہوا تھا۔

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟"

بینیش نے ایک بار پھر سے تصحیح کرنا چاہی تھی۔

"بینیش! تمہیں پسند کرتا ہوں۔ ویل یو میری می؟"

وقاص نے باقاعدہ گھٹنوں پہ بیٹھ کر اسے پرپوز کیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رنگ تک موجود تھی جو اس نے بینیش کی جانب بڑھا دی تھی۔ اب کی بار تو بینیش بھی ڈری تھی۔ اس کی ماں باہر کھڑی تھی۔ اور پوری شاپ پہ یہ شخص اس کا مذاق بنا رہا تھا۔

"ہاں کہہ دے ہاں۔"

مجمے میں سے کسی نے ہانک لگائی تھی۔ بینیش کی حد بس یہیں تک تھی۔ اس نے ایک نظر سامنے گھٹنوں پہ بیٹھے شخص کو دیکھا تھا جو مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ سے رنگ آہستگی سے لی تھی۔ بینیش کو رنگ پکڑتے دیکھ وقاص اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تھا کہ بینیش نے وہ رنگ اس کے منہ پہ دے ماری تھی۔ مجمے سے اٹھتی ہوٹنگ کی آوازیں بند ہوئیں تھیں۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟ تم ہو کیا؟ آوارہ بد معاش کہیں کے۔"

اس نے پاس رکھے پلاسٹک کے پھول اس کے سر پہ مارے تھے۔مجمے کے لوگ اب بجارے مجنوں کی حالت پہ ترس کھا رہے تھے۔

"اور تم لوگ کیا مزاق بنا رکھا ہے؟ کوئی کام وام نہیں ہے جو یہاں کھڑے ہو؟"

اس نے مجمے سے کہا تھا جو فورا بکھرنا شروع ہوا تھا۔

"بینیش! یہ مزاق نہیں ہے۔ میں سچ میں۔۔۔"

وہ جو کاونٹر پہ سے اپنا بقایا سامان اٹھا کر جارہی تھی اسکی آواز پہ رکی تھی۔

"بس ایک لفظ اور نہیں۔ اگر ایک لفظ اور نکالا تو منہ توڑ دوں گی تمہارا۔"

آخری لفظ اونچی آواز میں کہا تھا۔اس نے وقاص کو انگلی اٹھا کر وارنگ دی تھی۔اس کی ماں باہر شاپ ڈھونڈ رہی تھی۔اگر انہیں اس بارے میں تھوڑی سی بھی بھنک پڑجاتی تو ضرور اس کا نکاح اس انسان سے پڑھا دیتی۔حالانکہ اس کی ملاقات تو آج پہلی بار ہو رہی تھی۔سونے پہ سوہاگہ یہ کہ وہ نام بھی جانتا ہے۔وہ اسے سنا کر واپس مڑی تو اس ریحانہ بیگم اسی کی جانب چلی آرہی تھی۔انہوں نے اسے گلاس ڈور سے دیکھ لیا تھا۔اس سے پہلے وہ باہر نکلتی وقاص نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس کھینچا تھا۔ریحانہ بیگم کے بڑھتے قدم رکے تھے۔

"بینیش میں مر جاوں گا اگر تم ایسے چلی جاوگی۔سچ میں میں مر جاوں گا۔"

وقاص نے دونوں ہاتھوں میں اس کا بایاں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا۔شاپ پہ موجود لوگوں کے لیے یہ انٹرٹینمنٹ ہوگیا تھا۔کئی لوگ تو ویڈیو بھی بنا رہے تھے۔بینیش نے اس سے ہاتھ چھڑوانے کی

کوشش کی مگر سب بے سود رہا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے شاپ سے باہر کھڑی اپنی ماں کو دیکھا تھا۔ پھر داہنے ہاتھ کے شاپرز کو نیچے پھینکتے ہوئے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا تھا۔

"بے غیرت، بے شرم۔ ماں بہن نہیں گھر میں۔ راہ چلتی لڑکیوں کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ انہیں تنگ کرتے ہیں۔ انہیں ذلیل کرتے ہیں۔"

وہ اپنے گال پہ ہاتھ رکھے شاک میں کھڑا تھا۔ آس پاس کے لوگ دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے۔ تب ہی ریحانہ بیگم شاپ میں داخل ہوئیں تھیں۔

"امی سچ میں میں اسے نہیں جانتی۔ یہ شخص فضول میں میرے پیچھے لگا ہے۔"

"چلو گھر۔۔"

ریحانہ بیگم نے بس اتنا ہی کہا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑے شاپ سے باہر لے گئیں تھیں۔ مال سے باہر نکلنے تک وہ انہیں بلاتی رہی مگر انھوں نے اس کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کیا سنو تمہاری؟ یہ وجہ تھی تمہاری اس مال میں شاپنگ کرنے کی۔ کوئی شرم ہے تمہیں۔ ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکالتے تمہیں شرم نہیں آئی۔۔"

"امی۔ میں۔۔"

"سوری میم! یہ سب ہماری غلطی سے ہوا ہے۔ ہمیں اس شخص کو روکنا چاہیے تھا مگر ہم ایسا نہیں کر سکے۔"

وہ دونوں مال سے باہر کھڑیں تھیں جب کاونٹر پہ موجود شخص ان کے درمیاں میں آکر بولا تھا۔ وہ دونوں اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"وہ شخص دماغی مریض ہے۔ ایسا وہ کئی لڑکیوں کے ساتھ کر چکا ہے مگر اتنی بر تمیزی کسی کے ساتھ نہیں کی تھی۔ ویری سوری میم۔ یہ آپ کا سامان۔"

اس نے ایک بار پھر سے بینیش سے سوری کی تھی اور سامان اس کی جانب بڑھایا تھا۔

"اپنے اس سامان کو آگ لگا دو۔ ویری سوری کے بچے۔"

سب کچھ جان کر بینیش کی توانائی جیسے واپس آگئی تھی۔ وہ سامان وہیں پھنکتی ریحانہ بیگم کے ساتھ مڑ گئی تھی۔

"سب کی بیٹیاں ایک جیسی ہوتیں ہیں۔ ذرا دھیان رکھنا اب۔"۔ ریحانہ بیگم اس شخص کو کہتی واپس مڑی تھیں۔ وہ سامان ویسے کا ویسے ہی پڑا رہ گیا تھا۔

"سر! آپ نے جھوٹ کیوں بولا کہ وہ پاگل ہے۔"

"تم نے اس لڑکی کو دیکھا ہے خود کو بیچ راہ میں پرپوز کروانے والی ایسی نہیں ہوتیں۔"

مینیجر نے اپنے ساتھی سے جواب دیا تھا۔

"مگر سر۔۔"

"لائیو پرپوز ہماری ایکسٹرا ایکٹیویٹی ہے۔ اس میں لڑکیوں کو پہلے سے ہائیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ لڑکی نہیں تھی۔ ہماری اس ایکٹیویٹی سے کسی شخص کے کردار پہ بہتان لگے ہم نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔

مینیجر نے بینیش کو دور تک جاتے دیکھ کر ساتھی سے کہا تھا۔

"بیچ راہ میں مارا گیا وہ تھپڑ میں آج تک نہیں بھولا ہوں۔ بینیش زبیر۔"

وقاص نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ہینڈسم "

ان ناون نمبر سے اس کی آواز سن کر وہ جی بھر کر بے زار ہوا تھا۔

"وٹ از یور پرو بلم ؟"

فواد نے بہ مشکل کہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کام میں مصروف تھا جب دیا نے پھر اسے فون کر دیا تھا۔

"یو۔ یو آر مائے بگسٹ پرابلم ہینڈسم "

"رابش "۔

وہ اس کی بات سن کر فون غصے سے کٹ کر دیتا ہے۔ پچھلے ایک مہینے سے وہ لڑکی اس کی جان کا عذاب بنی کھڑی تھی۔ ہر طرح سے اس سے سمجھا چکا تھا۔ غصے سے، پیار سے۔ مگر وہ بھی ڈھیٹ ثابت ہوئی تھی۔ وہ فون آف کر چکا تھا۔ اگر وہ فون بھی کرتی تو فون آف ہی آنا تھا۔ جبکہ دیا نے غصے سے فون کو ایک نظر دیکھا تھا۔

"کب تک بچو گے ہینڈسم ۔۔۔"

اس کی بات آدھی ہی پوری ہو پائی تھی کیونکہ عاصم بلکل سامنے ہی کھڑا تھا۔ دیا کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔

"کیا مجھے ابھی پوچھنے کی ضرورت ہے کہ کون تھا فون پہ ؟"

www.urdunovelsmania.com

عاصم نے اس کے روبرو کھڑے ہو کر دیا سے سوال کیا تھا۔ دیا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ عاصم کے پوچھنے پر بھی اس نے سر اٹھانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ وہ بہت بری پسی تھی۔

"آپ اس کو پسند کرتے ہو تو بھائی کو کیوں نہیں بتاتے؟"

اس نے کبھی حسام سے پوچھا تھا۔

"بتا دیتا مگر تب جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ ادھوری باتیں اور ادھورے قصے نقصان دہ ہوتے ہیں۔"

اسے حسام کی باتیں یاد آئیں تھیں۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے دیا۔"

عاصم نے اس سے دوبارہ کہا۔ مگر وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔ وہ ایک سکون کی سانس لیتا اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"کیا تم کوئی غلط کام کر رہی ہو؟"

"نہیں۔"

"کیا مجھ سے ڈر لگتا ہے۔؟"

"نہیں۔"

"پھر کیا وجہ ہے؟"

وہ پھر سے خاموش ہوئی تھی۔

"دیا تم میری بہن نہیں میری بیٹی ہو اور میرے نزدیک مجھ سے زیادہ میری بیٹی کی خوشی اہم ہے۔"

عاصم کے سمجھانے پہ اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"وہ۔۔۔۔حسام بھائی نے منع کیا تھا۔"

"کیا؟ دیا کیا کہہ رہی ہو۔؟"

عاصم سچ میں پریشان ہوا تھا۔

"بتا دیتا مگر تب جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ ادھوری باتیں اور ادھورے قصے نقصان دہ ہوتے ہیں۔"

اس نے ہو بہو حسام کی بات دہرائی تھی۔

عاصم اس کی بات سن کر خاموش ہوا تھا۔

"جس کو پسند کرتی ہو اس کے بارے میں سیریس ہو؟"

عاصم کے پوچھنے پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"کیا وہ بھی سیریس ہے؟"

"پتہ نہیں۔ اس لیے تو آپ کو نہیں بتا رہی۔ جیسے ہی پوزیٹو آنسر ملا تو سب سے پہلے آپ کو بتا دوں گی۔"

اس نے عاصم کے گلے لگتے ہوئے جواب دیا تھا۔

عاصم خاموش تھا۔ اس کو خود سے جدا کرتے ہوئے وہ مسکراتا ہوا اسے سلیپ ڈریم کہتا کمرے سے چلا گیا تھا۔

"تم دونوں ایسے کیوں ہو؟ دونوں کی زندگی میں میری یہ حیثیت کے مجھے ہی ہر چیز سے بے خبر رکھا جائے۔ پہلے حسام اور اب تم۔ ٹھیک ہے جو تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا مگر اب میں حسام کی طرح تمہارے معملے سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔"

وہ خود سے باتیں کرتا اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ رباب صوفے پہ ایک جانب سوئی ہوئی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کرتا اپنے بیڈ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ صبح سب کے اٹھنے سے پہلے وہ دیا کے کمرے میں گیا۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ اسے اتنا تو اندازہ تھا کہ وہ اپنی چیزیں کہاں رکھتی تھی۔ اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز سے اس کی ڈائری نکالی تھی۔ اور اسے اپنے ساتھ سٹڈی میں لے گیا تھا۔ دیا نے اس میں اپنی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات لکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح پیجز پلٹتے ہوئے ایک تصویر نیچے گری تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس تصویر میں حسام موجود تھا مگر جو لڑکی اس کے ساتھ کسی ریسٹورینٹ میں موجود تھا وہ کوئی اور لڑکی تھی۔ وہ سچ میں چونکا تھا۔ وہ لڑکی بھی خوش نظر آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ دونوں کو ہی خبر نہیں تھی کہ تصویر لی جا رہی تھی۔ اس نے وہ تصویر اپنے پاس رکھی تھی اور ایک بار پھر سے ساری ڈائری پڑھی تھی۔ مگر اس میں دیا نے اس شخص کے بارے میں یا اس تصویر کے مطلق کچھ نہیں لکھا تھا۔ وہ اس ڈائری کو واپس رکھنے کمرے میں گیا تو دیا کمرے میں موجود نہیں تھی۔ وہ واش روم استعمال کر رہی تھی۔ اس نے ڈائری کو واپس رکھا تھا اور فون اٹھا کر دیا کی کال لسٹ سے کل رات والے نمبر کو نوٹ کیا تھا۔

دوپہر تک جب وہ آفس میں بیٹھا تھا تو اس کے ای میل پہ اس کانٹیکٹ نمبر کی ساری ڈیٹیل آچکی تھیں۔ اس نے پرنٹر سے اس شخص کی تصویر کاپی کی تھی۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ احتشام کو بلا کر اسے فواد زبیر کے متعلق تمام معلومات لینے کو کہہ رہا تھا۔

"آخر یہ لڑکی کون ہے حسام کے ساتھ؟"

اس نے تصویر کو دیکھتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔ وہ چاہتا تو احتشام کو اس کے متعلق معلومات اکھٹی کرنے کا کہتا مگر ابھی اس کے نزدیک دیا کا مسلہ زیادہ اہم تھا۔ دوسرا وہ حسام کے متعلق ابھی کوئی بھی معلومات احتشام کو نہیں دینا چاہتا تھا اور وجہ صرف نسیمہ بیگم تھی۔ وہ ان سے کچھ بھی نہیں چھپا پاتا تھا۔ اسے تو اس بات پہ بھی شک تھا کہ اس نے کہیں حسام اور رباب کے متعلق نسیمہ بیگم کو نہ بتا دیا ہو۔

"بھابھی!"

رباب دوپل کو تھمی تھی۔ وہ۔ اس وقت لان کی صفائی کرنے جارہی تھی جب دیا نے اسے آواز لگائی تھی۔

"کہاں جارہی ہیں آپ؟"

دیا نے اس کے روبرو آتے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس لان کی صفائی کرنے۔"

"اف یہ کام آپ کا تھوڑی ہے۔ چلیں میرے ساتھ ہمیں شاپنگ پہ جانا ہے۔"

رباب پریشان ہوئی۔

"پر میں۔۔میں کیسے؟"

"کیوں؟ کیا مطلب؟ امی نے کہا ہے تو مطلب جانا ہے۔"

اس نے نسیمہ بیگم کا حکم اسے سنایا تھا۔

"پر تم امی کے سات چلی۔۔۔"

"کپڑے آپ کے لینے ہیں تو امی کے ساتھ کیوں چلی جاوں؟"

رباب سچ میں حیران ہوئی تھی۔

"میرے۔۔۔۔۔کپڑے۔۔۔"

"ہاں بھئی جب ریسپشن ہوگا تو دلہن کو لباس تو چاہیے ہی ہوگا نہ۔"

دیا نے رباب کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے سمجھایا تھا۔

"ری سیپشن۔۔۔"

"جی جی ریسیپشن۔ بس اور باتیں آ کر پوچھنا۔ اب چلیں بھی۔"

وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر آگے کی جانب کرتی کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ عاصمہ اس کی چادر پکڑے پہلے ہی کھڑی تھی۔ آناً فاناً دیا اسے لیے اس محل سے نکل گئی اور ایک نئی دنیا میں لے گئی۔ ایسی جگہ پہ وہ شاید زندگی میں پہلی بار گئی تھی۔ بازار جاتی رہتی تھی مگر مال میں شاپنگ کا اس کا پہلا تجربہ تھا۔ اسے دیا کے ساتھ چلتے ہوئے تھوڑا اکورڈ محسوس ہو رہا تھا۔ دیا اسے ایک بوتیک میں لے گئی

تھی۔ مگر رباب جیجک کر وہیں رک گئی تھی۔ دیا نے اس کی جیجک کو اب نوٹ کیا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بوتیک کے اندر لے کر آئی تھی۔

"بی کانفیڈنٹ بھابھی۔ آپ یہاں خریداری کرنے آئی ہیں۔ اور یہ پابند ہیں اچھے سے ٹریٹ کرنے کے۔"

دیا نے اس سے انگلش میں کہا تھا تاکہ آس پاس والے اچھے سے سمجھ جائیں کہ انہیں کیسے ٹریٹ کرنا ہے۔ اس کے بعد وہ بس خاموش رہی تھی۔ دیا نے ہی اس کے لیے ڈریس منتخب کیا تھا۔ اس کے دیا نے اس کے لیے کئی فارمل ڈریس سلیکٹ کیے۔ وہ بس ہاں میں سر ہلاتی رہی۔ اس کے بعد اس نے رباب کو مختلف قسم کی سینڈلز چیک کروائی تھی۔ دیا نے ایک ایک کر کے رباب کے لیے اس کی ضرورت کی ہر چیز خریدی۔

"دیکھیں بھابھی! یہ ساری شاپنگ اصولا تو بھائی کو کروانی چاہیے تھی مگر مجبوری ہی سہی۔ نسیمہ بی بی کا حکم سر آنکھوں پر۔"

اس نے نسیمہ بیگم کی نقل اتاری تھی۔ رباب کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ بکھری تھی۔ رباب کو مسکراتا دیکھ کر وہ بھی ہنسی تھی۔

"بھابھی آپ ذرا گاڑی میں بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔ "ڈرائیور سے سامان رکھنے کا کہ کر وہ رباب سے مل کو واپس مال کء اندر چلی گئی تھی۔ کافی دیر ایسے ہی وہ اس کا انتظار کرتی رہی مگر وہ نہیں آئی۔ "خود ہی جا کر دیکھتی ہوں۔"

رباب خود سے کہتی گاڑی سے باہر نکلی تھی دو قدم ہی چلی تھی کہ اسے رک جانا پڑا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ بے خود ہو کر اسے دیکھتی رہی۔ وہ کتنا تبدیل ہو گیا تھا۔ بلیک تھری پیس سوٹ میں وہ بلیک ہی گاگلز لگائے مال سے باہر چلا آرہا تھا۔ اسے اسی جانب آتا دیکھ وہ رخ پھر گئی تھی۔ اس کے بعد وہ گاڑی سے باہر ہی نہیں نکلی۔ دیا کب آئی اور کب گاڑی گھر کی جانب روانا ہوئی اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ اگر خبر تھی تو فواد کی جو آج اسے نظر آگیا تھا۔ اور وہ اس سے رخ موڑ آئی تھی۔

خاک ہو جاوں راکھ ہو جاوں
تیرے عشق میں بے باک ہو جاوں
تجھے معلوم نہ ہو سکے کہ کیا ہوں میں
تیرے نام سے جڑی داستاں ہو جاوں
تجھ کو اپنا بنا کر چھوڑوں میں
خود کو تیرے نام سے جوڑوں میں
تیرے عشق میں ایسا کمال ہو
میرا اپنا آپ مجھ سے بے اختیار ہو
دل کہیں نہ لگے میرا میں برباد ہو جاوں
خاک ہو جاوں راکھ ہو جاوں
تیرے عشق میں بے باک ہو جاوں

"آپ پھر سے۔۔۔میں نے کتنی بار منع کیا ہے۔۔۔وقاص"

وقاص کو پھر سے دروازے پہ کھڑے دیکھ کر نور پریشان ہوئی تھی۔

"تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں کیا ہم کریں۔۔۔"

وقاص اس کی بات کاٹ کر گنگناتا ہوا اندر گھر میں داخل ہوا۔ نور کچھ کہنے کے قابل ہی کہاں رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے اس سے ایسی ہی باتیں کرتا تھا۔ وہ جتنا اسے منع کرتی وہ اتنا ہی اس کے گھر آتا۔

"سنو تم کب تک اس طرح وہاں کھڑی شرماتی رہو گی۔"

وقاص نے نور کو پھر سے چھیڑا تھا۔ وہ اس کی بات پہ خود کو کمپوز کرتی دروازے کو بند کرتی اس کی جانب چلی آئی تھی۔ وقاص نے نور کے چہرے پہ مسکرانے سے ڈمپل کو واضح ہوتے ہوئے بڑے غور سے دیکھا تھا۔ نور نے اس کے اس طرح دیکھنے کو محسوس کر لیا تو پلکیں اور جھک گئی تھی۔

"نور! کیا تم ہمیشہ یوہنی رہو گی۔"

نور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

"جب میں بوڑھا ہو جاوں گا تو کیا تم تب بھی میری باتوں پہ اسی طرح شرمایا کرو گی۔۔"

اس نے ہاتھ پکڑ کر نور سے پوچھا تھا۔ نور صرف ہلکے سے مسکرادی تھی۔ وقاص بھی ہلکے سے مسکرادیا تھا۔

"ایسے نہیں چلے گا۔ تمہیں آج جواب دینا ہوگا۔ دو جواب"

اس نے نور کو اس کے ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔ نور گھبرائی تھی۔

"وقا۔۔۔ص۔۔"

"جواب۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اسے اپنے قریب کرتا نور سر اقرار میں ہلاتی فورا سے اس سے دور ہوئی تھی۔ جبکہ وقاص کا قہقہ گھر کے صحن میں گونجا تھا۔

دور کھڑی قسمت اس کے قہقہے پہ ہنس رہی تھی۔

"چلینج!"

"ہاں چیلینج۔ تو کر ہی نہیں پائے گا۔"

"تیرے بھائی نے آج تک کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑا ہے۔ پھر چیلنج پورا کرنا تو بس نارمل سی بات ہے۔"

باقی سب لڑکوں نے ہوٹینگ کی تھی۔

"کیا بات ہے میرے بھائی کی۔۔۔ نارمل بات۔۔۔ ہووئے۔۔"

نعمان وقاص کے گلے لگا تھا۔

"تو چیلنج منظور ہے؟"

"کام بتا کام۔۔۔"

نعمان نے سامنے موجود شخص سے کہا۔ وہ سب ایک ہی یونی میں پڑھتے تھے۔ وقاص اور نعمان کی دوستی یونی میں آکر ہوئی تھی۔ نعمان نے ہی اسے باقی سب سے ملوایا تھا۔ ارسلان سے بھی ان کی

دوستی ہوئے کچھ دن ہوئے تھے۔ وہ پڑھائی نہیں کرتا تھا بلکہ مال میں ایک شاپ پہ کام کرتا تھا۔ اسے ہر کام چیلینج سے کرنے کی عادت تھی۔ اسی سے ہی اس کا گزر بسر ہوتا تھا۔

"وہ شاپ دیکھ رہے ہو۔ وہاں ہر ویکینڈ پہ لائیو پرپوزر ایکٹیویٹی ہوتی ہے۔ سب کچھ پہلے سے ہائیر کیا جاتا ہے۔ اس میں تمہارا چیلنج یہ ہے کہ تمہیں گرل کو پرپوز کرنا ہے بس۔ اور کچھ نہیں۔"

ارسلان نے وقاص کو ساری بات سمجھائی تھی۔ وہ دونوں حیران ہوئے تھے۔ آخر اتنی سی بات پہ اتنی بڑی شرط کیسے لگ سکتی ہے۔

"صرف اتنی سی شرط ہے یا اور کچھ بھی کرنا ہے۔"

نعمان آگے ہوا تھا۔

"بس اور کچھ بھی نہیں۔"

"پر اس میں تو کوئی ریسک ہی نہیں ہے۔"

وقاص کو تعجب ہوا تھا۔

"ارے بھائی ریسک ہی ریسک ہے۔ (ارسلان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔) میں نے کہا لڑکی ہائیر کی ہوگی رضامندا سے تو نے کرنا۔۔"

ارسلان نے بات مکمل کی تھی۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ اگلے ہی دن سنڈے تھا۔ وہ اپنے مخصوص وقت پہ۔ نعمان کے ہمراہ موجود تھا۔ مگر ارسلان کا کہیں کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔

"یار تو جاتا کیوں نہیں وہ کب سے تیرا انتظار کر رہے ہیں؟"

"کیسے چلا جاوں۔ وہ لڑکی آنے سے انکار کر چکی ہے۔ اور دوسری کوئی اتنی جلدی ہائیر نہیں کی جا سکتی۔۔۔ایسا لگتا ہے اس بار بغیر شرط لگائے ہار جاوں گا۔"

ارسلان نے اپنے ساتھی سے کہا تھا۔

"میں نے سوچا تھا اس وقاص کو خوب ذلیل کرواں گا مگر سب۔۔۔"وہ دوبارہ بولنا شروع ہوا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔ تو نے بس وقاص کو سب کے سامنے ذلیل کروانا ہے نہ تو اس کے لیے کسی کو ہائیر کرنے کی کیا ضرورت ہے کسی بھی لڑکی کے سامنے اسے کھڑا کر دے وہ خود ہی اسے ذلیل کر دے گی۔"

اپنے ورکر ساتھی کے مشورے پہ اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیوں آئیڈیا برا ہے کیا؟

"نہیں بہت برا ہے جانی۔"

ارسلان اسے کہتا گلے لگ گیا تھا۔

پھر وہ ہی ہوا اس نے وقاص کو شاپ کے سامنے جا کھڑا کیا۔

"اب جو پہلی لڑکی اس شاپ میں داخل ہو گی اسے ہی تو نے پرپوز کرنا ہے۔ وقاص نے صرف پندرہ منٹ انتظار کیا ہو گا کہ اسے بینیش اس شاپ میں جاتی نظر آئی تھی۔ شروع میں اسے شک ہوا کہ شاید یہ وہ لڑکی نہ ہو اور اس سے مزاق کیا گیا ہو مگر جب اس نے اپنا نام بینیش بتایا تو اس کا شک فوراً سے ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اسے پرواہ نہیں تھا کہ کون کھڑا ہے اور کون نہیں بس اسے اپنی شرط ہر حال میں

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

جیتنی تھی۔ مگر رزلٹ اس کی توقع کے برعکس نکلا تھا۔ وہ سب کے سامنے اس کے منہ پر تھپڑ مار کر چلی گئی تھی۔

"یار میں نے کہا تھا کہ لڑکی ہائیر کی ہوتی ہے مگر اسے پرپوز اچھے سے کرنا ہوتا ہے تاکہ بات بن سکے۔"

ارسلان نے وقاص سے کہا تھا۔

"مگر میں حیران ہوں اس نے تیرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟"

نعمان اس کے ہمراہ کھڑا تھا۔ وقاص نے ارسلان کو ایک نظر دیکھا اور جیب سے بیس ہزار نکال کر اسکے ہاتھ میں رکھے۔ اور وہاں سے خاموشی سے چلا گیا۔

"کیوں مل گئی خوشی؟"

"نہ ابھی نہیں۔ بس اس کام کے بعد تو مل ہی جائے گی۔"

ارسلان نے وقاص کی ویڈیو بنائی تھی مگر صرف اسکے گھٹنوں کے بل بیٹھنے تک کی۔

"اس کا کیا کرے گا؟"

"اس کی منگیتر کو سینڈ کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ویڈیو اس کی منگیتر اور اس کے ماں باپ کو سینڈ کر دی۔

"یہ رہا میری بے عزتی کا جواب۔ یہ کہ کر ٹھکرایا تھا نہ کہ وقاص مجھ سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اب دیکھو میں تمہارے اس بہتر کے ساتھ کرتا کیا ہوں"

وہ ہنسا تھا وقاص کی قسمت پہ۔ دل میں رکھی گئی کدورتیں اور نفرتیں صرف تباہی لاتی ہیں نہ صرف خود کے لیے بلکہ اپنے سے جڑے ہر رشتے کے لیے بھی۔

"دل میں رکھا گیا میل اس دیمک کی طرح ہوتا ہے جو اپنے ہی گھر کو نگل جاتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔ اگر دل کو صاف رکھنا چاہتے ہو تو اسے اشکوں کے پانی سے دھویا کرو۔ ہے بے زرر سا پانی مگر بڑا ہی قیمتی ہوتا ہے۔ دلوں کی میل اور زنک دونوں کو دھو دیتا ہے۔"

"امی! میرے دل میں کوئی میل نہیں۔"

عاصم نے نسیمہ بیگم سے کہا۔

"اگر میل نہیں تھا تو پھر اپنی شادی کی بات کیوں چھپائی مجھ سے۔"

وہ خاموش رہا تھا اس کے پاس اپنی ماں کے سوال کا جواب نہیں تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تمہارے پاس جواب نہیں ہوگا۔۔۔ وہ خود ہی ہنسی تھی۔ کتنا ارمان تھا مجھے اپنے بیٹوں کے سر سہرا دیکھنے کا۔ ایک دنیا سے چلا گیا اور دوسرا؟؟؟؟"

نسیمہ بیگم کی آواز بھاری ہوئی تھی۔ عاصم فوراً سے ان کے قریب آیا تھا۔ مگر انہوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔ وہ وہیں رک گیا تھا۔

"جاؤ کل بات کروں گی تم سے۔ بس جاؤ اب۔۔"

نسیمہ بیگم نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے عاصم سے کہا تھا۔

"امی !میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے آپ کو دکھ ہو۔ نہ کبھی ماضی میں کیا تھا اور نہ آگے کبھی کرنے کا ارادہ ہے۔ رہی بات شادی کی تو یہ صرف کچھ دیر تک کے لیے ہے۔ وقت آنے پہ اس سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔"

نسیمہ بیگم نے اپنے اس سمجھدار بیٹے کو دیکھا تھا جس کے نزدیک شادی کی کیا اہمیت تھی وہ آج جان پائیں تھیں۔

"ایسے مت دیکھیں مجھے۔ یہ شادی میرے لیے کل بھی بوجھ تھی اور آج بھی بوجھ ہے۔"

وہ نسیمہ بیگم سے کہتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ مگر دو قدم دور جا کر اسے رکنا پڑا کیونکہ رباب نسیمہ بیگم کے کمرے کے ساتھ کھڑی تھی۔ ہاتھوں میں چائے کی ٹرے موجود تھی۔ اس نے ایک نظر اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پہ ڈالی تھی اور اسے اگنور کرتا آگے بڑھ گیا۔

"جیری !تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ عینی۔۔"

"جی سر!" منصور کے ہاتھ سٹیرنگ پہ کانپے تھے۔

"میں آرہا ہوں۔"

اس نے کہ کر فون ڈراپ کیا تھا اور گاڑی کی سپیڈ اور بڑھا دی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ وہ تو اسے چھوڑ چکا تھا پھر اسے تکلیف میں دیکھ کر اسے کیوں درد ہو رہا تھا۔ اگلے پندرہ منٹ میں اس نے ہوٹل کے باہر گاڑی روکی تھی۔ جیری اس کی گاڑی دیکھتے ہی کوریڈور سے باہر آیا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟"

"اندر کمرے میں۔"

وہ دونوں آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ جیری کمرے میں پہلے داخل ہوا تو ماریہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔ مگر ساتھ ہی اس کے پیچھے ایک اور شخص کو داخل ہوتے دیکھ وہ چونکی تھی۔ گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں اس شخص کی وجاہت کمال کی تھی۔ چہرے سے پریشانی نمایاں تھی مگر اس میں بھی چہرے پہ ایک الگ گریس تھی۔ وہ اسے خاموش نظروں سے بس دیکھ رہی تھی۔ منصور کو اس کے دیکھنے کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آرکا۔

"بیٹھو"

وہ تو جیسے حکم کی غلام ویسے ہی بیٹھ گئی تھی۔ اس نے خود کو ایک بڑی چادر میں چھپایا ہوا تھا مگر اس میں بھی اس کے گھٹنوں سے نیچے کی ٹانگیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ منصور اس کے سامنے کھڑا ہی رہا۔ وہ۔ ان دونوں کی موجودگی میں انکمفرٹیبل محسوس نہیں کر رہی تھی۔

"آپ ہی عینی کو بولے۔۔۔ بھیجتے۔۔"

"عینی کب سے میک کے پاس ہے؟"

منصور نے ماریہ کی بات کاٹی تھی۔ وہ اس کی سنجیدگی دیکھ کر خاموش ہوئی تھی۔

"صبح گیارہ کا ٹائم ہوگا۔"

"پولیس کو کال کیوں نہیں کی؟"

"نہیں کر سکتی تھی۔ وہ عینی کو۔۔۔ مار۔"

ماریہ رو دی تھی۔ منصور لمبی سانس خارج کرتا اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔

"سب ریڈی ہے جیری؟"

"جی سر۔"

"اندر بلاوانہیں۔"

وہ۔ دونوں انگلش میں باتیں کر رہے تھے۔ ماریہ انہیں حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ ہی پل میں سوٹ بوٹ میں ملبوس کچھ لوگ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں جدید لیپ ٹاپ تھے۔ کچھ ہی پل لگے تھے وہ سب کچھ کنیکٹ کر گئے تھے۔

"کیا یہ میک کی تصویر ہے؟"

منصور نے ماریہ کو اپنی جانب بلا کر پوچھا تھا۔ ان دونوں کی موجودگی میں وہ انکمفرٹیبل نہیں تھی مگر ان سب کی موجودگی میں وہ پریشان ہو رہی تھی۔ وہ خود کو چھپاتے ہوئے منصور کے قریب آئی تھی۔

منصور نے لیپ ٹاپ کی جانب اشارہ کیا جہاں اس کی تصویر موجود تھی۔ وہ ہاں میں سر ہلاتی ایک جانب کونے میں کھڑی ہو گئی جہاں سے اس کی ٹانگیں نظر نہ آسکیں۔

"کام شروع کرو اپنا۔"

اس نے سب کو آڈر دیا تھا۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ ماریہ کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"آخری وقت پہ عینی کے پاس اس کا پرس تھا کیا؟"

ماریہ نے فوراً سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"گریٹ۔ ٹریس کرو اس کی لوکیشن۔"

منصور نے ایک اور آڈر جاری کیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں لوکیش ٹریس کر دی گئی تھی۔

"ایسا کیسے؟"

"لوکیشن ڈیوائس کی مدد سے۔ عینی میم کے پرس میں میں نے خود ڈالا تھا۔"

جیری ماریہ کے سوال کا جواب دیا تھا۔

"یہ لو لباس تبدیل کر لو اپنا۔"

وہ اس کے پاس ایک بیگ رکھ کر واپس منصور کی طرف چل پڑا تھا۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ منصور رش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جیری اس کے پیچھے والی گاڑی میں ماریہ کے ہمراہ موجود تھا۔

"جیری! میک کو جتنی جلدی ہو سکے گرفت میں لو۔ یاد رہے اسے خبر تک نہ لگے۔"

منصور نے اسے آڈر کیا تھا اور خود اس راستے کی جانب نکل گیا تھا جہاں عینی کو رکھا گیا تھا۔

"بٹ سر آپ؟"

جیری کو اس کی فکر ہوئی مگر وہ فون رکھ چکا تھا۔ اس نے ایک نظر فون پہ ڈالی تھی۔ اور پھر ایک اور نمبر ڈائل کیا تھا۔

"جی سر! لوکیشن تو نوٹ ہو چکی ہے مگر پرابلم یہ ہے کہ منصور سر اکیلے چلے گئے ہیں۔۔۔۔ جی سر۔۔۔ میں آپ کو ایڈریس سینڈ کرتا ہوں۔"

جیری نے فون پہ کسی سے بات کی تھی۔ فون رکھنے کے بعد اس نے اسے ایڈیس بھی سینڈ کیا تھا۔ ان کے پیچھے پولیس بھی تھی۔ گاڑی بھی کافی تیز چلا رہا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اپنے برابر میں بیٹھے وجود سے بے خبر نہیں تھا۔ وہ اسی کے دیے گئے ڈریس میں بیٹھی تھی۔ تھا تو یہ بھی ماڈرن ڈریس مگر اس کا وجود پورا

ڈھکا ہوا تھا۔ رنگ کی آواز پہ اس نے بلیو توتھ کانوں میں لگا کر ہیلو کیا تھا۔ جبکہ۔ ماریہ کا دھیان اس وقت صرف عینی کی جانب تھا۔

"امی! یہاں کوئی آیا تھا؟"

فواد کو جیسے ہی ریحانہ بیگم نے گھر میں دیا کے آنے کی اطلاع دی تھی وہ ہوا پہ سوار ہو کر آیا۔ اسے اس لڑکی سے کسی بھی اچھے کی امید نہیں تھی۔ اسے گھر پہ آنے کے بعد بھی وہ نظر نہیں آئی تو ریحانہ بیگم سے پوچھا تھا۔

"ہاں تمہاری دوست تھی۔ تمہیں اپنے بھائی کے ریسپشن پہ انوائٹ کرنے آئی تھی۔ کہ رہی تھی کہ شاید تم اس کے بلانے پہ انکار کر دو گے اس لیے گھر آکر ریکویسٹ کر کے گئی کہ تم ضرور آو۔"

فواد نئے سرے سے بے زار ہوا تھا۔ وہ باہر جانے لگا تو ریحانہ بیگم کی آواز پہ رک گیا تھا۔

"کیا وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے فواد؟"

اس کے قدم تھمے تھے۔

"امی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ لڑکی میرے لیے عزاب سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔"

وہ بے زاری سے کہتا واپس مڑ گیا تھا۔ ریحانہ بیگم سوچ میں پڑ گئی تھیں۔ انہیں دیا پسند آئی تھی۔

خاک ہو جاوں راکھ ہو جاوں

تیرے عشق میں بے باک ہو جاوں

تجھے معلوم نہ ہو سکے کہ کیا ہوں میں

تیرے نام سے جڑی داستاں ہو جاوں

تجھ کو اپنا بنا کر چھوڑوں میں

خود کو تیرے نام سے جوڑوں میں

تیرے عشق میں ایسا کمال ہو

میرا اپنا آپ مجھ سے بے اختیار ہو

دل کہیں نہ لگے میرا میں برباد ہو جاوں

خاک ہو جاوں راکھ ہو جاوں

تیرے عشق میں بے باک ہو جاوں

"کہنے کو تو بس چھوٹی سی بات ہوتی ہے مگر جس پہ گزرتی ہے اسی کو خبر ہوتی ہے۔ سب داغ صاف ہو جاتے ہیں۔ سب غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں مگر دامن پہ لگا داغ اور کردار پہ لگا کیچڑ۔۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔ یہ کبھی نہیں جاتا۔ کیچڑ کا ایک چھینٹا بھی کافی ہوتا ہے دامن کو داغدار ثابت کرنے میں۔"

عینی بے آواز رو رہی تھی۔ سر بے بسی سے جھکا تھا۔ وہ پہلے بھی کبھی اپنا دفاع نہیں کر پائی تھی اب تو بات ہی الگ تھی۔

"تم یہ مت سمجھنا کہ مجھے تم پہ بھروسہ نہیں۔ ایسی بات بالکل بھی نہیں ہے مجھے تم پہ خود سے زیادہ بھروسہ ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ جو ہوا اس نظریں بھی تو نہیں چرائی جا سکتی نہ۔"

اس کی خالہ سیب کی کاش الگ الگ کر رہی تھیں۔ وہ اس وقت ہاسپٹل کے ایک سپیشل وارڈ میں موجود تھے۔ عینی کو دو دن جسم پہ زخموں کی وجہ غنودگی میں رکھا گیا تھا۔ جب اس کی حالت کچھ سنبھلنے لائق ہوئی تو ڈاکٹرز اسے غنودگی کی حالت سے باہر لے آئے۔ اس کے بعد سے اس کی خواہش تھی کاش کاش کہ وہ مر جائے۔

"اب دیکھو اس دن پاکستان سے فون آیا تھا کسی عورت کا تمہارا پوچھ رہی تھی۔ میں نے کہہ تو دیا کہ آنے پہ بات کروا دوں گی۔ مگر میں کیسے کرواتی تم آئی جو نہیں۔"

انہوں نے سیب کی ایک کاش کو خود کے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ عینی صرف رو رہی تھی۔ بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے اور سر کو نیچے جھکائے۔

"کتنی بڑی رات تھی وہ۔ ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ میں اور جوزف ساری رات دروازہ تکتے رہے مگر تم نے نہیں آنا تھا اس لی نہ آئی۔"

عینی کی ہچکی بندھی تھی۔

"بیٹی مجھے بتا دوں اگر تم نے کچھ ایسا ویسا۔۔۔۔"

"گڈ ایوننگ عینی!"

اس سے پہلے خالہ اپنی بات مکمل کرتی ماریہ ہاسپٹل کے روم میں داخل ہوئی تھی۔ عینی نے اس کی آواز سن کر بھی سر نہیں اٹھایا تھا جبکہ خالہ بدمزہ ہوئی تھیں۔ انہوں نے سیب کی کاشوں کی پلیٹ کو ایک جانب رکھ دیا تھا۔

"آپ کیسی ہیں خالہ؟"

"کیسی ہو سکتی ہوں میں۔ تم سناو کیسے آنا ہوا؟"

"عینی سے ملنے۔۔۔"

"تم نہ ہی آیا کرو اس سے ملنے۔ اچھی خاصی پاک صاف بچی تھی میری۔ مگر تمہاری صحبت نہیں بگاڑ کر رکھ دیا۔ اتنی دیر سے بولے جا رہی ہوں مگر مجال جو جواب دے جائے۔"

انہوں نے ماریہ کی بات کاٹی تھی۔ ماریہ سمجھ سکتی تھی کہ عینی کی کیا حالت ہوگی۔ اس نے ہاتھ میں موجود پھل خالہ کی جانب بڑھائے تھے۔

"خالہ! وہ باہر جوزف نامی ایک شخص آپ کا پوچھ رہا تھا۔"

"جوزف باہر آیا ہوا ہے۔ اور تم اب بتا رہی ہو۔"

وہ ماریہ سے کہتی باہر کی جانب گئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد ہی ماریہ اس کی طرف متوجہ ہو پائی تھی۔

"عینی!"

"تم نے کیوں بچایا مجھے۔۔۔؟ مر کیوں نہیں جانے دیا۔۔۔ کیوں؟"

ماریہ نے اسکے جھکے سر پہ ہاتھ پھیرنا چاہا تو وہ ایک جانب ہو گئی۔ اسکی آنکھیں رو رو کر سوج گئی تھیں۔ دو ہی دن میں اس نے اپنی حالت خراب کر لی تھی۔

"عینی!۔۔۔"

"ماریہ! مجھ سے نہیں برداشت ہوتا۔۔۔ یہاں (اس نے دل کی جانب اشارہ کیا) بہت درد ہوتا ہے۔ بہت۔۔۔ زیادہ۔۔۔ مجھے۔۔۔"

عینی ہچکیوں سے ماریہ کا ہاتھ پکڑے کہ رہی تھی کہ اچانک سے بے ہوش ہوگئی۔ ماریہ نے اسے جلدی سے سنبھالا تھا۔

"عینی! عینی!"

ماریہ نے اسے آوازیں دی مگر وہ اس کے بازوں میں بے سدھ ہوگئی تھی۔

"ڈاکٹر؟"

ماریہ اسے بیڈ پہ لٹاتی ڈاکٹر کو بلانے روم سے نکل گئی تھی۔

"بے وقوف لڑکیاں! کب تک نہیں بتاتی مجھے تم دونوں میں بھی دیکھتی ہوں۔"

خالہ انیلہ نے ان دونوں کی جانب خاموش نظروں سے دیکھا تھا۔ اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ جوزف کبھی بھی اس سے ملنے نہیں آئے گا۔ اس لیے خاموشی اٹھ کر باہر آگئی تاکہ ان دونوں کی باتیں کر سن سکے۔ مگر انہوں نے ایک بار بھی اس شخص کے بارے میں بات نہیں کی جس نے عینی کو وہاں سے نکالا تھا۔

"امی! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے آپ کو دکھ ہو۔ نہ کبھی ماضی میں کیا تھا اور نہ آگے کبھی کرنے کا ارادہ ہے۔ رہی بات شادی کی تو یہ صرف کچھ دیر تک کے لیے ہے۔ وقت آنے پہ اس سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔"

"جھٹکارا۔ کتنا درست ورڈ ہے رباب تمہارے لیے۔ وہ تم سے جلد چھٹکارا پا لے گا۔ پھر؟ پھر کیا کروگی تم؟ بولو جواب ہے۔"

نماز پڑھنے کے بعد سے وہ ایسے ہی بیٹھی رو رہی تھی۔ کبھی اپنے ہاتھوں کو دیکھتی کبھی آسمان کی جانب۔ مگر جواب کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اس وقت عاصم کے کمرے میں موجود گیلری میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔

"رباب اسے جا کر بتا دو سب کچھ۔ چھپاؤ مت کچھ بھی۔ وہ سب کچھ نہیں جانتا۔۔"

"جانتی تو میں بھی نہیں۔۔۔ اور جو جانتی ہے اسے ہوش ہی کہاں ہے؟"

"پھر بھی تم بتاؤ تو سہی اسے۔ کہ تم نہیں بینش انوالو تھی حسام کے ساتھ۔۔"

"نہیں بتا سکتی۔ وعدہ کیا ہے خود سے میری وجہ سے بینش یا خالہ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"اور تمہاری تکلیف کا کیا؟ اس چھٹکارے کا کیا؟ تمہارے بھائی بھابھی کا کیا؟ بولو؟"

وہ خود سے ہی سوال جواب میں الجھی ہوئی تھی۔ خود ہی سوال کرتی پھر خود ہی جواب دیتی۔ پھر جیسے دروازے کھلنے پہ حواس میں لوٹی تھی۔

"میں کیوں ایسا سوچ رہی ہوں۔ یہ تو پہلے سے طے تھا کہ وہ پا لے گا چھٹکارا مجھ سے۔ مجھ سے شادی صرف اور صرف حسام کی وجہ سے ہوئی ورنہ؟"

"اٹھو یہاں سے؟"

وہ خود کی سوچوں میں الجھی بیٹھی تھی کہ عاصم نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔ وہ حیران ہوئی تھی۔ اس کا داہنا بازو عاصم کے ہاتھ میں تھا۔

"وہ۔۔۔ میں۔۔۔"

رباب نے کچھ کہنا چاہا مگر عاصم اسے اندر کمرے کی جانب گھسیٹتا ہوا لے گیا اور لے جا کر بیڈ پر پھینکنے والے انداز میں گرا دیا تھا۔ وہ خود کو سنبھالتی اٹھ بیٹھی تھی۔ اس نے سر اٹھانے کی ہمت بھی نہیں کی تھی۔ کیوں وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"سر! فواد زبیر انجینئرنگ کی فیلڈ سے تعلق رکھتا ہے۔ جواب تک نام کمایا ہے اپنی محنت اور دیانت سے کمایا ہے۔ سارا ریکارڈ کلین رہا۔ یہاں تک کہ باہر کے ملک میں بھی جا کر خود کو صاف ہی رکھا۔ باپ موجود نہیں ہے۔ ماں ہے جو ابھی چلن پھرنے سے قاصر ہے۔ ڈاکٹرز نے امید دلائی ہے جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔ ایک چھوٹی بہن ہے بینش ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے وہ کومہ میں چلی گئ ہے۔ اس کی صورت حال ابھی ویسی کی ویسی ہی ہے۔"

احتشام عاصم کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر خاموش ہوا تھا۔ وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ اسے فواد کتنا پسند آیا ہوگا۔

"گڈورک احتشام۔۔۔"

"مگر سر!۔۔۔ (وہ روکا تھا۔ عاصم کے پوچھنے پہ اس نے بات جاری رکھی تھی۔) فواد زبیر وہی شخص ہے جس کی شادی رباب میم سے ہونے والی تھی۔ دو سال پہلے ان کی منگنی ہوئی تھی۔"

دو پل تو عاصم کچھ کہنے لائق ہوا ہی نہیں تھا۔

"ڈونٹ ڈئیر رباب! ان سب کے پیچھے تم۔۔۔"

اس نے ایک ایک لفظ رباب کو مخاطب کر کے کہا۔ یہ۔ الگ بات تھی کہ اس نے اپنی سوچ میں رباب کو مخاطب کیا تھا۔

"سر! بڑی میم نے سب سٹاف کو کل آپ کے ریسیپشن پہ انوائٹ کر دیا ہے۔ "

"احتشام! بس کرو۔ ایک کے بعد ایک بری خبر مت سنایا کرو مجھے۔ "

وہ اسے غصے سے کہتا آفس سے نکل آیا تھا۔ کل رات نسیمہ بیگم نے اس سے بات کی تھی مگر وہ انہیں ٹال آیا تھا۔ مگر یہ سب۔۔۔ اس نے ایک بار پھر رباب کو ذمہ دار ٹھرایا تھا۔ اور رش ڈرائیونگ کرتا گھر پہنچا تھا۔ اس کا سیدھا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ رباب اس وقت وہیں موجود ہوگی۔ وہ صحیح بھی تھا دو منٹ بعد وہ اسے گیلری میں نظر آگئی تھی۔

"کیا کرنا چاہتی ہو تم اب؟ کیوں کر رہی ہو ایسا؟ جواب دو مجھے۔ "

اس نے رباب کو دونوں کندھوں سے پکڑتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔

"میں۔۔نے۔۔کیا؟"

اس نے رک رک کر بولا تھا۔ مسلسل رونے سے چہرے سے نقاہت واضح ہو رہی تھی۔

"ہاں تم کیا کرنا چاہتی ہو تم اب؟"

عاصم نے اس کے بازو پہ دباو ڈالتے ہوئے دوبارہ پوچھا تھا۔ وہ درد کی وجہ سے رونا شروع ہو گئی۔

"بند کرو اپنا یہ ناٹک۔۔ "

عاصم نے اسے جھٹکے سے چھوڑا تھا۔ وہ۔ سیدھا بیڈ کے کنارے گری تھی۔

"میں۔۔نے۔۔کچھ۔۔بھی۔۔نہیں۔۔ "

"منہ بند کرو اپنا۔" وہ وہیں سے چلایا تھا۔ وہ۔ اس وقت بیڈ سے چار قدم کے فاصلے پہ تھا۔

"امی کو تم نے کیا بتایا شادی سے متعلق؟ ہاں جو وہ آج میری بات تک نہیں سن رہیں۔ (وہ چار قدم کا فاصلہ دو قدم میں لیتا اس کے قریب آیا تھا۔ اور اسے دوبارہ کندھوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔) اگر بتا ہی رہی تھی تو یہ بھی بتاتی کہ ان کے چھوٹے بیٹے کی موت کی ذمہدار تم ہی ہو۔ بتاو جا کر ابھی جاو۔"

عاصم نے اسے دروازے کی جانب دھکا دے کر کہا تھا۔ وہ اس دھکے کے لیے تیار نہیں تھی تو لڑکھڑا کر نیچے گری تھی۔

"اتنا بھی تمہارے لیے کافی نہیں تھا کہ تم نے اپنے عاشق کو میری بہن کے پیچھے بھیج دیا۔" وہ اس کی کوئی بھی بات سن ہی کہاں رہی تھی۔

"میں چاہوں تو تمہیں ابھی طلاق دے کر۔۔۔"

عاصم نے اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس سے کہنا چاہا تھا مگر وہ اس کی بات کو ٹوک گئی تھی۔

"نہیں۔۔ نہیں چاہیے۔۔ کچھ نہیں چاہیے۔۔ کچھ بھی نہیں چاہیے۔۔۔"

رباب عاصم سے کہتے ہوئے بے ہوش ہو گئی تھی۔ عاصم ایک پل اپنے گھٹنوں پہ سر رکھے وجود کو بے ہوش ہوتا دیکھا پھر اسے وہیں چھوڑتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے ابھی بہن اور ماں دونوں سے بات کرنی تھی۔ اس فضول سے ناٹک کے لیے اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

"فواد!"

"جی امی!"

فواد نے ناشتے کی ٹیبل سے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

"اگر میں کچھ کہوں تو کیا تم مان لو گے؟"

وہ حیران ہوا تھا۔ ایسی کون سی بات ہے جو میں نے آج تک نہی مانی۔ آپ کہ کر تو دیکھیں۔"

وہ مسکراتا ہوا برتن سمیٹ چکا تھا۔ اب ان کے پاس بیٹھ کر فواد نے دوبارہ پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں۔۔ کہ تم شادی کر لو"

فواد کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

"دیا سے۔"

"امی!"

وہ ریحانہ بیگم کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ایک بار سوچ کے تو دیکھو۔ وہ بری لڑکی نہیں ہے۔ مجھے تمہارے لیے۔۔۔"

"امی مجھے دیر ہو رہی ہے۔ چلتا ہوں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔"

وہ ریحانہ بیگم کی بات ان سنی کرتا کمرے سے چلا گیا تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی ماں اس سے ایسی بات کرے گی۔ اور یہ لڑکی؟ پہلے بھی وہ دیا کی نسبت کوئی اچھی بات نہیں کہ سکتا تھا مگر اب تو اس نے دیا سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"مجھے تو لگا تھا تم مجھے پہچان نہیں پاو گی۔ مگر حیرت ہے تم نے آج پھر مجھے۔۔۔"

"بکواس بند کرواپنی۔ کیوں کیا تم نے نور کے ساتھ ایسا؟

بینش نے اسے گریبان سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کیوں کیا؟ تم ہو وجہ۔"

اس نے جھٹکے سے خود کو بینش سے چھڑوایا تھا۔

"میری وجہ سے؟"

"ہاں تمہاری وجہ سے۔ وہ مال، وہ بے عزتی وہ تھپڑ۔ میں کچھ نہیں بھولا ہوں۔ تمہاری وجہ سے آج میں اس حال میں ہوں۔ صرف تمہاری وجہ سے۔"

"بے غیرت اور بے شرم تو تم پہلے سے ہی تھے۔ مگر نور وہ تو معصوم تھی۔ تمہیں حیا نہیں آئی۔"

بینش کا لہجہ تھوڑا بھیگا تھا۔ اس کے لہجے کو محسوس کر کے وہ طنزیہ ہنسی ہنسا تھا۔

"نہیں نہیں آئی حیا۔ جانتی ہو اس دن بہت رو رہی تھی۔ گڑگڑا رہی تھی۔ مگر میں نے۔"

"چٹاخ"

بینش نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا تھا۔

"تمہاری اتنی ہمت۔۔۔"

"ابھی تم نے میری ہمت دیکھی کہاں ہے؟"

وقاص جیسے ہی اس کے قریب گیا بینش دو قدم اس سے دور ہوئی تھی۔ ہاتھ پیچھے کی جانب کر لیے تھے۔

"اچھا کیا کرو گی۔ چلاؤ گی۔ ہاں نور کی طرح۔۔۔"

وہ ہنستا ہوا دو قدم اس کے قریب آیا۔ اب کی بار بینش پیچھے نہیں ہٹی تھی۔

"میں نور نہیں ہو۔ بینیش ہوں۔"

اس نے چلی سپرے اس کی آنکھوں کی جانب کر کے سپرے کیا تھا۔ وہ چلاتا ہوا نیچے بیٹھ گیا تھا۔ بینیش نے سپرے سارا اس پہ خالی کیا تھا۔

"میں یہاں یہ سوچ کر آئی تھی کہ اس شخص سے ملوں گی جس نے نور کے ساتھ ایسا کیا مگر۔۔۔ تم اس قابل نہیں کہ تم سے کوئی بات کی جا سکے۔"

وہ اسے ایسے ہی چھوڑ کر دو قدم آگے بڑھی تھی۔ پاس ہی لکڑی کا ڈنڈا پڑا تھا۔ اس نے وقاص کو اس سے مارنا چاہا تھا مگر پھر۔۔۔

"میں نے بہت چاہا تھا اسے بینیش۔۔۔ بہت۔۔"

کچھ یاد آنے پہ اسے ایسے ہی چھوڑتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

"نور صرف تمہاری وجہ سے صرف تمہاری وجہ اسے چھوڑ آئی ہوں۔ مگر عارف اور زکیہ بیگم تمہیں اس کی قیمت جھکانی پڑے گی۔ ضرور پڑے گی۔"

وہ خود سے باتیں کرتی وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے وقاص درد میں تڑپتا رہا۔

خاک ہو جاوں راکھ ہو جاوں
تیرے عشق میں بے باک ہو جاوں
تجھے معلوم نہ ہو سکے کہ کیا ہوں میں

تیرے نام سے جڑی داستاں ہو جاؤں

تجھ کو اپنا بنا کر چھوڑوں میں

خود کو تیرے نام سے جوڑوں میں

تیرے عشق میں ایسا کمال ہو

میرا اپنا آپ مجھ سے بے اختیار ہو

دل کہیں نہ لگے میرا میں برباد ہو جاؤں

خاک ہو جاؤں راکھ ہو جاؤں

تیرے عشق میں بے باک ہو جاؤں

"تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں کیا؟"

"ایسی بات نہیں ہے وقاص۔ بھروسہ نہیں ہوتا تو آپ کو گھر پہ نہیں آنے دیتی۔ دوبارہ یہ بھروسے والی بات مت کیجیئے گا۔"

نور شاید پہلی بار اس سے ناراضگی میں بولی تھی۔ وہ چونکا تھا۔

"نور! ناراض ہو؟"

"ناراض نہیں ہوں مگر آپ مجھے سمجھ نہیں رہے۔ میں جب جب آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں آپ فون کٹ کر دیتے ہیں۔ مجھ سے بات نہیں کرتے تو میں کیا کروں؟"

وہ افسردہ ہوئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ سمجھاؤ مجھے تم۔ میں سن رہا ہو۔"

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ وقاص بدمزہ ہوا تھا۔ یہ لڑکی اس کی بات مان کے نہیں دے رہی تھی۔

"نور میں سن رہا ہوں۔"

"وقاص! میں نے اپنی زندگی میں جو خوشیاں دیکھیں ہیں وہ بہت مختصر ہیں۔ اتنی کہ میں انہیں آسانی سے گن سکتی ہوں۔ آپ سے پہلے میری زندگی میں خوشیاں لانے والی صرف بینش ہے۔ میرے لیے آپ دونوں بہت اہمیت رکھتے ہو۔۔۔ مجھے اس سے شرم آنے لگی ہے وقاص۔ میں اس سے ملنے نہیں جاتی۔ اس سے اپنی باتیں شیئر نہیں کرتی۔ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ دوسری طرف میں آپ کو بھی تکلیف نہیں دینا چاہتی۔۔۔"

وہ پل بھر کو خاموش ہوئی تھی۔ وقاص کو لگا وہ جیسے رو رہی تھی۔

"میں چاہتی ہوں کہ جب میں آپ سے اور آپ کی فیملی سے ملوں تو میں اکیلی نہ ہو۔ میری دوست میرے ساتھ ہو۔ میں اپنی زندگی کے اتنے اہم دن پہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ مگر آپ۔۔۔"

اس نے ہچکی لی تھی۔ وقاص صرف سن رہا تھا۔ کیا ہو رہا تھا آج پہلی بار اسے نور کا رونا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اسے چپ کروا دے۔ بس روئے نہیں۔

"مگر میرے لیے آپ کی خوشی زیادہ اہم ہے۔ میں نہیں جانتی ایسا کب ہوا۔ بس ہو گیا۔ اس لیے آپ جہاں چاہتے ہیں میں آ جاوں گی۔"

وہ فون رکھ چکی تھی۔ وقاص اب بھی فون پکڑے بیٹھا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے مجھے؟ وہ آ رہی ہے بس۔ اس بات پہ دھیان دے۔"

وہ خود سے کہتا نعمان کا نمبر ڈائل کرنا شروع ہو گیا تھا۔

"امی! آپ یہ سب کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ سیدھا نسیمہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تھیں۔

"کیسا رہا آج کا دن؟"

اس نے افسوس سے اپنی امی کو دیکھا تھا۔

"امی!"

عاصم نے نسیمہ بیگم کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے پکارا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ عاصم کا مخصوص انداز تھا۔

"آپ کیوں کر رہی ہیں ایسا؟"

"جو تمہاری خوشی وہ تم نے کی۔ اب مجھے میری خوشی کرنے دو۔"

نسیمہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"امی!"

"عاصم نہ تو رشتے توڑنے کے لیے ہوتے ہیں اور نہ ہی بیویاں۔۔۔ چھٹکارا پانے کے لیے۔"

"امی! جس بات کے بارے میں آپ کو مکمل آگہی نہیں اس کے بارے میں آپ بات نہ کریں۔"

اس نے نسیمہ بیگم کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کے درمیان میں لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے کسی بات کے متعلق نہیں پتا۔ مگر مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ وجود اب تمہاری ذمہداری ہے۔ اس کے متعلق اب تم اور میں جواب دہ ہیں۔ نہ صرف اس دنیا میں بلکہ اللہ کے سامنے بھی۔"

نسیمہ بیگم نے عاصم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"امی۔۔۔"

"امی۔۔۔ وہ بھابھی۔۔۔"

دیا نے کمرے میں آنے کے بعد اجازت چاہی تھی۔

"امی، بھائی۔۔۔۔ وہ بھابھی کمرے میں بے ہوش پڑیں ہیں۔"

اسے امید نہیں تھی کہ عاصم گھر آچکا ہے۔ اسنے رباب سے اس کی کل کی ڈریسنگ سے متعلق پوچھنے جانا تھا۔ جب وہ وہاں گئی تو رباب کمرے کے بیچ بے ہوش پڑی تھی۔ وہ فوراً کمرے سے اپنی امی کے کمرے کی جانب بھاگی تھی۔ نسیمہ بیگم نے ایک نظر اپنے قدموں میں بیٹھے عاصم کو دیکھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ جبکہ عاصم یہ سوچ رہا تھا کہ وہ بے ہوش کب ہوئی۔ اسے کوئی گلٹ تھا ہی نہیں۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"تمہیں اس کی قیمت جھکانی ہوگی بینش۔"

وہ ہاسپٹل سے دو دن بعد اپنے فلیٹ میں واپس آیا تھا۔ بینش نے اس کی آنکھوں کو لگ بھگ جلا ہو ڈالا تھا۔ اب بھی ڈاکٹر نے اسے ڈراپس ڈالنے کو دیے ہوئے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں ٹی وی چلائے شراب پینے میں مگن تھا۔ اب تو اس کی عادت بن چکی تھی۔ وہ دن تو کب سے ختم ہوئے جب

اسے اس سے گھن آتی تھی۔ مگر اب سب بدل چکا تھا۔ اس نے بینش کو یاد کرتے ہوئے شراب کا گلاس ایک گھونٹ میں گلے سے نیچے اتارا تھا۔

"وقاص۔۔۔۔وقاص۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔جانے دو۔۔۔وقاص۔"

وہ اس کی آواز پہ ہڑبڑا کر دوسرے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔ مگر اسے رک جانا پڑا۔ فلیٹ میں تو اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ اسے اپنا وہم جان کر واپس بیٹھ گیا۔ اس نے ایک اور گلاس شراب کا پیا تھا۔ اسے پھر بینش یاد آئی تھی۔

"میں تمہیں۔۔۔۔۔مار۔۔۔"

"وقاص۔۔۔وقاص۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔نہیں وقاص۔۔۔۔"

وہ اسے بلاتی ہوئی مسلسل رو رہی تھی۔ مگر آخر میں چلائی تھی۔ اس کے چلانے پہ وہ لڑکھڑاتا کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے کے دروازے پہ پہنچا تھا۔ دروازہ کھلا تھا۔ اس نے وہاں نور کو دیکھا جو اسے مسلسل بلا رہی تھی۔ ساتھ نعمان۔ اس نے اپنی آنکھیں زور سے میچیں تو منظر واضح ہوا۔ اس نے خود کو نعمان کی قید سے نور کو آزاد کرتا ہوا دیکھا۔ اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ نعمان نے نور کی طرف جانے کی کوشش کی تو وقاص نے اسے پیچھے کر دیا۔ نور وقاص کے پیچھے چھپی کھڑی تھی۔ وقاص نشے کی حالت میں دو ہفتے پہلے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"وقا۔۔۔ص"

نور نے اس سے کہنا چاہا۔

"چٹاخ۔۔"

وقاص نے اس کے چہرے پہ ایک تھپڑ مارا تھا۔

"یہ ہے اس تھپڑ کا بدلہ جو تمہاری بینش نے میرے منہ پر مارا تھا۔ "

وقاص نے اسے کندھوں سے پکڑ کر خود کے سامنے کیا۔

"اور تمہاری یہ حالت اس ذلت کا بدلہ جو اس نے میرے ساتھ کیا۔ اس کی وجہ سے مجھے میرے باپ نے گھر سے نکال دیا۔ مجھے بے وجہ رسوا کروایا گیا۔ اب جب تم۔ اس کے سامنے ایسی حالت میں جاو گی نہ تو مجھے سکون ملے گا۔ بہت سکون۔ بہت پیار ہے نہ اسے تم سے۔۔ "

"نور۔۔۔۔ نور۔۔۔۔ "

بینش کے چلانے کی آواز باہر سے آرہی تھی۔

"لو آگئی۔ "

وقاص نے اسے دروازے کی جانب دھکا دیا تھا۔

"یار تو پاگل ہے۔ کیا کر رہا؟ کیوں جانے دے رہا ہے اسے۔ ہمارے بیچ یہ طے نہیں ہوا تھا۔ ہٹ میرے راستے سے۔۔ "

نعمان نے غصے سے وقاص سے کہا۔ جبکہ نور لڑکھڑاتی ہوئی نیچے اتر گئی تھی۔

فون کی رنگ پہ وہ ہوش میں آیا تھا۔ یہ سچ ہے ان کے بیچ یہ ڈیل نہیں ہوئی تھی کہ نور کو ایسے ہی جانے دیا جائے گا۔ یہ سب اس نے کیا تھا۔ کیوں یہ اس نے آج تک نہیں جانا تھا۔

"کیسا ہے جانی؟ "

"ٹھیک ہوں۔ "

وقاص نے نعمان کو فون پہ جواب دیا۔ نور کے واقعے کے بعد نعمان اسے آج فون کر رہا تھا۔

"کہاں پہ ہے؟"

"فلیٹ پہ۔"

"تو نے ڈرنک کی۔۔۔"

"ہاں۔۔۔"

وقاص نے دوبارہ گلاس شراب کا بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"یار تو یہاں آجا کچھ دنوں کے لیے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

وقاص نے اسے سنجیدہ ہو کر جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تجھے ٹکٹ بک کروا کر فون کرتا ہوں۔"

نعمان نے اس سے کہ کر فون آف کر دیا تھا۔ اس نے وقاص کو آج تک نہیں بتایا تھا کہ نور اسی دن مر گئی تھی۔ اس نے وقاص کو پولیس کا بتایا تھا کہ شاید پولیس میں اطلاع کر دی گئی ہے کہ نور کے اغواہ کی۔ اس لیے وقاص نے ایک ہفتہ ٹھر کر بینیش کو کال کی تھی جب اسے یقین ہو چلا تھا کہ اغواہ کی رپورٹ نہیں لکھوئی گئی ہے۔ جبکہ نعمان اس سے جانتے بوجھتے یہ بات نہیں چھپا رہا تھا بلکہ اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا کہ وہ جانے کہ نور اب نہیں رہی۔ دوسری جانب وقاص کو مسلسل نور کی آوازیں آتیں تھیں۔

"ڈاکٹر کیسی طبعیت ہے اب رباب کی؟"

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر جہانگیر ولا میں موجود تھا۔ رباب کو بیڈ پہ لٹایا ہوا تھا۔ ریحانہ بیگم پاس ہی موجود تھیں۔ جبکہ عاصم ایک جانب لاتعلق سا کھڑا تھا جیسے اس کی نہیں کسی اور کی بیوی بیمار ہو۔

"کیا کچھ کھاتی پیتی نہیں ہیں؟ کافی کمزور ہیں۔ بظاہر تو کوئی بیماری کی علامت نظر نہیں آ رہی تاہم ان کے چہرے سے ڈپریشن کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں۔ پھر بھی آپ ان کا پراپر چیک کروالیں۔ بہتر رہے گا۔ کچھ میڈیسن ہیں یہ پرسکرپشن کے مطابق دے دیجیے گا۔"

ڈاکٹر نے میڈیسن لکھ کر عاصم کو پکڑائی تھیں۔

"آپ چلیں میرے ساتھ۔۔۔"

ڈاکٹر نے عاصم کو اپنے ساتھ باہر چلنے کے لیے کہا تھا۔

"Sheisyourwifeornot?"

"جی!"

"میں نے تو صرف ایک سمپل سا سوال پوچھا ہے۔"

عاصم کے حیران ہونے پہ ڈاکٹر نے اسے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"دیکھیے مسٹر عاصم جہانگیر! آپ کا نام جتنا بڑا ہے اس سے کہیں زیادہ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ مگر اس معاملے میں آپ نے مجھے دوبارہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

وہ۔ دونوں راہداری میں چل رہے تھے۔

"کچھ نہیں بس اتنا کہ بڑی معصوم مخلوق ہوتی ہیں یہ بیویاں۔ ہم مردوں کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خواہش ہویا پھر ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک پاوں پہ کھڑی رہتی ہیں تو کیا ہم انہیں محبت نہ سہی مگر عزت تو دے سکتے ہیں نہ۔"

وہ اسکے کندھے تو تھپتھپاتے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔

"آخر میں نے کر کیا دیا ہے اس کے ساتھ ایسا جو ساری دنیا آج مجھے سمجھانے لگ پڑی ہے۔"

وہ غصے میں بڑبڑاتا واپس اپنی سٹڈی کی جانب چلا گیا۔

"سر آر یو آل رائٹ؟"

"وٹ اباوٹ میک؟"

عاصم نے اپنے آفس کی چیر سمنبھالتے ہوئے جیری سے پوچھا۔

"اپنے کرائم کے مطابق اسے سزا مل چکی ہے۔"

جیری نے منہ بنا کر اسے جواب دیا تھا۔ کیا جاتا اگر وہ اسے صحت کا بتا دیتا۔ غلطی کر دی اس نے پوچھ کر۔ منصور نے اسے ایک نظر دیکھا۔

"ماریہ سے کیا کہا ہے تم نے؟"

"وہی جو آپ نے کہا تھا۔"

"گڈ۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

منصور نے ایک جانب لیپ ٹاپ آن کیا تھا اور دوسری جانب فون کان کے لگایا تھا۔ جیری نے اس وقت خود پہ افسوس کیا تھا اور آفس سے نکل گیا۔ صرف پانچ منٹ کے وقفے سے اسنے اپنی لیپ ٹاپ کی سکرین پہ عینی کا چہرہ دیکھا۔ وہ ہاسپٹل کے سپیشل روم میں موجود تھی اور ابھی تک آرام کر رہی تھی۔ شاید نیند کی دوا کا اثر تھا۔

"ہیلو! احمد ہیر۔۔۔۔۔۔ میں بہتر تب ہوں گا جب مجھے وہی زخم میک کے جسم پہ ملیں گے۔۔۔ قانون نے جو مرضی سزا دی ہو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر ملے گی اسے وہی جو میں تجویز کر چکا ہوں۔۔۔"

اس نے عینی کے چہرے کے زخموں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے اس دن ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو وہ شاید عینی کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتا۔ وہ جب بھی آنکھیں بند کرتا اس کے سامنے وہ آگ کا منظر آجاتا جہاں وہ قید تھی۔ اس نے کھڑکی سے اسے ہاتھ پیر مارتے دیکھا۔ وہ جتنی مرضی کوشش کر لیتی مگر وہاں سے نکل نہیں سکتی تھی۔ اس نے دروازہ توڑنے کی بھی کوشش کی مگر اس سے نہیں ہوا۔ پولیس کی مدد سے دروازہ توڑا گیا تھا مگر تب تک کمرے میں آگ پوری طرح پھیل چکی تھی۔ ہر طرف آگ اور دھواں بیچ میں۔ اس کا وجود۔ اس نے زور سے آنکھیں میچیں تھیں۔۔ تب ہی کمرے میں ماریہ داخل ہوئی تھی۔ وہ عینی کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ منصور نے سکرین کو غور سے دیکھا تھا۔

"ڈئیر کیا اب بھی تم اپنے ڈیوڈ کی شادی اس لڑکی سے کرو گی؟"

"کیوں نہیں؟ اس میں ایسی کون سی خامی ہے جو میں نہ کروں؟"

خالہ انیلا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟ تم تو کہہ رہی تھی کہ اس کا کردار اچھا نہیں رہا۔ اور۔۔۔"

"سب جھوٹ تھا۔ اسے خود تک محدود رکھنے کے لیے۔ اگر اس کا خود پہ اعتماد بحال ہو گیا تو ڈیوڈ سے شادی نہیں کرے گی۔ مگر اب۔۔"

"نائس تم نے اس کا خود پر سے اعتماد ختم کر دیا۔"

"تو کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان دونوں کی ہنسی کمرے میں گونج گئی تھی۔

اب کس سے کہیں اور کون سنے، جو حال تمہارے بعد ہوا
اس دل کی جھیل سی آنکھوں میں، اک خواب بہت برباد ہوا
یہ ہجر و ہوا بھی دشمن ہے اس نام کے سارے رنگوں کی
وہ نام جو میرے ہونٹوں پہ خوشبو کی طرح آباد ہوا
اس شہر میں کتنے چہرے تھے کچھ یاد نہیں سب بھول گئے
اک شخص کتابوں جیسا تھا وہ شخص زبانی یاد ہوا

"نہیں۔۔۔کیا۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔چاہیے۔۔۔۔نہیں۔۔۔"

وہ بے ہوشی میں بڑبڑا رہی تھی۔ صوفے پہ بیٹھے عاصم نے اسے ایک نظر گھور کے دیکھا تھا۔ نسیمہ بیگم کی سخت ہدایت تھی کہ رباب کی دیکھ بھال صرف وہ ہی کرے گا۔ وہ میڈیسن رکھ کر اس کے پاس کمرے سے چلیں گیئں تھیں۔ ساتھ میں ہدایت بھی کی گئی تھی صبح تک اسے ٹھیک ہونا چاہیے۔ اس

www.urdunovelsmania.com

لڑکی کی وجہ سے اس کا سارا کام بگڑ گیا تھا۔ اس سے پہلے نسیمہ بیگم کبھی اس کے پاس اتنے دنوں کے لیے نہیں رکی تھیں۔ اس لیے اس نے رباب کو کمرے میں رہنے کا کہا تھا۔ تاکہ انہیں کسی طرح کا کوئی شک نہ ہو مگر وہ پھر بھی نہیں چھپا پایا تھا۔ وہ جان گئیں تھیں کہ اس شادی کے پیچھے اس کی پسندیدگی شامل نہیں ہے۔ اسی لیے جان بوجھ کر ریسیپشن رکھوایا تھا۔

"نہیں۔۔۔کیا۔۔۔۔"

وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا۔ وہ غنودگی میں بول رہی تھی۔ عاصم نے ایک اکتائی ہوئی نظر اس پر ڈالی۔ پھر جیسے اس پہ رحم کھاتے ہوئے اس نے میڈیسن نکال کر اپنے ہاتھ میں لیں اور بیڈ پر ایک جانب ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے رباب کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے تھوڑا سا اوپر کیا۔ رباب نے ہلکی سی آنکھیں کھولی۔ آنکھیں کھولتے ہی اس کی پہلی نظر عاصم پہ پڑی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ عاصم نے اپنی ہتھیلی پہ موجود دوا کو اس کے سامنے کیا۔

"دوا ہے۔ کھا لو اسے"

رباب نے اسکے بڑھے ہاتھ کو ایک پل دیکھا اور پھر دوا اپنے ہاتھ سے منہ میں ڈالی تھی۔ عاصم نے پانی کا گلاس اس کے منہ کو لگایا تھا۔ اس نے دو گھونٹ پی کر گلاس منہ سے ہٹا دیا۔ عاصم کا ہاتھ ابھی تک اس کی گردن کے گرد موجود تھا۔ عاصم نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اسے واپس لٹا دیا تھا۔ وہ اس کے پاس سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ رباب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے آپ۔۔۔۔سے کچھ۔۔۔۔نہیں۔۔چاہیے۔۔۔۔سوائے تھوڑی سی۔۔۔۔عزت کے۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔پلیز۔۔۔"

وہ اس کی جانب کروٹ کیے اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں پکڑے کہ گئی۔ اس نے عاصم کے ہاتھ کو متائے حیات کی طرح سمیٹ کر پکڑا ہوا تھا۔ اتنے دنوں میں عاصم آج پہلی بار فریز ہوا تھا۔ وہ اس کے آنسوؤں کو پہلی بار محسوس کر رہا تھا۔ اس کے آنسو اس کے ہاتھ کو بھگو گئے۔

تجھے کیا سناوں میرے ہمنشین

ہے طویل جانا حکایتیں

میرے خواب ہیں میرے چارسو

ہے گگن کو چھونے کی خواہشیں

"ماریہ! کچھ پوچھوں تو سچ سچ جواب دو گی۔"

عینی کو ڈسچارج مل گیا تھا۔ اس کے زخم اب بھر چکے تھے۔ ڈاکٹرز نے اس کو مکمل چیک اپ کے بعد ڈسچارج کیا تھا۔

"ہاں پوچھو۔"

اس نے روم سے اس کا سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس آگ سے اس بوکے والے شخص نے بچایا تھا نہ۔"

ماریہ کے ہاتھ تھمے تھے۔ اسے توجیری نے سب کچھ بتانے سے منع کیا تھا پھر وہ کیسے کہ رہی تھی۔

"تمہارا حیران ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہی شخص تھا وہاں۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔۔۔"

"کوئی غلط فہمی نہیں ہے مجھے۔ میں نے دیکھا تھا اسے۔ وہ وہاں تھا اس آگ میں، میرے ساتھ۔ میں تب تک بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔"

"وہاں پولیس تھی۔۔"

ماریہ نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہوگی پولیس بھی ہوگی مگر مجھے اسی نے بچایا تھا۔ میں نہیں جانتی تم کیوں مجھ سے چھپا رہی ہو؟"

"میں تم سے کچھ نہیں چھپا رہی۔"

ماریہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ عینی نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا تھا۔ اور اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

"ماریہ پلیز! دیکھو۔۔۔ تم اسے میرے طرف سے شکریہ ادا کر دینا۔ دادو نے کہا تھا کبھی کسی شخص کا احسان نہیں رکھنا۔ ان سے کہنا میرے لائق کوئی کام ہو تو۔۔۔ مجھے ضرور بتانا۔۔۔ میں بہ خوشی وہ کروں گی۔"

عینی ہلکا سا مسکرائی۔ وہ زیادہ نہیں مسکرا سکتی تھی کیونکہ اس کے ہونٹ کے قریب زخم لگا ہوا تھا۔

"عینی!"

"تم سامان پیک کر لو۔ خالہ آنے والی ہوں گی۔"

عینی نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے ہٹا کر اسے جانا کا اشارا کرتے ہوئے کہا۔ دور اپنے آفس میں بیٹھا منصور صرف اس کے چہرے کو فوکس کیے بیٹھا تھا۔ اس نے جیسے کچھ طے کرتے ہوئے فون کر کے جیری کو اندر آنے کو کہا۔

"جیری! مسسز منصور احمد سے ملاقات کا بندوبست کرو۔ جتنا جلد ہو سکے۔"

"کہاں ملنا چاہتے ہو مجھ سے؟"

بینش نے اسے آج خود فون کر کے ملنے کا پوچھا تھا۔

"سچ میں۔۔ تم خود ملنے آؤ گی مجھے سے۔"

اس شخص کو جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"کہاں آنا ہے؟"

بینش نے فون کو ایک بار گھور کر پھر کہا تھا۔ جبکہ وہ ہنسا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اتنی ناراضگی میں آؤ گی تو جلدی جانے نہیں دوں گا۔"

"بکواس بند کرو اپنی اور جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔"

بینش نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ وہ ہنسا تھا۔

"یار ایڈریس سینڈ کرتا ہوں ابھی۔"

"سنو، میں تمہیں پہچانوں گا کیسے؟ ایسا کرنا تم بلیو کلر پہن کر آنا۔ مجھے آسانی رہے گی۔" وہ آخر میں شوخ ہوا تھا۔

"زہر لگتا ہے بلیو کلر مجھے ایسا کرنا تم خود پہن لینا۔ مجھے پہچاننے میں آسانی رہے گی۔" اس نے جواباً کہا اور فون رکھ دیا تھا۔

"مجھ سے ملنا ہے۔ دیکھ لیتی ہوں تمہیں بھی میں۔ سمجھا کیا ہوا ہے مجھے۔"

بینیش نے خود سے کہا۔ اس کا ارادہ اس شخص کو بالکل بھی بخشنے کا نہیں تھا۔

رات کا جانے کونسا پہر تھا جب عاصم کی آنکھ کسی کی ہچکیوں کی وجہ سے کھلی تھی۔ اس نے اندھیرے میں آس پاس دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے سامنے بیڈ پہ رباب کو تلاشا مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ اس کے پاس سے اٹھ کر صوفے پہ آ کر لیٹا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھا تو اس کی نظر کمرے کے کونے میں جائے نماز بچھائے بیٹھی رباب پہ پڑی۔ اس سے پہلے اس کی آنکھ کبھی نہیں کھلی تھی۔ شاید پہلی بار کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی۔ اسے یاد آیا کہ جب وہ اسے کمرے میں لایا تو وہ گیلری میں جائے نماز بچھائے بیٹھی تھی۔ اس کے دوبارہ ہچکی لینے پہ عاصم کا دھیان اس کی طرف گیا تھا۔ کچھ دیر تو وہ اسے اسی طرح دیکھتا رہا پھر اٹھ کر اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"کیوں رو رہی ہو تم اب؟ آرام کرنے کا کہا تھا نا۔ یہ تم آرام کر رہی ہو؟"

رباب نے اس سکے سوالوں پہ سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

"تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں؟"

عاصم نے اسے خاموش دیکھ کر دوبارہ پوچھا۔ رباب اپنے آنسو صاف کرتی جائے نماز سمیٹ چکی تھی۔ وہ اس کے پاس سے جانے لگی تو عاصم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تھا۔ رباب نے سر اٹھانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ جبکہ عاصم اسکا سرخ چہرہ باآسانی دیکھ سکتا تھا۔

"تم سے کچھ پوچھوں تو جواب دو گی۔ سچ سچ۔"

رباب نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"یہاں بیٹھو!"

اس نے اسے قریب بیڈ پہ بیٹھایا تھا۔اور خود اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھ گیا تھا۔

"تم نے فواد کو دیا کے پاس کیوں بھیجا؟"

رباب نے اسے سر اٹھا کر دیکھا۔اس کی آنکھوں۔سے بے بسی ظاہر تھی۔

"میں نے۔۔۔نہیں۔۔۔۔بھیجا۔۔۔"

"ہماری اس شادی کی حقیقت کے بارے میں۔۔"

"نہیں۔۔۔بتایا۔۔۔"

رباب نے اٹک اٹک کر اس کے سوالوں کا جواب دیا تھا۔عاصم نے دو پل اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

"کیا میں تمہاری ان دونوں باتوں پہ یقین کر لوں۔ایسا تو نہیں ہوگا کہ بعد میں مجھے پچھتانا پڑے۔"

عاصم نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔"

رباب نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔

"سو جاو اب۔مجھے کچھ کام ہے۔۔۔۔تمہارے رونے کی آواز سے مجھے ڈسٹربنس نہ ہو اب۔"

وہ اسے کہتا واپس صوفے پہ چلا گیا تھا۔اس نے لیپ ٹاپ آن کرنے کے بعد اسے دیکھا۔وہ اس کے بیڈ پہ چادر تان کر لیٹ گئی تھی۔کتنے ہی گھنٹے وہ اسی طرح لیپ ٹاپ آن کیے بیٹھا رہا مگر دھیان سارا رباب کی جانب تھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"عینی! کب تک اس طرح ایسے ہی بیٹھی رہوگی۔ کام پہ دل لگاوگی تو سب کچھ بھلانے میں مدد ملے گی۔"

اس کی خالہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس سے کہا۔

"جی خالہ! آپ کوئی کام شروع تلاش کردیں۔۔۔"

"وہ تو میں دیکھ چکی ہوں۔ ایڈریس بتا دوں گی۔ شام کی شفٹ ہے۔"

"جیسا آپ کہیں خالہ۔"

اس نے خالہ کی بات پہ اقرار کیا۔ انہوں نے اس کے اس طرح باتیں ماننے پہ غور سے دیکھا۔

"عینی! میرا ڈیوڈ آرہا ہے۔ بڑی یونیورسٹی سے پڑھائی کرکے۔ کافی ہونہار ہے۔ میں نے جب اسے تمہارے بارے میں بتایا تو کہنے لگا مجھے تصویر دیکھاو۔"

وہ خود ہی ہنسی تھی۔

"کہتا ہے شادی تم سے کرے گا۔۔ (عینی نے زور سے آنکھیں میچیں تھیں) میں نے بھی کہ دیا کہ میری بیٹی میری ہی بیٹی رہے گی۔ میں کیوں کسی کو دوں۔"

"کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے کیا؟"

انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ عینی نے کوئی جواب دیا ہی نہیں تھا۔

"میں نے تمہارے ساتھ ہوئے واقعے کے بارے میں بھی بتا دیا ہے۔ (وہ جو انکار کرنے لگی تھی چپ ہوگئی) وہ اب بھی راضی ہے۔۔ بس اب وہ جیسے ہی آتا ہے میں نے تم دونوں کی شادی کردینی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی کہتی اس کے پاس سے اٹھ کر چلی گئیں تھیں۔ جاتے وقت انہوں نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا جو سر جھکائے اب رونے میں مصروف تھی۔

جہانگیر ولا میں ریسپشن کی تیاریاں صبح سے ہی شروع ہو چکیں تھیں۔ ہر کوئی مصروف نظر آ رہا تھا۔ صبح سے ہی اسے عاصم کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو خود اس سے بچتی پھر رہی تھی۔ رات کو نہ جانے اس نے کیا کیا کہہ دیا تھا اسے۔ اسے یاد تھا کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑے سو گئی تھی۔ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی نہیں جان پائی تھی۔

"میم! بڑی بی بی آپ کو بلا رہی ہیں۔"

عاصمہ اسے جانے کب سے ڈھونڈ رہی تھی وہ اسے لان کی پچھلی سائیڈ پہ بیٹھی ملی تھی۔

"جلدی چلیں۔۔"

رباب کو ایسے ہی بیٹھے دیکھ کر عاصمہ نے دوبارہ کہا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی ان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ دل میں بس یہ دعا کر رہی تھی کہ عاصم وہاں نہ ہو۔

"ادھر آؤ رباب۔ یہ ہے میری بہو۔"

انہوں نے شاید کسی اور کو کہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک عورت بیٹھی تھی۔ وہ اسے جانی پہچانی سی لگی تھی۔ اس نے جلدی سے سلام کیا تھا۔ جبکہ سامنے والی عورت مسکرا دی تھی۔

"مجھے تو لگا کہ تم صرف باتیں ہی کر رہی ہو۔ تم تو واقعی ہی اپنے مسیحا کو گھر لے آئیں۔"

کمرے میں موجود دونوں نفوس حیران ہوئے تھے۔ دیا اور عاصم وہاں موجود نہیں تھے۔

"کیا مطلب؟"

نسیمہ بیگم نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔ رباب خود حیران تھی۔

"کیا مطلب؟ یہ وہی لڑکی تو ہے جس نے تمہاری جان بچائی تھی اس دن ہاسپٹل میں۔"

اس عورت کے کہنے پر رباب اور نسیمہ بیگم دونوں چونکے تھے۔ رباب نے اس عورت کو غور سے دیکھا تو اس کے ذہن میں یاداشت ابھری تھی۔

"میرا نام کلثوم ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ بچی۔ اگر تم وقت پہ نہیں۔۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ مدد کرنے والا ہے۔ ہم تو صرف ذریعے بنتے ہیں۔"

رباب نے اس سے کہا۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ واپس پلٹی تھی۔

"آنٹی مجھے اب چلنا ہوگا۔ ان کا خیال رکھیے گا۔"

"ارے اس عورت سے مل کر تو جاو جس کی مدد کی ہے۔ ان کے بچے بھی آنے والے ہی ہوں گے۔"

"آنٹی اگر ٹائم ہوتا تو ضرور مل کر جاتی۔"

رباب جلدی سے کہتی وہاں سے نکل گئی تھی۔ راستے میں وہ ایک شخص سے ٹکراتے بچی۔ اس سے پہلے وہ اسے سوری کرتی وہ شخص خود اسے سوری کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ شاید اسے بھی جلدی تھی۔ اب اسے یاد آیا تھا۔ وہ عورت جس کی مدد اس نے کی تھی وہ نسیمہ بیگم تھی۔ اس کی ساس اور وہ شخص جس کو اس نے بیک سے دیکھا تھا۔ عاصم جہانگیر تھا۔

"یاد آیا بیٹی!"

کلثوم آنٹی نے اس سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی!"

"اب تم بتاو نسیمہ تم نے کیسے ڈھونڈلیا اسے۔ تم نے تو دیکھا بھی نہیں تھا۔"

وہ مسکراتے ہوئے نسیمہ بیگم سے پوچھ رہی تھیں۔ جبکہ نسیمہ بیگم کا دھیان سامنے کھڑی رباب پہ تھا۔

بینیش نے ریسٹورنٹ کے اندر قدم رکھتے ہی آس پاس اس شخص کو تلاشنا چاہا تھا۔

"نہایت ہی کوئی منحوس ہے۔ فل رش والی جگہ تلاش کی ہے۔"

اس نے خود سے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ چہرے سے صاف لگ رہا تھا کہ زبردستی بلایا گیا ہے۔ پاس بیٹھے شخص نے بہ مشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ وہ سچ میں کمال تھی۔ ساری ڈریسنگ پنک تھی بس سینڈل بلیو کلر کی پہن کر آئی تھی۔ اسے پورا یقین تھا یہ شاپنگ خالص اس کے لیے کی گئی ہوگی۔

"ویلکم میم! ہیو اے سیٹ۔"

"تو بیٹھنے ہی آئی ہوں۔"

اس کا غصہ بے چارے ویٹر پر اترا تھا۔ بینیش نے آس پاس بلیو کلر تلاشنا چاہا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ منہ میں بڑبڑاتی خالی ٹیبل تلاش کرتی وہاں جا کر بیٹھ گئی تھی اور زور سے بیگ ٹیبل پہ پھنکا تھا۔ آس پاس لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے مگر اسے کسی کی کب پرواہ ہوتی تھی۔

"اب بے وقوفوں کی طرح بیٹھ کر اس نمونے کا انتظار کرو۔"

وہ تھوڑا اونچا بڑبڑائی تھی۔

"یار سوچ لے۔ مجھے تو تیرا مستقبل خطرے میں نظر آرہا ہے۔"

عامر نے حسام کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

وہ دونوں ریسٹورنٹ کے سٹارٹ میں بیٹھے تھے جہاں ابھی وہ کچھ دیر پہلے حسام کو منحوس کہہ کر گئی تھی۔

"سوچ کر ہی تو اسے چنا ہے۔ میرا دل کہتا تھا یہ بالکل اپنے لفظوں کی طرح ہوگی۔ دیکھ لے بالکل ویسی ہی ہے۔"

حسام نے بینیش کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اب بیگ سے فون نکال کر شاید اسے ہی ڈائل کرنے کا سوچ رہی تھی۔

"سن میں ملنے جا رہا ہوں۔ ذرا اچھی سے تصویر لینا ہم دونوں کی۔"

"بلکل جب وہ تجھے جوتی سے مارے گی تو تصویر کافی اچھی آئی گی۔"

عامر نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ حسام ہنستا ہوا آگے بینیش کی جانب بڑھ گیا۔ آخر وہ اس سے ملنے آہی گئی تھی۔ غصہ اور بے اعتباری کی ایک لمبی دیوار تھی۔

"کوئی نہیں۔ میں اپنی محبت سے اس دیوار کو گرا دوں گا۔"

وہ خود سے عہد کرتا بینیش کے سامنے والی کرسی سنبھال چکا تھا۔ بینیش نے اپنے سامنے انجان شخص کو مسکرا کر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ پھر جیسے اسے پہچان کر فون واپس رکھ دیا تھا۔ دو منٹ تو وہ اسے گھورتی ہی رہی۔ اس کے اس طرح گھورنے پہ حسام مسکرا دیا تھا۔

"یقین کر لو تمہارا ہی ہوں۔ اب کسی کا نہیں ہو سکتا۔"

بینیش کے منہ کے زاویے بگڑے تھے۔

"یہ آنے کا وقت ہے تمہارا۔ پچھلے پانچ منٹ سے انتظار کر رہی ہوں۔ اب تمہارے پاس صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ یقین کرلو تمہارا ہی ہوں۔ اب کسی کا نہیں ہو سکتا۔"

اس نے آخر میں اس کی نقل اتاری تھی۔

"مگر کیوں؟ ابھی تو آیا ہوں میں۔"

حسام نے بینیش سے حیران ہو کر پوچھا۔

"تو میں کیا کر سکتی ہو اس بارے میں۔ تم خود لیٹ آئے ہو۔"

بینیش نے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا سنو۔ تم نے مجھے پہچانہ کیسے؟"

"تمہاری سینڈل سے۔"

حسام نے مسکرا کر اسے جواب دیا تھا۔ اس سے پہلے بینیش اسے کچھ کہتی ویٹر نے آکر ان کی ٹیبل پہ۔ ایک کیک لا کر رکھ دیا تھا۔ دو منزلہ چاکلیٹ کیک تھا جس پہ اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

"گڑیا۔۔ (بینیش نے اپنا آئی ڈی نیم پڑھا تھا۔ وہ ابھی تک اس کا اصل نام نہیں جانتا تھا۔ پھر برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا تھا۔) یہ کس خوشی میں؟"

"تم سے روبرو ملنے کی خوشی میں۔"

اس کے چہرے سے مسکراہٹ چھوٹ ہی نہیں رہی تھی۔ جبکہ بینیش کو وہ زہر ہی لگ رہا تھا۔

"ایسے مت دیکھو عشق ہو جائے گا۔"

"تم نے اپنی یہ فلرٹنگ بند نہیں کی تو۔۔۔میں تمہارا خون کرڈالوں گی اب۔"

بنیش نے سائیڈ پہ رکھی چھری اٹھا کر اس کی جانب کی اور ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔

"ریلیکس!"

حسام نے ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا تھا۔آس پاس کچھ لوگ انہی کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"یہ چھری کیک کے لیے ہے۔اس سے مجھے ذرا بھی چوٹ نہیں آئی گی۔رکھ دو اسے واپس۔"

اس نے آرام سے بنیش سے کہا تھا۔وہ جانتا تھا وہ اس کے ساتھ ایسا کر بھی سکتی تھی۔

"کیک کاٹو اور مجھے کھلاو۔"

نئے حکم پہ بنیش تلملا ہی گئی تھی۔

"میں تمہاری بیوی ہوں جو حکم چلا رہے ہو مجھ پہ۔میرا بس چلے تو تمہیں زہر کھلا دوں۔"

بنیش نے اس سے غصے میں کہا مگر دوسری جانب کوئی اثر نہیں تھا۔وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔

"کیوں بلایا ہے مجھے؟"

بنیش نے آخر سوال پوچھ ہی لیا تھا۔وہ اس کا وقت پہلے ہی برباد کر چکا تھا۔اب پھر سے فضول بول رہا تھا۔اس کے سوال پہ حسام کی مسکراہٹ تھمی تھی۔وہ ٹیبل پہ اس کی جانب آگے کی طرف جھکا تھا۔

"تم سے ملنے کے لیے۔تمہاری سننے کے لیے۔تمہیں اپنی سنانے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔اپنی خواہش کو روبرو دیکھنے کے لیے۔"

حسام نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوری محبت سے کہا۔ بینش کا غصہ پل بھر کو تھما تھا۔ حسام نے ہلکی سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ اور چھری کو اس کی جانب سے اٹھا کر کیک کا ایک سلائس کاٹا۔

"گڑیا! تم میری زندگی کی وہ خواہش ہو جو میرے بن کہے پوری ہوگئی۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم میرے سامنے بیٹھو گی۔۔ (حسام نے اس کی جانب دیکھا) میں جانتا ہوں میرا طریقہ غلط تھا مگر میرے جزبات بالکل سچے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آیا تم کب میری خواہش سے روح بن گئیں۔ بس بن گئیں۔ (اس نے کیک کا پیس اس کی جانب بڑھایا تھا۔) گڑیا! بہت محبت کرتا ہوں تم سے۔ بہت زیادہ۔"

"اس نے دھوکہ دیا مجھے بینش! وہ جھوٹا اس کا وعدہ جھوٹا۔۔۔ بینش۔۔۔"

نور کا روتا چہرہ حسام کے چہرے میں بدلا تھا۔ وہ ہوش میں آئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں زور سے مسلی تھیں۔ وہ خود کو اس کے لہجے سے آزاد کر چکی تھی۔ اس نے اس کے بڑھے ہاتھ کو پیچھے کر دیا تھا۔ حسام مایوس ہوا تھا۔ اسے لگا شاید وہ اسے سمجھ گئی تھی مگر اسے ابھی اور محنت کرنی تھی۔ اس نے کیک کا پیس واپس رکھ دیا تھا۔

"تم نے جو کہنا تھا کہ لیا اور میں نے سن لیا۔ بس اب یہ قصہ یہیں ختم کرو۔ تمہارے دس منٹ ختم ہو چکے۔ مجھے جانا ہے اب۔"

وہ اپنا بیگ اٹھائے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیوں؟ نہیں ابھی نہیں۔ ابھی تو آئی ہو۔"

حسام اس کے آگے آکھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے پریشانی نمایاں تھی۔ جبکہ وہ اسے گھورتی ایک طرف سے ہوتی واپس چلی گئی تھی۔

"وہ چلی گئی۔ کب تک ایسے رہے گا۔"

عامر اس کے پاس آیا تھا۔ اسے سچ میں اپنے اس دیوانے دوست پہ ترس آیا تھا۔

"میں نے اسے اچھے طریقے سے پرپوز نہیں کیا۔ اسی لیے ناراض ہوگئی ہے۔"

عامر کا دل چاہا یا تو اپنا سر دیوار میں دے مارے یا پھر اس مجنوں کا۔

"ابے سالے صاف صاف انکار کر کے گئی ہے۔"

"لڑکیاں ایسا کرتیں ہی ہیں۔ اور یہ تو سب سے الگ ہے۔"

وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے مسکرا دیا تھا۔ اور باہر کی راہ لی تھی۔ وہ پہلے سے ہی پیمنٹ کر چکا تھا۔ عامر نے اسے گھورا تھا۔

"تصویر دیکھا مجھے۔"

حسام کو چلتے ہوئے یاد آیا تو اس سے پوچھ بیٹھا۔ عامر نے منہ بنا کر اسے دیکھا اور اس کا فون اسی کی جانب بڑھا دیا تھا۔ تصویر دیکھ کر اس کے چہرے کی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"میری گڑیا۔۔۔ میری زندگی۔۔۔"

"اس تصویر میں کون ہے؟"

عاصم نے آفس جانے سے قبل دیا کے کمرے میں گیا تھا۔ اس کے کمرے کا سارا سامان بکھرا پڑا تھا۔ وہ ابھی تک شام کے فنکشن کے کپڑے سلیکٹ نہیں کر پائی تھی۔

"یہ لڑکی کپڑے سلیکٹ نہیں کر سکتی لائف پاٹنر سلیکٹ کر کے بیٹھ گئی ہے۔"

وہ خود سے ہم کلام ہوا تھا۔ دیا واش روم سے باہر آئی تو عاصم کو دیکھ کر چونک گئی۔

"بھائی!"

"کچھ بات کرنی ہے۔ انتظار کر رہا ہوں۔ ٹیرس پہ آو جلدی۔"

وہ۔ دیا سے کہتا باہر نکل گیا۔ پیچھے دیا سوچتی رہ گئی۔

"انہیں کیسے پتا چلا کہ شام میں فواد آرہا ہے۔"

اگلے دس منٹ میں وہ ٹیرس پہ اس کے سامنے موجود تھی۔ ملازموں کو وہ پہلے ہی نیچے جانے کا کہ چکا تھا۔

"اس نے دیا کے سامنے تصویر کو رکھتے ہوئے دوبارہ پوچھا تھا۔

"وہ۔۔۔ بھائی۔۔۔ مجھے نہیں پتہ۔"

دیا نے پہلے منہ بنایا اور پھر جواب دیا تھا۔

"دیا!"

"سچ میں نہیں پتہ کون ہے بھائی۔ میں نے تو بھائی کے تکیے کے نیچے سے اٹھائی تھی۔"

عاصم کو جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"دیا مجھے سچ سچ جواب چاہیے۔"

"سچ ہی کہہ رہی ہوں بھائی۔ میں نہیں جانتی کون ہے یہ؟ میں نے تو پوچھا تھا بھائی سے کون ہے انہوں نے نہیں بتایا۔ تو میں نے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی۔"

دیا کے منہ بنا کر کہنے پہ عاصم نے اسے جانے کا کہہ دیا تھا۔

"کون ہے یہ لڑکی حسام تمہارے ساتھ؟ کون؟"

وہ خود سے کہہ رہا تھا۔ جبکہ دیا نے جاتے وقت اسے مڑ کر دیکھا تھا۔

"سوری بھائی! میں حسام بھائی سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑ سکتی۔۔۔۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتی کہ یہ۔۔ گڑیا ہے۔ حسام بھائی کی زندگی۔۔۔"

"سر! آج کی ساری شوٹنگ کینسل کر دی گئیں ہیں۔ جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔"

اس کے مینیجر نے آکر اسے پیغام دیا تھا۔

"گڈ۔"

"سر آپ کو کہاں جانا ہے؟"

"میرے دوست کے بھائی کے ریسیپشن پہ۔"

عامر اپنے مینیجر سے کہتا فون کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ جہاں حسام اور اس کی تصویر آج بھی موجود تھی۔

اب کس سے کہیں اور کون سنے، جو حال تمہارے بعد ہوا

اس دل کی جھیل سی آنکھوں میں، اک خواب بہت برباد ہوا

یہ ہجر و ہوا بھی دشمن ہے اس نام کے سارے رنگوں کی

وہ نام جو میرے ہونٹوں پہ خوشبو کی طرح آباد ہوا

اس شہر میں کتنے چہرے تھے کچھ یاد نہیں سب بھول گئے

اک شخص کتابوں جیسا تھا وہ شخص زبانی یاد ہوا

"بھابھی! میری بکس آپ نے میری بکس کہاں رکھیں ہیں؟"

رباب اپنے کمرے سے چلائی تھی۔ اس نے بینش کے گھر جا کر سٹڈی کرنے کا پلین بنایا تھا۔ عینی کو اس کی خالہ لندن لے جا چکی تھی۔ وہ یہاں نہیں تھیں۔ اس نے کتنی کوشش کی سب کو منانے کی کہ وہ عینی کو کہیں جانے نہ دے مگر اس کی کسی نے نہیں سنی۔ دوسری جانب بینش کا خود کا حال ٹھیک نہیں تھا۔ اسے کچھ کچھ اندازہ تھا کہ اس کی وجہ ضرور اس کا ایف بی فرینڈ حسام ہو گا۔ مگر وہ نور کی طرح کی بے وقوفی کی امید بینش سے ہرگز نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کافی کوشش کے بعد اپنے اندر ہمت پیدا کی تھی تاکہ بینش سے روبرو بات کر سکے۔ اس کے لیے پڑھائی بہترین آپشن تھی۔

"بھابھی!! میری کتابیں؟؟؟؟"

وہ پھر سے چلائی مگر جواب ندادر۔ وہ جلدی سے بھابھی عافیہ کے کمرے میں آئی تو وہ سر پکڑے بیٹھی تھی۔

"بھابھی؟؟"

وہ بھاگ کر ان کے پاس آئی تھی۔

"کیا ہوا آپ کو؟"

"کچھ نہیں بس چکر آرہے ہیں۔ اور سر دکھ رہا ہے۔"

بھابھی عافیہ نے سر کو پکڑے ہوئے جواب دیا تھا۔

"بھائی۔۔ بھائی کو بتاتی ہوں۔ نہیں آپ اٹھیں۔ چلیں۔ پہلے ہاسپٹل چلیں آپ۔ جلدی سے اٹھیں۔"

وہ خود سے بات کرتی انہیں اپنی جگہ سے اٹھانے لگی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ہاسپٹل جانے کے راستے پر تھے۔

"بھابھی زیادہ درد ہو رہا ہے۔"

رباب کے پوچھنے پر عافیہ نے ہلکا سا سر ہلایا تھا۔

"بھائی جلدی چلائیں پلیز۔"

اس نے رکشے والے سے کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ہاسپٹل کے سامنے موجود تھی۔

"نرس! بھابھی کیسی ہیں؟"

"ڈاکٹر زا بھی چیک اپ کر رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں کچھ فار میلیٹیز ہیں انہیں پورا کر دیں۔"

"جی ٹھیک ہیں۔"

رباب بھابھی عافیہ کو وہیں چھوڑتی نرس کے ساتھ ریسیپشن کی جانب چلی گئی۔

"جی بھائی!۔۔۔۔۔۔ نہیں بھائی ابھی تو کچھ نہیں بتایا۔۔۔ آپ جلدی آجائیں۔۔۔۔ جی اللہ حافظ۔"

وہ فار میلیٹیز پوری کرنے کے ساتھ ساتھ فہیم سے فون پہ رابطے میں تھی۔

"دیکھیں نرس میں نے ان کے گھر والوں کو فون کر رہی ہوں۔ مگر فون بند جا رہا ہے۔ آپ پلیز انکا آپریٹ جلدی شروع کریں۔ میں بلڈ کا بندوست کر رہی ہوں۔"

"خالہ جی آپ پلیز سمجھیں۔ ہم سے جو ہوسکتا ہے وہ تو کریں گے نہ۔ آپ صرف او نیگیٹو بلڈ اریںج کریں۔"

رباب نے ایک درمیانی عمر کی عورت کو نرس سے بات کرتے سنا۔

"یا اللہ میں اب کیا کروں؟ کہاں سے بندوبست کروں خون کا۔"

رباب نے جاتے وقت اس کی بات سنی تھی۔ وہ تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس عورت کے پاس واپس آئی۔

"میرا نام۔ رباب ہے۔ میں بلڈ دے سکتی ہوں۔ میرا بلڈ بھی او نیگیٹو ہے۔"

اس عورت کی تو جیسے خوشی دیکھنے والی تھی۔ وہ فہیم کے عافیہ کے موجود ہونے کے بعد بلڈ دینے گئی۔ اس کا ماننا تھا جو دوسروں کی مدد کرتا ہے اللہ ان کی مدد کرتا ہے۔ بس اسی کے تحت وہ عورت کی مدد کرنے کو تیار ہوئی تھی۔ پورا ایک گھنٹہ لگا بوتل بھرنے میں۔ اس دوران اس کی فہیم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی اس عورت سے جس کو بلڈ دیا جا رہا تھا۔ البتہ وہ آنٹی اس کے ہمراہ ہی تھیں۔ ان کی باتوں نے اسے ہمت دلائی تھی۔ وہ ساتھ ساتھ اس عورت اور بھابھی کے لیے دعا کر رہیں تھیں۔ انہی سے اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس عورت کو نہیں جانتی تھیں۔ راستے میں ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ تو احساس ہمدردی کے تحت انہیں ہاسپٹل لے آئیں تھیں۔ اس کے بعد وہ صرف اسی عورت سے مل کر اپنے بھائی بھابھی کی جانب چلی گئی تھی۔

"بھائی! بھا۔۔۔ بھی۔۔"

وہ جلدی جلدی میں کسی سے ٹکراتی بچی۔ مگر اس پہ دھیان نہ دیتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی۔ جہاں ایک بری خبر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک ہفتے پہلے ملی خوشخبری اب نہیں رہی تھی۔ ایک نئی زندگی اس دنیا میں آنے سے قبل ہی چلی گئی تھی۔ وہ وہیں روم کے باہر اپنے بھائی کو دلاسہ دیتی دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تم سے ملنا ہے ابھی اور اسی وقت۔"

ماریہ نے فون پر غصے سے کہا تھا۔

"کیا مطلب؟ میں بزی ہوں۔۔۔"

"عینی کے بارے میں ہے۔"

جیری دو پل کو چپ ہوا تھا۔

"تمہارے آفس کے باہر ویٹ کر رہی ہوں۔ جلدی آو۔"

ماریہ نے فون کٹ کیا تھا۔ ایک ہفتے بعد یہ ان کی دوسری ملاقات تھی۔

"مجھے صرف اتنا بتاو تمہارا باس عینی کے ساتھ سیریس ہے یا نہیں۔"

جیری کے آتے ہی ماریہ نے سوال پوچھا۔ وہ اس سے انگلش میں بات کرتی تھی۔

"وہ سیریس نہیں ہوتے تو اس دن۔ اسے کیوں بچاتے؟"

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

ماریہ نے براسا منہ بناتے ہوئے جیری سے کہا۔

"مجھے بتاؤ مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

ماریہ کے دو منٹ خاموش رہنے پہ جیری نے بے زاری سے کہا۔ آخر یہ کیوں اسے ان دونوں کے بیچ گھسیٹ رہی تھی۔ اس کی سمجھ سے باہر تھی یہ بات۔ دوسری جانب ماریہ نے اپنی داہنی تیوری چڑھائی تھی۔

"تاکہ تم اپنے باس سے کہ دو کہ وہ اپنے سو کالڈ کزن سے شادی کے لیے ریڈی ہو چکی ہے۔ اگر تمہارے باس نے کچھ نہ کیا تو۔۔۔ وہ پاگل اس نمونے سے شادی کر بھی لے گی۔"

آخری جملہ اس نے اردو میں بولا تھا۔ جیری نے۔ اسکلے آدھے جملے کو سن کر حیرانی کا اظہار کیا۔

"کیا؟"

"یہی کہ وہ شادی کر رہی نیکسٹ ویک پر۔"

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

جبکہ جیری کے پاس دو چیزیں تھیں کرنے کے لیے۔ پہلی اپنے باس اور عینی کی ملاقات کروانا اور دوسری اردو سیکھنا۔ کیونکہ ماریہ سے بات کرتے وقت اسے اس کی اشد ضرورت ہوتی تھی۔

"میں تمہاری بیوی ہوں۔۔۔ یہ آنے کا وقت ہے تمہارا۔ پچھلے پانچ منٹ سے انتظار کر رہی ہوں۔۔۔۔"

بینیش رات کے پہر اپنی ہی آواز سن کر چونک گئی تھی۔

"نہیں۔۔ نہیں۔۔ یہ میں کیسے ہو سکتی ہوں۔۔ کوئی اور ہے یہ۔"

اس نے خود سے کہا اور ایک بار پھر وائس میسج چیک کیا۔

"میں تمہاری بیوی ہوں۔۔۔۔ یہ آنے کا وقت ہے تمہارا۔ پچھلے پانچ منٹ سے انتظار کر رہی ہوں۔۔۔۔"

اسی کی آواز تھی۔ اسے اب سچ میں پریشانی ہو رہی تھی۔ یہ شخص واقعی ہی اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ نہ تو آن لائن ہو رہی تھی اور نہ ہی اس کے فون یا میسجز کا جواب دے رہی تھی۔

"کیا مزاق ہے یہ؟"

اس نے بلآخر حسام کو۔ فون کیا تھا۔ حسب معمول وہ اس کے فون کے انتظار میں ہی تھا۔ پہلی ہی بل پہ فون پک اپ کر لیا گیا تھا۔

"تیری عاشقی میں جانا دنیا بھلا دیں گے

تم چاہے بچو جتنا ہم تم کو چرا لیں گے۔۔"

حسام گنگنایا۔

"یہ کیا مزاق ہے؟ کیا ہمارے بیچ یہ طے نہیں ہوا تھا کہ آپ سے ملنے کے بعد آپ اپنے پاس سے نور کا سارا ڈیٹا ڈیلیٹ کر دیں گے۔"

"میں اپنے قول کا پابند ہوں۔ جو کہا تھا کر چکا ہوں۔"

"تو پھر میرے الفاظ ریکارڈ کرنے کا کیا مطلب؟ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں؟"

بینیش نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ میری خواہش ہے کہ شادی کے بعد میں روز لیٹ گھر آوں اور تم مجھے ایسے ہی میرا انتظار کرتی ملو۔"

حسام کے محبت سے کہنے کا بینش پہ الٹا ہی اثر ہوا تھا۔

"یہ بات سمجھ لیں مسٹر حسام۔ محبت نہ تو آپ کی کوئی جاگیر ہے اور نہ اثاثہ۔ براہ کرم مجھے پریشان کرنا چھوڑ دیں۔"

وہ جیسے اس سے عاجز ہوئی تھی۔ حسام دو پل کو اس کی بے زاری محسوس کر کے چپ ہوا۔

"محبت نہ سہی مجھ سے دوستی کرلو۔"

بینش نے حیران ہو کر فون کو دیکھا جیسا حسام کو دیکھ رہی ہو۔

"تیرا دماغ ٹھیک ہے۔ تیرا کوئی دین ایمان ہے کہ نہیں۔"

عامر نے حسام کی بات سن کر اپنا سر تھاما تھا۔ وہ بینش سے بات کرنے کے بعد سیدھا عامر کے پاس آیا تھا۔ وہ اس وقت ایک ڈرامے کے سیٹ پر اپنی باری کے انتظار میں تھا۔ اسے ایک لائن کہنے کا رول ملا تھا۔

"محبت نہ سہی دوستی کرلو۔ دوستی کے بعد کیا بہن بنانے کا ارادہ ہے؟

عامر نے اس کی نقل اتارنے کے بعد اسے طنز کیا۔

"اس نے کیا کہا؟ کوئی اینٹیک قسم کی لعنت ہی دی ہوگی؟"

عامر نے اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ حسام نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس نے فون بند کر دیا۔"

"شاباش۔ بچ گیا تو سالے ورنہ جیسی وہ ہے نہ فون تیرے منہ پہ دے مارتی تو بھی تھوڑا تھا۔"

عامر تو جیسے بھرا ہی بیٹھا تھا۔

"یار میرا مسلہ حل کروا۔ طعنے دیے جا رہا ہے کب سے؟"

حسام نے برے منہ سے کہا۔ عامر نے دو پل خاموشی سے اپنے اس بے وقوف دوست کو دیکھا۔ پھر غصہ تھوکتے ہوئے گویا ہوا۔

"اس دوستی کی آفر کی وجہ؟"

"وہ میری محبت کو قبول کرنے کو تیار ہی نہیں۔ اسے لگتا ہے سب فیک ہے۔ جھوٹ بول رہا ہوں میں اس سے۔ وہ مجھ سے عاجز تھی۔"

"لڑکی کو اسی کی آواز گول مول کر کے بلیک میل والے انداز میں سنائے گا تو کیا خوشی سے تجھے گلے لگا لے گی؟"

عامر نے جیسے حسام کو اس کی غلطی یاد کروائی تھی۔

"تو میں کیا کرتا مجھ سے بات ہی نہیں کر رہی تھی۔"

حسام کے معصومیت سے کہنے پہ عامر کو دل چاہا کہ اسے کہیں اٹھا کر پھینک آئے۔

"راستے میں بات کرتے ہیں۔ تب تک یہیں بیٹھا رہ اور خبردار جو کوئی فضول حرکت کی ہو تو۔ مجنوں کی اولاد۔"

عامر اسے کہتا دوسری جانب چلا گیا جہاں اس کے رول کی باری آ چکی تھی۔ جبکہ حسام ابھی تک اداس بیٹھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ غلط کر رہا مگر وہ کیا کرے بینش اس کا اعتبار ہی نہیں کر رہی تھی۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اپنی اس بے وقوفی سے وہ بینش کے دل میں تھوڑی سی ہمدردی کو بھی ختم کر چکا تھا۔

"تو تم بھی باقی سب جیسے ہی ہو۔ بس اب بہت ہوا اب بینش تمہاری کسی بات میں نہیں آئے گی۔ فریب دے رہے ہو مجھے۔۔۔ ٹھیک ہے بینش بھی فریب کا جواب فریب سے دینا جانتی ہے مسٹر حسام۔۔۔۔"

کمرے میں فون کو دیکھتے ہوئے خود سے باتیں کرتی بینش نے عہد کیا۔ پھر ایک ٹیکسٹ ٹائپ کرتے ہوئے حسام کو سینڈ کر دیا تھا۔ پھر سکون سے فون سائیلنٹ پہ لگا کر کمرے سے جا چکی تھی۔ کمرے میں اس کے فون کی روشنی بار بار جل رہی تھی جو کسی کے پیغام آنے کی واضح دلیل تھی۔

"کوئی ہے گھر پہ؟"

نسیمہ بیگم نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ پیچھے پیچھے احتشام داخل ہوا۔

"جی۔۔۔آپ۔۔۔"

"آپ۔۔عافیہ ہیں۔۔۔رباب کی بھابھی۔؟"

عافیہ گھر میں کسی اجنبی عورت کی آواز سن کر باہر آئیں۔ اس عورت کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ چونک گئی۔

"جی۔ وہ میری نند ہے۔"

"ایسی کیسی نند ہے وہ آپ کی کہ آپ نے شادی کے بعد اسے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔"

نسیمہ بیگم گھر کا چلتے چلتے جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ عافیہ سے بات بھی کر رہی تھی۔ عافیہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔ کون تھی یہ عورت؟ ان کی مشکل گھر کے اندر داخل ہوتے فہیم نے دور کر دی تھی۔

"عافیہ یہ لو۔ مجھے دیر ہو۔۔۔"

وہ اور بھی کچھ کہتے مگر دو انجان لوگوں کو گھر میں دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

"آپ کون؟"

سوال پوچھا احتشام سے گیا تھا مگر جواب نسیمہ بیگم نے دیا۔

"عاصم جہانگیر کی ماں اور رباب کی ساس۔"

فہیم اور عافیہ نے ایک دوجے کی جانب دیکھا جبکہ احتشام عاصم کو اس سب کے بارے میں بتانے کے الفاظ تلاش رہا تھا۔

"سر! مس عینی کو ان کی خالہ نے ایک کیک شاپ پہ جاب کرنے کا کہا ہے۔ چھ گھنٹے کی ٹائمنگ ہے۔ وہ آج سے جوائن کر چکی ہیں۔"

"گڈ جیری۔"

اس نے لیپ ٹاپ پہ کام کرتے ہوئے کہا۔

"سر وہ ایک اور بات ہے۔"

"تو انتظار کس چیز کا کر رہے ہو؟"

"نیکسٹ ویک پہ مس عینی اپنے کزن ڈیوڈ سے شادی کر رہی ہیں۔"

اس نے منصور کے سر پہ دھماکہ کیا تھا۔ منصور کے ہاتھ دو پل کو تھمے تھے۔ اس سے پہلے وہ کوئی ریکشن دیتا آفس میں مسز احمد داخل ہوئیں تھیں۔ انہیں دیکھ کر جیری آفس سے چلا گیا۔

"مبارک ہو۔ جینیفر کی شادی ہو چکی ہے۔"

منصور نے خاموش نظروں سے اپنے سامنے کھڑی ماں کو دیکھا تھا۔

"رباب وہی لڑکی ہے جس نے اس دن آپ کی جان بچائی تھی۔"

عاصم کے کہنے پہ نسیمہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ عاصم کو رباب کو شاپنگ پہ لے جانے کا کہہ کر کمرے سے چلی گئیں تھیں جبکہ عاصم ابھی تک شاک میں کھڑا تھا۔

"بھائی یہ سب اسی لڑکی کی وجہ سے ہوا ہے وہ وہاں تھی مگر اس نے حسام کو مر جانے دیا۔"۔ عاصم کے ذہن میں عامر کے الفاظ گونجے تھے۔

"اگر رباب اس دن اس وقت پہ ہاسپٹل میں تھی تو ایکسیڈنٹ کے وقت حسام کے ساتھ کون تھی؟"

اسے پہلے بار اپنے غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

اداسیوں کا یہ موسم بدل بھی سکتا تھا

وہ چاہتا ے و مرے ساتھ چل بھی سکتا تھا

وہ شخص !جسے تو نے چھوڑنے میں جلدی کی

تیرے مزاج کے سانچے میں ڈھل بھی سکتا تھا

وہ جلد باز !خفا ہو کر چل دیا ورنہ

تنازعات کا کچھ حل نکل بھی سکتا تھا

انا نے ہاتھ اٹھانے نہیں دیا ورنہ

میری دعا سے وہ پتھر پگل بھی سکتا تھا

"ٹھیک ہے میں تم سے دوستی کے لیے تیار ہوں۔"

ٹھیک ہے میں تم سے دوستی کے لیے تیار ہوں۔"

ٹھیک ہے میں تم سے دوستی کے لیے تیار ہوں۔"

"یار بس بھی کر دے اب!"

عامر نے حسام کو چپ کرواتے ہوئے کہا۔ وہ اس سے سخت عاجز آیا ہوا تھا۔ کوئی لڑکا اتنا کب پاگل ہوتا ہے کسی کے پیچھے۔ اس نے تو مجنوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ اس وقت اپنے اپر ٹمنٹ کے کمرے میں اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا جبکہ حسام پورے کمرے کے چکر لگا چکا تھا اور ساتھ ساتھ کلمے کی طرح اس کے میسج کو دیرائے جا رہا تھا۔ اس کا شوٹ بھی کچھ اچھا نہیں گیا تھا۔ اسے اپنا فیوچر کچھ صاف نظر نہیں آرہا تھا اور دوسرا یہ لڑکا؟

"حسام!"

اسے پھر سے سٹارٹ ہوتے دیکھ وہ چلایا تھا۔

"یار تو میری خوشی میں خوش نہیں ہو سکتا۔"

"تو میرے دکھ میں اپنا پاگل پن دور نہیں کر سکتا۔"

عامر نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ حسام اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"تو اگر کہتا ہے تو بھائی سے بات کروں۔ وہ تیری مدد کر سکتے ہیں۔"

"نہیں !اگر مجھے بھائی کی مدد چاہیے ہوتی تو کب کی لے چکا ہوتا۔۔۔۔مجھے جو کرنا ہے وہ خود کے بل بوطے پر کرنا ہے۔"

عامر نے ایک عزم سے. کہا۔

"مجھے پتہ ہے تم۔ ایک دن ضرور کامیاب ہو گے۔ انشاللہ!"

حسام نے اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اسے کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے دعا دی۔ وہ مسکرا دیا۔

"آمین!"

"ثم۔ آمین"

دونوں نے اکھٹے کہا۔

"یہ دوستی کی خرافات کہاں سے آئی تھی دماغ میں۔"

"وہ فلمز میں دیکھا۔"

حسام نے سر کجھاتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت اچھے۔۔ فلمز سے آئی۔مجھے ایک بات بتا اگر تیری اس دوستی کے چکر میں اس کی شادی کہیں اور طے ہوگئی تو۔۔۔"

عامر مزاق میں کہہ رہا تھا مگر اس نے حسام کے بدلتے روپے نوٹ نہیں کیے تھا۔

"تو حسام اس دنیا میں نہیں ہوگا عامر!"

عامر کے چہرے کی مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہوئی۔ وہ۔اتنا سیریس ہوگا اس کے لیے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"رباب وہی لڑکی ہے جس نے اس دن آپ کی جان بچائی تھی۔"

عاصم کے کہنے پہ نسیمہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ عاصم کو رباب کو شاپنگ پہ لے جانے کا کہ کر کمرے سے چلی گئیں تھیں جبکہ عاصم ابھی تک شاک میں کھڑا تھا۔

"بھائی یہ سب اسی لڑکی کی وجہ سے ہوا ہے وہ وہاں تھی مگر اس نے حسام کو مر جانے دیا۔"۔عاصم کے ذہن میں عامر کے الفاظ گونجے تھے۔

"اگر رباب اس دن اس وقت پہ ہاسپٹل میں تھی تو ایکسیڈنٹ کے وقت حسام کے ساتھ کون تھی؟"

اسے پہلے بار اپنے غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

نسیمہ بیگم کب کی کمرے سے جا چکی تھیں۔ انہیں احتشام کے ساتھ کہیں پہ جانا تھا۔ عاصم نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا جبکہ ایک نیا مسئلہ سر اٹھا چکا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنے اور اس کے مشترکہ کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔ وہ اس وقت کمرے میں موجود نہیں تھی۔ اس نے کسی خیال

کے تحت کچن کا رخ کیا مگر دیا کے کمرے کے پاس اسے رک جانا پڑا۔ وہ دیا کے ساتھ کسی بات پہ ہنس رہی تھی۔

"اور پتہ ہے پھر کیا ہوا؟ وہاں عاصم بھائی آ گئے۔"

"سچ میں۔۔"

رباب نے ہنسی روک کر پوچھا۔

"ہاں بالکل۔ اور پھر جو وہ شخص الٹے پیر بھاگا۔۔ بھابھی آپ وہاں ہوتی تو ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوجاتی۔۔۔"

دیا اس کی گود میں ہنستے ہنستے گر گئی۔ عاصم کا دھیان کسی بات پہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ ہنستی ہوئی اچھی لگتی تھی۔ اس کے چہرے پہ کوئی ڈر نہیں تھا جو عموماً عاصم کو اپنے سامنے دیکھ کر آتا تھا۔ خود پہ کسی کی نظریں محسوس کر کے رباب نے دروازے کی جانب دیکھا۔ اس کی ہنسی پل میں تھمی تھی۔ جہاں پہلے کھلکھلاتا چہرہ تھا وہاں اب ڈر کا راج تھا۔ آج پہلی بار عاصم نے یہ تبدیلی نوٹ کی تھی۔ اس نے دروزہ کھول کر اندر قدم رکھا تو دیا بھی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"اچھا ہوا آپ آ گئے۔ میں بھابھی کو اس کالج والے قصے کا۔۔۔"

"ایک منٹ دیا بچے!"

"رباب! دس منٹ ہیں تمہارے پاس۔ شاپنگ پہ چلنا ہے۔ ریڈی ہوجاو جاکر۔"

رباب تو سن ہی ہو چکی تھی۔ وہ اس سے بات کر رہا تھا۔ اتنے دھیمے لہجے میں۔

"بھابھی! ہنی مون پہ جانے کا نہیں کہ رہے شاپنگ پہ جانا ہے شاپنگ پہ۔۔"

دیا نے اسے ہلا کر کہا۔ چہرے سے شرارت واضح تھی۔ جبکہ عاصم نے اسے گھورنے پر اکتفا کیا۔ رباب فوراً سے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

"بھائی! مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔۔"

دیا نے عاصم کے سامنے کھڑے ہو کر معصومیت سے کہا۔

"نہیں! یہی رہو تم"

وہ اسے ہری جھنڈی دیکھاتا کمرے سے چلا گیا جبکہ کمرے میں دیا کا قہقہ گونجا تھا۔

"میرے کیوٹ کیوٹ بھائی بھابھی!"

وہ ان دونوں کو کہتی اپنی تیاری میں مگن ہو گئی تھی۔ آخر فواد بھی تو آج آنے والا تھا۔ فواد کو سوچ کر اس کے چہرے کی مسکراہٹ واضح ہو گئی۔

"کیسی ہو تم؟"

"تمہیں کیسی لگ رہی ہوں۔"

"پہلے سے زیادہ اچھی۔۔"

جینیفر طنزیہ ہنسی تھی۔

"بالکل پہلے سے زیادہ اچھی۔۔۔"

جینیفر نے منصور کی بات دہرائی۔

"مگر میں چاہتا ہوں تم مطمئن بھی ہو جاو"

"جلد ہو جاوں گی۔۔۔۔"جینیفر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت اچھا ہے وہ۔ کاپر یٹو ہے۔ میری خواہش کو پہلی ترجیح دیتا ہے۔۔"

جینیفر نے گہری سانس لی تھی۔ منصور جانتا تھا اس کے لیے اس کا سامنا کرنا آسان نہیں جبکہ وہ اپنی نئی زندگی شروع کر چکی ہے۔

"اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔۔جہاں محبت ہوتی ہے وہاں دوسرے کی خوشی پہلی ترجیح بن جاتی ہے۔"

منصور نے عینی کو سوچتے ہوئے جواب دیا۔ جینیفر مسکرادی تھی۔

"میری چھوڑو تم سناو۔ کیسی زندگی جا رہی ہے تمہاری۔۔۔کب کر رہے ہو عینی سے شادی؟"

منصور کھل کر مسکرایا تھا۔

"تو تمہیں معلوم پڑ گیا۔"

جینیفر بھی مسکرائی تھی۔

"دوست ہیں ہم۔ خبر ساری ہوتی ہے مجھے تمہاری۔"

"اس بات سے تو مجھے پورا اتفاق ہے۔"

منصور نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

"کب ملوا رہے ہو مجھے؟"

"ابھی اور اسی وقت۔"

منصور نے واچ دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

جینیفر سمجھی نہیں۔

"وہ سامنے دیکھو۔۔۔"

منصور کے اشارے پہ جینیفر نے مین گیٹ کی جانب دیکھا جہاں سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کیک کے بڑے بڑے باکس تھے۔ چہرے کو سکاف سے ڈھانپا ہوا تھا اور لباس پورا تھا۔ وہ دھیان سے چلتی ہوئی اندر کیچن کی جانب چلی گئی تھی۔

"یہ عینی ہے۔"

"کیسی ہے میری پسند؟"

منصور نے جینیفر سے رائے مانگی تھی۔ یہ تو وہ اچھے سے جانتی تھی کہ منصور کو اپنی کسی چیز کے بارے میں کسی کی بھی رائے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہ جو ایک بار فیصلہ کرتا تھا اس پہ قائم رہتا تھا۔ اسے بتانے کا مقصد جینیفر کے دل میں منصور کے لیے بچی کچی گنجائش کو ختم کرنا تھا۔ وہ اس میں شاید کامیاب بھی ہوا تھا۔ اس کی نظریں اب عینی کو دیکھ رہی تھی جو مین گیٹ سے باہر جا رہی تھی۔ گیٹ سے باہر اس نے ماریہ کو اس کا انتظار کرتے دیکھا۔ وہ بھی اسے کسی اور لڑکی کے ساتھ بیٹھا دیکھ چکی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

رباب کی تیاری مکمل تھی۔ صرف چادر لینے کی دیر تھی۔ اسے پتہ تھا کہ عاصم نیچے انتظار کر رہا ہو گا مگر اس کی ہمت نہیں تھی اس کے ساتھ جانے کی۔ اس لیے وہ۔ ایسے ہی دراز چھان رہی تھی کہ بیڈ کے نیچے اسے ایک تصویر ملی تھی۔

"بینی۔۔۔ش"

وہ بینیش نے تصویر میں اور ساتھ اس کے حسام۔ وہ اسے دوسری بار دیکھ رہی تھی۔ یہ کسی ریسٹورنٹ میں کھینچی گئی تھی۔ اس نے قدموں کی آہٹ سنتے ہوئے فوراً سے اس تصویر کو چھپایا تھا اور ہاتھ پیچھے باندھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ چہرے سے گھبراہٹ نمایاں ہو رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو تم ابھی تک۔ دیر ہو رہی ہے مجھے۔"

عاصم نے اپنے لہجے کو سخت رکھتے ہوئے کہا۔ وہ سر جھکاتی کمرے سے نکل گئی تھی۔ عاصم نے خاموش نظروں سے اس کی پیروی کی۔

"تو تم شروع سے جانتی تھی کہ حسام کے ساتھ کوئی اور لڑکی انوالو ہوئی تھی۔ تم نے اسے بچانے کے لیے خود کو آگے کر دیا۔ مجھ پہ یہ ثابت کیا کہ تم۔۔۔ مگر کیوں؟"

وہ خود سے بات کر رہا تھا۔ اب اسے یہ گتھی خود ہی سلجھانی تھی۔ اس کی زندگی میں اب کافی کام تھے جو اسے ٹھیک کرنے تھے۔ پہلے اسے احتشام کی خبر لینی تھی جس نے حسام کے ساتھ رباب کی انوالمنٹ کا ثبوت دیا تھا۔ دوسرا اس لڑکی کو تلاشنا تھا جو حسام کے ساتھ تصویر میں موجود تھی۔ عاصم نے اس کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ رباب پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والی تھی مگر اس کے دروازہ کھولنے پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں ابھی تک حسام اور بینیش کی تصویر پکڑی ہوئی تھی۔ ان کی

گاڑی اب ڈیزائینر کی شاپ کی جانب گامزن تھی جہاں سے عاصم نے اس کا ڈریس لے کر اسے پارلر چھوڑنا تھا اور واپسی پہ اسے پیک اپ کرنا تھا۔ گاڑی کے گھر سے نکلتے ہی دیا نے نسیمہ بیگم کو میسج کر دیا تھا۔

"امی جی! بھائی بھابھی کو لے کر گئے ہیں۔"

"میں یہاں آپ کو اپنی بہو اور بیٹے کے ریسیپشن پہ بلانے آئی ہوں۔"

فہیم کے ذہن میں نسیمہ بیگم کے الفاظ گونجے۔

"میں نے مانا کہ میرے بیٹے نے غلطی کی ہے۔ اسے اس طرح سے سب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہر ایک چیز کو کرنے کا ایک سلیقہ ہوتا ہے۔ مگر اب جو ہو چکا ہے اس کو بدلہ نہیں جا سکتا مگر کچھ بہتر تو کیا جا سکتا ہے نہ۔"

"میں جانتی ہوں کہ رباب کی شادی عاصم کے ساتھ صرف اسی وجہ سے ممکن ہوئی ہے کیونکہ آپ نے اپنی بہن کو اس کی پسند دینا چاہی مگر کیا اس طرح اس سے کنارا کرنا اچھا ہے۔ کیا وہ خوش ہو گی آپ سے نہ مل کر؟

"نہیں۔ ہر گز نہیں۔۔ انہوں نے خود بات جاری رکھی۔ کوئی بھی لڑکی اپنے سسرال میں تبھی خوش رہتی ہے جب اس کے میکے میں سب خوش ہوں۔۔"

فہیم نے کمرے میں ایسے ہی کچھ تلاشنا شروع کر دیا تھا۔ عافیہ ان کے ہر انداز کو نوٹ کر رہی تھی۔

"اب مجھے ہی دیکھ لیں۔مجھے کہاں بلایا تھا بیٹے نے شادی پر۔ مگر میں خوش ہوں کیونکہ میرے بیٹے نے انجانے میں ہی مجھے میری پسند لا کر دے دی۔ وہ مسکرائی تھی۔"

فہیم کے ہاتھ رباب کی ہنستی مسکراتی تصویر لگی تھی۔

"مجھے میرا بھائی سب سے عزیز ہے۔"

فہیم کے ذہن میں رباب کا کہا گیا جملہ گونجا۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ اب تھک کر بیٹھ گئے۔ عافیہ فہیم کے پاس آکر بیٹھی۔

"بہت سارے مہمان آئیں گے مگر اس کی آنکھوں میں خوشی صرف آپ دونوں کے آنے سے ظاہر ہوگی۔"

نسیمہ بیگم نے جاتے وقت ان دونوں سے کہا۔

"فہیم!"

"رباب۔۔۔ میری گڑیا۔۔۔"

فہیم نے رباب کی تصویر کو اپنے سینے سے لگایا۔ عافیہ نے سر فہیم کے کندھے سے ٹکا دیا تھا۔

"سر! بس دو منٹ میم بس آتی ہی ہوں گی۔"

پارلر کے باہر وہ کھڑا رباب کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ خود بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی خود کی تیاری مکمل تھی۔ اب اسے رباب کا انتظار کرنا پڑ رہا تھا۔ یہاں سے ان دونوں کو اکھٹے جانا تھا۔ اتنے میں وہ۔ اسے آتی دیکھائی دی تھی۔ ایک لڑکی نے اس کا لہنگا پیچھے سے پکڑا ہوا تھا۔ پیچ اینڈ

گولڈن کلر کے ہاف کرتی اور فل ٹیل لہنگے میں اسے خود کو سنبھالنے میں مشکل ہو رہی تھی۔ رباب نے ابھی تک۔ اسے نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سنبھل سنبھل کر سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ انجان نظریں خود پہ محسوس کر کے وہ رباب نے سامنے دیکھا۔ عاصم کو وہاں پا کر وہ حیران ہوئی تھی۔ اس نے جلدی اترنے کی کوشش کی تو پاوں لڑکھڑا گیا۔ اس سے پہلے وہ نیچے گرتی عاصم اسے پکڑ چکا تھا۔ لہنگا سنبھالتی لڑکی مسکراتی ہوئی واپس لوٹ گئی۔ بھلا اس کا کیا کام تھا اب۔

اداسیوں کا یہ موسم بدل بھی سکتا تھا
وہ چاہتا تو مرے ساتھ چل بھی سکتا تھا
وہ شخص !جسے تو نے چھوڑنے میں جلدی کی
تیرے مزاج کے سانچے میں ڈھل بھی سکتا تھا
وہ جلد باز!خفا ہو کر چل دیا ورنہ
تنازعات کا کچھ حل نکل بھی سکتا تھا
انا نے ہاتھ اٹھانے نہیں دیا ورنہ
میری دعا سے وہ پتھر پگھل بھی سکتا تھا

"ارے نہیں۔۔ میں نہیں آ سکتی"

"یہ تم ہر وقت کس سے بات کرتی رہتی ہو؟"

رباب نے بلآخراس سے پوچھ ہی لیا۔ وہ کافی دیر سے اسے نوٹ کررہی تھی۔ ہر تھوڑی دیر بعد اسے کسی کا میسج آتا اور وہ بک چھوڑ کر اسے بات کرنا شروع کر دیتی۔ فواداس وقت گھر پہ نہیں تھا ریحانہ بیگم محلے میں گئی ہوئی تھیں۔

"ایف۔بی فرینڈ ہے۔۔اور میں ہر وقت تو بات نہیں کرتی۔"

بینیش نے جیسے جھوٹ تراشا تھا۔ رباب نے دو پل اسے گھورا۔

"بینیش جی مت کرو یہ سب۔ اچھا نہیں ہے یہ جانتی ہو نہ اس کے نتائج۔۔۔"

رباب نے سمجھانا چاہا تھا۔

"رباب۔۔۔ یقین کرو میں نور نہیں جو کسی کی باتوں میں آجاوں گی۔ بینیش ہوں جانتی ہوں کس کو کب اور کیسے ہینڈل کرنا ہے۔"

رباب اس کی بدلتی ٹون پہ حیران ہوئی۔

"بینیش!"

اس کے پکارنے کے بعد بھی بینیش نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"سر!بس دو منٹ میم بس آتی ہی ہوں گی۔"

پارلر کے باہر وہ کھڑا رباب کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ خود بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی خود کی تیاری مکمل تھی۔ اب اسے رباب کا انتظار کرنا پڑ رہا تھا۔ یہاں سے ان دونوں کو اکھٹے جانا تھا۔ اتنے میں وہ۔ اسے آتی دیکھائی دی تھی۔ ایک لڑکی نے اس کا لہنگا پیچھے سے پکڑا ہوا تھا۔ پیچ اینڈ

www.urdunovelsmania.com

گولڈن کلر کے ہاف کرتی اور فل ٹیل لہنگے میں اسے خود کو سنبھالنے میں مشکل ہو رہی تھی۔ رباب نے ابھی تک۔ اسے نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سنبھل سنبھل کر سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ انجان نظریں خود پہ محسوس کر کے وہ رباب نے سامنے دیکھا۔ عاصم کو وہاں پا کر وہ حیران ہوئی تھی۔ اس نے جلدی اترنے کی کوشش کی تو پاوں لڑکھڑا گیا۔ اس سے پہلے وہ نیچے گرتی عاصم اسے پکڑ چکا تھا۔ لہنگا سنبھالتی لڑکی مسکراتی ہوئی واپس لوٹ گئی۔ بھلا اس کا کیا کام تھا اب۔ رباب کی گھبراہٹ کو محسوس کرتے ہوئے عاصم نے اسے خود ہی خود سے الگ کیا تھا۔ کچھ دیر پارلر میں گزار کر وہ مکمل۔تبدیل ہوئی تھی۔ وہ اس کا سر سے پیر تک جائزہ لے رہا تھا۔ جبکہ رباب نے سر تک اٹھانے کی ہمت نہیں کی۔

"چلو بیٹھو! دیر ہو رہی ہے۔"

عاصم نے اس کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ رباب سنبھلتے سنبھلتے سیٹ پر بیٹھ گئی مگر باقی کا لہنگا؟ اس نے واپس اترنا چاہا تو عاصم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور خود اس کا لہنگا آہستگی سے گاڑی کے اندر کیا۔ اور دوسری جانب سے جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ دونوں وجود ایک دوسرے کی موجودگی سے باخبر تھے، بات کرنا چاہتے تھے مگر الفاظ نہیں تھے۔ فون کی رنگ نے گاڑی کی خاموشی کو توڑا۔ عاصم نے فون دیکھا تو دیا کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے ہیلو کہتے بلیو توتھ کو کان سے لگایا تھا۔ وہ گاڑی چلانے سے پہلے ہمیشہ اپنا فون بلیو توتھ سے اٹیچ کرتا تھا۔

"راستے میں ہوں۔ تقریباً دس منٹ۔۔۔۔ ٹھیک ملتے ہیں۔"

وہ مختصر سی بات کر کے فون آف کر چکا تھا۔

a*

"سب لوگ دس منٹ تک آرہے ہیں۔"

وہ سب کو خبر دار کرتی اندر کی جانب چلی گئی جہاں تمام گیسٹ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دونوں کے ریسیپشن کا انتظام جہانگیر ولا میں ہی بڑے پیمانے پر کیا گیا تھا۔ کراچی شہر کا بڑے سے بڑا شخص یہاں مدعو تھا۔ دیا بے صبری سے ان دونوں کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ خوش تھی بہت زیادہ فواد ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ اسے جانے کتنی بار میسیجز کر چکی تھی مگر جواب ندارد۔ ہاں اسے اتنا یقین ضرور تھا کہ وہ یہاں آج ضرور آئے گا۔ اس کا یہ یقین سچ ثابت ہونے والا تھا۔ اتنے میں اسے عاصم اور رباب کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ سب کچھ بھولتی ان دونوں کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔ عاصم نے اسے گاڑی میں سے نکلنے میں مدد دینے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ رباب نے عاصم کی جانب ایک نظر دیکھا پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔ اس کے ڈریس کی وجہ۔ سے اس سے چلنا مشکل ہو رہا تھا اس لیے عاصم بھی اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ رباب نے کن آنکھیوں سے اپنے ساتھ چلتے اس روڈ سے ہمسفر کو دیکھا تھا۔ کیا ہوتا اگر ان کی زندگی اتنی مشکل نہ ہوتی۔ کیا ہوتا جو اس کی زندگی میں یہ شخص فواد سے پہلے آیا ہوتا۔ کیا ہوتا جو اس ریسیپشن پہ اس کے بھائی بھابھی بھی ساتھ ہوتے کیا ہوتا جو آج وہ دونوں صرف دیکھاوا نہ کر رہے ہوتے۔ پر کچھ چیزیں صرف کاش رہ جاتیں ہیں۔ عاصم نے رباب کو اپنی طرف دیکھتا پا کر کوئی ری ایکشن نہیں دیا۔ جیسے ہی وہ بیک گراونڈ میں اینٹر ہوئے تھے ان کے اوپر ریڈ روزز کی برسات ہونا شروع ہو گئی تھی۔ رباب

نے سر اوپر کر کے دیکھنا چاہا کہ یہ بارش کہاں سے ہو رہی تھی مگر وہ ناکام رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ دھیمی سی مسکراہٹ چھا گئی تھی۔ عاصم نے اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر نظر انداز کیا تھا۔ ان کے لیے روز ز کی ایک لمبی راہداری بنائی گئی تھی۔ رباب کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ گہری ہوتی چلی گئی۔

"دیکھو! میں نے ولیمہ پر تمہارے لیے ایک لمبی لائن بنانی ہے پھولوں کی جس پہ چل کر تم اور بھائی اندر داخل ہو گے ویدھ بیک گراونڈ میوزک۔ اور جب تم سامنے دیکھو گی تو میں تمہارے بالکل سامنے کھڑی ہوں گی۔ کیسا ہے؟"

بینش نے اس سے رائے مانگی۔

"پھول ریڈ روز ہو نگے نہ؟"

رباب نے کنفرم کرنا چاہا۔

"ہاں بالکل۔"

بینش نے منہ بنا کر کہا تھا۔ اس کے سوال پہ سوال جو کر بیٹھی تھی رباب بیگم۔

"سونگ کونسا ہو گا؟"

رباب نے ایک اور سوال کیا؟ بینش اسے دیکھتی اٹھ گئی اور فون میں سے ایک سونگ پلے کیا۔

"یہ والا۔۔"

"زور کا جھٹکا۔۔۔ ہائے زور سے لگا۔۔۔"

"بینش۔۔۔"

سب لوگوں کی ہوٹنگ پہ وہ ہوش میں آئی تھی۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ ریڈ روز کی ایک لمبی راہداری۔ بیک گراونڈ میوزک مگر سامنے وہ نہیں تھی۔ اس نے اپنے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا جو اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ دیا ان دونوں سے آکر گلے ملی تھی۔

"کیسا لگا یہ سب؟"

دیا نے مسکراتے چہرے سے ان دونوں سے پوچھا۔

"بہترین سے بھی بہترین۔"

عاصم نے دیا کی تعریف کی تھی۔

"اچھا۔۔ زرا بتائیں تو میں اچھی لگ رہی ہوں یا بھابھی۔۔ بتائیں۔۔ بتائیں۔۔"

وہ۔ ان دونوں کو وہیں پہ روک کر کھڑی ہوگئی تھی۔ عاصم نے اپنی اس مسکراتی بہن کو ایک پل دیکھا جو اپنے ذہن کے مطابق اسے کافی مشکل میں ڈال چکی تھی۔

"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے افکوس۔۔۔ رباب اچھی لگ رہی ہے۔"

دیا اور رباب نے ایک ساتھ اسے دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

"کیوں کچھ غلط کہا میں نے۔۔"

عاصم نے رباب سے پوچھا تو وہ سر جھکا گئی۔ اتنے نرم رویے کی عادت کہاں تھی اسے۔

"ٹیٹس نوٹ فیئر بھائی۔"

وہ منہ پھلا کر ایک جانب کھڑی ہوگئی۔

"ارے۔۔۔"

"بس بس رہنے دیں۔ سب انتظار کر رہے ہیں۔۔ چلیں سٹیج پہ۔۔"

وہ منہ پھلا کر ساتھ ساتھ چلنے لگ پڑی۔ عاصم کھل کر مسکرا دیا۔ جبکہ رباب نے نیچے ہی سر کیے رکھا۔ عاصم دیا کو منانے میں مصروف تھا۔ اس نے یہ محسوس ہی نہیں کیا کہ رباب کب کا اس کا ہاتھ چھوڑ چکی ہے۔ جیسے ہی اسے اپنے ساتھ رباب کی غیر موجودگی محسوس ہوئی تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ وہیں کھڑی تھی۔ آنکھیں ضبط کی شدت سے سرخ ہو گئیں۔ اس نے رباب کی نظروں پہ فوکس کرتے ہوئے اس سمت دیکھا جہاں وہ دیکھ رہی تھی۔ فہیم وہاں مہمانوں کے رش میں موجود تھا۔ وہ بھی اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں اس کی بھی سرخ تھی مگر مرد تھا نہ رونے کی اجازت نہیں تھی اسے۔ عاصم دیا کو چھوڑ کر رباب کی جانب واپس بڑھ آیا۔ رباب نے اپنا ہاتھ عاصم کو پکڑتے دیکھا اور پھر وہ ہی اسے فہیم کے پاس لے گیا۔

"اسلام و علیکم مسٹر فہیم!"

"وعلیکم اسلام!۔۔"

فہیم نے رباب کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ رباب نے سر جھکایا ہوا تھا۔ عاصم ان دونوں کو باری باری دیکھا اور رباب کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"گڑیا۔۔۔ بھائی سے نہیں ملو گی۔۔"

فہیم کے کہنے کی دیر تھی وہ اس کے گلے لگ چکی تھی۔ فہیم نے اس کے گرد اپنے بازو پھیلائے تھے۔ وہ رو رہی تھی اور فہیم اسے خاموش کروانے میں لگا تھا جیسے بچپن میں کرواتا تھا۔ اس نے آج جانا تھا وہ اس کی شادی کے بعد بھی پر سکون کیوں نہیں تھا؟ سب مہمان دلہن کو اپنے بھائی سے ملتے دیکھ

رہے تھے جبکہ نسیمہ بیگم اور عافیہ نے مسکراتے ہوئے ایک دوجے کی جانب دیکھا تھا۔ ان سب میں اگر کوئی پریشان ہوا تھا تو وہ عاصم تھا۔ اس کے ذہن میں عامر کی آواز گونجی تھی۔

"کون تھی وہ؟ نام۔۔۔کیا ہے اس کا؟"

"گڑیا۔۔۔ایف بی فرینڈ۔۔"

بنیش کو ہر تھوڑی دیر میں حسام کے میسیجز ملتے تھے۔ جسے وہ نظرانداز کرتی۔ یہ میسیجز کبھی کسی جوک پہ مبنی ہوتے تو گوڈ مارننگ اور گڈ نائٹ یا پھر شاعری۔۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ پڑھتی نہیں تھی مگر جواب نہیں دیتی تھی۔ "یہ تو کیا کر رہا ہے؟"

"کیا؟"

حسام حیران ہوا تھا۔

"یہی کہ اس کا جواب آتا بھی نہیں اور تو میسیجز پہ میسیجز کرتا ہے۔"

"تو سمجھتا نہیں۔ میں اسے اپنی عادت کروا رہا ہوں۔ جواب نہ دے مگر پڑھتی تو ہوگی۔ اسے انتظار تو ہوگا نہ میرے میسیجز کا۔"

"پکا خیالی پلاو۔۔"

حسام کی بات عامر کے سر سے گزری تھی۔ جس سے وہ طنزیہ بولا تھا۔

"تو نہ مان۔۔ میں مانتا ہوں بس اتنا کافی ہے۔۔"

حسام کو اس کا طنز سمجھ نہیں آیا۔ وہ مزے سے اسے اگنور کرتا فون کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے میسجز کرتا عامر اس کے ہاتھ سے فون لے کر ایک طرف ہوا تھا۔

"یار کیا ہے۔۔ فون دے واپس مجھے۔۔"

"نہیں دوں گا۔۔ عادت کروانی ہے نہ۔۔۔ میں بھی دیکھتا ہوں کتنی عادت ہوئی ہے اسے۔"

وہ دو چھلانگ لگاتا اسے کہتا واش روم میں گھس گیا تھا۔ حسام نے اسے پکڑنا چاہا مگر وہ دروازہ بند کر چکا تھا۔

"دروازہ کھول عامر۔۔۔۔ مزاق نہ کر۔۔ وہ انتظار کر رہی ہو گی۔۔"

"نہیں کرتی۔۔ ابھی ثابت ہو جائے گا۔۔"

وہ واش روم سے چلایا تھا۔ حسام اس وقت عامر کے فلیٹ میں موجود تھا۔ اسی لیے اس کے پاس ڈوبلیکیٹ کی نہیں تھی۔ وہ بار بار دروازہ ناک کر کے اسے باہر آنے کا کہہ رہا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے محبت سے زیادہ عادت جان لیوا ہوتی ہے۔ بینش نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی عادی ہو گئی تھی۔ پچھلے دو گھنٹے سے اس کا کوئی میسج نہیں آیا تھا۔ اس سے انتظار پہلے بھی نہیں ہوتا تھا اور اب تو حد ہی ہو گئی تھی۔ پورے دو گھنٹے۔۔ اس نے فون آن کر کے اسے خود ہی میسج کر دیا تھا۔ مگر کوئی جواب نہیں۔ ۔اس نے پانچ منٹ ویٹ کیا کہ آنسر آئے مگر کوئی جواب نہ پا کر فون آف کر چکی تھی۔ اس کا ارادہ اب اسے کل شام سے پہلے آن کرنے کا نہیں تھا۔ دوسری جانب عامر نے حیران ہو کر اس کا میسج حسام کے فون پہ دیکھا تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ اسے آج کے دن میسجز نہ کرنے کے لیے قائل کر چکا تھا۔ عامر نے کب سے خاموش بیٹھے حسام کے سامنے اس کا فون کیا تھا جہاں گڑیا کا میسج آیا ہوا تھا۔

"بزی ہو!"

اس نے خوش ہو کر عامر کے ہاتھ سے فون چھینا تھا۔ ایک نہیں دو نہیں جانے کتنے میسیجز ٹائپ کر ڈالے تھے مگر کوئی جواب نہیں۔۔ اس نے فون کیا تو فون آف ملا۔ اب اسے سچ میں عامر پہ غصہ آیا تھا۔

"سالے تیری وجہ سے ناراض ہو گئی مجھ سے۔۔۔"

وہ اسے مارنے کے ارادے اسے اس کی جانب بڑھا تھا۔۔

"سوری۔۔یار۔۔حسام۔۔"

"سر! ہم لوگ پہنچ چکے ہیں۔۔"

اس کے سیکریٹری نے اسے اطلاع دی تھی۔ عامر اقبال اب پاکستان کا جانا مانا نام تھا۔ اب وہ حسام جہانگیر کا غریب دوست نہیں رہا تھا۔ حسام کو یاد کرتے ہوئے وہ آج یہاں چلا آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عاصم اسے یہاں دیکھ کر خوش ہو گا۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔

رات کا پہر تھا جب ہاسپٹل میں یک دم ہڑبڑی مچ گئی تھی۔ اپنے رشتے داروں کی دیکھ بھال کے لیے آنے والے لوگ نرسوں کو اس طرح آگے پیچھے ہوتا دیکھ کر چونک گئے تھے۔

"کیا ہوا بہن۔۔ سب اتنے پریشان کیوں ہیں؟"

ایک بوڑھی عورت نے نرس کو روک کر پوچھا تھا۔

"اماں جی! ایک پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔ کافی دنوں سے کوما میں تھی۔"

نرس بوڑھی عورت سے کہہ کر واپس لوٹ گئی تھی کیونکہ اسے اس کے گھر والوں کو فون کرنا تھا۔

اداسیوں کا یہ موسم بدل بھی سکتا تھا
وہ چاہتا تو مرے ساتھ چل بھی سکتا تھا
وہ شخص !جسے تونے چھوڑنے میں جلدی کی
تیرے مزاج کے سانچے میں ڈھل بھی سکتا تھا
وہ جلد باز!خفا ہو کر چل دیا ورنہ
تنازعات کا کچھ حل نکل بھی سکتا تھا
انا نے ہاتھ اٹھانے نہیں دیا ورنہ
میری دعا سے وہ پتھر پگل بھی سکتا تھا

"آپ۔۔۔؟"

نور نے وقاص کو سامنے دیکھ کر کہا۔وہ بینش ،رباب اور عینی کے ہمراہ پارک کی سیر کے لیے آئی تھی۔پریشن لینے کا بھی کوئی مسلہ کبھی بینش کے لیے بنا ہی نہیں تھا۔پلین اس کا تھا سب کے ساتھ پارک گھومنے کا۔ریحانہ بیگم نے ساتھ آنا چاہا تو انہیں سہولت سے انکار کر گئی تھی۔اس نے کبھی ریحانہ بیگم کو بینش سے خوش نہیں دیکھا تھا۔اسے وہ ہمیشہ اس سے نالاں ہی نظر آئی تھی۔جب کبھی اس نے پوچھا

"تم آنٹی کو ہمیشہ تنگ ہی کرتی ہو۔ کبھی خوش بھی رکھ لیا کرو۔"

"میں ان کا ٹمریچر بیلنس پہ رکھتی ہوں۔"

"کیا؟"

رباب نے دخل اندازی کی تھی۔

"دیکھو۔ اگر میں ان کی ہر بات فواد بھائی کی طرح مان جاوں تو ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا۔ ان سے ہضم نہیں ہو گا نہ۔ بس اسی لیے۔۔"

اس کی بغیر سر پیر کی ہانکے پر رباب نے افسوس کا اظہار کیا جبکہ عینی اور نور ہنس رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ اسی طرح ہنستی مسکراتی پارک میں داخل ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد انہیں بھوک لگی تو بینش عینی کو اپنے ہمراہ لیے کینٹین سے کھانے پینے کا سامان لینے چلی گئی۔ وہ عصر سے پہلے آئے تھے اس لیے زیادہ رش نہیں تھا۔

"اتنی دیر ہو گئی ہے انہیں میں جا کر دیکھتی ہوں۔۔۔۔ تم یہیں بیٹھی ہو نہ۔۔۔"

رباب نے نور سے کنفرم کیا تھا۔ نور کے اثبات میں سر ہلانے سے رباب فوراً سے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

"یہ ہمیشہ مجھے چھوڑ کر غائب کیوں ہو جاتی ہیں؟"

نور نے خود سے سوال کیا تھا۔

"کیونکہ میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ پاک انہیں بھیج دے اور میں تم سے مل سکوں۔۔"

"آپ۔۔۔"

ایک جانب سے وقاص کو اپنے سامنے بیٹھتے دیکھ وہ حیران ہوئی تھی۔

"آپ۔۔کیسے۔۔۔ مطلب۔۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں۔۔۔یہاں ہوں۔۔"

نور اب اپنے ڈر پہ قابو پا چکی تھی۔

"وہ کیا ہے نہ۔۔ تم پہ نظر رکھتا ہوں۔۔"

۔نور صرف مسکرا رہی تھی۔

وقاص نے ہنستے ہوئے ایک چھوٹا سا باکس اپنے اور نور کے درمیان رکھا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"خود دیکھ لو۔۔"

اس نے باکس کو کھولتے ہوئے اس سے کہا۔ آج پہلی بار نور کو ان تینوں کے آنے کی فکر نہیں تھی۔

"Happybirthdaytou..Happybirthdaytou..happybirthday dearNoor.happybirthdaytou."

اس نے باکس کو اوپن کیا تو وہاں ایک چھوٹا سا چکلیٹ کیک موجود تھا۔جس کے بیچ میں ایک چھوٹی سی کینڈل پہ ایک باکس لٹکا ہوا تھا۔ نور کھل کر مسکرا دی تھی۔اس کا برتھ ڈے تھا اور اسے یاد بھی نہیں تھا۔

ہم اپنے آپ میں کیوں نہ ہوں مغرور

وہ چاہتے جو ہیں ہمیں اس قدر

از خود

"آپ کو کیسے۔۔۔۔؟"

"کہا تو تھا۔۔۔۔۔تم پہ نظر رکھتا ہوں۔۔۔"

وقاص نے اس باکس کو اتار کر کھولا تھا۔

"یہ تمہارا گفٹ ہے۔۔لیکن کھول میں رہا ہوں۔۔کیونکہ اسے پہنانے کا حق صرف مجھے ہے۔۔"

وقاص نے ایک رنگ کو اس باکس سے نکالتے ہوئے کہا۔نور اب بھی مسکرا رہی تھی۔

"کیا میں پہنا سکتا ہوں؟"

وقاص نے اپنا ہاتھ نور کے آگے بڑھایا تھا۔نور نے جھجھکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔وقاص نے ایک چھوٹے سے نگ کی آرٹیفیشل انگھوٹھی اسے پہنائی تھی۔نور نے شرم سے سر جھکا لیا۔وقاص نے اسی طرح کیک کا ایک پیس کاٹ کر اسکی جانب بڑھایا تھا۔

"کھا لو جلدی سے۔۔تمہاری فوج آنے ہی والی ہے۔۔"

اس نے حیران ہو کر سر اٹھایا تو اس کے کھلے منہ میں اس نے کیک کا ایک پیس ڈال دیا اور باقی بچا خود کھا لیا۔نور کو اب ان تینوں کی یاد آئی تھی۔

"لو آ گئیں۔۔یہ کبھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتیں کیا۔"

وقاص بر سا منہ بنا کر کہتا وہاں سے جلدی سے کیک سمیٹ کر اٹھ کر چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد وہ تینوں کیک ہاتھ میں لیے داخل ہوئیں تھیں۔

Happybirthdaytou..Happybirthdaytou..happybirthday dearNoor.happybirthdaytou."

وہ مسکرائی تھی۔ اب کیا حیران ہوتی اسے تو وقاص پہلے ہی حیران کر چکا تھا۔

"اصولاً تمہیں حیران ہونا چاہیے تھا۔۔"

عینی نے افسوس سے کہا۔

"ہاں لیکن مجھے پتا تھا کہ آج میرا برتھ ڈے ہے۔"

اس نے جھوٹ بول کر بات کو کور کیا تھا۔ جبکہ بینش کی نظر اس کے ہاتھ میں موجود رنگ پہ تھی جو کچھ دیر پہلے نہیں تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ اتنی غصے میں کیوں ہو؟"

عینی نے کیک کی ڈلیوری کے بعد سے ماریہ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

"بس ہے غصہ تمہیں نہیں معلوم۔۔۔"

ماریہ نے بات کو ٹالا۔ وہ اس کے ساتھ کیک کی ڈلیوری کروانے گئی تھی۔

"مجھے ایک بات بتاؤ تم نے کیک کی ڈلیوری کا کام لیا ہی کیوں؟ تم کچھ اور بھی تو کر سکتی تھیں۔"

عینی نے دو پل اسے دیکھا پھر سر جھکاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"خالہ نے چنا ہے۔۔۔ میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔"

"سوری۔۔ مجھے کسی اور کا غصہ تم پہ نہیں نکالنا چاہیے تھا۔"

ماریہ کو جیسے اپنے رویے کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے ساتھ چلتی اس اداس سی لڑکی پہ نظر ڈالی تھی۔ کسی احساس کے تحت اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ اسے دیکھ کر ہلکے سے مسکرائی۔

"ماریہ مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔۔"

"کہو۔۔۔"

"ڈیوڈ شام میں آرہا ہے۔۔"

ماریہ چلتی چلتی رکی تھی۔

"اور تم اس سے شادی کرلوگی۔"

ماریہ نے اس سے پوچھا۔ماریہ نے اس سے ہاتھ چھڑایا۔

"تمہی بتاو میں کیا کروں؟"

ماریہ سچ میں خاموش ہوئی۔ماریہ کو جواب نہ پاتے دیکھ کر عینی واپس چلنا شروع ہوئی۔

"عینی!اگر تمہیں اس سے اچھا کوئی اور مل جائے تو؟"

عینی دو پل خموش رہ کر گویا ہوئی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔خالہ سب کچھ۔۔۔"

فون کی بیل پہ عینی خاموش ہوئی۔اسے شاپ کی جانب سے ان کمنگ کال آفر ہوئی تھی۔تاکہ ڈلیوری کے وقت کوئی مشکل نہ ہو۔

"یس سر!۔۔۔اوکے۔۔آئی ول بی دیئر۔۔"

"کیا ہوا؟"

ماریہ اس سے بات کرتی قریب آئی تھی۔

"اگلے آدھے گھنٹے میں ایک اور ڈلیوری کرنی ہے۔"

عینی نے فون واپس رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کہاں پہ؟"

"کوئی منصور پیلس پہ۔۔۔۔ تمہیں پتہ ہے کہاں ہے؟"

ماریہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ریسیپشن پہ سب کچھ اچھا جا رہا تھا۔ کم از کم رباب کے مطابق تو سب کچھ بہترین تھا۔ اسے اس کا بھائی واپس ملا تھا۔ کتنی ہی دیر تو وہ اس سے الگ ہی نہیں ہوئی تھی۔ سٹیج پر بھی وہ فہیم کے ہمراہ بیٹھی تھی جبکہ عاصم کچھ دیر وہاں پہ بیٹھ کر اٹھ کر چلا گیا تھا۔ ایک کر کے دیا، نسیمہ بیگم اور عافیہ بھی اس کے پاس بیٹھی۔ وہ خوش تھی بہت خوش۔ جبکہ دوسری جانب عاصم کسی کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا کیونکہ اسے وہ آتا دیکھائی دیا۔ عامر اقبال پاکستانی ڈرامہ انڈسٹری کا جانا پہچانا نام۔ کون اس کے نام سے واقف نہیں تھا۔ عامر نے دور سے عاصم کو کھڑا دیکھ لیا۔ وہ عاصم سے مسکراتا ہوا گلے ملا۔

"کیسے ہیں بھائی؟"

"اچھا ہوں۔ تم کیسے ہو؟"

"سب کچھ اچھا چل رہا ہے تو اچھا ہی ہوں۔"

عامر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آجاؤ اندر چلتے ہیں۔"

عاصم نے اسے اندر کی جانب اشارا کرتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔

رباب ہنستی مسکراتی سب کے دل میں جگہ کر گئی۔ وہ۔ شاید دو مہینے بعد اتنا خوش ہوئی تھی۔ نسیمہ بیگم اس کی کئی بار بلائیں لے چکیں تھیں۔ کلثوم آنٹی بھی اس کے ہمراہ کچھ دیر بیٹھ کر سٹیج سے اتر گئی تھیں۔

"بھابھی! آپ کو کیسے پتا چلا۔۔ ریسیپشن کا۔۔؟"

رباب نے اٹکتے اٹکتے عافیہ سے آخر پوچھ ہی لیا۔ وہ کافی دیر سے عافیہ بھابھی سے پوچھنا چاہتی تھی۔ اب جب فہیم سٹیج سے اتر کر نیچے گیا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔ عافیہ مسکرا دی تھی۔

"بہت محبت کرتا ہے تمہارا بھائی تم سے۔ ایسا کوئی دن نہ جاتا ہو گا جب اس نے تمہیں یاد نہ کیا ہو۔ (عافیہ نے دور سے فہیم کو دیکھتے ہوئے کہا جو عاصم اور ایک نئے شخص کے ساتھ کھڑا کچھ بات کر رہا تھا۔) انہیں تو صرف ایک ڈور چاہیے تھی جس کو پکڑ کر وہ تم سے مل لیتا۔ اگر تم خود ہی گھر آجاتیں تو وہ یا میں تمہیں انکار تھوڑی کرتے۔۔ چھوٹی بہنوں سے ناراض بھی اسی لیے ہوا جاتا ہے تاکہ وہ آکر اپنے بڑوں کو منائیں۔۔ مگر تم تو آئی ہی نہیں۔۔۔"

عافیہ نے شکوہ کیا تھا۔

"مجھے لگا آپ۔۔۔"

رباب نے کچھ کہنا چاہا۔

www.urdunovelsmania.com

"بات چیت کسی بھی مسلے کا بہترین اپشن ہوتا ہے رباب۔ تمہیں فواد نہیں عاصم پسند تھا۔ تو ہمیں بتاتی۔ اس طرح کسی اور کے منہ سے اپنے ہاتھوں پلے بچوں کی خواہشات کو سننا کتنا عجیب لگتا ہے۔ تمہیں پتا ہے اس بارے میں۔"

رباب نے سر جھکا لیا تھا۔ وہ ناراض تھی انہیں حق تھا رباب سے اپنی بات کہنے کا۔

"تمہیں لگا اپنی پسند کی شادی کرنے پہ ہم ناراض ہو گے تم سے؟"

عافیہ بھابھی نے اس سے تصدیق چاہی جس کا جواب اس نے سر ہلا کر دیا۔

"تو کیا ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تم ہمیں منا سکتی تھی نہ۔۔"

"جی"

رباب نے سر جھکا کر جواب دیا۔ وہ سچ میں شرمندہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے بھائی بھابھی اس سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتے مگر۔۔۔

"اب اتنا گندا منہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (انہوں نے اسکے جھکے سر کو اٹھایا تھا۔) ادھر دیکھو۔۔ (اشارا عاصم کی جانب تھا) وہ شخص آیا تھا کل رات۔ فہیم اور مجھے انوائٹ کرنے۔"

رباب نے عافیہ کی جانب دیکھا۔

"پر دیا کہ رہی تھی امی گئی تھی۔۔"

"ہاں وہ بھی گئی تھی مگر ان سے پہلے وہ آیا تھا۔ فہیم سے اپنی تمام باتوں کی معافی مانگی تھی۔"

رباب نے چونک کر عاصم کو دیکھا تھا۔ اس نے بھی اسی وقت رباب کی جانب دیکھا تھا۔ اسے حیران دیکھ کر اسے اندازہ لگانے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی تھی کہ وہ کے گھر جانے کے بارے میں جان چکی تھی۔ عاصم مسکرایا بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لے کر سٹیج کی جانب چلا آیا۔

"ہم نے سوچا تھا فواد تمہارے لیے بہترین جوڑ ہے مگر عاصم بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ جو مرد اپنی بیوی کے لیے جھک جائے وہ بہت کم ملا کرتے ہیں۔ "

عافیہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔ وہ بے خود سی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"Welcombhabhi?"

عامر کے کہنے پہ۔ عاصم کا داہنے گال کا ڈمپل ظاہر ہوا تھا۔

رباب حیران و پریشان تھی۔

"یہ عامر ہے حسام کا دوست کم بھائی زیادہ۔ "

رباب نے پہلی بار ڈر کر عاصم کو دیکھا تھا۔

"کہیں انہیں سب کچھ۔۔۔؟"

اس سے آگے وہ سوچ ہی نہیں پائی۔

"رکیں میں تعرف کرواتا ہوں۔ میرا نام عامر ہے میرا لیٹسٹ ڈرامہ تو آپ نے دیکھا ہی ہوگا نہ۔ "

"نہیں۔ میں۔۔ڈرامہ نہیں دیکھتی۔۔۔"

"شٹ۔ میرا ایک فین کم ہوگیا۔۔"

عامر نے ہنستے ہوئے کہا۔ عاصم کو اتنا تو یقین ہو چلا تھا کہ رباب وہ لڑکی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے حسام نے خودکشی کی۔ دوسرا یہ کہ رباب جانتی ہے اس لڑکی کو۔ چھپا کیوں رہی ہے نہیں جانتا۔ لیکن جو کڑی ان دونوں کو جھوڑ رہی تھی وہ صرف ایک نام۔۔۔ گڑیا۔۔

"چلیں بھائی میرے ہوتے ہوئے میرے بھائی کی کمی محسوس نہیں ہو گی آپ کو۔"

اس نے پاس کھڑے فوٹوگرافر سے کیمرہ لیا اور پروفیشنل انداز میں تصویریں کلک کرنے لگا۔ دیا بھی ان کے ہمراہ آ گئی تھی۔ رباب پریشان سی عاصم کے ہمراہ کھڑی تھی۔ عامر نے اسے سر اونچا کرنے کا کہا تو اس نے بات ان سنی کر دی۔ عاصم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنے قریب کیا۔ رباب نے اسے سر اٹھا کر دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دیا ایک جانب کھڑی ہوئی تھی۔ فہیم عافیہ اور نسیمہ بیگم کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ عامر نے تین چار کلک کر دیے تھے۔ اگر اس منظر میں کوئی ٹوٹ کے بکھرا تھا تو سامنے کھڑا وجود تھا۔

اس کے نزدیک غم ترک وفا کچھ بھی نہیں
مطمئن ایسا ہے وہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں
اب تو ہاتھوں سے بھی لکیریں مٹ جاتیں ہیں
اس کو کھو کر تو میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

فوادوہیں سے واپس مڑگیا۔ دیانے اسے واپس مڑتا دیکھا تواس کے پیچھے چلی آئی۔

"میں جانتا ہوں تم کون ہو؟"

"ہممممم! کچھ اور؟

وہ ایسی باتیں جانے کتنوں سے سن چکی تھی۔ اوراب یہ بھی کرنا شروع ہوچکا تھا۔

"ایک بات بتاو! تمہارا دماغ وماغ اپنی جگہ پر ہے نہ!"

اس نے ہنستے ایموجی کے ساتھ میسج ٹائپ کیا تھا۔

"جانتی ہو مجھے زندگی میں جو لڑکی پسند آئی اس نے مجھے فیک کہ کر ریجیکٹ کردیا حالانکہ وہ خود کونسا ریل تھی۔"

میسج پڑھتے وہ ٹھر سی گئی تھی۔

"میں بہت کوشش کی کہ خود کو اس دھوکے باز کے ہاتھوں خود کو محفوظ رکھوں مگر نہیں کرپایا۔ میں اس کی ہر پوسٹ خاموشی سے پڑھتا۔ اس کے کمنٹ چیک کرتا۔ کوئی آئی بی میں آنے کا کہتا تو وہ سوری کہ کر ٹال دیتی۔ مجھے کیا پتہ۔۔ شاید آئی بی میں بات کرتی ہو۔"

وہ حیران ہوئی تھی۔

"پھر میں نے سوچا کیوں نہ اس کا دوست بنا جائے اور پرکھا جائے کہ انسان جیسا پوسٹ میں نظر آتا ہے ویسا ہے بھی یا نہیں۔ جب میں نے اسے دوستی کی آفر کی وہ خلاف توقع مان گئی۔ میرے دل میں پھر بال آگیا۔ کیا وہ ہر کسی سے فرینڈشپ کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔"

میسج پڑھتی بینش پزل ہوئی تھی۔

"پھر میں نے فیک آئی۔ ڈیز سے اس کی پوسٹ پر کمنٹ کرنا شروع کر دیے۔ دوستی کی آفر کی خلاف توقع وہ پھر مان بھی گئی۔ میرے دل میں غصے کی ایک لہر اٹھی۔ میری پسند اتنی گھٹیا ہو سکتی تھی میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔"

بینش کے ہاتھ کانپے تھے۔

"مجھے میرے فرینڈ نے کہا کہ تمام لڑکیاں فیک ورلڈ میں میرج میٹیریل نہیں ہوتیں۔ چاہو تو آئی ڈی ہیک کروالو۔ تم جیسے جانے کتنے لائن میں لگے ہوں گے۔ اس کا آئیڈیا اتنا برا بھی تو نہیں تھا۔ جب ہر شخص کو آئی بی میں بلا سکتی ہے تو۔۔۔ خیر میں نے وہ ہی کیا۔ اس کی آئی ڈی ہیک کروالی۔"

بینش کے ذہن میں پچھلے دنوں ہونے والا واقع گھوم گیا تھا۔

"جانتی ہو مجھے کیا ملا۔ میں نے تین دن تک اس کی آئی ڈی اپنے پاس رکھی۔ سب بلاک فرینڈز کو ان بلاک کیا۔ میسجز ری سٹور کیے۔ مگر ہر جگہ اس کی غلطی تو نظر نہیں آئی۔ بلاک لیسٹ کے میسجز پڑھ کر تو مجھے خود کے لڑکے ہونے پہ شرمندگی ہوئی۔"

بینش ابھی تک سن تھی۔

www.urdunovelsmania.com اردو ناولز مینیا

"جبکہ ان باکس میں صرف میں ہی تھا جس سے وہ بات کرتی تھی۔مجھے باقی فیک آئی ڈیز سے فرنڈلسٹ میں شامل تو کیا گیا تھا مگر ان باکس سے بلاک کیا گیا تھا۔ تو یہ وجہ تھی میری فیک آئی ڈیز سے میسجز کے جواب نہ دینے کی۔"

بینش کے گلے میں گلٹی ڈوب کے ابھری تھی۔

"جانتی ہو مجھے کچھ اور بھی ملا تھا۔ایک آئی ڈی سے سکرین شارٹ کے میسز سیف کیے گئے تھے۔"

بینش کی حد یہی تک تھی۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"سب مطلبی اور گڑیا نامی لڑکی کی بات چیت کے سکرین شارٹ۔"

"میں نے پوچھا کیا چاہتے ہو تم؟"

بینش نے پھر پوچھا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ اسی کی بات کر رہا تھا۔

"مجھے سچ میں افسوس ہوا جان کر کہ تمہاری دوست ایک اس ظالم کے ہاتھوں برباد ہوئی۔"

"مجھے میرے سوال کا جواب دو۔۔۔ورنہ تم بلاک ہو جاو گے۔"

بینش نے کانپتے ہاتھوں سے ٹائپ کیا تھا۔

"کردو۔ پر میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ بینش"

وہ اب سچ میں ڈری تھی۔

اس نے فون بند کر دیا تھا۔ یہ اس کا نام تک جانتا تھا۔ اس نے کبھی کسی کو اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ پھر کیسے یہ شخص اسے جان سکتا تھا۔

"اگر اسے نام پتہ تھا تو ایڈریس بھی؟؟"۔۔۔۔ مگر کیسے؟"

اس نے غصے میں کشن کو نیچے پھنکا تھا۔ فواد اگلے ماہ آنے والا تھا۔ گھر میں صرف وہ اور ریحانہ بیگم تھی۔

"اگر رات میں آ گیا تو۔۔۔ کیا میرے ساتھ بھی نور کی طرح۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ میں نور نہیں ہوں۔۔۔ میں کسی کو خود سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔۔۔ کبھی نہیں۔مجھے خود کے ڈر پہ قابو پانا ہوگا تاکہ مسلے کا حل نکل سکے۔۔۔"

بنیش نے خود پہ قابو کیا۔

"ریلیکس بنیش ریلیکس۔۔۔ حل ہوتا ہے ہر مسلے کا حل ہوتا بس ریلیکس۔۔۔"

وہ خود کو قابو کرنے لگی تھی۔ اپنے غصے اور ڈر پہ قابو پانے کے بعد ہی وہ اس سے چھٹکارا پا سکتی تھی۔

"تو تم نے پہلے مجھے اعتماد میں لیا پھر میری آئی ڈی سے میری پرسنل معلومات نکالیں۔۔ یہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔مجھے اپنی اور نور کی چیٹ اس میں رکھنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ ٹھیک ہے مسٹر بلال عرف حسام اینڈوٹ ایوریو آر۔ مجھ سے ملنا چاہتے ہو۔ تو ملے گی تم سے بنیش اور ضرور ملے گی۔"

بنیش نے خود سے عہد کیا۔ اس کے دو دن بعد ہی وہ اس سے ایک ریسٹورنٹ کے کیفے میں ملی۔ وہ اپنی پوری تیاری کے ساتھ گئی تھی اگر کسی بھی طرح سے اس کے ارادے اچھے نہیں لگے تو اس کے انتظام کا پورا بندوبست کیا ہوا تھا۔ مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اس کے سارے شک ختم ہونے لگے تو حسام نے اس کی ریکاڈنگ اسے واپس بھیج دی۔ اب حسام خود اپنا بھروسہ توڑ چکا تھا۔ بنیش کے دل میں جہاں پہلے اس کے لیے نرمی تھی وہاں اب سختی تھی۔ وہ اس سے افیئر چلانا چاہتا

تھا تو بینش ایسا ہی کرے گی۔ اسی لیے اس دن بینش نے دو گھنٹے بعد اسے میسج کر دیا تھا۔ پھر ایک دن رباب نے اسے کسی سے بات کرتے سن لیا۔

تم کس سے بات کر رہی ہو۔"

اس نے بینش کو فون پہ بات کرتے پایا تو پوچھ لیا۔

"بتا دیتی ہوں۔ صبر جانی۔"

اس نے فون پہ ہاتھ رکھ کر اس سے سرگوشی میں کہا تھا۔

"نہیں۔ نہیں مجھے تمہارا گفٹ نہیں چاہیے۔"

رباب جو کمرے سے جانے لگی تھی اپنی جگہ فریز ہو کر رک گئی تھی۔

"یہ

"تم کس سے بات کر رہی ہو۔"

اس نے بینش کو فون پہ بات کرتے پایا تو پوچھ لیا۔

"بتا دیتی ہوں۔ صبر جانی۔"

اس نے فون پہ ہاتھ رکھ کر اس سے سرگوشی میں کہا تھا۔

"نہیں۔ نہیں مجھے تمہارا گفٹ نہیں چاہیے۔"

رباب جو کمرے سے جانے لگی تھی اپنی جگہ فریز ہو کر رک گئی تھی۔

"یہ کس سے بات کر رہی ہے؟"

رباب نے خود سے پوچھا تھا۔

"دیکھو ایسا نہیں کرو۔ میں گھر پہ کیا کہوں گی۔"

"کس سے بات کر رہی ہو؟"

رباب کے پکارنے پر اس نے فون فوراً سے بند کیا تھا۔

"یار کیا مسلہ ہے؟ ایسے بیچ میں ٹوکتے ہیں کیا؟"

بینش نے فوراً اس سے کہا تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔"

رباب نے اس سے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"حسام جہانگیر۔ ایف بی فرینڈ۔"

بینش نے رباب کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایف بی فرینڈ۔۔۔ تم ایسا کیسے؟ بینش! تمہیں نور یاد نہیں۔۔۔"

"یاد ہے رباب۔۔۔ صرف نور ہی تو یاد ہے۔ اور اس سے جڑی ہر بات۔۔"

"تم کیا کر۔۔۔، رہی ہو؟ بینش!"

رباب نے بینش کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔ اس کے لہجے سے رباب کو پہلی بار خوف محسوس ہوا تھا۔

"وہی جو وہ میرے ساتھ کر رہا ہے۔۔۔۔۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی۔۔۔ دھوکہ۔۔

ادا سیوں کا یہ موسم بدل بھی سکتا تھا

وہ چاہتا تو مرے ساتھ چل بھی سکتا تھا

وہ شخص !جسے تو نے چھوڑنے میں جلدی کی

تیرے مزاج کے سانچے میں ڈھل بھی سکتا تھا

وہ جلد باز !خفا ہو کر چل دیا ورنہ

تنازعات کا کچھ حل نکل بھی سکتا تھا

انا نے ہاتھ اٹھانے نہیں دیا ورنہ

میری دعا سے وہ پتھر پگھل بھی سکتا تھا

"بس کچھ نہیں میں نے تمہاری شادی طے کر دی ہے رباب سے۔۔۔"

فواد کے ہاتھ میں پکڑے پھول نیچے گرے۔وہ مسلسل واپسی کے راستے پہ گامزن تھا۔

"مجھے وہ تمہارے ساتھ کھڑی بہت اچھی لگتی ہے۔۔۔"

اس کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہوئیں۔

"ایسے کیسے تم نے کمرے میں بھیج دیا۔۔اور یہ جو میں تیار ہوئی ہوں اس کا کیا۔؟"

اس کی۔آنکھوں کے سامنے رباب کا ناراض چہرہ آیا۔

"یہ واپس لیے لیں۔۔آپ۔۔۔میں اسے نہیں لے سکتی۔۔"

وہ چلتا چلتا لڑکھڑایا تھا۔

"رباب کی رخصتی ہے آج۔۔۔"

وہ سنبھل کر کھڑا ہوا تھا۔

"یار کیا بھائی ایسے کون دلہا دلہن پوز دیتے ہیں۔ تھوڑا سا صحیح سے تو کریں۔۔"

اس کے ذہن میں کیمرہ پکڑے شخص کا چہرا آیا۔ اس کے بعد ان دونوں کے ہاتھ پکڑے چہرے سامنے آئے۔۔۔ فواد نے زور سے آنکھیں میچیں تھیں۔

اس کے نذدیک غم ترک وفا کچھ بھی نہیں
مطمئن ایسا ہے وہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں
اب تو ہاتھوں سے بھی لکیریں مٹ جاتیں ہیں
اس کو کھو کر تو میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"رکو مسٹر ہینڈسم۔۔ کہاں بھاگے چلے جا رہے ہوں۔۔"

دیا نے تقریبا بھاگتے ہوئے اسے روکا تھا۔ فواد اسے ان سنی کرتا گاڑی میں بیٹھنے لگا تو دیا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہا۔۔

"کہاں ؟؟ ابھی تو۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔۔ (فواد نے اس کا ہاتھ جھڑکا تھا)۔۔۔۔ چلی جاو یہاں سے۔۔۔"

اس نے پہلی بار چلا کر کہا۔ سامنے کھڑی دیا اس سے ڈری تھی۔

"وہ۔۔۔۔تم۔۔،۔۔۔۔بھائی۔۔۔۔۔انتظار۔۔۔۔۔"

دیا پہلی بار کسی مرد کی سرخ۔ آنکھیں دیکھ رہی تھی اس لیے تھوڑا سا گھبرائی تھی۔ اس سے اپنی بات کہی بھی نہیں گئی۔

فواد ایک دم۔ دروازہ زور سے بند کرتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔

"کیا؟؟؟؟؟۔۔۔۔وہ۔ اس کی جانب دیکھ کر چلایا۔۔۔۔"

دیا سے کچھ نہیں کہا گیا۔

"میری بات کان کھول کر سن لو۔۔۔ میری زندگی میں تمہاری کوئی گنجائش نہ کبھی تھی۔ نہ ہے اور نہ ہوگی۔۔۔ اس لیے تمہیں آئندہ نہ تو میرے پیچھے آنے کی اجازت ہے اور نہ ہی میرے گھر ۔۔۔ سمجھیں۔۔۔"

وہ۔ اسے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا گاڑی کے اندر بیٹھنے لگا۔ دیا نے خاموشی سے اسے نفرت اگلتے دیکھا۔

"میں مر جاوں گی فواد۔۔۔ نہیں رہ سکوں گی۔۔۔ مت جاو ایسے۔۔؟"

دیا نے اپنے آنسوؤں کو روکتے ہوئے کہا مگر پھر بھی اس کے چہرے پہ اور آواز میں آنسوؤں کی رمق موجود تھی۔ فواد گاڑی میں بیٹھتا رکا۔۔۔ اس کے سامنے خود کا ہی چہرہ آیا۔۔

"کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا۔۔۔ سب جی جاتے ہیں۔۔۔ کسی کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ اب مجھے ہی دیکھ لو۔۔ زندہ ہوں نہ تمہارے سامنے۔۔۔ جی رہا ہوں۔۔۔ خوش ہوں۔۔۔

تم بھی جی لوگی۔۔۔ بھول جاوگی کہ فواد زبیر نامی کوئی شخص تھا بھی۔۔۔۔"

وہ اسے رسان سے کہتا گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

"نہیں۔۔۔کبھی نہیں۔۔۔دیا تمہیں کبھی نہیں بھولے گی۔۔۔۔"

دیا اور بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ۔ان سنی کرتا گاڑی لے کر چلا گیا جبکہ دیا وہیں چلا رہی تھی۔

"ماریہ! تم چلوگی میرے ساتھ۔۔۔"

اپنے ساتھ ہوئے واقعے کی وجہ سے عینی اکیلے جاتے ہوئے ڈرتی تھی۔ماریہ بھی اس کو اکیلے نہیں چھوڑتی تھی۔اسی لیے وہ اسے اپنے ساتھ لے کر جاتی تھی۔

"ہاں۔۔میں چل رہی ہوں۔۔۔"

اس نے میسج ٹائپ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ تم کس سے بات کر رہی ہو؟"

عینی اسے کافی دیر سے فون پہ بات کرتے دیکھ رہی تھی۔

"میری۔۔۔بہن ہے۔۔۔انڈیا سے۔۔۔"

ماریہ نے عینی کو جواب دیا اور ساتھ چلنے لگی تھی۔انہیں آگے سے کنونس لینی تھی جو انہیں ان کی مطلوبہ جگہ پہ پہنچا دیتی۔

"تمہارا باس کچھ اچھا آدمی نہیں ہے۔ابھی میں نے اسے کسی لڑکی کے ساتھ بیٹھے دیکھا ہے۔"

جیری اپنے کام میں مصروف تھا جب اسے ماریہ کا میسج ملا۔ اس سے پہلے وہ اس پہ دھیان دیتا منصور کا فون آیا تھا جس میں اس نے جیری کو منصور پیلس ڈیکوریٹ کرنے کا کہا۔ وہ اچھے سے سمجھ سکتا تھا کہ ایسا کیوں کہا جا رہا ہے؟ وہ ماریہ کے میسج کا جواب نہ دے کر منصور کے دیئے ورک میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اسے دوبارہ میسج آیا تھا۔

"او بھائی! کچھ پوچھا۔ اور بتایا تھا کچھ میں نے۔۔۔۔ کہاں گم ہوں۔۔۔؟"

جیری چونکا تھا۔ اس نے اب اردو میں میسج کیا تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے تنگ آتے اسے کال ملائی تو فون کٹ کر دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ کال بیک کرتا ماریہ کا میسج آیا۔

"اپنے باس سے کہو کہ وہ میری دوست کا پیچھا چھوڑ دے۔ اور یہ منصور پیلس کیوں بلایا ہے اسے؟"

اب کی بار میسج انگلش میں تھا۔ جیری نے بہت تحمل سے اس کے میسج کو پڑھا۔ یہ لڑکی اس کا وقت بہت برباد کرتی تھی۔

"وہ میرے باس ہیں میں ان کا باس نہیں۔ اس بات کو کلیر کر لو۔ وہ جو کرنا چاہتے ہیں اس میں آزاد ہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ جہاں تک رہی پیچھا چھوڑنے کی بات تو وہ اب نہیں ہو سکتا۔ تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔"

جیری نے بڑے تحمل سے اسے جواب دیا۔ دل تو کر رہا تھا اسے اس طرح کا جواب دیتا جس سے وہ اسے دوبارہ پریشان نہ کرتی۔ مگر نہ جانے کیوں رک گیا۔

"اچھا اس کی مرضی! اب میری بھی مرضی ہوگی۔ دیکھنا اس کے ساتھ منصور پیلس جاوں گی ملنے ہی نہیں دینا میں نے۔۔۔"

جیری کو اس کا آخری میسج ریسیو ہوا۔ انگلش میں تھا تو اس کے لیے آسانی تھی۔ مگر جو وہ کہہ رہی تھی ایسا کر کے وہ اس کی نوکری خطرے میں ڈال رہی تھی۔ اس نے دوبارہ کئی میسجز کیے مگر جواب ندارد۔۔۔

"شٹ۔۔۔"

جیری نے زور سے پیر زمین پہ دے مارا۔ اتنا تو طے تھا یہ لڑکی آسانی سے تو اس کی جان نہیں چھوڑنے والی تھی۔۔

"یہ حسام کا دوست ہے عامر۔ یہ دونوں ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔"

وہ جیسے ہی اپنے بستر پہ لیٹی اس کے ذہن میں عاصم کی آواز گونجی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ریسیپشن کے بعد فہیم اسے نسیمہ بیگم کی اجازت سے اپنے گھر واپس لے آیا تھا۔

خلاف معمول عاصم نے بھی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ وہ پھر بھی اس کی اجازت لینے اس کے پاس آئی تھی۔ وہ عامر سے الوداعی کلمات کہہ رہا تھا۔ اس کے اجازت لینے پر عاصم نے اسے دو پل دیکھا اور پھر جانے دے دیا۔ اپنی خوشی میں وہ اس کا بدلتا رویہ نوٹ ہی نہ کر پائی۔

"نئی جہنم کا پہلا دن مبارک ہو۔۔"

اس کے ذہن میں شادی کے بعد کا جملہ گونج گیا۔ عاصم نے اس سے شادی صرف اور صرف اپنے بھائی کی وجہ سے کی۔ تاکہ وہ لڑکی جس نے اس کے بھائی کی زندگی برباد کی اور کسی کی نہ کر سکے۔ اور

دوسرا اسے پل پل اذیت دے سکے۔ اور ایسا ہی ہوا جب تک کہ اس کی ماں نہیں آئی۔ اس کی ماں کے آتے ہی سب کچھ تبدیل ہوگیا۔۔۔

"نہیں تم غلط سوچ رہی ہو عاصم کے رویے کی تبدیلی کی وجہ نسیمہ بیگم تو ہو سکتی ہیں مگر پھر بھی کچھ میسینگ ہے۔ پھر عامر کو یاد کرتے وہ بیڈ سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"ہاں۔ وہ شخص۔۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی اس کے ذہن میں بینش اور حسام کی تصویر آئی۔ وہ پزل ہوئی تھی۔

"وہ تصویر کمرے میں کہاں سے آئی؟ اب کہاں ہے؟۔۔۔"

اس نے اٹھ کر اپنا چھوٹا سا کلیچ چیک کیا۔ مگر وہ خالی تھا۔

"اس کا مطلب؟۔۔ ان کے رویے کی بڑی وجہ بینش ہے۔ انہیں شک ہے مجھ پہ کہ میں نے ان سے جھوٹ بولا۔ کہ میرا اور حسام کو ریلیشن شپ رہا ہے۔۔۔۔ پر میرے بیگ سے وہ تصویر گئی کہاں؟۔۔۔۔۔ کیا عامر بھی بینش کو جانتا ہوگا؟۔۔۔۔ اف اللہ یہ کیا ہوگیا۔۔ اب کیا کروں؟ اسی لیے اتنی آسانی سے یہاں آنے کی اجازت دے دی۔۔ وہ بینش تک پہنچنا چاہتے ہیں۔۔۔ نہیں ۔۔ نہیں۔۔۔ میں نہیں پہنچنے دوں گی۔۔۔ کسی بھی قیمت پہ نہیں۔۔۔"

وہ اپنے کمرے میں جلبے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹ رہی تھی اور خود سے باتیں کیے جا رہی تھی جبکہ دوسرے کمرے میں موجود فہیم اور عافیہ اب پر سکون تھے۔ ان کے گھر کی بچی خوش تھی۔ اس کا ہمسفر فہیم کو اب اچھا لگنے لگا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس نے ابھی تم عاصم کی تعریف نہیں کی تھی۔

"مجھے اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ جاننا ہے عامر جیسے حسام پسند کرتا تھا۔ "

سب لوگ ریسیپشن پہ مصروف تھے تو وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا جہاں وہ سکون سے بیٹھ کر بات کر سکے۔

"بھائی! میں اس لڑکی کے بارے میں سوچنا تھا نہیں چاہتا۔۔۔۔

"مگر میں جاننا چاہتا ہوں۔۔ پھر سے ایک بار۔۔ سب کچھ سچ سچ۔۔ "

اس نے عامر کی بات کو کاٹا۔ عامر نے عاصم کو دیکھتے ہوئے سب کچھ کہنا شروع کیا۔ وہ جو اسے پہلے بتا چکا تھا۔ کیسے حسام گڑیا نامی لڑکی کے ساتھ انوالو ہوا۔ اسے بلال بن کر بات کرتا رہا۔ اس کی آئی ڈی ہیک کروائی۔ اسے ملنے کے لیے بلیک میل کیا۔ پھر اس سے دوستی کی آفر کی۔ اس کے بعد ان کی بات چیت۔۔

"تم نے کہا اس کی آئی ڈی ہیک کروائی۔ اسے بلیک میل کیا؟۔۔ یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

اسے یاد تھا عامر نے یہ اسے پہلے نہیں بتایا تھا۔

"جی بھائی۔۔ شاید دماغ سے نکل گیا ہو۔۔ لیکن بھائی اس بات کو یقین رکھیں اس نے یہ معلومات ہمیشہ اپنے تک ہی رکھیں۔ مجھے بھی انوالو نہیں کیا بیچ میں۔ وہ چاہتا تو کر سکتا تھا۔ مگر مجھے کہتا کہ ہسبینڈ اور وائف کے سیکریٹس تمہارے کام کے نہیں۔۔۔ یہاں تک کہ اس کا اصل نام کیا ہے نہیں بتایا کبھی۔ ہمیشہ گڑیا ہی بتایا مجھے۔ "

عامر نے عاصم کو کلیر کرنا چاہا مگر شاید نہیں کر پایا۔ وہ اسے ایسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ لڑکی حسام کے ایکسیڈنٹ کے وقت اس کے ساتھ تھی؟"

"مجھے ڈرامے میں اچھا رول مل گیا تھا۔ اس کی شوٹ کے لیے مجھے زیادہ تر لاہور میں رہنا پڑتا تھا مگر حسام سے رابطہ نہیں ٹوٹا تھا۔ وہ مجھے روز بتاتا تھا کہ وہ اپنی محبت میں کامیاب جا رہا ہے۔ اسے یقین ہو چکا ہے حسام پر۔ مگر پھر ایک دن۔۔

"عامر۔۔۔۔وہ۔۔۔۔شادی۔۔کر رہی ہے۔۔۔"

"کون؟۔۔۔۔گڑیا۔۔؟"

"وہ کہتی ہے کہ۔۔۔میں اس کے ساتھ دھوکہ کر رہا تھا تو وہ بھی اس کے ساتھ۔۔۔جھوٹ بول رہی تھی۔۔۔"

اسے لگا حسام رو رہا تھا۔ وہ اس وقت لاہور میں تھا۔ اس کی بات چیت صرف فون پر ہی ہو پاتی تھی۔

"وہ ایسا کیوں کرے گی یار۔۔۔مذاق ہو گا۔۔۔تنگ کر رہی ہو گی تجھے۔"

"وہ کہتی ہے کہ اسے مجھ سے کبھی محبت تھی ہی نہیں۔ وہ۔۔۔سب کچھ تو۔۔۔صرف تو صرف اپنی وڈیو اور آڈیو واپس لینا چاہتی تھی۔۔۔۔جھوٹ تھا سب جھوٹ۔۔۔"

اس کے بعد اسے حسام سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس کی دو دن کی لگاتار شوٹنگ تھی۔ اس کی ایکٹنگ کو دیکھتے ہوئے اسے نئے پراجیکٹس مل رہے تھے۔ اس لیے وہ حسام سے بات کو ٹال گیا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اس کی سب سے بڑی غلطی ہو جائے گی۔ دو دن بعد اسے اس کی ریکاڈنگ ملی تھی جو اس نے اس کے لیے چھوڑی تھی۔

"میں جا رہا ہوں۔۔ عامر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اسے کہنا حسام جھوٹا نہیں تھا مگر اپنی محبت تم پہ ثابت نہیں کر سکا۔ اسے کہنا مجھے ہمیشہ اپنی یادوں میں رکھے ایک اچھے دوست کی حیثیت سے ہی

صیحح۔۔۔اسے کہنا۔۔۔۔(وہ رکا)۔جانتے ہو اس وقت میری نظروں کے سامنے ہے۔آس پاس تلاش کررہی ہے کسی کو۔میں نے تو صرف دعا کی تھی کہ میرے آخری وقت پہ وہ میرے سامنے ہو دیکھو تو کتنی جلدی پوری ہوئی ہے۔۔۔عامر کیا وہ میری طرف دیکھ رہی ہے؟ہاں!وہ میری طرف دیکھ رہی ہے۔اس کی آنکھوں میں غصہ مجھے دیکھ کرہی۔آتا تھا نہ۔۔۔وہ اب بھی مجھے ایسے ہی گھور رہی۔۔۔(وہ پھر رکا)اس نے کسی اور کا ہاتھ پکڑلیا عامر۔۔وہ جانے لگ رہی میں اسے ایسے نہیں جانے دے سکتا۔اسے مجھ پہ یقین نہیں۔۔میری محبت پہ یقین نہیں۔۔مگر میرے مرنے کے بعد اسے ان دونوں باتوں پہ یقین آجائے گا۔"

اس کے بعد ریکارڈنگ نہیں تھی۔اس نے پہلے بھی سنی تھی مگر جو تبدیلی اس نے آج نوٹ کی تھی وہ اس وقت نہیں کرسکا تھا۔

"کیا یہ لڑکی گڑیا ہے؟"

عاصم نے اپنی پاکٹ سے وہ تصویر نکالی تھی جو کچھ دیر پہلے وہ رباب کے کلیچ سے نکال چکا تھا۔

عامر نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر تصویر کو۔

"ہاں یہ وہی لڑکی ہے۔اور یہ وہ ہی تصویر ہے جو میں نے اس دن کلک کی تھی۔جب وہ اس سے پہلی بار ملنے آئی تھی۔۔۔مگر یہ آپ کے پاس کیسے؟۔۔۔۔۔"

اس کے بعد انہوں نے رباب کو اپنی جانب بڑھتا دیکھا تو بات تبدیل کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

رباب سے انتظار نہیں ہو رہا تھا۔ اسی لیے وہ جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ پھر جیسے طے کرتے گھر کے لاونج میں رکھے فون سٹینڈ کی جانب گئی اور عاصم کا نمبر ڈائل کیا۔ دو بیل ہونے کے ساتھ ہی فون واپس رکھ دیا۔

"اف۔۔ کہوں گی کیا؟ وہ تصویر کہاں ہے؟ کیا کروں میں اب۔۔۔"

اس کے خیالوں میں رکاوٹ فون کے رنگ کرنے سے پیدا ہوئی۔ خالی لاونج میں رات کے وقت فون کی فل آواز اس نے فوراً سے فون ریسیو کر لیا تھا تاکہ بھائی یا بھابھی جاگ نہ جائیں۔ دوسری جانب عاصم ہیلو کر رہا تھا۔ رباب بس آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔

"رباب۔۔۔۔"

"جی۔۔ جی۔۔"

وہ ایک دم سے فرمانبردار ہوئی۔ دوسری جانب عاصم کو بھی جیسے سکون آیا تھا اس کی آواز سن کر۔ اس کی موجودگی کا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی عادی ہو گیا تھا۔ اس لیے کمرے میں جا کر بھی وہ سکون سے نہیں رہ پایا تھا۔ پھر جب اسے فہیم کے گھر سے کال آئی تو اس نے ریسیو کر لی مگر وہ تب تک کٹ چکی تھی۔ اس نے دوبارہ کال کی تو کوئی جواب نہیں۔ پھر جیسے اس نے رباب کی خاموشی سن لی۔ اور وہ صحیح ثابت ہوا۔

"سوئی نہیں ابھی تک۔۔"

اس نے سر کرسی کی پشت سے لگایا۔

"نہیں۔۔۔ وہ نیند نہیں۔۔ آ رہی تھی۔۔"

وہ حیران ہو کر جواب دے رہی تھی۔ ان میں اتنی بے تکلفی کب سے ہونے لگی بھلا۔

"مجھے۔۔ بھی۔۔"

اسے عاصم کا لہجہ بھگا ہوا لگا۔ وہ پریشان ہوئی تھی۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں؟"

نہ جانے کس احساس کے تحت اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔ دوسری جانب عاصم تلخی سے مسکرایا۔

"ہاں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم نے فون کیوں کیا تھا؟"

عاصم اسے خود تک نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا اس لیے بات کا رخ تبدیل کر گیا۔ رباب کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اب وہ کیا کہے کیوں فون کیا؟

"شکریہ۔۔ کہنے کے لیے۔۔"

اس نے بات بنائی تھی۔

"کس بات کا؟"

وہ بھی شاید اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔

"وہ۔۔۔ مجھے بھائی۔۔۔ کے ساتھ گھر بھجنے کے لیے۔۔"

وہ مسکرایا تھا۔۔ یہ لڑکی اتنی بھی سچی نہیں تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ تصویر کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوگی۔ مگر کہ کچھ اور رہی تھی۔

"ویلکم۔۔۔ اب سو جاؤ۔ رات بہت ہو گئی ہے۔۔ تمہاری نماز قضا ہو جائے گی۔۔"

عاصم فون رکھ چکا تھا مگر وہ اس کی بات کے اثر میں ابھی تک تھی۔

"انہیں میرے ایک ایک پل سے وقفیت ہے؟"

"یہ لڑکی کیوں جان نہیں چھوڑ رہی؟"

ماریہ خود سے لگی ہوئی تھی۔ وہ اور عینی منصور پیلس میں تو آ گئے تھے مگر ان کو گائیڈ کرنے لیے ایک لڑکی نہ جانے کہاں سے نمودار ہو گئی تھی۔ وہ عینی کے ساتھ ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔ جبکہ ماریہ پیچھے پیچھے غصے میں چل رہی تھی۔

"یہ لڑکی چاہتی ہے کہ میں منصور احمد کا غصہ اس پی نکالوں۔۔ تو ٹھیک ہے۔"

اس سے پہلے وہ آگے بڑھتی کوئی اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسے راہداری کی جانب لے گیا۔

"ماریہ کہاں ہے؟"

عینی نے پوچھا۔

"وہ تو باہر ہی رہ گئیں تھیں۔ آپ کا انتظار کرتیں۔۔"

"ماریہ۔۔"

عینی نے واپس مڑ کر اسے بلانا چاہا تو وہ ٹوک گئی۔

"میم! پلیز۔ پہلے ہی لیٹ ہو چکی ہے آپ جلدی سے کیک ڈیلیور کریں۔۔ پلیز"

اس کے سخت لہجے کی وجہ سے وہ اس لڑکی کی بات ماننے پر مجبور ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ ماریہ جی کی بدولت ہوا تھا نہ اس کی وجہ سے لیٹ ہوتی اور نہ اسے اس کیک کو اندر تک جا کے چھوڑنا ہوتا۔ وہ شیشے کے بڑے سے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔

"ہیلو!"

فواد نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا فواد زبیر بات کر رہے ہیں؟"

"جی میں ہی بات کر رہا ہوں۔"

"میں ہاسپیٹل سے بات کر رہی ہوں۔ مبارک ہو آپ کی بہن کو ہوش آگیا ہے۔"

وہ فون رکھتا ریحانہ بیگم کے کمرے میں بھاگا تھا۔

عاصم کو کمرے میں سکون نہیں آرہا تھا تو وہ کمرے سے باہر آگیا۔ سارا پورشن سنسان پڑا تھا سوائے کیچن کے۔ وہاں کی لائٹ آف نہیں کی جاتی تھی۔ مگر اسے یہاں بھی سکون نہیں ملا تھا۔ وہ جیسے کی واپس مڑا اسے کسی کا گمان گزرا۔ اس نے واپس مڑ کر کیچن میں دیکھا تو وہاں دیا موجود تھی۔ اور ہاتھ میں چھری۔ جو کہ اس نے اپنی نس پہ رکھ کر پھیر دی تھی۔

"دیا۔۔۔۔"

عاصم کا چلانا پورے گھر میں گونج گیا۔

لوگ کہتے ہیں زمانے میں محبت کم ہے

اگر یہ سچ ہے تو اس میں حقیقت کم ہے

چند لوگوں نے اگر محل بنا رکھے ہیں

اس کا مطلب یہ نہیں کہ شہر میں غربت کم ہے

ایک ہم ہی نہ تھے جو یوں فراموش ہوئے ورنہ

بھول جانے کی اس شخص کو عادت کم ہے

کیوں نہ چھوڑ چلیں ہم شہر کی رونق ساغر

ویسے بھی اب اسے اپنی ضرورت کم ہے

"سر! کسی عورت کا فون آیا ہے۔ آپ کی امی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔"

وہ آفس میں ایک میٹنگ پہ مصروف تھا جب احتشام نے اسے میٹنگ روم میں آکر بتایا۔ وہ سر پہ پیر رکھ کر بھاگا تھا۔ اسے لیٹ اطلاع دی گئی تھی۔ جلدی جلدی کرتے اسے کافی لیٹ ہو گئی تھی۔ راستے میں وہ کوریڈور میں کسی سے ٹکرایا بھی تھا۔ اسے اپنی ماں تک پہنچنے کی جلدی زیادہ تھی اس لیے خود ہی سوری کرتا آگے بڑھ گیا۔ اس کی ملاقات کلثوم نامی عورت سے ہوئی تھی جس نے اس کی ماں کی جان بچائی تھی۔ نسیمہ بیگم کو ہوش نہیں آیا تھا۔ وہ کافی دیر سے انتظار کر رہا تھا کہ تب ہی ایک لاوارث لاش کو سٹریچر پہ ڈال کر لے جایا گیا۔ اس نے زیادہ غور نہیں کیا۔ دیا کو احتشام لینے گیا۔ وہ نسیمہ بیگم سے ملنے کی ضد کر رہی تھی۔ حسام کا فون آف آ رہا تھا۔ شام تک جب اس کا فون نہیں آن ہوا تو اسے پریشانی نے گھیر لیا۔ نسیمہ بیگم کو ہوش آ گیا تھا۔ یہ سب ڈرائیور کی لاپرواہی سے ہوا تھا۔ کلثوم خالہ جا چکی تھی جبکہ دیا نسیمہ بیگم کے ساتھ لگ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بار بار حسام کا پوچھ رہیں تھیں مگر اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"بھائی!۔۔۔۔۔"

اس نے عامر کی خوف ذدہ آواز فون پہ سنی تو احتشام کو اشارا کرتا باہر آگیا۔

"کیا بات ہے عامر؟۔۔حسام کدھر ہے وہ اپنا فون کیوں پک اپ نہیں کر رہا ہے؟"

عاصم نے تحمل سے پوچھا

"بھائی!۔۔۔۔اسے بچالیں۔۔۔وہ مرنے جارہا ہے۔۔"

"دماغ درست ہے تمہارا۔کیا بولے جارہے ہو؟.کدھر ہے حسام۔۔۔فون دو اسے۔"

عاصم نے غصے سے کہا۔

"مجھے۔۔۔نہیں پتہ کہاں پہ ہے۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ۔۔۔اسے بچالیں بھائی۔۔"

وہ رو پڑا تھا۔انجانے سے خوف کے تحت عاصم نے فون رکھ دیا۔اس کے چہرے پر پسینے آ گئے۔

"سر!ڈاکٹر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

تب ہی احتشام وہاں پہ آیا۔اسے وہ پریشان تو لگا مگر اپنی بات اس نے پہلے کہ دی۔

"احتشام!۔۔۔۔۔"

"جی۔سر۔۔"

"میرے بھائی۔۔۔عاصم اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی بات کہنا شروع ہوا۔۔۔۔میرے بھائی۔۔حسام کو ڈھونڈو۔۔(عاصم نے سر ہلایا) اسے تلاش کرو۔۔زندہ۔(عاصم نے احتشام سے تائید چاہی تھی) اسے میرے پاس لاو۔۔ہنستا بولتا۔۔ٹھیک ہے۔(پھر سے سر ہلا کر احتشام سے تائید مانگی تھی۔اس نے عاصم کے ہر بار سر ہلانے پر اس کی آنکھوں میں خوف محسوس کیا تھا۔"

"جی سر۔ میں لے کر آتا ہوں حسام کو آپ کے پاس۔۔"

عاصم کی آنکھوں میں امید جاگی تھی۔ وہ۔ اسے امید دلاتا وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ عاصم نے کھڑے ہونے کے لیے دیوار کا سہارا لیا۔

"تم رو کیوں رہے ہو؟۔۔۔۔ بابا یاد آرہے ہیں۔"

عاصم نے خود ہی سوال پوچھ کر جواب دیا۔

"نہیں۔۔"

حسام نے نفی میں سر ہلایا کر اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ اس نے ابھی بھی بینیش سے بات کرنا چاہی تھی مگر وہ انکاری ہو گئی تھی۔

"پھر رونے کی وجہ۔۔؟"

عاصم نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا وہ ٹیرس پہ ایک جانب کونے میں چھپا بیٹھا تھا۔ یہ دو دن پہلے کی بات تھی۔

"وہ۔۔مارکس اچھے۔۔۔نہیں۔۔"

اسے کہانی سوجھ ہی گئی۔ عاصم حیران نہیں ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ بچپن سے ہی ایسا ہے۔ کوئی چیز نہ ملے من پسند یا کچھ ایسا ہو جائے جو اسے پسند نہ ہو پھر رونے بیٹھ جاتا تھا۔ وہ مسکراتا اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"یار تم کب بڑے ہو گے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ کوئی رونا شروع کر دیتا ہے کیا؟ حل ہوتا ہے ہر مسلے کا۔ مگر رونا کسی بھی مسلے کا حل نہیں ہوتا۔ اگر ماکس اچھے نہیں تو اور اچھے سے ریڈ کر لو۔ بس۔ اس طرح کوئی روتا ہے سوائے لڑکیوں کے۔۔ بی بریو یار۔"

عاصم نے اس سے ایک دوست کے لہجے میں باتیں کیں تھی۔ وہ ہنس پڑا تھا۔ وہ جانتا تھا اسکے گھر والے اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کی خوشی کی خاطر وہ کچھ دیر اپنا غم بھول گیا کہ بینیش اسے ری جیکٹ کر چکی ہے۔ عاصم اس کے ساتھ ہونے والی باتوں کو یاد کرتا وہیں بینچ پہ بیٹھ گیا۔ وہ رونا چاہتا تھا مگر خود کو مضبوط بنا رہا تھا۔ وہ اپنے دل کو دلاسے دے رہا تھا مگر جو خوف دل میں بیٹھ گیا تھا اس سے کیسے نجات پائے۔۔ بار بار حسام کا چہرہ آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ جب تک احتشام واپس نہیں آیا وہ وہیں بیٹھا تھا۔ احتشام آتے ہی اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ عاصم نے غصے سے اسے ہٹانا چاہا۔

"کیا کر رہے ہو تم یہ؟ کھڑے ہو کر بات کرو۔"

اس نے اسکے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے ہٹایا۔

"سر!۔۔۔حسام۔۔۔؟"

احتشام سے آگے کچھ نہیں کہا گیا۔ جبکہ عاصم کا دل پھر سے بدگمان ہوا۔

"احتشام؟۔۔۔کہاں ہے حسام؟۔۔ کہاں ہے وہ؟"

آخر میں عاصم چلایا تھا۔ اس نے سر ابھی تک نہیں اٹھایا تھا اور نہ خود اس کے قدموں سے ہلا تھا۔

"سر! حسام کی گاڑی۔۔۔ کا ایکسیڈنٹ۔۔۔ ہوا۔۔ ہے۔۔ اسے ابھی کچھ دیر پہلے یہیں لایا گیا۔"

وہ اک شخص جو کم کم یسر ہے ہم کو

آرزو ہے کسی روز وہ سارا مل جائے

اس سے کہنا ملاقات ادھوری تھی وہ

اسے سے کہنا کبھی آ کے دوبارہ مل جائے

اس دن کے بعد سے بینش اور حسام کی روز ہی بات ہوتی تھی۔ چاہتے نہ چاہتے وہ اس کے میسیجز کا انتظار کرنے لگی تھی۔ اگر کبھی اس کا میسج نہیں آتا تو خود کال کر لیتی۔

"یہ کیا؟ رات کے نو بج گئے ہیں اور کوئی میسج نہیں؟ وہ خود سے بات کر رہی تھی۔ ریحانہ بیگم کی سخت ہدایت تھی کہ رات دیر تک نہیں جاگنا۔ اسی لیے وہ جلد ہی اپنے کمرے میں موجود ہوتی تھی۔ اب بھی وہ اپنے وقت پہ سونے آئی تو ہمیشہ کی طرح اسے حسام کے میسج کا انتظار مگر وہاں کوئی میسج نہیں تھا۔ اس نے خود فون کرنا چاہا تو ایک پل کو رک گئی۔

"یہ میں کیا کرنے لگی ہوں۔۔۔ کیوں فون کر رہی ہوں اسے؟۔۔

اس کے ہاتھ پل بھر کو تھمے تھے۔ اس کی نظر سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پہ پڑی۔ اس کو اپنا ہی عکس غیر لگا۔ وہ شاک ہوئی تھی۔ وہ کیسے بدل گئی؟ وہ تو ایسی نہیں تھی کہ کسی کا انتظار کرتی پھر کیوں لگی ہوئی تھی وہ اس شخص کے انتظار میں۔ کیا واقعی ہی میں؟؟؟؟؟ تب ہی اسکے فون کی رنگ ہوئی تھی حسام کی کال تھی۔ اس نے فوراً سے پک اپ کی۔ وہ اپنی کیفیت پہ خود بھی حیران تھی۔ لیکن اس کی

آوازسننے کے بعد وہ جیسے خود کے خول سے باہر نکل آئی۔ وہ ہنستے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے یہ دیکھا بھی نہیں کہ اس کا عکس تبدیل ہوا تھا۔ وہ وہ رہی ہی نہیں تھی۔ اس کے وجود میں تو حسام ہی حسام تھا۔

وہ دبی دبی آواز میں چیخ رہی تھی مگر سب بے سود نظر آرہا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا مکمل اندھیرے میں تھا اور اس کے وجود کو ڈھانپ چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے کر کے ایک ہاتھ سے پکڑے گئے تھے جبکہ منہ پر اس شخص کا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک بار پھر خود کو چھڑانا چاہا مگر وہ گرفت کر گیا۔ عینی کے اس لڑکی کے ساتھ جانے کی آواز آہستہ ہوتی چلی جارہی تھی۔ اپنی بے بسی پہ اسے رونا آگیا۔ اس کے آنسو جیسے ہی سامنے والے کے ہاتھ پہ گرے وہ فوراً سے اسے چھوڑتا پیچھے ہوا تھا۔

"سوری۔۔۔ سوری۔۔۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

جیری کی آواز سن کر اس نے اس کے چہرے پہ نظر ڈالی۔ وہ اس سے فاصلے پہ روشنی میں کھڑا تھا جہاں سے اس کا چہرہ واضح نظر آتا تھا۔ وہ شرمندہ سا نظر آرہا تھا ماریہ کے لیے یہ پل عذاب سے کم نہیں تھے۔ جیری کے اس عمل نے اسے میک کی یاد دلا دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ڈر کے مارے روئی تھی۔ اسے لگا شاید وہ واپس آگیا ہے۔ کچھ دیر میں وہ خود پہ قابو پا چکی تھی۔ اسے عینی کے پیچھے واپس جاتا دیکھ وہ اس کے راستے میں آیا تھا۔

"تم نہیں جاسکتی!"

"کیوں؟"

ماریہ نے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے پوچھا۔

"سر! اس کے پاس ہیں۔۔۔۔"

"مجھے تمہارے سر سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ (وہ ایک دم سے انگلی اٹھا کر اس سے بولی تھی۔) مجھے بس میری دوست سے مطلب ہے جو وہاں اکیلی ہے۔ اور رہی بات تمہارے سر کی تو اس دوغلے آدمی سے اسے دور ہی رہنا چاہیے۔"

وہ اسے وارن کرتی آگے بڑھنے لگی تو جیری دوبارہ رستے میں آیا۔

"کیا مطلب دوغلا آدمی! میں نے کبھی اسے کسی کے بھی ساتھ ڈبل کروس کرتے نہیں پایا۔ اگر میں کہوں کہ وہ پہلا شخص ہے جسے میں نے ہر معملے میں فیر جانا ہے وہ منصور احمد ہی ہے۔"

اس نے ماریہ کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہا۔

"تو میں یہ کہوں گی کہ تم غلطی پر ہو۔ وہ ایک شخص جو کسی لڑکی کے ساتھ سنسیر نہیں ہو سکتا وہ کیسے فیر ہو سکتا ہے۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی۔ جیری کو اس کا کچھ دیر پہلے والا میسج یاد آیا۔

"رکو! پہلے کچھ دیکھ لو اس کے بعد جو مرضی آئے کرنا۔"

کچھ فاصلے پہ جا کر جیری نے پکارا تھا۔ ماریہ اس کی جانب واپس مڑی تھی۔

"سنیں! آپ مجھے کہاں لے آئیں ہیں۔ یہاں بہت اندھیرا ہے۔۔۔۔ سنیں۔۔۔۔"

www.urdunovelsmania.com اردو ناولز مینیا

وہاں کوئی ہوتا تو اس کی بات سنتا۔ وہ اکیلی موجود تھی۔ اس سے پہلے وہ واپس مڑتی اس ہال کے بیچ میں لگا فانوس روشن ہوا تھا۔ ہال میں روشنی ہی روشنی بکھر گئی تھی۔ ریڈ اینڈ وائٹ کنٹراس میں ہال کو ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ روزز۔ بیلونز کرٹنز۔ لائٹس۔ کنڈل کیا کچھ نہیں موجود تھا۔ فانوس کے نیچے ایک بڑی سی ٹیبل پہ ریڈ ویلوٹ کیک موجود تھا۔ وہ مسکرائی تھی۔

"چلو بتاؤ سب۔ اگر ہم میں سے کسی کو کوئی لڑکا پرپوز کرتا ہے تو ہم کیا کریں گی۔ سب الگ الگ جواب دیں صرف رباب کو چھوڑ کر کیونکہ یہ میرے بھائی کے لیے بک ہے تو اگر کوئی ایسا کرے گا تو میں اس کا خود ہی منہ توڑ دوں گی۔"

بنیش کہنے کے ساتھ ہی ہنسی تھی۔ جبکہ رباب نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"چلو بتاؤ نور۔۔ نہیں پہلے میں بتاتی ہوں۔۔۔ اگر کوئی مجھے بیچ راستے میں پرپوز کرے یا پھر اکیلے میں تو میرا ایک ہی ری ایکشن ہوگا۔ (اسنے سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا) اور وہ یہ کہ۔۔۔ میں نے اس کی آنکھیں نکال لینی ہیں۔"

وہ تینوں جو بڑے غور سے سن رہیں تھیں گندی گندی کہتی اس سے دور ہوئیں تھیں۔

"تم سے اسی کی امید تھی بہت مردمار لڑکی ہو تم۔"

رباب نے اس سے کہا جبکہ وہ ہنس دی تھی۔

"نور تم بتاؤ یہ تو یونہی بولتی ہے۔"

رباب نے ہنستے ہوئے نور سے کہا۔

"میں۔۔۔۔ میں۔۔۔ کیا کہوں۔۔۔؟"

"کچھ تو کہو گی نہ۔۔انکار یا اقرار!"

رباب نے آپشن دیے تو بینیش نے بھی سنجیدہ ہو کر اسے دیکھا تھا۔اس کے ذہن میں اس کے بڑتھ ڈے والا واقع گھوم گیا تھا۔نور کے ذہن میں وقاص کا چہرہ آیا تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے اقرار کیا تھا۔رباب اور عینی نے ہوٹنگ کی تھی۔نور شرما گئی تھی جبکہ بینیش نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔اس کا شک ٹھیک ثابت ہوا تھا۔اسے بس اب نور کے منہ سے سننا تھا۔

"چلو جی اب عینی کی باری ہے۔"

بینیش نے عینی کو بیچ میں گھسیٹا تھا تاکہ نور سے سب کا دھیان ہٹ سکے۔

"میں۔۔۔میں چاہوں گی کہ وہ مجھے سب کے سامنے نہیں۔اکیلے میں پرپوز کرے جہاں صرف میں اور وہ ہوں۔اور وہ جگہ ریڈ اینڈ وائٹ کلرز اس میں ڈیکوریٹ ہو۔اور۔۔۔"

"چپ کرو مہارانی! دادو سے پوچھا بھی ہے خیالی قعلے بنانا بند کرو۔"

بینیش کے ٹوکنے پہ اس نے برا منہ بنایا تھا۔

"کچھ خواہشات کبھی پوری نہیں ہوتیں۔"

عینی نے خود سے کہا۔

"ایکسکیوز می! یہ کیک۔۔ڈلیور کرنا ہے مجھے۔۔لیٹ ہونے کے لیے معافی چاہوں گی۔"

عینی وہیں سے اونچی آواز میں بولی تھی۔

شاعری کی زباں نہیں آتی مجھے

مگر دل کے الفاظ میں بھی رکھتا ہوں

وعدے پیمانے نہیں آتے مجھے

مگر محبت میں بھی کرتا ہوں

پیار میں جان دینا نہیں آتا مجھے

مگر عشق میں جینے کا حوصلہ میں رکھتا ہوں

وہ جو ہو چکا ہے تمہاری ایک مسکراہٹ سے

وہ عشق میں بھی کرتا ہوں

یہ سچ ہے کہ محبت کرتا ہوں

ہاں میں محبت کرتا ہوں

از خود

وائٹ تھری پیس سوٹ میں وہ دور سے ہی کہتا چلا آ رہا تھا۔ عینی خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے روبرو آ کھڑا ہوا۔ عینی بس اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اسے لگا جیسے وہ اسے جانتی ہے مگر کیسے؟ عینی نے اس طرح دیکھنے پر منصور مسکرایا تھا۔ جس سے اس کا ڈمپل واضح ہوا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ سے باکس لے کر ایک سائیڈ پر رکھا تھا۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی۔۔۔"

عینی اپنے لیے ایسا صرف سوچ سکتی تھی۔ سامنے کھڑے خوبصورت سے شخص کو۔۔۔ وہ تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکی تھی۔ مگر اس سے پہلے ہی وہ اس کے سامنے ایک گھٹنے پہ بیٹھ گیا اور

دوسرے ہاتھ سے اس کی جانب ایک دل شیپ کے باکس میں سے رکھی ہوئی رنگ اس کی جانب بڑھائی۔

"ویل یو میری میں۔۔قراۃالعین۔۔۔مائے بیلوڈ۔"

عینی کے ذہن میں پچھلے دنوں خود کو بیجھے جانے والے روز زیاد آئے تھے۔

"میری بات سنو۔۔تم پڑھتے وڑھتے بھی ہو یا صرف مجھے ٹکسٹ ہی کرتے رہتے ہو۔"

اس کا کوئی بیسواں میسج آیا تھا۔ بنیش نے پہلے اس کے میسجز کو غور سے دیکھا اور پھر کال ملائی تھی۔ فون حسب عادت فوراً سے پک اپ ہوا تھا۔

"بہت اچھا سٹوڈنٹ ہوں میں۔ اپنی غلط فہمی دور کرلو۔"

حسام نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا وہ اس کے میسجز سے تنگ ہوتی ہے۔ اور اس وقت اس کا دل صرف اس کی آواز سننے کو کر رہا تھا۔ لہذا اس نے خوب میسجز کیے جس کے جواب میں اس نے کال بیک کر ہی لیا تھا۔

"غلط فہمی؟ مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہے ہاں صیحح فہمی ضرور ہے۔"

بنیش سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔ جبکہ حسام ہنسا تھا۔

"خوش فہمی ہوتا ہے ورڈ صیحح فہمی نہیں ہوتا۔"

حسام نے اسے درست کیا۔ جبکہ بنیش نے ٹیرا منہ بنایا تھا۔

"میں نے درست ہی کہا ہے۔ یہ ورڈ ہوتا ہے۔ (وہ بھلا اپنی غلطی کیوں مانے ؟) تم نا تھوڑا پڑھ لو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا ؟"

حسام نے اس کی بات کو سچا مانا بھلا وہ کب اس کی بات کو انکار کرتا تھا۔

"ورنہ یہ کہ مجھے ڈمبو شوہر نہیں پسند اور یہ کہ میں۔۔۔"

بینش روانی میں کہتی چپ کر گئی۔ جب سمجھ میں آیا تو حسام کی آواز سپیکر سے آرہی تھی۔ وہ فوراً سے فون رکھ گئی یہ سوچے بنا کہ اس کا یہ لفظ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حسام کو زندگی دے گیا تھا۔ مگر یہ زندگی اس نے خود ہی چین لی۔ اس نے دیکھا تھا اسے گاڑی میں بیٹھے۔ اپنی جانب دیکھتے ہوئے۔ مگر وہ اس کے سامنے فواد کا ہاتھ پکڑ کر مڑ گئی تھی۔ اسے اب یہ رابطے نہیں رکھنے تھے۔ کچھ دور ہی چلی تھی کہ ایک زوردار ٹکر کی آواز آئی تھی۔ اس کے قدم تھمے تھے فواد نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ سب لوگ بھاگ کر اس جانب گئے تھے۔

"ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔"

"ارے دیکھو اسے زندہ ہے کیا ؟"

"خود ماری ہے گاڑی اس نے میں نے دیکھا ہے۔ مجھے تو خودکشی لگ رہی ہے۔"

مختلف آوازیں تھیں۔ اس نے فواد کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

"یہی رکو بینش۔ میں دیکھ کر آتا ہوں۔"

www.urdunovelsmania.com

وہ اسے وہیں روک کر ایکسیڈنٹ کی جگہ کی جانب چلا گیا۔ بینیش نے اسکا دو منٹ پہلے والا چہرہ یاد کیا۔ آنکھوں میں شکایت تھی۔ اس نے دعا کی تھی۔۔ کہ یہ وہ نہ ہو۔۔ مگر شاید یہ دعا کی قبولیت کا وقت نہیں تھا۔ اس نے لوگوں کے ہجوم میں سے حسام کو خون میں لت پت دیکھا تھا وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جیسے یقین ہو کہ اب تو آ ہی جائے گی۔ اس کی سانس چل رہی تھی۔ لوگوں کے ہجوم میں پیچھے کھڑی وہ اسے نظر آ ہی گئی۔ سب لوگ اسے گاڑی سے باہر نکال رہے تھے۔ فواد بھی ان میں شامل تھا۔

"دیکھ لو۔۔ میں نے کہا تھا تم چھوڑو گی تو مر جاوں گا۔ اب جا رہا ہوں۔۔"

بینیش نے اس کی آواز کو سنا جبکہ وہ بول بھی نہیں رہا تھا اسکے آنسووں کو اپنی آنکھوں میں محسوس کیا حالانکہ وہ رو بھی نہیں رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئیں تھیں اور ادھر بینیش بے ہوش ہو کر گر گئی تھی۔

"وہ مر گیا۔۔ رباب۔۔ وہ مر گیا۔ اس نے کہا تھا وہ مر جائے۔۔۔ یہ میں نے کیا کیا۔ ۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔ وہ مر گیا۔۔۔"

"حسام"

اس کی شادی میں ایک مہینہ رہتا تھا دونوں گھروں میں اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہیں تھیں۔ اسی سلسلے میں دو دن پہلے بینیش فواد کے ساتھ بازار گئی تھی۔ واپسی پہ اس نے ایک ایکسیڈنٹ ہوتے دیکھا تھا اسی لیے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ مضبوط دل کی مالک کے نام سے وہ مشہور تھی مگر اس ایکسیڈنٹ کی وجہ سے وہ ہنسنے سے انکاری ہو گئی تھی۔ اسی لیے رباب اس کے پاس گئی جب گھر میں اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اس نے کہا بھی تو کیا۔۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا یہ لڑکی نور والا کام

کرے گی۔ اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ بینش دور بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے بس روئے چلی جا رہی تھی۔

"آخر یہ مسلہ شروع کہاں سے ہوا ہے؟"

"کون حسام؟"

"ایف بی فرینڈ۔'

اسے یاد آیا تو اس نے بینش کا فون اٹھایا اور اپنے پرس میں رکھ لیا۔ اس سے اگلا کام اس کا بینش کو کسی بھی طرح سلانا تھا۔ تاکہ اس کے ذہن کو آرام مل سکے۔ اس نے وہی کیا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ تم جانتی تھی نور کیا کر رہی ہے اور تم نے اسے روکا تک نہیں۔۔ بتاؤ مجھے بینش جانتی تھی نہ تم۔۔ بولو!"

رباب نے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ اس وقت وہ غصے میں تھی۔

"ہاں۔۔ میں جانتی تھی۔۔۔ میں نے روکا۔۔۔"

"روکا۔۔ روکا ایسے جاتا ہے۔۔ تم نے ہم سب کو کیوں نہیں بتایا۔۔ کیوں نہیں بتایا کہ تم وقاص نامی شخص کو جانتی ہو۔۔۔ اور یہ کہ۔۔۔۔"

"میری بات سنو۔۔ رباب۔۔"

بینش نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو اس نے فوراً سے چھوڑایا تھا۔

"نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔۔۔ جانتی ہو تم نے کیا کیا۔۔ سب کچھ جانتے بوجھتے تم نے تین تین زندگیاں برباد کر دیں۔۔۔ نور کی۔۔ حسام کی اور اپنی۔۔۔ بتاؤ رہ پاؤگی اس گلٹ میں کہ تمہاری بے وقوفیوں کی وجہ سے دو لوگ زندگی سے چلے گئے۔۔۔ وہ مر گیا ہے بینش۔۔ دیکھ کر آ رہی ہوں۔۔ اس کی قبر کو۔۔۔۔"

رباب نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ وہ تو کچھ کہنے کے قابل ہی کہاں رہی تھی۔

"دیا۔۔"

اس نے عاصم کے چلانے کی آواز سنی تھی مگر تب تک وہ چھری پھیر چکی تھی۔ اس کی کلائی پہ صرف نشان پڑا تھا۔۔ اس سے پہلے وہ دوسری بار ایسا کرتی عاصم نے پہنچ کر اس کے ہاتھ سے چھری کھینچی تھی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا کیا کر رہی ہو۔۔؟"

بس بہن تھی اس لیے کچھ نہیں کہہ پایا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ روئے جا رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

نسیمہ بیگم نے کچن کے دروازے پہ کھڑے ہو کر پوچھا تھا۔

لوگ کہتے ہیں زمانے میں محبت کم ہے

اگر یہ سچ ہے تو اس میں حقیقت کم ہے

چند لوگوں نے اگر محل بنا رکھے ہیں

اس کا مطلب یہ نہیں کہ شہر میں غربت کم ہے

ایک ہم ہی نہ تھے جو یوں فراموش ہوئے ورنہ

بھول جانے کی اس شخص کو عادت کم ہے

کیوں نہ چھوڑ چلیں ہم شہر کی رونق ساغر

ویسے بھی اب اسے اپنی ضرورت کم ہے

""سنو! ایف بی آئی ڈی بنائی جائے۔ صرف ایک جیسے ہم سب یوز کریں گی۔ لیکن کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔"

"تمہیں یہ خرافات سوجھتی کہاں سے ہیں۔ ایف بی آئی ڈی بنائی جائے۔۔ کسی کو نہ پتہ چلے۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اور بینش کی نقل اتارتی رباب کو زور سے ایک کشن مارا گیا تھا۔

"آ۔۔گندی۔۔"

وہ تینوں مل کر اپنا کل ہونے والا ٹیسٹ تیار کر رہیں تھیں جب بینش نے نیا شوشہ چھوڑا۔

"گندی۔۔ نہیں کرنا تو انکار کرو سیدھا۔۔ نقل کیوں اتار رہی ہو۔۔"

بینش نے منہ بنا کر کہا۔

"پر تمہیں بنانی کیوں ہے؟ تمہیں کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟"

عینی کو بھی اس کا آئیڈیا پسند نہیں آیا تھا۔

"کس لیے بنائی ہے؟ ظاہر سی بات ہے مجھے بھی دیکھنا ہے اس دنیا کو۔۔۔جاننا چاہتی ہوں اس کے بارے میں۔۔مجھے آزادی چاہیے اس گھسے پیٹے ماحول سے۔۔۔۔۔۔آ۔۔"

اس سے پہلے وہ اور بات کرتی وہی کشن اسے واپس منہ پر پڑا تھا۔

"کیا بد تمیزی ہے؟"

اس نے رباب سے پوچھا۔۔۔

"یہ بد تمیزی نہیں۔۔۔کہ تمہارا ہمارے ساتھ دم گھٹتا ہے۔۔۔تمہیں آزادی چاہیے۔۔۔تمہیں کتنی آزادی چاہیے بینیش۔۔ہماری طرف دیکھو۔۔تمہیں ہم سب سے زیادہ آزادی ملی ہوئی ہے۔ ہم سب میں سب سے زیادہ کانفیڈنٹ تم ہو۔ ہر چیز تم اپنے مطابق کرنا جانتی ہو۔ ریحانہ خالہ نے تمہیں کبھی کچھ نہیں کہا۔۔کسی معاملے میں نہیں روکا۔۔اور تمہیں ابھی بھی آزادی چاہیے۔۔۔نور کو دیکھا ہے نہ تم نے کتنی پابندیاں ہے اس پہ۔۔عینی۔عینی کی شادی کرنے کی باتیں ہو رہیں ہیں۔۔اور میں مجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں کہ کالج کی شکل دیکھ بھی پاوں گی یا نہیں۔۔اور تمہیں آزادی نہیں ملی۔۔۔"

رباب کو دکھ لگا۔

عینی نے رباب کو حیرت سے دیکھا جبکہ بینیش نے ایک تیوری چڑھائی۔

"رباب۔۔۔تمہاری طبعیت ٹھیک ہے نہ۔ تم نے پھر انڈین ڈرامہ دیکھا ہے کیا؟"

"کیوں زیادہ ہو گیا کیا؟"

رباب نے بھی اس کے کان میں گھس کر پوچھا تھا۔ بینیش کے معصومیت سے سر ہلانے پر ان دونوں کا قہقہ کمرے میں گونج گیا۔ عینی نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

"مجھے لگا تم دونوں سیریس ہو؟"

"کون؟ ہم۔۔۔ کبھی نہیں۔۔"

ان دونوں نے اکھٹے عینی کو جواب دیا تھا۔ وہ ایسی ہی تھیں۔ دوستوں کے ساتھ ہر مشکل کو آسانی کے ساتھ حل کرنے والیں۔ انہیں تینوں نے گڑیا نامی آئی ڈی بنائی تھی۔ جسے وہ تینوں چلاتیں تھیں۔ شروع شروع میں رباب اور عینی نے بھی انٹرس شو کیا مگر وہ جلد ہی اس سے بور ہو گئیں۔ مگر بینش اسے استعمال کرتی تھی۔ پھر یہی آئی ڈی نور کے پاس چلی گئ۔ جس سے اس نے وقاص سے بات چیت کرنا شروع کر دی۔ ان دونوں کی بات چیت اسی طرح ان باکس میں موجود تھی۔ نور نے اسے ڈیلیٹ نہیں کیا تھا۔

"میری بات سنو یہ کیا لگا رکھا ہے تم نے۔۔۔ کون ہے جس نے تمہیں یہ رنگ تک گفٹ کر دی ہے؟ کون ہے جس سے تم باتیں کرتی ہو؟ کون ہے؟ بتاؤ مجھے۔ کیا چھپا رہی ہو؟ نور میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔ بولو۔۔"

"میں کچھ نہیں چھپا رہی ہوں۔۔۔ بینش۔۔ چھوڑو مجھے۔۔"

نور نے بینش سے اپنے آپ کو چھڑایا تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے نور۔۔۔ مجھے بتاؤ تا کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔۔۔ یہ دنیا اچھی نہیں ہے نور۔۔۔ ادھر میری طرف دیکھو۔۔ نور۔۔"

بینش نے اس کا چہرہ خود کی طرف کرنا چاہا تو وہ چڑ کر ایک جانب ہو گئ۔

"تمہیں۔۔۔غلط فہمی ہو رہی ہے۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔اور اگر ایسا کچھ ہوگا تو میں تمہیں ہی تو بتاؤ گی۔۔"

نور نے بینش سے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ شاک میں تھی۔نور کیسے اتنا بدل گئی تھی۔وہ آج اس کے سامنے اس کے منہ پہ جھوٹ بول رہی تھی۔۔

"نور۔۔۔"

بینش نے اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا تھا اور اسے ایسے ہی چھوڑتی واپس چلی گئی تھی۔اس کے اس طرح چلے جانے پہ نور ہوش میں آئی تھی۔اس نے اسے جا کر بلانا چاہا مگر وقاص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا کر رہی ہو؟ واپس آ گئی تو پکڑے جائیں گے۔اسے جانے دو۔فرینڈ ہے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہے گی۔"

وہ اسے بہلاتا چلا گیا۔وہ بہل تو گئی تھی مگر بینش اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔اسی گلٹ کہ وجہ سے جب وقاص نے اس سے ملنے کا کہا تو اس نے بینش کو سب بتا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہا مگر وہ وقاص کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکی۔مگر اپنے چیٹ ایک میسج کے ساتھ اس کے پاس چھوڑ گئی تھی جیسے بینش نے وقاص کی آنکھوں میں چلی سپرے کرنے کے بعد پڑھا تھا۔

"بینش مجھے معاف کر دینا۔میں نے تم سے جھوٹ بولا۔میں نے کبھی نہیں چاہا کہ تمہیں ہرٹ کروں۔اور نہ کبھی تم سے کچھ چھپانا چاہا۔مگر میں ایسا نہ کر سکی۔میں کیا کروں میری سمجھ میں نہیں آتا۔میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔بینش۔مجھے زندگی میں پہلی بار کوئی اپنی پرواہ کرنے والا ملا ہے۔کوئی

ہے جو مجھے سوچتا ہے۔ مجھے جانتا ہے۔ میری چھوٹی سے چھوٹی خواہش معنے رکھتے ہے۔۔۔ میں۔۔ میں اسے ناراض نہیں کر سکتی۔ لیکن میں نے تمہیں خفا کر دیا۔۔ مجھے معاف کر دینا۔۔ اسی لیے میں تمہیں سب کچھ بتانے جا رہی ہوں۔۔ کل اس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے۔۔ میں جاوں گی بینیش۔۔ میں ضرور جاوں گی۔ مجھے اب اس طرح اور نہیں رہنا۔ مجھے بھی خوش رہنے کا حق ہے نہ۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

اس دن نور یہی سمجھی تھی کہ شاید بینیش نے اس کے میسجز پڑھے ہیں اس لیے وہ وہاں تک پہنچ گئی مگر وہ وہاں وقاص کے بلانے پر پہنچی تھی۔ یہ بینیش ہی تھی جس نے ہر طرح کا زور لگا کر نور کا پوسٹ مارٹم کروایا تھا تاکہ سب کے سامنے اصلیت آجائے۔۔۔ نور بے داغ مری تھی۔ اس کے بھائی نے اسے غیرت کے نام پہ قتل کیا تھا۔ ذکیہ خالہ بھی بیٹے کے جرم میں برابر کی شریک تھی اسی لیے وہ بھی آج سلاخوں کے پیچھے تھی۔ اگر رباب کہتی تھی کہ بینیش سب سے زیادہ کانفیڈنٹ تھی اور سب سے زیادہ آزادی حاصل تھی تو وہ صحیح کہتی تھی۔ وہ اکیلی لڑی تھی نور کو انصاف دلانے کے لیے۔۔ اس کے بعد سے اس نے اپنی دوسری آئی ڈی بند کر دی تھی۔ اور دوبارہ سے گڑیا نامی آئی ڈی سٹارٹ کی تھی۔ اسے ہر اس شخص سے نفرت ہو گئی تھی جو بلاوجہ لڑکیوں کو ہراس کرتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کچھ لڑکیاں بھی ایسی ہوتیں ہیں جو جان بوجھ کر تنگ کرتیں ہیں۔ مگر اس کا ان سب سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ اس کا کام صرف نور اور نور جیسی لڑکیوں کو بچانا تھا۔ تاکہ وہ اپنا گلٹ دور کر سکے۔ وہ گلٹ جو اسے نور کی مدد نہ کر سکنے کا ہوا تھا۔ اسی دوران وہ کالج لیول پہ آگئی تھی۔ اسی بیچ اس کی ملاقات بلال نامی لڑکے سے ہوئی تھی۔ جو آہستہ آہستہ کسی اور جانب ہی جا رہی تھی۔ وہ اس سے بات نہ ءل کرنا

چاہتی تھی مگر پھر بھی کرتی تھی۔ اس کی باتوں کو یاد کر کے خود ہی ہنستی چلی جا رہی تھی۔ ایک بات تو وہ جان گئی تھی کہ وہ لڑکا اسے اپنا عادی کر رہا تھا۔ مگر پھر جیسے سب تبدیل ہو گیا۔ اس کی آئی ڈی اوپن نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے بہت کوشش کی مگر بے سود۔ پھر تین دن بعد اسے بلال کا میسج ملا تھا آئی ڈی کے آن ہونے کے بعد۔ جس میں اس نے اعتراف کیا تھا اپنے اصل نام۔۔۔ حسام جہانگیر ہونے کا۔۔۔ اس کے اصل نام جاننے کا۔۔۔ بنیش زبیر۔۔ وہ شاک میں تھی۔۔ کوئی اسے پہلی بار بے وقوف بنا گیا تھا۔ اور وہ بن بھی گئی۔ وہ بلیک میل نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اس سے ملنے چلی گئی۔ مگر جب اس نے اسی کی آواز اسے ریکارڈ کر کے بھیجی تو اس کے دل میں آئی ہمدردی فوراً ختم ہوئی تھی۔ اس نے خول چڑھا لیا تھا۔ جیسے وہ اسے دھوکہ دے رہا تھا بنیش نے بھی اسے دھوکہ دینے کا سوچا۔۔ مگر وہ اس سے چاہ کر بھی پیچھا نہیں چھڑا پائی تھی۔ بنیش کے پاس اس کی آڈیو اور ویڈیو دونوں آ چکی تھی مگر وہ اس سے بات کرنا نہیں چھوڑ پائی تھی۔ اسی دوران اس نے اسے ایک بار پھر ملنے کے لیے بلایا۔۔۔

"یہ ٹھیک ہے۔۔ اب سب کچھ ختم ہو جانا چاہیے۔ مجھے کسی کے ساتھ ایسے نہیں کرنا چاہیے۔۔ ٹھیک ہے کل ملتے ہیں مجھے بھی تم سے بات کرنی ہے۔۔"

فواد گھر آ چکا تھا۔ جتنا جلدی ہوتا وہ ان سب سے پیچھا چھڑا لے۔۔ یہ زیادہ اچھا ہے۔۔۔ لیکن اس نے مجھ سے بات کیا کرنی ہے۔۔ وہ سوچتی ہوئی شیشے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"اگر اس نے مجھ سے شادی۔۔۔۔ نہیں۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ کون کرتا ہے ایسے۔۔ کل تو جا کر اسے سب سچ سچ بتا دے۔۔ بس"

وہ خود سے عہد کرتی سو گئی تھی۔

"بلیو۔۔مجھے بلیو کلر پسند ہے۔۔تم وہ پہن کر آنا۔۔"

اسے یاد آیا جب وہ اس سے پہلی بار ملنے کے لیے گئی تھی تو اس نے بلیو کلر کی فرمائش کی تھی۔۔

"کیا یاد کریں گے حسام صاحب آج بلیو کلر پہن ہی لیتی ہوں۔ وہ خود سے بات کرتی مسکرائی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہے اسکی پسند کا کلر کیوں پہننا ہے؟ دوسرا رنگ پہنو۔ غلط فہمی میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ جیسے ہی شیشے کے سامنے آئی اس کے ضمیر نے اسے آواز دی تھی۔ وہ واپس کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے کپڑے تبدیل کر کے پھر سے اپنا جائزہ لیا تھا۔

"یہ کہاں جا رہی ہو؟ پتہ ہے نہ بھائی کی تاریخ رکھنے جانا ہے۔"

نسیمہ بیگم نے اسے بیچ راہ میں ٹوکا تھا۔

"جی جی امی۔ آپ کی بہو بیگم کے پاس ہی جا رہی ہوں۔"

وہ کہتی آگے بڑھنے لگی تو نسیمہ بیگم نے اسے پھر سے روکا۔

"تو اس کے پاس کیوں جا رہی ہو۔ میرے ساتھ جانا۔ چلو یہیں رکو کچھ سامان کو ہاتھ بھی لگا لیا کرو۔۔"

بینش نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"امی میری بات سنیں۔۔اس نے انہیں کندھے سے پکڑا تھا۔ اگر میں یہاں رہوں گی تو اس کی پسند لو کیسے جانوں گی۔۔اب اسے پسند ہے کیک۔ آپ نے مٹھائی کا ٹوکرا منگوا لیا ہے۔۔اسی طرح کافی چیزیں آپ نے کافی خراب جمع کیں ہیں۔۔میں پوچھ کر تسلی سے آپ کو بتا دوں گی۔۔"

ریحانہ بیگم نے اس کی بکواس پہ اسے گھورا تھا۔

"تم نہ زیادہ بولا نہ کرو۔۔مار کھاوگی کسی دن مجھ سے۔"

"ہوہوامی جانے دیں نہ۔۔۔صرف آدھا گھنٹہ۔۔پھر واپس۔۔سچ میں۔۔واپس۔۔"

اس نے گلے میں تقریبا جھولتے ہوئے کہا۔

"بینش۔۔بچے ایسا نہیں ہوتا۔۔۔تمہیں۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔پریشان نہیں ہونا۔۔۔میں جلدی آجاوں گی۔۔۔"

ریحانہ بیگم کو ڈھیلا پڑتے دیکھ وہ فوراسے رفو چکر ہوئی تھی۔وہ پیچھے سے آوازیں دیتی رہیں تھی مگر وہ جا چکی تھی۔

"کیا کروں اس لڑکی کا؟"

وہ خوش تھی بہت خوش۔۔نہ جانے کیوں؟وہ اس کا دیے گئے وقت سے پہلے پہنچ کر اسے سرپرائز کرنا چاہتی تھی۔اسی لیے پارک میں ایک جگہ جاکر بیٹھ گئی تھی۔پھر اس نے حسام کو وہاں آتے دیکھا اس کے ساتھ کوئی اور شخص بھی تھا۔اس کا چہرہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔اسے پرواہ بھی کیوں تھی۔وہ تو بس حسام کو مسکراتے دیکھ رہی تھی۔

"نہ کر بینش۔۔۔چل چھوڑ۔ہنستا ہوا اچھا لگتا ہے۔۔کیوٹ۔۔۔۔یہ کیا کر رہی ہوں میں؟۔۔ہوش میں آ۔۔"

وہ خود سے ہم کلام تھی۔

"یہ کون ہے جاتا کیوں نہیں ہے؟۔۔میں جاوں گی تو خود ہی چلا جائے گا۔"

وہ خود سے کہتی اس کی جانب بڑھ گئی جہاں حسام کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔

"نہیں یار۔کہاں ملی۔۔اگر مل گئی نہ تو چھوڑوں گا نہیں اسے میں۔۔"

"بلکل ایسا ہی کرنا۔"

حسام نے اس شخص سے کہا۔وہ شاید خود ہی جا رہا تھا۔وہ شخص جیسے ہی مڑا تھا۔ بینیش کے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔

وہ کوئی اور شخص نہیں وقاص تھا۔

"یہ حسام کے ساتھ۔۔۔"

"سن یار۔۔۔بھابھی کو میرا اسلام کہنا۔"

وقاص نے جاتے جاتے حسام سے کہا تھا۔ بینیش ایک اوٹ میں چھپ گئی تھی۔

"بینیش۔۔مل جاو مجھے بس ایک بار۔۔بس ایک بار۔۔تمہارا تو وہ حال کروں گا۔۔"

بینیش نے واضح طور پہ وقاص کی بڑبڑاہٹ سنی تھی۔

آیت سنا و صبر کی کوئی قرآن سے

ورنہ الجھ پڑوں گا میں سارے جہان سے

وہ شام آج تک میرے سینے پہ نقش ہے

اک شخص پھر گیا تھا جب اپنی زبان سے

"محبت کرتا ہوں آپ سے۔۔۔۔"

"میں نے محبت کی تھی اس سے بینیش۔۔۔"

"عزت کرتا ہوں آپ کی۔۔"

"ذلیل ہو گئی میں بینش۔۔ذلیل ہو گئی۔۔"

وہ لڑکھڑائی تھی۔

"سب وعدے جھوٹے تھے۔۔ سب کچھ فریب تھا۔ شروع سے آخر تک۔۔ وہ چلتی ہوئی پارک سے باہر آگئی تھی۔ میں پاگل تھی جو تمہاری باتوں میں آگئی۔۔ میں بینش زبیر۔۔۔ دھوکہ کھا گئی۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔ اس نے ہاتھ کے پوروں سے آنسوؤں کو چنا۔۔ میں نے کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ اسکے بہنے کی وجہ بنے۔۔ کسی کو بھی نہیں۔۔ میں تمہیں حسام کے لیے بھی بہنے نہیں دوں گی۔۔ سمجھے تم۔۔"

"کب سے آوازیں لگا رہا ہوں۔۔ کہاں جا رہی ہو؟"

حسام نے اس کے اچانک آگے آکر کہا تھا۔ وہ سچ میں ہانپ رہا تھا۔ بینش اسے انجان نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا۔۔ تم روئی ہو؟"

وہ پریشان ہوا تھا۔۔ وہ بس اسے دیکھے چلی جا رہی تھی۔

"بینش !تمہاری طبعیت ٹھیک ہے کیا ہوا ہے۔۔مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔"

"مجھے جانا۔۔ ضروری کام ہے۔۔"

اس نے بہ مشکل کہا تھا۔ آنسوؤں کی وجہ سے اس نے اٹک اٹک کر جملہ مکمل کیا تھا۔

"پر تم ایسے۔۔۔کیسے۔۔؟"

"میں نے کہا نہ۔۔۔مجھے جانا ہے۔"

وہ اسے نظر انداز کرتی وہاں سے چلی گئی۔

"دیا۔۔"

اس نے عاصم کے چلانے کی آواز سنی تھی مگر تب تک وہ چھری پھیر چکی تھی۔اس کی کلائی پہ صرف نشان پڑا تھا۔۔اس سے پہلے وہ دوسری بار ایسا کرتی عاصم نے پہنچ کر اس کے ہاتھ سے چھری کھینچی تھی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا کیا کر رہی ہو۔۔؟"

بس بہن تھی اس لیے کچھ نہیں کہ پایا۔اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔وہ روئے جا رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

نسیمہ بیگم نے کچن کے دروازے پہ کھڑے ہو کر پوچھا تھا۔دیا پل بھر کو خاموش ہوئی تھی۔عاصم نسیمہ بیگم کی جانب دیکھ رہا تھا۔انہیں سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہاں کیا ہوا ہوگا۔

"میرے کمرے میں آؤ دونوں۔۔"

وہ دونوں کو کہتی منظر سے ہٹ گئیں۔ٹھیک دس منٹ بعد وہ دونوں نسیمہ بیگم کے کمرے میں موجود تھے۔عاصم نے دیا کے ہاتھوں پہ پٹی کر دی تھی۔وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تم دونوں میں سے کون مجھے سچ سچ بتائے گا؟"

نسیمہ بیگم نے خاموشی کو توڑا تھا۔ عاصم خاموش تھا وہ کیا کہتا۔۔اسے تو خود کچھ معلوم نہیں تھا۔ جبکہ دیا خاموش بیٹھی تھی۔

"امی! میں نہیں جانتا۔۔دیا کچن میں تھی جب میں نے اسے دیکھا۔"

وہ اپنی بات کہ کر خاموش ہوا تھا۔ وہ پہلے والی غلطی اب نہیں دہرانا چاہتا تھا۔ دیا کا سر مزید جھک گیا تھا۔

"مگر اس سے پہلے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔اگر یہ کہوں کہ کچھ بتانا چاہتا ہوں تو بے جانہ ہوگا۔"

وہ کہ کر خاموش ہوا تھا۔

"بات جو کرنے کی ہو وہ کرو۔۔اگر اس بات کا دیا کی اس حرکت کے ساتھ کوئی لنک نہ ہو تو۔۔۔۔بہتر ہے مت کرو۔"

نسیمہ بیگم نے دیا کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"لنک ہے تب ہی بتانا چاہتا ہوں۔۔۔حسام کی وفات کے دو دن بعد مجھے عامر ملا تھا۔۔۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ حسام نے خودکشی کی ہے اور اس کے ساتھ ایک لڑکی موجود تھی۔۔۔بولو۔۔"

عاصم نے عامر سے غصے میں پوچھا تھا۔ جس کے جواب میں اس نے ریکارڈنگ سنائی تھی۔۔اس کی آخری فون کال۔۔

"کون ہے یہ لڑکی؟"

کچھ دیر بعد عاصم پوچھنے کے قابل ہوا تھا۔ اس کے بعد عامر نے عاصم کو شروع سے آخر تک سب کچھ بتا دیا تھا۔

"نام۔۔ گھر کا ایڈریس۔۔"

"گڑیا۔۔ نام۔ تھا۔۔ جہاں تک میں جانتا ہوں۔۔ اصل نام اس نے اگر کبھی بتایا ہو تو حسام کو بتایا ہو گا۔۔ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے اور نہ کبھی حسام نے مجھے اس بارے میں کچھ بتایا۔ گھر کا ایڈریس بھی نہیں معلوم۔۔۔"

"۔۔ کاش۔۔۔۔۔۔ یہ تم مجھے پہلے بتا دیتے۔۔"

اس کے بعد عاصم نے احتشام سے گڑیا نامی لڑکی کی پروفائل سرچ کروائی تھی۔ مسئلہ ایک تھا کہ اس نام سے کوئی ایک آئی ڈی ہو نہ۔۔ وہ تو ہزاروں کے قریب تھی۔ اس میں عامر نے مدد کروائی تھی۔

"یہی ہے۔۔ غور سے دیکھو اسے۔۔"

"مجھے اسے بھولنے کی کوئی ایک وجہ تو دو احتشام۔۔۔ یہ وہی لڑکی ہے۔۔"

عامر نے اسے تلاش کرنے میں اس کی مدد کر ہی دی تھی۔ اس کے دو دن بعد احتشام کی نظروں سے اس کی الوداعی پوسٹ گزری تھی۔ جو ابھی دس منٹ پہلے ڈالی گئی تھی۔ یہ وہ ہی جانتا تھا اسے ایک لڑکی کو تلاش کرنے میں کیا کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔ کون کون سے گروپ جوائن کرنے پڑے تھے۔ ہر پوسٹ کو سرچ کرنا۔۔۔ پھر جا کر اس کی محنت رنگ لائی تھی۔ وہ اپنی آئی ڈی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر رہی تھی۔ وہ سیدھا عاصم کے پاس گیا تھا۔

"کیوں؟ کیا شوق پورا ہو گیا۔۔۔ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے کا۔۔۔؟"

"لک مسٹر تمیز سے بات کریں۔ لڑکیوں سے کیسے بات کی جاتی ہے معلوم نہیں۔۔"

فوراسے جواب آیا تھا۔

"تمیز تو بہت ہے مگر تمہارے لیے نہیں۔۔حسام کو بھول گئیں یا یاد دلاوں۔۔۔"

"نہیں میں کسی حسام کو نہیں جانتی۔۔سمجھے تم۔۔"

"یہ تو میں تم سے مل کر ہی پوچھوں گا کہ حسام کون ہے؟۔۔۔یاد رکھو میرے بھائی کے قبر کی مٹی ابھی سوکھی نہیں ہے۔۔تم نے جو کیا ہے نہ اس کی قیمت تمیں جھکانی ہوگی۔۔"

"میں نہ کچھ نہیں کیا ہے۔۔اس لیے یہ فضول کے کمنٹ کرنا بند کردو۔ورنہ ہراسمنٹ کے جرم میں تمہیں اندر کروادوں گی۔۔"

اس کے بعد عاصم کی اس سے کوئی بات نہیں ہو پائی تھی۔

"احتشام۔۔۔موبائل کی لوکیشن فائنڈ کرواو۔۔مجھے جلد سے جلد اس سے ملنا ہے۔"

اگلے دن احتشام نے موبائل کی سرچ سے نہ صرف اس کا علاقہ معلوم کرلیا تھا بلکہ اس کا نام بھی۔

"سر یہ فون اور سم کسی فواد نامی شخص کے نام پہ رجسٹرڈ ہے۔مگر وہ اس کے یوز میں نہیں ہے۔یہ فون کسی لڑکی کے یوز میں ہے جو کہ اسی علاقے میں رہتی ہے۔۔نام رباب ہے۔جس وقت کل آپ کی بات ہوئی اس کی لوکیش رباب کے گھر کی ہی تھی۔رباب وہی لڑکی ہے جو حسام کے ایکسیڈنٹ کے وقت وہاں موجود ہوگی جیسا کہ حسام خود کہہ رہا ہے۔"

عاصم نے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

"تم جاسکتے ہو۔۔احتشام۔۔اور اس کے بارے میں امی کو خبر نہیں لگنی چاہیے۔۔کسی صورت بھی نہیں۔۔"

اس نے جاتے احتشام کو نصیحت کی تھی۔۔وہ اچھے سے جانتا تھا کہ احتشام نسیمہ بیگم کا اس سے زیادہ وفادار ہے۔اس کے بعد وہ خود رباب سے ملا تھا۔جب اسے کوئی بات بنتی نہیں دیکھائی دی وہ بذات خود فہیم سے ملا۔

کمرے میں خاموشی تھی۔۔تینوں نفوس خاموش تھے۔۔۔کوئی کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔دیا اور نسیمہ بیگم شاک میں تھیں۔انہیں تو یہی پتہ تھا کہ حسام کی موت ایکسیڈنٹ میں ہوئی تھی۔عاصم نے انہیں سب کچھ بتایا تھا سوائے اس کے کہ اس نے رباب سے شادی صرف اسی وجہ سے کی تھی۔اس نے رباب کو ان سب سے دور ہی رکھا تھا۔ہاں کچھ پہلی تھی جو اسے خود ہی سلجھانی تھی۔

"دیا۔۔تم یہ سب کیوں کر رہی تھی؟"

انہوں نے براہ راست دیا کو بلایا تھا۔وہ رو رہی تھی۔

"دیا۔۔کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔۔"

انہوں نے اپنی آواز کو تھوڑا اونچا کیا تھا۔اس نے کچھ جواب نہیں دیا تھا بس رو رہی تھی۔

"صحیح ہے میری اولاد صحیح ہے۔یا اللہ مجھے معاف کردے۔۔میں ان کی صحیح تربیت نہیں کرپائی۔یہ اتنے ناشکرے ہوں گے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھے۔انہوں نے اپنی آنکھوں کے آنسو پونچے تھے۔ان کے نزدیک نہ تو اپنی جان کی کوئی اہمیت ہے اور نہ کسی اور کی۔آج کل کی محبت میں اپنی

ماں کی محبت کو بھول جاتے ہیں۔ انہیں نہیں یاد رہتا کہ ان کی ماں بھی تو ہے جو صرف ان کے لیے زندہ ہے۔۔۔۔

"امی۔۔مجھے معاف کردیں۔۔۔امی۔۔معاف کردیں۔۔۔"

دیانے نسیمہ بیگم کے قدموں میں بیٹھ کران سے معافی مانگی تھی۔ جبکہ نسیمہ بیگم اس کا ہاتھ اپنے گھٹنوں سے ہٹا کر وہاں سے اٹھ کر بیڈ پہ لیٹ گئیں۔

"دونوں جاؤ یہاں سے۔۔اکیلا چھوڑدو مجھے۔۔"

مگران دونوں میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

"ویل یو میری میں۔۔قراۃالعین۔۔۔مائے بیلوڈ۔"

عینی کے ذہن میں پچھلے دنوں خود کو بیجھے جانے والے روز زیاد آئے تھے۔

"وہ۔۔۔بوکے۔۔۔کیا۔۔؟"

"ہاں۔۔میں نے بجھوائے تھے۔"

اس نے ویسے ہی بیٹھے ہوئے جواب دیا۔ عینی گھبرائی تھی۔

"مجھے۔۔جانا۔۔۔ہے۔۔"

وہ اسے کہتی واپس پلٹی تھی۔ منصور نے اسے روکنا چاہا مگر کچھ سوچتا خاموش ہوا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ اس نے ماریہ کو بھی نہیں تلاشہ تھا۔

"کیا تمہیں اب بھی لگتا ہے میرے سر فراڈ کر رہے ہیں؟"

جیری نے ماریہ سے پوچھا۔ ان دونوں نے اندر کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"تو پھر وہ لڑکی کون تھی؟"

وہ اب بھی شک کر رہی تھی۔

"جینیفر۔ ان کی دوست۔۔ اور اس کی خاص بات اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اپنے ہسبینڈ کے ساتھ کافی خوش ہے۔"

وہ اسکی معلومات میں اضافہ کرتا وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ ماریہ ایک لمبی سانس خارج کرتی عینی کے پیچھے گئی تھی۔

"عینی! کیوں بھاگ آئی وہاں سے۔۔ تو نے ایسا ہی تو چاہا تھا۔"

"پتہ نہیں۔۔"

وہ خود کو جواب دیتی گھر میں داخل ہوئی تھی۔

"میں کہیں نہیں جاوں گی اب۔۔"

"عینی۔۔ یو آر سو پریٹی۔۔"

وہ خود سے ہمکلام تھی جب اسے ایک شخص کی آواز پہ رک جانا پڑا تھا۔ اس نے بلیو ٹراوزر پہنا ہوا تھا جس پہ اس نے شرٹ پہننے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی تھی۔ ہاتھ میں بیئر کی بوتل لیے وہ کہتا اس کی جانب چلا آیا۔ عینی نے سر جھکا لیا تھا۔ شاید کوئی مہمان تھا۔۔ جو تمیز سے عاری تھا۔

اس نے وہاں سے نکلنا چاہا تو وہ اس کا ہاتھ روک کر رستہ روک چکا تھا۔ عینی نے گھبرا کر اسے دیکھا تھا۔

"یو آر ریلی پریٹی۔۔۔ عینی ڈارلنگ۔۔"

"خالہ۔۔۔"

وہ کہتا اس کے قریب ہوا تو عینی نے اسے دھکا دینے کے ساتھ ہی خالہ انیلہ کو آواز دی تھی۔ وہ فورا سے پیچھے ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟۔ کیوں چلا رہی ہو؟"

وہ بھاگ کر خالہ کے پیچھے چھپی تھی۔

"خالہ۔۔وہ۔۔یہ۔۔"

"مجھے سے ڈر گئی ہے مام۔۔۔"

وہ شخص اسی طرح سپ لیتا اس کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

"ایسے حلیے میں تو کوئی بھی ڈرے گا تم سے۔۔۔ جا کر شرٹ پہنو۔"

انہوں نے ڈیوڈ کو ڈانٹا تھا۔ پھر عینی کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"ارے عینی بیٹا! ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ڈیوڈ ہے میرا بیٹا اور۔۔ تمہارا ہونے والا شوہر۔۔۔"

عینی کی آنکھوں کے سامنے ایک پل کے لیے منصور احمد کا چہرہ آیا تھا پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جس کی نظروں سے ہی اسے الجھن ہو رہی تھی۔ اس کے اس طرح سے دیکھنے پہ ڈیوڈ نے اس کی جانب مسکراہٹ پاس کی تھی۔ اس کے بعد وہ چکرا کر نیچے گر گئی تھی۔

"رباب !اٹھو۔۔عاصم آیا ہے۔جلدی اٹھو۔"

رباب عافیہ کی آواز پہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"عاصم۔۔اتنی صبح۔۔کیوں؟"

"یہ تو تم بتاو نہ۔۔رات کو فون کر کے تم بلاتی ہوں۔اور بن کیسے رہی ہو؟"

عافیہ کے کہنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"میں نے سنا تھا تمہیں بات کرتے ہوئے۔۔اب اٹھو۔تنگ کر رہی ہوں تمہیں۔۔"

وہ مسکرا کر کہتی وہاں سے چلی گئی تھی۔وہ الگ سوچوں میں گھر گئی تھی۔

"یہ۔۔کیوں۔۔کوئی مسلہ۔۔۔انہیں سب کی خبر تو نہیں ہوئی۔۔۔۔یااللہ مدد کریں۔۔"

وہ خود سے کہتی جلدی سے اٹھ گئی تھی۔اگلے دس منٹ میں وہ کمرے کے دروازے پہ کھڑی تھی۔مگر باہر جانے کی ہمت۔۔۔وہ کہاں سے لائے۔۔اگلے دس منٹ وہ وہیں کھڑی رہی۔اس سے پہلے وہ واپس بھاگتی عافیہ بھابی نے اسے پکارا تھا۔عاصم اور فہیم بات کرتے کرتے رکے تھے۔

"رباب۔۔وہاں کیوں کھڑی ہو۔۔باہر آجاو۔"

بھابی اسے اچھے سے پھنسا چکی تھی۔مرتے کیا نہ کرتی وہ باہر آئی۔

"اسلام و علیکم!

اس نے سلام کیا تھا۔جواب عاصم اور فہیم دونوں نے دیا تھا۔وہ سر جھکائے بھی عاصم کی نظریں خود پہ محسوس کر سکتی تھی۔اسی لیے فورا سے کیچن میں غائب ہوئی تھی۔

"تمہیں لینے آیا ہے۔سچ میں اتنا چاہتا ہے تمہیں۔۔"

"بھابھی"

عافیہ اسے اور تنگ کرتی اس سے پہلے ہی رباب انہیں روک چکی تھی۔ کھانا اچھے ماحول میں کھایا گیا تھا۔ سب باتوں میں مصروف تھے مگر رباب صرف ہاں یا نہ کر رہی تھی۔ بھابھی نے اسے بہت تنگ کرنا چاہا مگر پھر عاصم کی موجودگی کی وجہ سے ارادہ ترک کر دیا۔ اس بار وہ اپنے بھائی کی دعاوں میں رخصت ہوئی تھی۔ گھر سے نکلنے تک وہ فہیم کا ہاتھ پکڑے آئی تھی۔ عاصم بھی ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔ مگر گھر سے نکلتے ہی ان کی نظر گاڑی سے اترتے فواد پہ پڑی تھی۔ سب کچھ جیسے تھم سا گیا تھا۔ اگر کسی نے حرکت کی تھی تو وہ عاصم تھا جس نے رباب کا ہاتھ پکڑ کر اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارا دیا تھا۔ وہ عاصم کی جانب دیکھتی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ فواد فہیم سے ملتا گاڑی میں اپنی جگہ سنبھال چکا تھا۔ فواد نے ایک نظر ان دونوں پہ ڈالی تھی پھر گھر کی جانب چل دیا تھا جہاں اس کی بہن اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جیسے وہ کل رات ہی گھر واپس لے آیا تھا۔

رباب کی شادی سے ایک مہینہ پہلے

"میں نے کہا تھا نہ۔۔۔ تم چھوڑوں گی تو مر جاوں گا۔۔ دیکھو جا رہا ہوں۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ رکو۔۔۔ نہیں۔۔ رکو۔۔۔ حسا۔۔۔۔"

وہ ہوش میں آئی تھی۔

"بینش! بچے ٹھیک ہو۔۔"

فواد اس کے قریب آیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر حسام کو تلاشنے کی کوشش کی مگر۔۔

"بینش۔۔۔ کیا ہوا ہے؟"

فواد نے اس کے چہرے کا رخ خود کی جانب کیا تھا۔

"وہ۔۔۔۔ وہ۔۔۔ کار۔۔۔ ایکسیڈنٹ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔ آدمی۔۔۔"

اس نے اٹک اٹک کر پوچھنے کی کوشش کی۔۔ فوادز کو لگا وہ شاید ڈر گئی ہے۔ اس لیے وہ اسے تسلی دینے لگا۔ اس نے اسے گلے لگایا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ سب ٹھیک ہے۔۔ کچھ نہیں ہوا۔۔۔ ادھر دیکھو میری طرف۔۔ سب ٹھیک ہے۔"

بینش مسکرائی تھی۔

"سب ٹھیک ہے۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔ زندہ ہے۔۔ ہیں نہ۔۔ زندہ ہے نہ۔۔"

"ہاں وہ زندہ ہے۔۔"

فواد بینش کی حالت دیکھ کر اسے سے جھوٹ بول گیا تھا۔

اسے ذرا سا بھی اندازہ نہیں تھا کہ بینش اتنا ڈر جائے گی۔

کچھ دیر بعد جب بینش کی حالت سنبھلی تو وہ اسے گھر لے آیا۔ گھر آ کر اسے پتہ چلا فہیم اور عافیہ کے گھر نئے آنے والے مہمان کی وفات ہو گئی ہے۔ وہ سب ان کے گھر چلے گئے۔ بینش نے حسام کو فون کرنا چاہا تو اسے اس کا فون ان ریچیبل ملا۔ وہ رباب کے ساتھ کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے رباب کو پہلے پانی لانے کا کہا مگر پھر خود ہی اٹھ گئی۔ اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ فواد کی موجودگی میں رباب

کبھی نہیں باہر جائے گی۔ مگر دروازے پر پہنچ کر اسے رک جانا پڑا کیونکہ فواد دوپہر میں ہونے والے ایکسیڈنٹ کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"جی بھائی! وہ اسی وقت مر گیا تھا۔ بینش بہت ڈر گئی تھی اس لیے مجھے اس سے جھوٹ بولنا پڑا۔"

"اللہ اس کے گھر والوں کو صبر دے۔"

ریحانہ بیگم کی آواز سنائی دی تھی۔ جبکہ بینش اپنی جگہ فریز ہو گئی تھی۔

تیرے بن ایسے اجڑے
اجڑے نہ کوئی رہا ایسے بچھڑے
بچھڑے تو یہ جان بھی نکلے
اکھڑے پھر سانس ہی اکھڑے
اکھڑے کہوں کس کو یہ دکھڑے
دکھڑے میری جان کے ٹکڑے
او ساری دنیا سے پیارے
ہم رو رو ہارے
ہاتھ چھوڑ کہ
سب چھوڑ کے
تو ہی میرا اپنا رے
تجھ کو یہ پتہ رے

www.urdunovelsmania.com

نہیں توڑتے۔۔ دل جوڑ کے

تیرے بن جی نہ پائیں گے

تو کیا جانے

تیرے بن مر جائیں گے

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے واپس آئی تھی۔ اس کے بعد سے وہ کبھی ہنسی نہیں تھی۔ رونا چاہتی تھی مگر رو نہیں سکتی تھی۔ چیخنا چاہتی تھی مگر چیخ نہیں سکتی تھی۔ پھر جب ایک دن رباب نے اس سے پوچھا تو وہ بتا گئی۔ کیسے نہ بتاتی۔ اگر اب بھی نہیں بتاتی تو گٹ گٹ کر خود ہی مر جاتی۔ وہ اسے دلاسہ دیتی کمرے سے چلی گئی۔

رباب نے فون آن کر کے پہلے حسام کو کال ملائی تھی۔ جب فون ریسیو نہیں ہوا تو اس نے ایف بی آئی ڈی آن کی تھی۔ اس کے پاس پاسوڈ نہیں تھا مگر ای۔ میل ایڈریس پہ بنائی گئی تھی۔ اس لیے رونگ پاسوڈ ڈائل کر کے اس نے نیو پاسوڈ حاصل کیا تھا۔ مگر اس کے آن ہونے کے بعد وہاں جو اس نے دیکھا کاش۔۔۔ کاش وہ نہ دیکھتی۔۔ وہاں نور کی ساری بات چیت وقاص نامی شخص کے ساتھ موجود تھی۔ ایک پل کو تو اسے یقین نہیں آیا کہ بینش۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے۔ اگر اسے سب کچھ معلوم ہی تھا تو اس نے سب کچھ روکا کیوں نہیں؟ کیوں نہیں ہمیں سب کچھ بتایا۔ ہم اس کی مدد ہی کرتے۔۔ اس کے بعد اس نے حسام اور اس کی بات چیت پڑھی تھی۔ پہلے اسے واقع ہی اس شخص سے ڈر لگا تھا جس نے اس کا اصل نام تک جان لیا تھا۔ اس شخص سے کی گئی باتوں میں رباب کو کہیں سے وہ شخص جھوٹ بولتا ہوا نہیں لگا۔ اس کے اندر بس اتنی سی ہی ہمت تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑتی

ایک جانب ہو کر بیٹھ گئی۔ مگر اس سے بھی اس کا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے اس نے پہلے حسام کے گھر کا ایڈریس لیا تھا جو اس نے کبھی اسے میسج میں سینڈ کیا تھا۔ وہ کراچی میں ہی رہتا تھا۔ بغیر کسی کو بتائے وہ صبح عینی کے ہمراہ اس کے گھر کو تلاشنے نکل گئی۔ عینی اس بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس کو دو دن پہلے کچھ لوگ دیکھنے آئے تھے وہ اسے پسند کر گئے تھے۔ مگر وہاں چوکیدار سے معلوم ہوا تھا کہ ان کے مالکوں کا چھوٹا بیٹا اس دنیا میں نہیں رہا۔

"کس کی بات ہو رہی ہے؟ کون حسام؟۔۔۔؟"

وہ خاموشی سے چل رہی تھی۔

"مجھے بتلاؤ گی کہ تم اس کی قبر پہ کیوں جا رہی ہو؟ آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟"

وہ تنگ آئی تھی۔

"میں ایک قدم آگے نہیں بڑھوں گی جب تک تم مجھے نہیں بتا دیتی سب کچھ۔۔"

وہ چلنے سے انکاری ہوئی تو رباب نے بے بس ہو کر اسے دیکھا۔

"بتا دوں گی سب کچھ۔۔ مگر ابھی صرف میرے ساتھ چلو۔۔ پلیز۔۔"

رباب کو بے بس دیکھ کر وہ اس کے ساتھ چل دی۔

"کون ہے یہ حسام جہانگیر؟"

اس کی قبر پہ پہنچ کر عینی نے ایک بار پھر پوچھا تھا مگر وہ فاتحہ پڑھ رہی تھی۔ وہ بھی چپ چاپ فاتحہ پڑھنے لگی۔ اس کے بعد اس نے عینی حسام کے متعلق ایک فرضی کہانی بتائی تھی۔ جس پہ وہ کافی حد

تک مان بھی گئی تھی۔ بھلا دوستیں بھی ایک دوسرے سے جھوٹ بولتی ہیں۔ وہ عینی کو گھر چھوڑتی سیدھا بینیش کے پاس آئی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ تم جانتی تھی نور کیا کر رہی ہے اور تم نے اسے روکا تک نہیں۔۔ بتاؤ مجھے بینیش جانتی تھی نہ تم۔۔ بولو!"

رباب نے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ اس وقت وہ غصے میں تھی۔

"ہاں۔۔ میں جانتی تھی۔۔۔ میں نے روکا۔۔۔"

"روکا۔۔ روکا ایسے جاتا ہے۔۔۔ تم نے ہم سب کو کیوں نہیں بتایا۔۔ کیوں نہیں بتایا کہ تم وقاص نامی شخص کو جانتی ہو۔۔۔ اور یہ کہ۔۔۔۔"

"میری بات سنو۔۔ رباب۔۔"

بینیش نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو اس نے فوراً سے چھوڑایا تھا۔

"نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔۔۔ جانتی ہو تم نے کیا کیا۔۔ سب کچھ جانتے بوجھتے تم نے تین تین زندگیاں برباد کر دیں۔۔۔ نور کی۔۔ حسام کی اور اپنی۔۔۔ بتاؤ رہ پاؤ گی اس گلٹ میں کہ تمہاری بے وقوفیوں کی وجہ سے دو لوگ زندگی سے چلے گئے۔۔۔ وہ مر گیا ہے بینیش۔۔ دیکھ کر آ رہی ہوں۔۔ اس کی قبر کو۔۔۔۔"

رباب نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ وہ تو کچھ کہنے کے قابل ہی کہاں رہی تھی۔

"میں۔۔۔ نے۔۔۔ نہیں۔۔۔ مارا۔۔۔۔"

بینیش نے اپنی صفائی دینی چاہی۔

"تم نے نہیں مارا۔۔۔ تم کیسے کہ سکتی ہو یہ۔۔۔ تمہارے سامنے عارف نے نور کو مار ڈالا۔۔ تم روک تک نہ سکیں۔۔۔ میں بے وقوف آج تک۔۔ آج تک یہ سوچتی رہی کہ صرف تم ہو جس نے دوستی کا حق ادا کیا۔۔۔ مگر نہیں میں غلط تھی۔۔ بینیش۔۔۔ تم نے تو مار ڈالا اسے۔۔"

"میں نے نہیں مارا۔۔"

بینیش چلائی تھی۔

"تم نے مارا ہے۔ رباب بھی چلائی تھی۔ نہ صرف نور کو بلکہ حسام کو بھی۔۔۔ تم جانتی تھی۔۔۔۔ اچھے سے جانتی تھی کہ تم اسے دھوکہ دے رہی ہو۔ یہی کہا تھا نہ اس دن تم نے مجھے۔۔۔ بولو۔۔ اور اب یہ ڈرامے۔۔۔ بند کرو۔۔ جاؤ اور جا کر اس کے گھر والوں سے معافی مانگو۔۔

"رباب۔۔ میری بات سنو۔۔۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر رباب اس کی بات کاٹ گئی تھی۔

"میری بات کان کھول کر سن لو۔۔ جب تک اس لڑکے کے گھر والے تمہیں معاف نہیں کر دیتے۔۔ مجھ سے بات نہیں کرنا تم۔۔"

"روبی۔۔۔۔ "اس کی آواز اسے کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"مر گئی روبی۔۔"

وہ کہ کر جا چکی تھی۔ اس کے بعد شام میں اس سے بینیش کے ایکسیڈنٹ کی خبر سنائی گئی تھی۔

"کیوں کر رہی تھی یہ سب دیا تم؟"

عاصم نے نسیمہ بیگم کے کمرے سے نکلنے کے بعد پوچھا تھا۔

"وہ۔۔مجھے غصہ آگیا۔۔اسے یقین نہیں بھائی۔۔اسے لگتا ہے میں جھوٹ کہہ رہی ہوں۔۔۔اس نے کہا۔۔کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا۔۔سب جی جاتے ہیں۔۔میں بس اسے دیکھانا چاہتی تھی کہ۔۔

"کہ تم مر سکتی ہو جیسے حسام مرا تھا۔ہاو سٹوپڈ بوتھ آف یو۔"

وہ اسے نظرانداز کرتا آگے بڑھا تھا۔دیا نے اسے خود سے آگے جاتا دیکھا تو پکارا۔

"بھائی۔۔"

وہ روکا مگر مڑا نہیں تھا۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے۔۔۔"

"تو کیا نہیں ہونا چاہیے۔۔"

اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

"مجھے زیادہ خوشی ہوتی جب تم مجھے آکر بتاتیں کہ تم فواد زبیر کو پسند کرتی ہو۔اس سے شادی کرنا چاہتی ہو۔اور یہ کہ اگر وہ تم سے شادی پہ راضی نہیں تو تمہارا بھائی ہے نہ۔۔وہ اسے راضی کرلیتا۔مگر تم بھی حسام کی طرح نکلیں جس کے نزدیک نہ تو بھائی کی محبت اہم تھی اور نہ ماں کی۔۔"

وہ اس سے کہتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔دیا نے نم آنکھوں سے اسے دور جاتے دیکھا۔

صبح بغیر ناشتہ کیے وہ رباب کو لینے اس کے گھر پہنچ گیا۔واپسی پہ اس نے فواد کو دیکھو۔اسے اندازہ لگانے میں کچھ دیر نہیں لگی کہ وہ ابھی تک رباب کو چاہتا تھا۔اس کی نظروں میں نہ جانے ایسا کیا تھا اس نے کچھ نہیں دیکھا اور سوچا اور چپ چاپ رباب کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے آیا۔اب وہ خود پریشان

تھا۔ پاس بیٹھے وجود کی جانب دیکھنے دے انکاری تھا مگر اتنا جانتا تھا کہ کن آنکھیوں سے وہ اسے ہی دیکھ رہی ہے۔

"آپ۔۔۔"

"تم۔۔۔"

وہ دونوں ایک ساتھ بولے تھے۔ پھر خود ہی خاموش ہو گئے تھے۔

"آپ کیا کہ رہے تھے؟"

رباب نے ہی پہل کی تھی۔ عاصم نے اس کی جانب ایک نظر دیکھا تھا۔

"میری بات اتنی اہم نہیں ہے۔ تم بولو کیا کہ رہی تھی؟"

اب وہ اسے کیسے بتاتا اس کے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں کہنے کو۔ اس لیے وہ اسی پہ بات ڈال کر خاموش ہوا تھا۔ ذہن میں ابھی تک فواد کی نظریں گھوم رہی تھیں۔

"وہ۔۔۔آپ۔۔۔اتنی۔۔۔جلدی۔۔۔لینے آ گئے۔۔ عاصم نے اس کی جانب دیکھا تھا۔ میں بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

اس کی نظروں سے ڈر کر اس نے جلدی جلدی بات مکمل کی تھی۔

"تو کیا تم یہاں فواد سے ملنے۔۔۔؟"

وہ صرف سوچ ہی سکا۔

"تو کب تک رہنا تھا تم نے یہاں؟"

اس نے غصے سے کہا۔ رباب اپنی جگہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

www.urdunovelsmania.com اردو ناولز مینیا

"میں نے ایسا بھی کیا پوچھ لیا ہے۔"

وہ خود سے ہم کلام تھی جبکہ عاصم بے دھیانی میں کار کی سپیڈ بڑھا چکا تھا۔

"امی! بنیش! بنیش کو ہوش آگیا ہے۔۔"

وہ بھاگتا ہوا ریحانہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اسے پتہ تھا وہ جاگ رہی ہوں گی۔ وہ اس وقت تسبیح میں مصروف تھیں جب فواد تقریبا بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے میرے مالک۔۔ تیرا شکر ہے۔۔"

انہوں نے تشکر آمیز لہجے میں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ وہ دونوں بے آواز رو رہے تھے۔

"جا۔۔ جا کر لے کر آ میرے گھر کی رونق کو۔۔۔ میرے نور کو لے کر۔۔ فواد۔۔ میری بنیش کو لے آ۔۔"

وہ روتے ہو فواد سے التجا کر گئی تھی۔

"میں لے آوں گا اسے۔۔ امی۔۔ آپ سنبھالیں خود کو۔۔۔ میں لے کر آتا ہوں خود۔۔"

وہ انہیں دلاسہ دیتا ہسپتال کی جانب گیا۔ رات کے اس پہر وہ رش ڈراوئنگ کرتا ہاسپٹل پہنچا۔ جیسے ہی دروازے کے قریب پہنچا اس کے قدم تھم گئے۔ اس نے اپنا سانس بحال کرتے ہوئے دروازہ کھولا تو وہ اسے سامنے ہی بیٹھی دیکھائی دی۔ دروازے کی آواز پہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ وہ وہیں رک گیا تھا۔ بہنوں کی مسکراہٹ بھائیوں کے لیے کیا معانی رکھتی ہے یہ کوئی فواد سے پوچھتا۔

"بھا۔۔۔ئی۔۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔ جیسے وہ خود اندر ہی پی گیا تھا۔ کتنے دن ہو گئے تھے اسے یہ نام اپنے لیے سنے ہوئے۔ وہ خود کو کمپوز کرتا اس کے قریب آیا۔

"بینش!"

اس نے قریب آتے ہوئے اسے پکارا۔

"بھائی! میں ٹھیک ہوں اب۔۔"

وہ کہنے کے ساتھ مسکرائی۔

فواد نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔

"کتنا انتظار کروایا تم نے مجھے۔ بینش۔۔۔۔"

"میں نے۔۔زیادہ دیر تو۔۔ نہیں کردی۔۔۔نہ بھائی۔۔"

"نہیں۔۔تم نے دیر نہیں کی۔۔"

وہ مسکراتا ہوا اس سے علیحدہ ہوا۔ کچھ پروسیس کے بعد ڈاکٹرز نے بینش کو گھر لے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ ایک پل بھی اپنی بہن کو یہاں رہنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لیے تہجد کی آذان ہو رہی تھی جب وہ اسے گھر لے آیا تھا۔ ریحانہ بیگم کتنی دیر اسے گلے لگا کر روتی رہی۔ بینش کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس کے پیچھے اس کی ماں چلنے پھرنے سے قاصر ہو جائے گی۔

"بس کریں۔۔ریحانہ بیگم۔۔رونے میں تو گنگا جمنا سے مقابلہ کرنا شروع ہو جاتیں ہیں۔"

وہ ان کا موڈ بحال کرتی پیچھے ہٹی تھی۔ جبکہ ریحانہ بیگم نے ایک تھپڑ بازو پہ لگایا تھا۔

"نہیں سدھروں گی۔۔"

وہ ہنستی ہوئی اسے پھر سے گلے لگا گئی تھی۔۔بیٹیاں ماں کی ہی ہوتیں ہیں۔ یہ ماوں کی طاقت بھی بنتی ہیں اور کمزوری بھی۔ وہ جان گئیں تھیں ان کی طاقت اور ہمت بینیش کے ہونے سے ہے۔ وہ جو خود کو بے کار تصور کر رہی تھیں۔ بینیش نے آکر ان میں نئ زندگی پھونک دی تھی۔ انہوں نے بینیش کو وضو کروانے کا کہا تھا۔ انہیں رب تعالی کا شکر ادا کرنا تھا۔ اس رات وہ تینوں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے تھے۔ فواد اور ریحانہ بیگم بینیش کے ہوش میں آنے کا شکر ادا کرنے کے لیے جبکہ بینیش حسام کو یاد کرتے ہوئے۔ اسے اب خود پہ کنٹرول کرنا آگیا تھا۔ اب خود تک پہنچنے کی اجازت اس نے اب کسی کو بھی نہیں دینی تھی۔ صبح ناشتے کے لیے اس نے ہی فواد کو سب کچھ لکھ کر دیا تھا۔ یہ صحیح تھا کہ ریحانہ بیگم نے اسے گھرداری سب سیکھائی تھی مگر وہ کبھی نہیں کرتی تھی۔ فواد خوش تھا بہت خوش مگر اس کی خوشی اداسی میں بدل گئی جب اس نے گاڑی میں عاصم کے ساتھ رباب کو دیکھا تھا۔ دیکھ تو وہ بھی چکی تھی مگر اسے نظرانداز کر گئی۔

"چلیں جلدی سے سب ناشتہ کرلیں۔مجھے پھر بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"کیا کام کرنے ہیں۔ سکون سے بیٹھ جاو۔ ابھی کل ہی اٹھی ہو پھر سے پھرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔"

ریحانہ بیگم نے اسے ٹوکا تھا۔

"کیا باتیں ہو رہیں ہیں؟"

فواد نے ٹیبل سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں امی کہ رہی ہیں بس اب جلدی سے جلدی رباب کو گھر لے آئیں گی۔۔ وہ کیا ہے نہ میری وجہ سے کافی لیٹ ہو گئی ہے۔"

بینش نے فواد کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ جبکہ دونوں وجود خاموش ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک دوجے کی جانب دیکھا۔

"ارے کیا ہوا؟ اتنے سیریس کیوں ہو گئے ہیں۔ مزاق کر رہی ہوں۔"

اس نے سب کی پلیٹ ان کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے۔۔ حد ہوتی ہے نہ۔۔ مجھ سے ملنے بھی نہیں آئیں ہیں یہ دونوں بدتمیزیں۔ ناشتہ کرتے ہی ان دونوں کی خبر لوں گی میں۔۔"

اس نے خود سے کہا مگر آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ وہ دونوں سن سکتے تھے۔ اس نے اپنی باتوں میں دھیان ہی نہیں دیا کہ وہ دونوں خاموش تھے۔

"رباب کی شادی ہو چکی ہے اور عینی کو اس کی خالہ اپنے ساتھ ملک سے باہر لے جا چکی ہے۔ اب اس کے بعد کوئی سوال نہیں پوچھنا۔۔ فواد کھانا کھاؤ تمہیں دیر ہو جائے گی۔"

ریحانہ بیگم نے بینش کی چلتی زبان کو بریک لگایا تھا۔ اور فواد کو ناشتہ کرنے کا کہا جو وہاں سے اٹھنے کی تیاریوں میں لگ رہا تھا۔

"تو یہ سب سچ تھا۔۔۔ تم آئیں تھی اس دن مجھ سے ملنے۔۔۔ یہ کیا کیا رباب تم نے۔۔۔ کیا کر دیا خود کے ساتھ۔۔"

اس کا دل اچاٹ ہوا تھا۔

"کھانا کھاؤ بینش۔۔۔ کسی کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑتے۔ ہم یہ سب دو مہینے سے جھیل رہے ہیں۔ تمہارا تو ابھی پہلا دن ہے۔"

انہوں نے دونوں کی پلیٹ میں آملیٹ ڈالا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ تینوں نے ایک دوسرے کے لیے کھانے کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"تم اس گامڑ سے شادی کر رہی ہو؟"

"کیوں؟ کیا برائی ہے اس میں؟

ماریہ کے اعتراض اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"او بہن آنکھیں کھولو۔ اچھائی کیا ہے اس میں۔۔ نہ شکل ہے نہ عقل ہے۔۔ لوفر ہے پورا لوفر۔"

"بس کردو۔ تمہیں سب میں خامیاں نظر آتیں ہیں۔ خالہ کی پسند ہے میں انکار نہیں کر سکتی۔ اور نہ کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے جیسے زور دیتے ہوئے کہا۔ وہ اچھے سے سمجھ سکتی تھی ماریہ کیا کہنا چاہتی تھی۔

"تو منصور کا کیا۔ اس نے جو جو تمہارے لیے کیا اس کا کیا۔ بتاؤ۔"

عینی پل بھر کو خاموش ہوئی تھی۔

"میں اس کے لیے اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں مگر اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

"یہ سب کہا ہے اس نے؟"

جیری نے دوبارہ پوچھا۔ وہ اس وقت ایک ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔

"کیا میں اب تک کسی اور زبان میں بول رہی تھی۔"

"کیا؟"

ماریہ پھر سے اردو میں بولی تھی اس لیے جیری کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"اب کیا کریں؟ کیا کروں اس کا۔ مان ہی نہیں رہی ہے۔ جو مسلہ ہے وہ بھی نہیں بتاتی۔"

وہ ٹیبل پر ہی سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔ جیری نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو۔ اٹھو سب دیکھ رہے ہیں۔"

جیری نے اسے سمجھانا چاہا۔

"کون دیکھ رہا ہے۔ تماشا لگا ہوا ہے کیا یہاں؟"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں اٹھی تھی۔ جیری اس کے پاس سے اٹھا تھا۔ جیسے اسے جانتا ہی نہیں ہے۔ اس نے بل پے کرنے کے ساتھ ہی باہر کی راہ لی تھی۔

"رکو تم۔۔ کدھر جا رہے ہو؟"

وہ اسے آواز دیتی پیچھے آ رہی تھی جبکہ جیری کا انداز سراسر جان چھڑانے والا تھا۔

"شی از ٹوٹلی میڈ۔"

تیرے بن ایسے اجڑے

اجڑے نہ کوئی رہا ایسے بچھڑے

بچھڑے تو یہ جان بھی نکلے

اکھڑے پھر سانس ہی اکھڑے

اکھڑے کہوں کس کو یہ دکھڑے

دکھڑے میری جان کے ٹکڑے

او ساری دنیا سے پیارے

ہم رو رو ہارے

ہاتھ چھوڑ کہ

سب چھوڑ کے

تو ہی میرا اپنا رے

تجھ کو یہ پتہ رے

نہیں توڑتے۔۔دل جوڑ کے

تیرے بن جی نہ پائیں گے

تو کیا جانے

تیرے بن مر جائیں گے

"امی انتظار کر رہی ہیں تمہارا۔۔۔جاو جا کر مل لو۔"

عاصم نے اسے گھر سے باہر اتارا تھا۔

"آپ۔۔نہیں آئیں گے اندر۔۔۔"

اس نے شیشے سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ عاصم نے اس کی جانب ایک نظر ڈالی۔ بلیک چادر سے اس نے اپنے چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ عاصم کو خود کی جانب دیکھتا پا کر وہ کنفیوز ہوتی نظریں نہ صرف جھکا گئ بلکہ سیدھی کھڑی بھی ہوگئی۔

"رباب!"

وہ جو جلدی سے اندر پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کی پکار پہ فوراً رکی تھی۔

"شام میں تیار رہنا۔"

عاصم کی بات پہ وہ فوراً مڑی تھی۔ وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"مجھے کسی بھی کام میں دیر کرنا پسند نہیں۔ سو بی کیئر فل۔"

وہ اسے حیران کرتا گاڑی آگے بڑھا گیا۔ وہ اپنی جگہ فریز ہوئی تھی۔

"اب کیا کر دیا میں نے۔۔۔۔کیوں لے کر جانا ہے مجھے۔۔۔۔"

وہ خود سے ہمکلام ہوتی اندر کی جانب مڑ گئی۔

"بھابھی!"

رباب نے گھر میں آکر سیدھے نسیمہ بیگم کے کمرے کی راہ لی تھی۔ کمرے سے نکلتی دیا نے اسے دیکھا۔ وہ رو رہی تھی۔ رباب کو وہاں دیکھتے ہی وہ اس کے گلے ملی۔ رباب پریشان ہوئی۔

"کیا ہوا ہے دیا؟۔۔۔تم۔۔تم کیوں رو۔۔۔رہی ہو؟"

رباب نے اس کو چپ کرواتے ہوئے کہا۔

www.urdunovelsmania.com

"امی۔۔امی۔ ٹھیک ہیں"

کسی انجانے سے خدشے کے تحت اس نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔ ٹھیک ہیں۔۔۔ بس مجھ سے بات نہیں کر رہیں۔۔"

دیا کہنے کے ساتھ ہی رو پڑی تھی۔

"بات نہیں کر رہیں۔۔۔۔ مگر کیوں؟"

وہ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ادھر آو۔ ادھر بیٹھو۔"

اس نے دیا کو اپنے ساتھ لے جا کر ہال میں موجود صوفے پر بیٹھایا تھا۔

"پر سکون ہو جاو۔۔۔ ادھر دیکھو۔ اگر امی ناراض ہوئیں ہیں تو تم منا لو انہیں۔ مائیں بیٹیوں سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتیں۔"

رباب نے سمجھایا۔

"نہیں۔۔ وہ نہیں۔۔ مان رہیں۔۔۔ میں نے غلطی کر دی۔۔۔ وہ بات نہیں کر رہیں۔۔۔"

وہ پھر سے رو دی تھی۔

"مگر کیوں؟ تم کوشش تو کرو۔۔۔۔"

"میں نے۔۔۔۔ اپنی۔۔۔ جان۔۔۔ لینے کی۔۔۔ کوشش۔۔ کی۔"

رباب کی بات کو کاٹتے ہوئے دیا نے بات کی۔ رباب دو پل تو کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہی۔۔ اس کے ذہن میں حسام گھوم گیا۔

"دیا۔۔۔"

"میں غصے میں تھی۔۔۔بھابھی۔۔۔غلطی ہوگئی۔۔۔"

دیا پھر سے رو دی تھی۔

"آپ بات کریں۔۔۔امی سے۔۔۔انہیں کہیں سزا دیں لیں۔۔۔ناراض نہ ہوں۔۔۔۔پلیز"

دیا اس سے کہ رہی تھی مگر وہ اس کی سن کہاں رہی تھی۔اس کے ذہن تو کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔

"فہیم !فہیم !"

عافیہ نے کیچن سے آوزدی تھی۔ مگر جواب ندارد۔اس نے باہر جھانکا تو وہ اخبار پکڑے بیٹھے تھے۔

"فہیم !آپ مسکرا رہے ہیں؟"

وہ قریب آئیں تو وہ خود بیٹھے بیٹھے ہی مسکرا رہے تھے۔

"ہممم۔ہاں"

وہ کھل کر مسکرائے تھے۔

"کیا بات ہے؟ اپنی خوشی میں مجھے بھی تو شامل کریں۔"

عافیہ بھی مسکراتی ہوئی بیٹھ گئیں۔

"بالکل۔تم سے ہی تو میری خوشی دوگنا بڑھ جاتی ہے۔وہ دونوں مسکرائے۔میں عاصم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اس نے میری گڑیا کو واقع ہی بہت خوش رکھا ہوا ہے۔کتنی خوش تھی وہ۔۔میری نظروں کے سامنے سے اس کا مسکراتا چہرہ جا نہیں رہا تھا۔"

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ مگر اس کی یہ خوشی آپ کی وجہ سے بھی تھی۔ وہ آپ کو دیکھ کر دیکھا نہیں کیسے بھاگتی ہوئی آئی تھی۔ بلکل بچوں کے جیسے۔۔"

وہ خود بھی مسکرا دی تھی۔

"اللہ اسے ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ آمین!"

ان دونوں نے بیک وقت آمین کہا تھا۔

"آپ عاصم اور رباب سے ناراض تو نہیں اب۔۔؟"

عافیہ نے ہوچھا۔ فہیم ہلکے سے مسکرایا تھا۔

"میری گڑیا خوش ہے۔۔ تو میں کیوں ناراض ہوں گا۔۔۔ اس کی خوشی میں میری خوشی۔۔۔"

تبھی دروازہ ناک ہوا تھا۔

"کون آیا ہوگا؟"

"خالہ ہوں گی میں نے انہیں بلایا تھا۔ میں دیکھتی ہوں۔"

عافیہ کہتی اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔ کچھ دیر تک جب کوئی ہلچل سنائی نہیں دی تو وہ خود اٹھ کر دروازے کی جانب چلے آئے۔

"کون ہے عافیہ؟"

عافیہ دروازہ کھولے کھڑی تھی۔ فہیم کی آواز پہ پیچھے مڑیں تو فہیم کی نظر اس کے بالکل پیچھے کھڑی بینش پہ پڑی۔

"اسلام و علیکم فہیم بھائی!"

وہ ہنستی مسکراتی دروازے میں کھڑی ہاتھ ہلا کر انہیں سلام کر رہی تھی۔ جبکہ وہ دونوں ابھی تک ایک دوجے کو دیکھ رہے تھے۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

اسے چادر لپیٹے دیکھ ریحانہ بیگم نے ٹوکا تھا۔ بینش نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔

"آپ کو معلوم تو ہے؟"

وہ کہتی ریحانہ بیگم کے قریب آئی۔

"نہیں۔۔مجھے نہیں معلوم۔۔کہاں جا رہی ہو تم؟"

"فہیم بھائی کی طرف۔"

"کیوں؟"

"ملنے"

"کس حق سے۔۔"

"آپ کے بیٹے ہونے کے حق سے۔۔میرے بھائی کے حق سے۔۔"

"نہیں ہے وہ میرا بیٹا۔۔۔نہیں ہے تمہارا بھائی۔۔۔اور تم وہاں نہیں جاوگی۔ماں چل نہیں سکتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم جہاں مرضی منہ اٹھائے چلی جاو۔"

"امی!ایسا کب سے ہوا بھلا۔وہ تو ہمیشہ سے میرے بھائی رہے ہیں۔۔اور آپ کے بیٹے۔۔پھر آپ کیسے۔۔؟"

"تمہارے اس بھائی نے شادی سے ٹھیک ایک ہفتہ پہلے یہ کہ کر شادی توڑ دی کہ اس کی بہن یہاں شادی کے لیے راضی نہیں۔۔۔ جانتی ہو وہ وقت کیا تھا۔ تم ہاسپٹل میں پڑیں تھی۔ میں ٹانگوں سے معذور تھی اگر اس وقت ہمیں کسی سہارے کی ضرورت تھی تو وہ صرف رباب تھی۔۔۔ مگر کیا کیا فہیم نے۔۔ اسی دن اسی وقت اسے کسی اور کے ساتھ رخصت کر دیا۔۔۔ کیا ہماری کوئی عزت نہیں تھی۔ ہماری پریشانی ان کی پریشانی نہیں تھی۔۔ نہیں تھی ان کی پریشانی۔۔۔ اور اب تم میرا خون خشک نہ کرو۔ جاو اور جا کر یہ چادر رکھو۔ کہیں نہیں جا رہیں تم۔"۔

ان کی باتوں کے جواب میں وہ بس خاموشی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"امی! انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا۔"

"اتنی دیر خاموش رہنے کے بعد بھی بولیں تو کیا۔ اس سے تو بہتر تھا تم خاموش ہی رہتیں۔"

"امی! میں سچ کہ رہیں ہوں۔ وہ حق بجانب تھے۔ اگر میں اس وقت ہوش میں ہوتی تو شاید الگ بات ہوتی۔۔۔ مگر میری بے ہوشی کی وجہ سے سب ہوا۔۔"

"کیا بولے کا رہی ہو؟ تم کہیں نہیں جاوگی بس"

"امی! آپ ایسی باتیں مت کریں۔ تھوک دیں غصہ۔۔ اچھا ٹھیک ہے وہ آکر آپ سے بات کریں تو کیا آپ ان سے بات نہیں کریں گی۔۔ بولیں۔۔"

وہ پل بھر کو خاموش ہوئیں تھی۔ اتنا تو وہ بھی اپنی ماں کو جانتی تھی کہ زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہتیں۔ اگر رہتیں بھی ہیں تو بینیش جانتی ہے انہیں کس طرح منانا ہے۔

"چپ چاپ چادر واپس رکھو۔"

"امی میں نے جانا تو ہے۔ آرام سے اجازت دے دیں مجھے ورنہ۔۔"

"۔۔ورنہ کیا"

ریحانہ بیگم بولیں۔

"ورنہ کیا کچھ بھی نہیں۔ آپ کے سونے کے بعد چلی جاوگی۔"

وہ مزے سے کہتی چادر اتار گئی۔ جبکہ ریحانہ بیگم مسکرادی تھیں۔ مگر اس سے چھپا گئیں۔ کتنے دنوں بعد انہیں اپنی بیٹی کے نخرے سننے کو ملیے تھے۔ انہوں نے ایک نظر سامنے منہ پھلائے بیٹھی بیٹی پہ ڈالی۔

"یااللہ اسے ہمیشہ خوشحال اور صحت مند رکھنا۔"

انہوں نے بینیش کو دعا دی۔

"ماریہ کہاں لے آئی ہو مجھے؟"

"اسے پارک کہتے ہیں۔"

ماریہ نے تصیحیح کی۔

"وہ میں جانتی ہوں۔۔ مگر کیوں۔۔ خالہ انتظار کررہی ہوں گی۔"

"چپ کرجاو۔۔ خالہ کی چمچی۔ بیٹھو چپ چاپ ادھر۔"

وہ اسے بینچ پہ بیٹھاتی خود کھڑی ہوئی۔

"جب تک میں واپس نہیں آتی تم نے ہلنا نہیں یہاں سے۔۔۔"

وہ اسے وارن کرتی چلی گئی۔ اسے انتظار کرتح کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اچانک کوئی اس کے ساتھ آکر بیٹھا تھا۔ وہ خوشبو میں رچا بسا انسان جیسے اس کے لیے ہی تو بنا تھا۔ وہ اسے بے دھیانی میں دیکھے ہی گئی جیسے وہ اس کے لیے ہی تو بنا تھا۔ منصور اس کے اس طرح دیکھنے پہ مسکرایا۔

"دیکھو ذرا۔۔کیسے دیکھ رہی ہے اور کہتی ہے کہ کوئی فیلنگ نہیں ہے۔ جھوٹی کہیں کی۔"

"تم یہاں کیوں چھپ کر کھڑی ہو۔؟"

"یا اللہ!"

وہ جیری کی آواز پہ ڈر کر اچھلی تو اس کا سر جیری کی چن پہ لگا تھا۔ وہ اپنی چن مسلتا پیچھے ہوا۔

"ریڈیکولس۔۔۔"

تم خود ریڈیکولس۔۔۔ تم سے کسنے کہا کہ ایسے جھک کر ڈرایا بھی جاتا ہے۔"

وہ اپنا سر مسلتی اسی پہ چڑھ دوڑی۔ جیری نے اسے افسوس نظروں سے دیکھا۔ تب ہی اس کی نظر منصور پہ پڑی جو اسے وہاں سے چلے جانے کا اشارا کر رہا تھا۔

"چلو یہاں سے۔۔"

"کیوں؟ مجھے رکنا ہے۔۔ان کی باتیں سننی ہیں۔"

وہ اپنا سر مسلنا چھوڑ کر واپس ان دونوں کی جانب مڑ گئی تھی۔ عینی اس کے پاس سے اٹھ کر جانے لگی تو منصور نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"اووووو۔ سو رومینٹک!"

اس کے بعد اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ جیری اس کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے

اسے وہاں سے

تقریباً اسے گھسیٹنے والے انداز میں وہاں سے لے جا رہا تھا۔ جبکہ وہ مسلسل خود کو چھڑانے میں لگی تھی۔

"چھوڑو مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو۔۔ چھوڑو۔۔"

"تمہیں کسی نے بتلایا نہیں دوسروں کی پراویسی میں دخل نہیں دیتے۔۔ چپ رہو اب تم۔"

جیری نے اس کی کسی بھی چیخ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

"امی! کیا میں۔۔۔ اندر آ جاؤں۔!"

رباب نے دروازے کو ناک کرنے کے بعد باہر سے ہی کھڑے ہو کر پوچھا۔ مگر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ ناک کیا۔ پھر جواب ندارد۔

"امی! میں اندر آ رہی ہوں۔ آپ کی اجازت کے بغیر۔"

اس نے کہنے کے ساتھ ہی دروازہ کھولا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ نسیمہ بیگم کمرے کی ایک جانب جائے نماز بچھائے بیٹھی تھیں۔ رباب چپ چاپ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ ان کی سسکیوں کی آواز آہستہ آہستہ تیز ہونے پر رباب نے سر جھکا لیا مگر وہاں سے اٹھی نہیں۔ وہ دعا مانگ رہی تھی مگر لب خاموش تھے۔ ان کی گھٹی گھٹی سسکیوں پہ رباب نے بھی اپنے ہاتھ اٹھائے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ بے آواز دعا میں شریک تھی۔

"یہ کیا کیا بینیش۔۔ یہ کیا کیا تم نے۔۔ تم سب جانتی تھی۔ سب کچھ جانتی تھی۔ پھر بھی تم نے ہو جانے دیا۔ کیوں۔ کیوں نہیں روکا تم نے۔ تمہاری وجہ سے دو دو زندگیاں برباد ہوئیں۔ دو لوگ مر گئے۔۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔

"وہ مر گیا روبی۔۔ وہ مر گیا۔ اس نے کہا تھا مر جائے گا وہ مر گیا۔۔"

اس نے ہچکی لی تھی۔

"رباب! وہ بینیش۔۔۔ بینیش کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔۔۔ اس کی زندگی کی۔۔۔ امید۔۔۔"

"بھابھی!"

وہ روئی تھی۔ اس وقت اپنی دوست کے لیے روئی تھی۔ اس وقت کمرے میں دو لوگوں کی ہچکیاں گونج رہیں تھیں۔ ایک جانتی تھی دونوں کے دکھ کی وجہ جبکہ دوسری نہیں جانتی تھی کہ اس کے دکھ کی وجہ کون ہے؟

"فہیم بھائی! لگتا ہے آپ لوگوں کو مجھے دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی۔"

بینیش نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ وہ تینوں اس وقت اس گھر کے چھوٹے سے برآمدے میں لگیں کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ وہ دراصل۔۔ مجھے۔۔۔ میرا مطلب ہے ہمیں۔۔ یقین نہیں آرہا کہ تم۔۔ ٹھیک ہوگئی ہو۔"

عافیہ نے فہیم اور اس کی جانب دیکھتے ہوئے بات سنبھالی تھی۔ فہیم خاموش تھا۔

"بھابھی! مجھے چائے پلائیں گی۔"

اس نے فہیم کی جانب دیکھتے ہوئے عافیہ سے کہا۔ عافیہ اس کی چائے کا مطلب سمجھتے ہوئے وہاں سے اٹھ تو گئی مگر دھیان انہی کی باتوں پہ تھا۔ عافیہ کے جانے کے بعد بھی طویل خاموشی تھی۔

"بھائی! بینیش اتنی بھی معصوم نہیں جتنی آپ اسے سمجھ رہے ہیں۔"

"فہیم نے اسے دیکھا۔

"وہ بہت چالاک ہے۔ رویوں سے اندازہ ہو جاتا ہے اسے کہ کون کیا سوچ رہا ہے۔"

وہ کہہ کر خاموش ہوئی تھی۔

"بینیش!"

فہیم نے اسے پکارا۔

"فہیم۔۔۔بھائی۔۔۔جانتے ہیں میں نے یہ آپ کو کب کہنا شروع کیا تھا؟"

اس نے ذہن پہ جیسے زور ڈالا۔

"ہاں یاد آیا۔۔ جب رباب نے آپ کے لیے بھائی کا لفظ استعمال کیا تھا۔ حالانکہ میرا بھائی تھا مگر مجھے آپ کو بھائی کہنا زیادہ پسند آیا تھا۔ لیکن میرے کہنے اور رباب کے کہنے میں فرق تھا۔"

وہ دونوں جیسے اپنے بچپن میں پہنچے ہوئے تھے۔

"رباب جب بھی آپ کو بھائی کہتی۔ آپ کی آنکھوں میں ایک خوشی جھلکتی تھی۔ آپ کی آنکھیں چمک اٹھتیں۔ میرے کہنے پر بھی آپ خوش ہوتے مگر وہ چمک نہیں ہوتی تھی۔"

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

وہ جیسے اداس ہوئی۔

"اس کی وجہ مجھے آج سمجھ میں آئی ہے۔ وہ آہ کی سگی بہن ہے اور میں۔۔۔"

"بینش! خبردار جو ایک لفظ منہ سے نکالا ہو۔ جو منہ میں آئے بولتی چلی جاتی ہو۔"

اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتی فہیم نے اسے ڈانٹ کر چپ کروایا تھا۔ وہ سر جھکا گئی۔ فہیم اٹھ کر اس کے پاس بیٹھا تھا۔

"میں نے سب سنا تھا اس دن بھائی۔۔۔ میں سن سکتی تھی۔۔"

بینش نے اپنے آنسو اندر دھکیلتے ہوئے فہیم کی جانب دیکھا۔

"آپ۔۔ بھابھی۔۔ دونوں آئے تھے۔۔ مجھ سے ملنے۔ آپ نے جو کہا۔۔ میں نے سب سنا بھائی۔۔ بتاؤ بھلا کوئی بہن بھی اپنے بھائی سے ناراض ہوتی ہے۔"

اس نے فہیم کے دونوں ہاتھوں کو ہاتھ میں لیا۔

"میں کیوں ہونگی آپ سے ناراض۔ آپ نے جو کیا سب ٹھیک کیا۔ آپ نہیں چاہتے کہ رباب کے شادی اس کی مرضی کے خلاف ہو تو۔۔۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔"

اس نے فہیم کے ہاتھوں پہ سر رکھ لیا۔ عافیہ نے پر سکون ہو کر دیوار کو تھاما تھا۔ انہیں اچھے سے یاد ہے جب وہ اس سے ملنے وہاں گئے تھے۔ فواد نے انہیں صاف صاف ریحانہ بیگم کی ناپسندیدگی کے بارے میں بتلا دیا تھا۔ ریحانہ بیگم نے انہیں اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا تھا۔ اس لیے وہ زیادہ دیر وہاں نہیں رکے۔ فہیم نے بہت چاہا کے وہ ان سب سے ملیں مگر ریحانہ بیگم کے احترام کی خاطر وہ باز رہے۔

"اگر مجھے خود پہ اختیار ہوتا تو۔۔۔میں اسی وقت اٹھ جاتی۔۔میں نہیں اٹھ سکی۔۔نہ اس وقت جب آپ ملنے آئے اور نہ اس وقت جب رباب آئی۔۔۔میں بے بس تھی بھائی۔۔میں۔۔"

فہیم اسکے سر پہ ہاتھ پھیر کر اسے چپ کرا رہے تھے۔ مگر دوسرے انکشاف پہ ان کا ہاتھ رکا تھا۔

"رباب۔۔آئی تھی تم سے ملنے۔۔۔"

بینش نے سر اٹھایا۔ اور اثبات میں سر ہلایا تھا

"آپ۔۔؟ یہاں۔۔۔؟"

"کیوں؟ کیا کسی اور کا انتظار کر رہیں تھیں۔"

منصور نے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔وہ ماریہ۔۔۔میں۔۔دیکھ کر آتی ہوں۔۔"

اس نے جیسے ہی اسکے پاس سے اٹھنا چاہا۔ منصور نے اسے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔۔اور بات کرے بغیر نہیں جاوں گا۔"

وہ ایسے ہی خاموش رہی۔ مگر ہاتھ برابر چھڑا رہی تھی۔

"اگر یہاں کوئی مسلہ ہے تو آپ کے گھر بھی بات ہو سکتی ہے۔"

منصور نے عینی کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ عینی نے اسے ایک نظر دیکھا۔ وہ گھر آنے کا کہ رہا تھا تو اس وہ آ بھی سکتا تھا۔ پھر خالہ۔ ؟؟؟

وہ نتائج کا سوچتی اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھ گئی۔ منصور مسکرایا۔

"ناوڈیٹس گوڈ"

منصور نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بتائیں۔۔کیا بات کرنی ہے؟"

"آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی منصور نے کہا۔ عینی دوپل کو خاموش رہی تھی۔ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ وہ اسی کی بات کرے گا مگر اتنا ڈائریکٹ ہو گا اس نے نہیں سوچا تھا۔

"مگر میں نہیں۔۔۔"

"وجہ"

عینی نے سنبھل کر کہا۔ مگر منصور شاید اس سے زیادہ جلدی میں تھا۔ اس نے اس کی جانب دیکھا وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"میری شادی طے ہو چکی ہے۔۔"

"ہوئی تو نہیں۔۔اگر ہو بھی جاتی تو ٹوٹ سکتی تھی۔ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

عینی نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

"آپ کے نزدیک۔۔۔مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔۔۔"

اس نے منصور کے منہ پر کہا۔

"وجہ مت پوچھیے گا۔ میری زندگی میری مرضی میں چاہیں جس کے ساتھ مرضی گزاروں۔ آپ کو کوئی حق۔۔۔نہیں۔۔۔"

وہ اپنی بات جاری بھی رکھتی مگر منصور ایک دم سے کھڑا ہوا تھا۔

"کھڑے رہ کر بات کریں۔"

اس نے منصور کو اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر کہا۔ وہ صرف ایک قدم پیچھے ہٹی تھی اس کے بعد اس نے وہاں سے بھاگنا چاہا تو منصور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خود کی جانب کھینچ لیا۔ منصور نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر روک رکھا تھا۔ عینی ڈری تھی۔ اس کی آنکھوں میں ہراس کو دیکھ کر منصور نے اسے کہنا شروع کیا۔

"ہمت بہت ہے عینی مجھ میں۔ میں چاہوں تو تمہارے انکار کے باوجود تم سے ابھی اور اسی وقت تم سے شادی کر سکتا ہوں۔ کوئی قانون مجھے نہیں روک سکتا۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ میرے نزدیک میری بیوی ڈرپوک نہیں ہونی چاہیے۔ تم اپنے لیے خود سٹینڈ نہیں لے سکتی تو اور کیا توقع کروں تم سے۔۔۔۔"

منصور نے اسے آزاد کیا۔

"میرے گھر اور دل کے دروازے ہمیشہ تم پہ کھلے رہیں گے جب تم چاہو آ سکتی ہو۔ کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ تمہیں یقین نہیں مجھ پہ تو ٹھیک ہے پرکھ لو مجھے اور اسے بھی جہاں تمہاری خالہ چاہتی ہے۔۔ وقت جتنا چاہو لے۔۔ آزادی ہے تمہیں۔۔ جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ۔۔۔ محبت نہیں عشق ہے تم سے۔۔۔ رشتے میں نہیں محبت سے باندھنا چاہتا ہوں تمہیں خود سے۔۔۔"

عینی اسے بے دھیانی میں دیکھے جا رہی تھی۔

"کمال کی بات ہے نہ! ہم اپنی پوری زندگی لگا کر اس اولاد کو جوان کرتے ہیں۔۔ چھوٹے سے بڑا کرتے ہیں۔۔ ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کب ہماری اپنی خوشیاں ان کی خوشیوں سے جڑ جاتیں ہیں۔ ہم اپنی زندگی ان پہ تمام کر دیتے ہیں۔ کہیں انہیں یہ تو نہیں چاہیں۔ کہیں اسے ڈر تو نہیں لگ رہا۔ کہیں کوئی تکلیف تو نہیں۔ کہیں؟؟؟ مگر کیا؟ ہمیں ملتا کیا ہے؟ ایسی اولاد جو اس دو دن کی محبت کے پیچھے مرنے چلے جاتے ہیں۔ انہیں خیال نہیں آتا رباب ان ماں باپ کا کیا ہوگا جن کے جینے کی وجہ صرف یہ اولاد ہی ہوتی ہے۔۔ بولو۔۔ رباب حسام کو میرا خیال نہیں آیا ہوگا کہ میں۔۔۔ کیسے رہوں گی۔۔۔ کیسے رہوں گی اس کے بغیر۔۔۔"

نسیمہ بیگم رو دی تھی۔ رباب انہیں سہارا دے رہی تھی۔

"میں تو اب تک یہ سمجھتی رہی کہ وہ ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔۔ مگر اس نے تو۔۔۔"

رباب ان کے ساتھ برابر رو رہی تھی۔

"اور اب یہ دیا۔۔۔ اس نے بھی یہی کیا۔۔ کیا میری محبت میں کمی ہے رباب۔۔ ماں کی محبت میں کمی ہو سکتی ہے کیا۔؟"

انہوں نے سر اٹھا کر رباب سے پوچھا۔ رباب نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں۔۔ ماں کی محبت میں کمی نہیں ہو سکتی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔"

دیا بے آواز دروازے کے باہر رو رہی تھی۔ وہ کیا کر گئی تھی۔ وہ کیسے اپنی ماں کو دکھ دے سکتی تھی۔۔ کیسے؟

"امی! معاف کردیں۔۔۔ سوری۔۔۔ سوری۔۔۔"

"رباب یہاں پاکستان میں نہیں ہے بینیش!"

بینیش نے گلی میں چلتے ہوئے گھر کی جانب راہ لی تھی۔ جبکہ دھیان ابھی تک فہیم کے ساتھ کی گئی باتوں میں تھا۔

"وہ یہاں ہوتی تو میں تمہیں اس کا گھر کا ایڈریس ضرور دیتا۔ وہ کیا ہے نہ اس کی شادی کے ایک ہفتے بعد ہی وہ دوسرے ملک چلی گئی تھی۔"

وہ ایک گھر کے پاس سے گزری۔

"ٹیلی فون نمبر؟؟؟"

"میں دے سکتا ہوں۔۔ مگر پہلے تم ریحانہ خالہ سے بات کرو۔ اگر وہ اجازت دیں تو ضرور لے لینا۔۔ ہاں میں اسے تمہارے ہوش میں آنے کا ضرور بتلاوں گا۔"

وہ اپنے گھر کے باہر کھڑی تھی۔

"رباب؟؟ کہاں ڈھونڈوں میں تمہیں؟"

وہ خود سے کہتی دروازے سے اندت داخل ہوئی تھی

تیرے بن ایسے اجڑے

اجڑے نہ کوئی رباایسے بچھڑے

بچھڑے تو یہ جان بھی نکلے

اکھڑے پھر سانس ہی اکھڑے

اکھڑے کہوں کس کو یہ دکھڑے

دکھڑے میری جان کے ٹکڑے

اوساری دنیا سے پیارے

ہم رو رو ہارے

ہاتھ چھوڑکہ

سب چھوڑکے

تو ہی میرا اپنا رے

تجھ کو یہ پتہ رے

نہیں توڑتے۔۔ دل جوڑکے

تیرے بن جی نہ پائیں گے

تو کیا جانے

تیرے بن مرجائیں گے

"بینیش !تم باز نہیں آوگی نہ۔۔۔ تمہیں منع کیا تھا نہ۔ "

بینیش جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی ریحانہ بیگم نے اسے پکارا تھا۔ وہ سامنے ہی موجود تھیں۔ آنکھوں میں غصہ لیے۔ یقیناً انہیں بینیش کا باہر جانا نہیں بھایا تھا۔

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دروازہ بند کرتی گھر میں داخل ہوئی۔ اور ان کے گلے لگنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اسے خود سے الگ کر دیا اور خود اپنی ویل چیر گھسیٹتی کمرے کی جانب جانے لگیں۔ بینیش خود ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"امی! امی!۔۔۔۔۔ سنو تو۔۔۔ امی۔۔۔۔ میری پیاری امی!"

اس نے پیار محبت سے کہ کر ریحانہ بیگم کے گلے میں باہیں ڈال لیں تھیں۔

"ناراض تو مت ہوں۔۔۔ ڈانٹ لیں۔۔۔"

ریحانہ بیگم نے اسے خود سے دور کرنا چاہا مگر وہ ان سے دور ہونے کے بجائے ان کے ماتھے پہ پیار کر چکی تھی۔

"یہ سب کچھ میں نے نہ۔۔۔ آپ کی ڈانٹ سننے کے لیے کیا ہے۔ اگر میں۔۔۔ ایسا نہیں کرتی تو آپ کی ڈانٹ کیسے سنتی۔۔۔ ویسے کل سے آپ کا پیار دیکھ دیکھ کر بور ہو رہی ہوں۔۔"

اس نے ناک سے غائبانہ طور پہ بیٹھی مکھی اڑائی تھی۔

ریحانہ بیگم نے اسے ایک تھپڑ لگایا تھا۔

"جھوٹ بولنا تو کوئی تم سے سیکھے۔۔۔"

بینیش کو تو جیسے صدمہ ہی لگ گیا۔

"میں۔۔۔جھوٹی ہوں۔۔۔۔نہیں۔۔۔یہ کیا کہ رہی ہیں آپ۔۔۔ نہیں میں جھوٹی نہیں ہوں۔۔۔"

اس نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ جبکہ ریحانہ بیگم اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے دل ہی دل میں اس کے خوش رہنے کی دعائیں مانگیں۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ مہینوں سے ویران پڑے گھر میں قہقے گونجے تھے۔ جو شاید نئی زندگی کی نوید تھی۔

یہ سب آخر کیا ہو رہا ہے؟ کیوں سب کچھ جا کر وہیں جڑ رہا ہے جہاں سے سب سٹارٹ ہوا تھا۔ کاش اسے معلوم ہوتا کہ اس دن اس نے جس شخص سے بات کی وہ عاصم جہانگیر تھا۔ کاش وہ گڑیا آئی ڈی دوبارہ آن لائن نہ کرتی۔ کاش وہ بینش سے وہ سب نہ کہتی۔ کاش کاش کاش۔۔ کتنے کاش ہوتے ہیں ایک انسان کی زندگی میں۔ پر اس کی زندگی تو جیسے اس کاش سے شروع ہو کر وہیں ختم ہونے والی ہے۔ اس نے کرسی پہ جھولنا بند کر دیا تھا۔ وہ نسیمہ بیگم کو کھانا کھلانے کے بعد اچھے سے تسلی کرنے بعد کہ وہ اب سو رہی ہیں پھر دیا کے پاس گئی تھی۔ دیا نے اسے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ جس کو جان کر وہ بس اپنا سر ہی پکڑ سکتی تھی۔ عصر کا وقت تھا وہ ایسے ہی کمرے میں جھول رہی تھی۔ اسے اب یاد آیا کہ اس دن فواد نے دیا کے نام کے ساتھ فواد کے نام کا حوالہ دیا تھا۔ وہ سمجھ ہی نہیں پائی۔ وہ سب کچھ پہلے سے جانتا تھا۔۔ مگر دیا کے بقول اس نے عاصم کو سب کچھ نہیں بتایا۔ پھر وہ کیسے؟ اسے اچانک سے کچھ یاد آیا تو وہ کرسی چھوڑ کر سیدھے الماری کی جانب گئی۔

"وہ تصویر۔۔ ضرور انہیں معلوم چل گیا ہے کہ حسام کے ساتھ جو لڑکی انوالو تھی وہ میں نہیں تصویر میں موجود لڑکی ہے۔ آہ رباب یہ تو نے کیا کیا؟"

اسنے الماری کو چھوڑتے اپنے ماتھے پہ سیدھا ہاتھ مارا تھا۔

"انہوں نے وہ پک جان بوجھ کر وہاں رکھی تھی تاکہ میں اسے ان سے چھپا لوں۔۔۔ اسی لیے ان کا رویہ اتنا بدلہ بدلہ سا ہے۔۔۔ یا اللہ یہ میں نے کیا کر دیا؟"

وہ الماری واپس بند کرتی کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ الماری میں وہ تصویر موجود نہیں تھی۔

"ان سے وہ تصویر لینی ہو گی۔۔ کہاں ڈھونڈوں؟ ہاں ان کی الماری میں۔"

وہ عاصم کی الماری کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر ہاتھ مارا مگر وہاں وہ تصویر نہیں تھی۔ اس نے ایک دراز دیکھا۔

"شاید اس میں ہو۔"

وہ خود سے کہتی دراز کو کھولنے میں مصروف ہو گئی۔ اسے علم بھی نہیں ہوا کہ عاصم کب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"یہ کھل کیوں نہیں رہا ہے؟"

"لاک ہے اس لیے۔۔"

عاصم کے جواب دینے پہ وہ اپنی جگہ سن ہو گئی تھی۔ عاصم اس وقت اس کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔ رباب قد میں اتنی بھی چھوٹی نہیں تھی مگر اس کے سامنے ہمیشہ چھوٹی لگتی تھی۔ رباب کو سن ہوا دیکھ کر عاصم نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ اور واپس بیڈ کی جانب مڑ گیا۔

"امی! اسے بات ہوئی تمہاری۔ کیسی ہیں وہ اب؟"

اس نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اپنے شوز نکالتے ہوئے سوال کیا۔ وہ آہستہ سے الماری بند کرتی اس کی جانب مڑی تھی۔

"جی بات ہوئی۔۔ وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ انہیں بہت تکلیف ہوئی ہے۔۔ پہلے حسا۔۔۔۔"

اس نے اسے روانی سے بولتے سنا پھر حسام کے نام پہ خاموشی۔ وہ جوتے اتار چکا تھا۔ اس کا سامان صوفے پہ ایک جانب رکھا ہوا تھا۔

"حسام اور دیا دونوں نے ایک جیسا دکھ دیا ہے امی کو۔۔ اتنی جلدی نہیں بھرے گا۔"

وہ کوٹ اتارتا اس کی جانب بڑھ آیا۔

"اسے رکھو اور الماری سے میرے کپڑے نکال دو۔"

عاصم نے اسے خاموش دیکھ کر اس کی جانب اپنا کوٹ بڑھایا۔ اس نے حیران ہوتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کا کوٹ پکڑ لیا۔

"نکالو کپڑے؟"

اسے ایسے ہی کھڑے دیکھ کر عاصم نے دوبارہ کہا۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا سلیپرز پہنے اپنے بازو کے کف موڑ رہا تھا۔ اس نے عاصم کا جائزہ لینے کے بعد الماری کا دروازہ کھولا تھا۔

"اب کونسا۔۔۔ سوٹ چاہیے۔۔؟"

"سوٹ نہیں شرٹ اور ٹراوزر۔۔ آج کے دن باہر جانے کا پلان کینسل کر دیا ہے میں نے۔"

اس کی بڑبڑاہٹ کا جواب عاصم نے تحمل سے دیا تھا۔ وہ حیران ہوئی تھی۔ پھر الماری سے ایک شرٹ اور پینٹ نکال کر اس کی جانب بڑھا دی تھی۔ جیسے عاصم نے پکڑ لیا تھا۔

"ہممم۔ ٹھیک ہے۔"

وہ کپڑوں کو دوسرے ہاتھ میں لیتا اس کی جانب بڑھ آیا۔ اس سے پہلے وہ وہاں سے بھاگتی۔ عاصم نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اس کا رخ الماری کی جانب کیا۔ وہ ڈر گئی تھی۔ اسے وہ اپنے قریب محسوس ہو رہا تھا۔

"ادھر دیکھو۔"

عاصم کا چہرہ اس وقت اس کے داہنے کندھے کے اوپر تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔ عاصم نے اسے آنکھیں کھولنے کا کہا۔ وہ الماری کے دراز کی جسنب اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے رباب کو دیکھاتے ہوئے الماری کے اپر کورنر سے ایک کی نکالی تھی اور اس سے دراز کھولا تھا۔

"تمہیں جو چاہیے وہ لے سکتی ہو۔"

وہ اپنا سر اسکے سر سے مس کرتا اسے حیران ہی تو کر گیا۔ وہ کب کا فریش ہونے چلا گیا تھا مگر وہ رباب کو اپنے آس پاس ہی موجود لگ رہا تھا۔ الماری میں دراز ایسے ہی کھلا پڑا تھا۔ اس کا دھیان ہی کہاں تھا۔ وہ تو عاصم کو یاد کرتے خود سے ہی شرما گئی تھی۔

"تمہیں کسی نے بتلایا نہیں دوسروں کی پراویسی میں دخل نہیں دیتے۔ ۔ چپ رہو اب تم۔"

"جیری میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔"

ماریہ نے جوس کا گلاس زور سے ٹیبل پر رکھا۔ اسے وہاں سے لے جانے کے بعد اس کا نہ تو عینی سے کوئی رابطہ ہو پایا تھا اور نہ جیری اس کا فون پک اپ کر رہا تھا۔ وہاں کیا ہوا اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ اب کس سے ہوچھتی۔ رہا سہا غصہ جیری پہ اترا تھا۔

"گامڑ۔ الو۔۔"

اسنے اردو میں دو لفظ ٹائپ کر کے اسے سینڈ کیے تھے۔ وہ اپنے گھر میں موجود تھا۔ فون کی آواز پہ اس نے میسج چیک کیے۔ پڑھنے کے ساتھ ہی اسنے تیوری چڑھائی تھی۔ پھر انہیں اردو ایپ پہ ڈال کر ان کے مینگ تلاش کیے تھے۔ جس نے اس کی آنکھوں کو پورا کھلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"میں گامڑ اور الو نہیں ہوں۔۔"

اس نے جوابی میسج انگلش میں ٹائپ کر کے اسے سینڈ کیا تھا۔ جیسے پڑھ کر وہ اپنا سر پکڑ گئی تھی۔

"اس نے اردو سیکھ لی۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ ایسا کیسے؟"

اس نے چیک کرنے کے لیے دوبارہ میسج کیا۔

"تم نے اردو سیکھ لی۔"

تھوڑی دیر بعد اسے جواب موصول ہوا تھا۔

"ہاں سیکھ لی۔"

ماریہ نے سچ میں سر تکیے میں دیا تھا جبکہ جیری پہلی بار فخر سے اکھڑ کر کھڑا تھا۔

"Googlehassolutionofeveryproblem."

وہ فون کو داد دیتا اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

"دو دن بعد"

"بینش! تم کیا کر رہی ہو ابھی تک؟ جلدی کرو مہمان کچھ دیر تک آ جائیں گے۔"

ریحانہ بیگم نے اپنے کمرے سے ویل چیئر پہ نکلتے ہوئے اسے پورے گھر میں چھانتے۔ ہوئے پکارا۔ وہ سکون سے کچن سے سیب کھاتی ہوئی نکلی۔ اس نے سیب کاٹنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔

"تم سیب کھا رہی ہو؟"

وہ حیران ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کچھ دیر پہلے بتایا تو تھا کہ مہمان آ رہے ہیں تو کچھ انتظام کر لے۔ اور یہ ہے کہ۔۔

"سیب کھاتے ہی ہیں۔"

اس نے سیب کو دیکھتے جواب دیا۔

"آپ کھائیں گی؟"

ریحانہ بیگم سچ میں غصہ ہوئیں تھیں۔

"بینششش! تم کب میرا خون۔۔۔۔"

"سیب کھائیں۔۔ خون بنائے گا۔"

اس سے پہلے وہ اور کچھ کہتیں وہ ان کے منہ میں سیب کی کاش ڈال چکی تھی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"دیکھیں۔۔میں نے بھی کہا تھا۔وہ مہمان میرا پتہ کرنے آرہے ہیں نہ تو اتنا انتظام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے ریحانہ بیگم کو اپنے سامنے کیا۔

"بس چائے بسکٹ پہ ٹلکا دیں گے۔"

"آ۔۔۔زور سے لگا ہے۔"

اس کی بات پہ ریحانہ بیگم نے اسکے بازو پہ ایک تھپڑ لگایا تھا۔وہ مسلتے ہوئے شکایت کر گئی۔

"تمہیں دیکھنے نہیں۔۔۔۔فواد کے رشتے کے لیے آرہے ہیں۔"

بینیش حیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"امی!کیا میرا جانا ضروری ہے۔۔۔۔نسیمہ بیگم نے رباب کو ایک نظر دیکھا۔میرا مطلب ہے پہلے آپ چلیں جائیں۔۔لڑکا دیکھ آئیں۔۔اس کے بعد ہی تو۔۔۔"

"دیا کی بھابھی ہو تم۔۔تمہارا بھی حق بنتا ہے کہ تم اس نئے بننے والے رشتے میں شامل ہو۔"

وہ سب فواد کی جانب رشتہ لے کے جانے کی بات کر رہے تھے۔عاصم سے اس کی اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔وہ کیسے جا سکتی تھی۔وہ تو سب جانتی تھی۔ہاں بینیش کی اسے کوئی فکر نہیں تھی۔وہ ہوش میں ہوتی تو معملہ خراب ہوتا مگر فواد۔۔ریحانہ بیگم ان کے بارے میں سوچ کر رہی وہ ڈر رہی تھی۔اب عاصم ہی اس کی مدد کر سکتا تھا۔

تیرے بن ایسے اجڑے

اجڑے نہ کوئی ربا ایسے بچھڑے

بچھڑے تو یہ جان بھی نکلے

اکھڑے پھر سانس ہی اکھڑے

اکھڑے کہوں کس کو یہ دکھڑے

دکھڑے میری جان کے ٹکڑے

او ساری دنیا سے پیارے

ہم رو رو ہارے

ہاتھ چھوڑ کہ

سب چھوڑ کے

تو ہی میرا اپنا رے

تجھ کو یہ پتہ رے

نہیں توڑتے۔۔ دل جوڑ کے

تیرے بن جی نہ پائیں گے

تو کیا جانے

تیرے بن مر جائیں گے

دو دن پہلے۔۔۔۔

"وہ۔۔۔مجھے آپ سے۔۔۔۔بات کرنی ہے۔۔۔"

رباب کافی دیر سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ سب سونے جا چکے تھے۔ عاصم اپنی سٹڈی میں موجود تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے میں واپس آیا تو رباب کو ابھی تک جاگتا ہوا پایا۔

"جو بھی بات کرنی ہے صبح کرنا اب سو جاو۔۔"

وہ شاید کوئی فائل لینے آیا تھا۔ اپنے دراز سے فائل ڈھونڈتے ہوئے اسے جواب دیا گیا۔

"میں۔۔۔صبح۔۔۔تک۔۔۔آپ۔۔۔سن لیں نہ۔۔۔"

عاصم نے اسے اٹک اٹک کر جملہ کہتے سنا۔ پھر سب کچھ چھوڑتا دراز کے پاس سے اٹھتا اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ رباب نے سر جھکا لیا۔ وہ تو اب یہ بھی بھول گئی کہ بات کیا کرنی تھی۔

"کہو۔۔کیا کہنا ہے؟"

عاصم ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ وہ اب کیا کہتی۔ نظریں جھکا گئی۔ عاصم نے اسے کنفیوز ہوتے دیکھا تو اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔

"رباب!!!!"

"جی جی۔۔۔کہتی ہوں۔۔۔"

اس نے عاصم کے پکارنے پہ جلدی سے وضاحت دی۔

"وہ میں کہنے والی تھی۔۔۔کہ۔۔۔۔۔امی کہ رہی تھی کہ۔۔۔وہ آپ سے۔۔۔کل۔۔۔عاصم کو لگا کہ شاید ایسے ہی کوئی بات ہے۔ مگر نسیمہ بیگم کا نام بیچ میں آگیا۔۔ وہ غور سے سن رہا تھا۔۔ مگر وہ بتائے تو سہی۔۔۔۔کہ۔۔۔وہ۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟" عاصم نے ایک بار پھر پوچھا۔

"دیا کا رشتہ لے کر جانا ہے ریحانہ خالہ کے گھر۔۔۔۔"

اس نے جلدی سے کہہ کر رخ پھیر لیا۔ اس سے پہلے وہاں سے بھاگتی عاصم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ اس نے رباب کا رخ اپنی جانب کیا۔ وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ اس قسم کے ری ایکٹ کی اس نے توقع بھی نہیں کی تھی۔

"یہ بات امی نے کہی ہے۔"

عاصم نے اسے کندھوں سے پکڑ رکھا تھا۔ رباب نے سر ہاں میں ہلایا۔

"تمہارا کیا لنک ہے اس سے۔۔۔"

رباب نے فورا سر اٹھایا تھا۔ مزاق کا نام و نشان تک نہیں تھا اس کے چہرے پہ۔۔ وہ سنجیدہ ہو کر سوال کر رہا تھا۔ وہ پھر سے تبدیل ہو گیا تھا۔ اسے سوچ کر ہی رونا آگیا۔ اسے روتے دیکھ کر عاصم مسکرایا۔

"یار مزاق کر رہا ہوں۔۔۔ رو تو مت۔۔۔"

عاصم نے مسکراتے ہوئے اسے کہا مگر وہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ اسے اسے چپ کروانے کا طریقہ نہیں آیا تو وہ رباب کو گلے لگا چکا تھا۔

"صرف مزاق تھا۔۔۔ آئندہ ایسا مزاق نہیں کروں گا۔۔ چپ ہو جاو پلیز۔۔۔۔"

عاصم اس کے سر پہ پیار سے سہلاتے ہوئے اسے چپ کروا رہا تھا۔ جبکہ رباب شاک میں تھی۔ اس نے خود سے ہی نظریں چھپائیں تھیں۔ جن میں جانے کب سے عاصم کا عکس رہتا تھا۔ اسے اپنی اتنی

فکر کرتے وہ بھول ہی توگئی کہ وہ کیا کیا کرچکا ہے اس کے ساتھ۔۔ اس کا ایک بار چپ کروانا اسکے پچھلے وقت پہ کیسے پردہ ڈال سکتا ہے۔ مگر عاصم ایسا کرچکا تھا۔ وہ اور کچھ بھی کہ رہا تھا مگر رباب سب کہاں سن رہی تھی۔ وہ تو بس آنکھیں بند کیے اس کے دل کی دھڑکن سن رہی تھی جو اس کی وضاحتوں کی گواہی دے رہی تھی۔ عاصم نے اسے کچھ ری ایکٹ نہ کرتے پایا تو اس کی جانب نظر جھکا کر دیکھا۔ وہ اس کے سینے پہ سر ٹکائے آنکھیں موندے سکون سے مسکرا رہی تھی۔ دو پل تو عاصم نے بھی اسے مسکراتے دیکھا۔ پھر جیسے وضاحتیں نہیں رہی تھی۔ وہ اسے ایسے ہی خود سے لگائے کھڑا رہا۔ دونوں خاموش تھے۔۔ دونوں پرسکون تھے۔۔۔

"سنیں! سنیں مس!"

بینیش کسی کی پکار کر رکی تھی۔ وہ اس وقت حسام کی قبر سے اٹھ کر آرہی تھی۔ یہ جاننا اس کے لیے کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ گوگل پہ سرچ کرکے اس نے بآسانی قبرستان کو ڈھونڈ لیا تھا۔ اسے تب معلوم ہوا تھا کہ حسام کتنی بڑی فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔

"کون ہیں آپ؟ اور کیا یہ مہذب طریقہ ہے کہ بیچ راہ میں پکارا جائے۔"

اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں۔ احتشام واقع ہی شرمندہ ہوا تھا۔

"سوری۔۔۔ میرا آپ کو ہرٹ کرنے کا۔۔۔۔"

"کیا کہنا ہے؟"

بینیش نے ٹوکا۔

"وہ آپ۔۔۔۔یہ آپ کا سامان بھول گئیں تھیں۔۔۔"

احتشام نے اس کی جانب ایک بلیک کلر کا شاپر اسکی جانب. بڑھاتے ہوئے کہا۔ بینش نے اسے لے لیا۔ ریحانہ بیگم سے گھر وہ جھوٹ بول کر آئی تھی۔

"شکریہ!"

وہ کہتی وہاں سے چلی گئی۔ احتشام وہیں کھڑا رہا۔ وہ تو اسے یاد بھی نہیں کرواسکا کہ وہ وہی شخص ہے جو اسے اس دن ہاسپیٹل لے کر گیا تھا۔ اس دن ہمیشہ کی طرح وہ جاب سے واپسی پہ پیدل گھر جا رہا تھا جب اس نے ایک گاڑی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ تو ایک جانب ہٹ گیا۔ شاید وہ گاڑی چلانے والا ڈرنک تھا۔ سبھی لوگ اسے گالیاں دے رہے تھے۔ اتنے میں اس نے سامنے سڑک پہ چلتی اس لڑکی کو ٹکر ماری تھی۔ سب لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اس کی اپنی گاڑی الٹ گئی تھی۔ اس سے پہلے وہاں آگ لگتی اس شخص کو وہاں سے نکال لیا گیا تھا۔ کسی کا بھی دھیان اس خون میں لتھ پتھ لڑکی کی جانب نہیں گیا تھا۔ وہ بھاگ کر گیا تھا۔ اس کا چہرہ خون میں نہا گیا تھا۔ بینش نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"مجھے۔۔۔۔بچا لیں۔۔۔۔میں ابھی۔۔۔نہیں۔مر سکتی۔۔امی انتظار۔۔۔کر۔۔۔"

وہ اسے تسلی دیتا ایمبولینس کا ویٹ کرنے لگا۔ کچھ دیر میں وہ اپنے کام چھوڑتا ایمبولینس میں موجود تھا۔ اس کے بعد گاہے بگاہے وہ چکر لگاتا رہا۔ اس کی ملاقات فواد سے بھی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے اسے جب عاصم نے فواد کی تصویر دیکھائی تو معلومات اکھٹی کرنا کوئی مشکل نہیں رہا تھا۔ وہ اچھا دوست نہ سہی مگر فواد سے اچھی علیک سلیک تھی۔ نہ جانے کب اس سے ملنے جاتے وقت وہ لڑکی اس کی یادوں میں رہی۔ وہ تقریبا روز اسے دیکھنے جاتا تھا۔ فواد اس بارے میں اس کے مطابق نہیں جانتا

تھا۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ اسے اس کے ہوش میں آجانے کی خبر نہیں ملی تھی۔وہ ہاسپیٹل اسے دیکھنے گیا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔اس نے نرس سے پوچھا تو اسے نے بیشنٹ کے ہوش میں آنے کی خبر سنائی تھی۔مگر گھر کا ایڈریس۔۔وہ اب کہاں سے لے؟اسی سوچ میں ایک دن گزر گیا تھا۔۔۔مگر اب وہ اسے مل گئی تھی۔احتشام نے اسے نظروں سے اوجھل ہوجانے تک دیکھا تھا۔جبکہ حسام کی قبر پہ نسیمہ بیگم فاتحہ پڑھ رہیں تھیں۔

"کیا نام ہے اس لڑکے کا؟"

دو دن بعد نسیمہ بیگم نے دیا کو اپنے پاس بلا کر پوچھا تھا۔رباب بھی وہیں موجود تھی۔وہ نسیمہ بیگم کے پاوں کے ناخون کاٹ رہی تھی۔انہوں نے منع بھی کیا مگر رباب اپنی مرضی سے یہ کام کررہی تھی۔

"کچھ پوچھا ہے؟"

دیا کے خاموش رہنے پہ نسیمہ بیگم نے دوبارہ پکارا تھا۔اس کے چہرے سے اس کے رونے کا پتہ چل رہا تھا۔نسیمہ بیگم رباب کو مخاطب کیا تھا۔

"رباب!اس سے کہو کہ اس شخص کا نام و پتہ دے تاکہ میں خود جاکر اس شخص کو اس سے شادی پہ راضی کرنا پڑے۔۔پھر چاہیے مجھے ہاتھ جوڑنے پڑیں یا پھر پیر پکڑنے پڑیں۔۔۔"

نسیمہ بیگم نے غصے سے کہا تھا۔رباب ان کی بات سن کر پریشان ہوئی تھی جبکہ دیا وہ روتی ہوئی نسیمہ بیگم کے گلے لگ چکی تھی۔نسیمہ بیگم نے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی مگر وہ زبردستی کرکے ان کے گلے سے لگی رہی۔

"سوری۔۔۔امی۔۔۔آئندہ۔۔۔نہیں۔۔کروں گی۔۔۔۔امی۔۔۔معا۔۔۔معاف کردیں۔۔۔۔سوری۔۔۔۔۔نہیں کرنی اس سے۔۔۔شادی۔۔۔نہیں۔کرنی۔۔۔معاف کردیں۔۔۔۔امی۔۔۔سوری۔۔۔۔امی۔۔۔۔سوری۔۔۔سو۔۔۔ر۔۔ی۔۔"

نسیمہ بیگم اسطلکے گڑگڑانے پہ مجبور ہوئیں تھیں مگراس سے پہلے وہ کوئی ری ایکٹ کرتی دیاان کے کندھے سے جھول گئی۔رباب اور نسیمہ بیگم نے ایک ساتھ اسے پکارا۔

"کہاں ہو؟"

"جہنم میں۔"

ماریہ نے جل بھن کر جواب دیا تھا۔

"اچھا!تو پھر اپنی جہنم سے باہر آو۔۔جنت ہی جنت ہے ہر جگہ۔"

جیری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ماریہ سر سے پاوں تک تپی تھی۔

"تم گامڑ۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی۔۔پہلے تو میرا فون کل سے ریسیو نہیں کیا۔اوپر سے مجھ سے سوری کہنے کے بجائے مجھ پہ طنز کررہے ہو۔"

وہ اس پہ چڑھ دوڑی تھی۔جیری نے اس کے چلانے کی وجہ سے فون فورا کان سے ہٹایا۔

"اب بولتے کیوں نہیں؟جواب دو۔"

"تم چلانا تو بند کرو پہلے۔"

اس نے دور سے ہی کہا تھا۔ دوسری جانب مکمل خاموشی محسوس کرنے کے بعد جیری نے کہنا شروع کیا تھا۔

"عینی کل رات کافی بری حالت میں میری گاڑی کے آگے آئی۔ تمہارا اس وقت یہاں ہونا زیادہ ضروری ہے۔ ایڈریس سینڈ کرتا ہوں جلدی پہنچ جاو۔"

ماریہ ابھی تک فون پکڑے کھڑی تھی۔

"عینی!" اس نے اسے پکارا تھا۔

"امی! آپ پریشان نہ ہوں دیا اب ٹھیک ہے۔ صرف ڈیپریشن کی وجہ سے ہوا تھا۔"

اس نے جوس کا گلاس ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا سو رہی ہے؟"

نسیمہ بیگم نے جوس کا گلاس پکڑ کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی! اب سو رہی ہے۔"

"عاصم کا فون آیا؟ کب تک آ رہا ہے وہ لندن سے؟"

"کل رات تک آئیں گے؟"

عاصم بزنس کے سلسلے میں لندن گیا تھا۔ نسیمہ بیگم نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"امی! کیا آپ واقع ہی دیا کا رشتہ۔۔۔ وہاں۔۔"

نسیمہ بیگم سمجھ سکتی تھی کہ وہ کیا کہنا چا رہی ہوں۔

"ہاں !احتشام سے کہا ہے میں نے۔ وہ جلد از جلد اس لڑکے کا پتہ کر کے دے گا مجھے۔ "

"یا اللہ نہیں۔ پلیز۔ "

اس نے دل میں دعا کی۔

نسیمہ بیگم نے جوس کا گلاس ہاف ختم کر کے اسکی جانب واپس بڑھایا۔

"تم جاو۔ اس کا خیال رکھو۔ میں کچھ دیر آرام کروں گی۔ "

انہوں نے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے اسے کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو کیا ریحانہ خالہ کبھی مانے گی۔۔ اور عاصم ؟؟ کیا کروں میں اب ؟ "

وہ خود سوچوں میں الجھتی کمرے سے باہر آگئی۔

دو دن بعد

"بینیش !گاڑی کے رکنے کی آواز آئی ہے۔ جلدی آجاو باہر ! "

ریحانہ بیگم نے کمرے سے نکلتے ہوئے آواز لگائی۔ تب ہی نسیمہ بیگم عاصم کے ہمراہ داخل ہوئیں۔

"اسلام و علیکم ! "

نسیمہ بیگم نے پہل کی۔

"وعلیکم اسلام ! "

ریحانہ بیگم نے جواب دیا۔

"آپ لوگ بیٹھیں۔۔۔۔۔۔ بینیششش "۔

انہوں نے بینیش کو آواز لگانے کے ساتھ عاصم کے پیچھے کھڑی رباب کو دیکھا۔ جبکہ رباب نے بینیش کے نام کی پکار واقع ہی سنی تھی۔ وہ ڈر کر اس کے کمرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"یا اللہ نہیں۔۔۔ ایسا نہیں۔۔۔ میں نے غلط سنا ہو۔۔ نہیں۔۔"

اس نے ایک نظر عاصم کو دیکھا جو اپنی ماں کی جانب دیکھ رہا تھا۔ تب ہی وہ باہر آئی تھی۔

"آ گئی ہوں امی! اسلام و علیکم!"

اس نے باہر نکلتے ہوئے ریحانہ بیگم اور آنے والے مہمانوں کو سلام کیا۔ مہمانوں پہ ایک نظر ڈالتے اس کی نظر سب سے پیچھے کھڑی رباب پہ پڑی تھی۔ جو اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

عشق کے موتی انمول
عشق کر دے بے مول
عشق کی حقیقت نہ جانے کوئی
عشق بولے بس اپنے بول
عشق کی گونج نرالی
عشق کے مٹی میں رول
عشق نہ آئے کسی کی سمجھ میں
عشق گھمائے گول گول

عشق فقیری عشق امیری

عشق میں ہے نہ کوئی جھول

عشق کی بازی نہ جیتا کوئی

عشق تھمائے کشکول

"یہ کہاں سے آیا؟"

بینش نے نور کو بریسلٹ دیکھا کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟ ظاہر سی بات ہے امی نے دلایا ہے۔"

نور نے کچن کی چیزیں ادھر ادھر کرتے ہوئے جواب دیا۔ بینش جانتی تھی وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

"تمہاری امی کو اچانک یہ تم پہ اتنا پیار کیوں آنے لگا ہے۔"

بینش نے اسے روکتے ہوئے اپنی جانب کرکے پوچھا۔

"یہ تم جاکر انہی سے پوچھ لو۔"

نور نے خود کو چھڑایا۔

"وہ لڑکا کون تھا جو اس دن پارک میں آیا تھا۔"

وہ باہر جانے لگی تو بینش نے وہیں سے کھڑے ہوکر پوچھا۔ نور پل بھر کو خاموش ہوئی تھی۔

"نور! اگر تم کسی کو یا کوئی تمہیں پسند کرتا ہے تو میں کیوں تم سے خفا ہوں گی۔ کیا تمہیں میری دوستی پہ یقین نہیں۔۔ مانتی ہوں تم نے ذکیہ خالہ سے چھپا کر اچھا کیا مگر مجھ سے کیوں چھپا رہی ہوں؟ میں جانتی ہوں یہ بریسلٹ تمہیں اسی نے دیا ہے۔۔۔ پھر ایسا۔۔۔۔"

www.urdunovelsmania.com

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔۔۔"

نور نے اس کی جانب دوبارہ مڑ کر کہا۔

"نور۔۔۔۔"

"اگر تمہیں اسی طرح کی باتیں کرنی ہیں تو چلی جاو یہاں سے۔مجھے دوبارہ تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی ہے۔"

نور نے یہ کہ تو دیا تھا مگر بعد میں بہت پچھتائی تھی۔ اسے یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اب وقاص سے بات کرے گی۔ کہ وہ اسے بینش کو سب بتانے کی اجازت دے۔ آخر کو وہ اس کی دوست ہے۔ وہ کچن سے اوپر چھت پہ چلی گئی تھی اس بات پہ دھیان دیے بغیر کے نیچے وہ کیا کر آئی ہے؟

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔۔۔"

اگر تمہیں اسی طرح کی باتیں کرنی ہیں تو چلی جاو یہاں سے۔مجھے دوبارہ تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی ہے۔"

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

بینش اب بھی اس کے الفاظ کے زیر اثر کھڑی تھی۔

"دیکھ لو کہا تھا نہ میں نے پر نکل آئے ہیں تماری نور کے۔۔ اسے سمجھا لو کہ جو یہ فحاشی پھیلا رہی ہے نہ وہ بند کردے۔۔۔ ورنہ میں اس کے یہ پر کاٹ دوں گی۔۔۔ مگر دیکھو تو۔۔۔ یہ تمہارے ساتھ کیا کر گئی۔۔۔۔ اف۔۔۔ کتنا کہتی تھی تم کہ خالہ نور کو ہاتھ نہ لگایا کرو بچی ہے وہ۔۔۔ مگر میں بھی تم سے کہتی تھی کہ مجھے تربیت کرنے دو۔۔ بگڑ جائے گی۔۔۔ بس آجائے عارف ذرا!"

انہوں نے اس کے سامنے بات کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"آگر آپ نے۔۔ ایسا کچھ کیا تو۔۔۔۔۔"

بینیش نے ذکیہ کی باتوں کا جواب دینا چاہا۔۔

"جس دن۔۔۔۔جس دن بینیش اس نے میرے گھر کی دہلیز کو روندھا اس دن اس کا اس دنیا میں آخری دن ہوگا۔"

ذکیہ بیگم نے ایک ایک لفظ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ جو خوف وہ بینیش کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتی تھی وہ انہیں نظر آگیا تھا۔ وہ۔ وہاں سے کب کی آچکی تھی مگر ذہن ابھی تک وہیں پہ اٹکا ہوا تھا۔ اس نے جتنا سب کچھ روکنے کی کوشش کی اتنا ہی بگاڑ پیدا ہوتا چلا گیا۔

"ہمت بہت ہے عینی مجھ میں۔ میں چاہوں تو تمہارے انکار کے باوجود تم سے ابھی اور اسی وقت تم سے شادی کر سکتا ہوں۔ کوئی قانون مجھے نہیں روک سکتا۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ میرے نزدیک میری بیوی ڈرپوک نہیں ہونی چاہیے۔ تم اپنے لیے خود سٹینڈ نہیں لے سکتی تو اور کیا توقع کروں تم سے۔۔۔"

وہ گھر واپسی کے راستے پہ تھی۔

"میرے گھر اور دل کے دروازے ہمیشہ تم پہ کھلے رہیں گے جب تم چاہو آسکتی ہو۔ کوئی پوچھ کچھ نہیں ہوگی۔ تمہیں یقین نہیں مجھ پہ تو ٹھیک ہے پرکھ لو مجھے اور اسے بھی جہاں تمہاری خالہ چاہتی

ہے۔۔وقت جتنا چاہو لے۔۔آزادی ہے تمہیں۔۔جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ۔۔۔محبت نہیں عشق ہے تم سے۔۔۔رشتے میں نہیں محبت سے باندھنا چاہتا ہوں تمہیں خود سے۔۔۔"

وہ ٹھوکر لگ کر سنبھلی تھی۔

"یا اللہ میری مدد کر!"

اس نے پریشان ہوتے ہوئے اللہ کو پکارا۔وہ انہی سوچوں میں گھری گھر آگئی۔خلاف معمول سب کچھ پر سکون تھا۔

"شاید کہیں باہر گئے ہیں۔"

وہ خود سے ہمکلام تھی۔پہلے پہلے وہ ان کے اس طرح سے غائب ہو جانے پہ وہ گھبرا جاتی تھی مگر اب اسے عادت پڑ گئی تھی۔وہ دروازہ ان لاک کرتی اندر آگئی۔مگر دروازہ لاک کرنا بھول گئی۔اس نے سیدھے کیچن کی راہ لی اور فریج سے پانی کی بوٹل لے کر اسے منہ لگا لیا تھا۔وہ ایک سانس میں آدھی بوٹل پی گئی۔باقی بوٹل کے پانی سے اس نے اپنے چہرے کو سنک پہ کھڑا ہو کر دھویا۔

"ہیلو بیوٹی!"

اسے اپنے قریب ہی کسی کی آواز آئی تو وہ ڈر کر پیچھے ہوئی تھی۔مگر اس کے بالکل پیچھے کھڑے ڈیوڈ سے ٹکرائی۔وہ فوراً سے اپنا رخ بدل گئی۔ڈیوڈ اس کے سامنے کھڑا تھا۔جبکہ اس نے سہارے کے لیے سنک کو پکڑا۔اس کا ڈر اس کے چہرے سے صاف نظر آ رہا تھا۔جبکہ ڈیوڈ کی نظر اس کے بھیگے

بھیگے چہرے پہ تھی۔ عینی نے اس کی آنکھوں سے خوف ذدہ ہو کر وہاں سے نکلنا چاہا تو وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا راستہ روک گیا۔

"جی بھائی! رباب آئی تھی مجھ سے ملنے۔۔۔"

"کیوں؟۔۔"

وہ حیران تھے۔

"مجھے بتانے آئی تھی کہ۔۔۔ وہ شادی کر رہی ہے۔۔۔ فواد بھائی سے نہیں کسی اور سے۔۔"

فہیم دروازہ کھول کر کر گھر کے اندر داخل ہوا۔

"اسلام و علیکم!"

"وسلام۔"

عافیہ نے کمرے سے نکلتے ہی جواب دیا۔ وہ جانتی تھی کہ ان کے شوہر کے آنے کا وقت ہو چکا ہے۔ وہ فوراً سے کمرے سے باہر آئیں۔

"دن کیسا رہا آپ کا۔"

"اللہ کا شکر ہے۔ سب بہتر ہی رہا۔"

انہوں نے ہاتھ میں پکڑے پھل کے شاپر عافیہ کی جانب بڑھائے۔ وہ مسکرا دی۔

"ابھی پہلے والے پھل بھی میں نے پڑوسیوں میں بانٹ کر ختم کیے تھے۔ آپ پھر لے آئے اتنے زیادہ۔۔ ہم دو فرد ہی تو ہیں گھر میں۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے فہیم سے بات کر رہی تھیں۔ جبکہ فہیم کا دھیان کہیں اور تھا۔

"فہیم !کچھ پریشان ہیں۔ "

عافیہ نے نوٹ کر ہی لی فہیم کی بے دھیانی۔

"ہاں۔ "

فہیم نے چھپانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ برآمدے میں رکھے گئے صوفے پہ بیٹھ چکے تھے۔

"اور کیوں پریشان ہیں؟ "

عافیہ ن پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ فہیم نے ایک نظر ان کی جانب دیکھا۔

"شادی سر پہ ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رباب اکیلی بینش سے ملنے جائے۔۔ اور اس کا جانا بنتا بھی نہیں تھا۔مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم جانتی تھی کہ رباب بینش سے ملنے جا رہی ہے؟ "

فہیم کے جملے پہ عافیہ کے گلے میں گلٹی ابھری۔

"تمہاری خاموشی کا مطلب۔۔کیا میں ہاں سمجھوں؟"

فہیم نے دوبارہ پوچھا۔

"فہیم !وہ مجھ سے اجازت لے کر نہیں گئی تھی۔ اس کے غائب ہو جانے پہ تو میں خود بہت پریشان تھی۔ میں آپ کو بتانا چاہتی تھی مگر کیا کہ کر بتاتی آپ کو۔ فواد گھر پہ موجود تھا۔ وہ اس کے ساتھ بھی کہیں نہیں گئی تھی۔ پھر وہ خود ہی آدھے گھنٹے میں واپس آگئی تھی۔ میں نے پوچھا تو اس نے کہ دیا کہ نور کی قبر پہ گئی تھی۔"

فہیم خاموش تھے۔

"فہیم ۔۔ سچ میں میں جھوٹ ۔۔ نہیں کہ رہی ۔۔۔"

"عافیہ!"

فہیم نے پکارا۔

"جی"

"رباب کی ساس کا فون آیا تھا۔ انہوں نے فواد کے متعلق پوچھا ۔"

عافیہ شاک میں تھی۔

"مگر۔۔۔ کیوں ۔ ؟ کیا انہیں ۔۔ ؟"

"فواد کے رشتے کے لیے اپنی بیٹی دیا کے ساتھ ۔"

فہیم نے عافیہ کی جانب دیکھتے ہوئے اس کے سوالوں کا جواب دے دیا۔ کچھ دیر تک خاموشی ہی خاموشی چھائی رہی۔

"کیا تم کہ سکتی ہو کہ رباب کے سسرال میں اس کی پہلی منگنی کا عاصم کے علاوہ کسی کو معلوم ہے ؟"

فہیم کے سوال کا جواب عافیہ کے پاس نہیں تھا۔

وہ کب سے عاصم کا انتظار کر رہی تھی۔ نسیمہ بیگم نے اسے صاف صاف کہ دیا تھا کہ وہ کل ان کے ساتھ دیا کے رشتے کے لیے جائے گی۔ اور وہ انہیں بتا بھی نہیں سکی تھی کہ اس کی نسبت فواد کے ساتھ رہ چکی تھی۔

"عاصم !کہاں ہے آپ ؟"

اس نے پھر سے اسے پکارا۔ جانے کتنی بار وہ خود سے اس کا نام دہرا چکی تھی۔ وہ تھک ہار کر ریوالوینگ چیئر پر بیٹھ گئی۔ انتظار کرتے کرتے خود اس کی آنکھ لگ گئی۔

فواد آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسے اپنا انتظار کرتی ملی۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔ وہ اپنا سوٹ کیس اور فون ایک جانب رکھتا اس کے سر پہ آکھڑا ہوا۔

"کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ تم۔۔۔۔"

"آپ آ گئے؟"

وہ خود سے ہی کہ رہا تھا مگر وہ اسکی موجودگی محسوس کرتے ہی اٹھ گئی تھی۔

"ہممممم۔ تم ایسے کیوں سو رہی ہو؟"

وہ اس ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی گھڑی اتار رہا تھا۔

"وہ میں۔۔آپ کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔سو گئی۔۔پتہ ہی نہیں چلا۔"

عاصم نے شیشے سے اس کی جانب دیکھا اور مسکرایا۔

"امی اور دیا کیسی ہیں؟"

اس نے اپنے کوٹ کو اتارتے ہوئے پوچھا۔

"دیا ٹھیک ہے۔ امی نے دیا سے آج بات کی ہے۔ اسی لیے وہ آج خوش ہو کر سوئی ہے۔"

رباب نے الماری سے اس کے لیے ٹراوزر اور شرٹ نکالتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اسے شیشے سے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ تو اچھی بات ہوئی پھر۔"

اس نے کوٹ بیڈ پہ رکھتے ہوئے ٹائی کھولنا شروع کی۔

"ہاں اچھی بات تو ہے۔۔امی بھی پہلے سے بہتر ہیں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کپڑے عاصم کی جانب بڑھائے۔ جیسے اس نے اس کے ہاتھ سمیت پکڑ لیے تھے۔

"اور تم کیسی ہو؟"

اس نے رباب کو خود سے قریب کیا۔ اور شرما کر سر جھا گئی۔

"پیچھے ہو جائیں مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

اس نے خود کو چھڑاتے ہوئے اس سے کہا۔

"اچھا تو کیا بات کرنی ہے؟"

عاصم نے اس کی جانب چہرہ جھکاتے ہوئے سوال کیا۔

"پہلے آپ چینج کر کے آئیں۔"

اس نے عاصم کو واش روم کی جانب دھکیلا تھا۔

"سوچ لو۔۔ہوسکتا ہے میں بعد میں نہ سنو۔۔"

عاصم نے ڈرانہ چاہا۔ وہ پچھلے دو دن سے شاید اسے ہی سب سے زیادہ مس کر رہا تھا۔

"نہیں ہوسکتا۔۔میری نہیں سنیں گے تو اور کس کی سنیں گے۔"

رباب نے اسے واش روم میں کمر سے دھکا لگاتے ہوئے جواب دیا۔ جبکہ عاصم مسکرایا۔ وہ سچ میں اس کے لیے سکون بنی تھی۔ اس کی زندگی جو حسام کے جانے سے بے ترتیبی سے خراب ہوئے تھی

وہ اب درست ہوتی جا رہی تھی۔ شادی چاہے جیسے بھی ہوئی تھی مگر اب وہ اس کے ساتھ خوش تھا۔ بہت خوش۔

"عاصم! کاش میں آپ کو بتا سکتی کہ مجھے آپ کتنے اچھے لگتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کب کیسے اور کیوں؟ بس لگتے ہیں تو لگتے ہیں۔ شادی ٹھیک ہی کہتے ہیں نکاح کے دو بول دونوں دلوں میں محبت پیدا کر ہی دیتے ہیں۔ مجھے تو کبھی یقین ہی نہیں تھا کہ آپ میری جانب کبھی جھکے گے بھی۔ میری طرف دیکھے گے بھی۔۔۔ مگر دیکھیں۔۔ میں آج آپ کے ساتھ ہوں۔ خود پہ فخر نہ کروں تو کیا کروں۔ مگر فواد سے دیا کے رشتے کی بابت۔۔۔ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی عاصم۔۔ نہیں کھونا چاہتی۔۔۔"

وہ عاصم کی تصویر سے باتیں کر رہی تھی۔ تب ہی وہ دروازہ کھول کر باہر آگیا تھا۔

"تم نے کل کی تیاری کرلی۔۔۔"

"کس بارے میں؟"

رباب پریشان ہوئی۔

"دیا کا رشتہ لے کر جانا ہے نہ فواد کے لیے۔۔۔"

رباب سن ہوئی تھی۔

"آپ کو۔۔۔ پتہ تھا۔۔"

وہ تولیے سے بال خشک کر رہا تھا جب اس نے رباب کا خشک ہوتا چہرہ دیکھا۔

"ہاں معلوم تھا۔۔ تمھیں کوئی اعتراض ہے؟"

وہ اس کی جانب چل کر آیا۔ اس نے باب کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیا تمہارے دل میں۔۔اب بھی فواد۔۔۔"

عاصم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ وہ کب سے ہمت باندھ رہا تھا۔ اور دل میں اس کے انکار کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔نہیں ہے کوئی آپ۔۔۔کے سوا۔۔"

رباب نے خوف ذدہ ہوتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ عاصم پر سکون ہوا اور ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔ جیسے سمجھتے ہوئے وہ اس کے سینے پہ سر رکھ گئ۔

"بہت خوش ہوں میں تمہارے ساتھ رباب۔۔مجھے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا اگر تم ساتھ ہو۔"

"مجھے۔۔۔بھی۔۔"

وہ آنکھیں موندے اقرار کر گئ۔

دو دن بعد

"فواد بھائی! آپ یہاں؟"

احتشام گاڑی سے سامان نکال رہا تھا۔ جب اسے دوسری گاڑی سے نکلتا فواد دیکھائی دیا۔ فواد اس دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کیسے ہیں بھائی؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟ اور یہاں کیسے؟"

وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے تھے۔

"وہ سامنے والے گھر میں میرے سر آئے ہیں۔ اپنی بہن کا رشتہ لے کر۔۔"

احتشام نے فوراً سے جواب دیا۔ فواد نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تو امی نے اس لیے بلایا ہے مجھے گھر۔"

"آپ کہاں رہتے ہیں؟"

وہ پوچھ تو بیٹھا مگر اب ڈر رہا تھا اس نے پوچھ لیا تو کیا جواب دے گا۔ اس کی بہن سے ملنے؟؟"

"جہاں تمہارے سر گئے ہیں۔۔ چلیں اندر۔۔"

اس کی توقع کے برعکس جواب دیتا فواد گھر کی جانب بڑھ گیا۔ احتشام کھل کر مسکراتا اس کے پیچھے چلا پڑا۔ تو اسے وہ آج دیکھ ہی جائے گی۔۔ بینیش کو سوچتے ہی اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ وہ دونوں آگے پیچھے داخل ہوئے تھے۔ مگر اندر جاتے ہی دونوں کے قدم تھمے تھے۔ احتشام کو سمجھ نہیں آیا کہ بینیش اس لڑکی کے گلے لگ کر کیوں رو رہی تھی۔ جبکہ فواد عاصم کو وہاں دیکھ کر اندازہ کر چکا تھا کہ وہ لڑکی رباب ہے۔ عاصم نے اسے ایک نظر دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تھیں اور وہ الٹے پیر وہاں سے واپس مڑ گیا تھا۔ کسی نے اسے روکنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اگر گھر میں کوئی آواز تھی تو وہ ان دونوں کی سسکیوں کی تھی۔ ریحانہ بیگم کا دل رباب کو دیکھ کر پگلا تو بینیش کو دیکھ کر واپس سخت کر لیا تھا۔

"بینیششششش"

انہوں نے اسے آواز دی تھی۔

"امی! روبی یہیں تھی۔۔ فہیم بھائی نے جھوٹ کہا مجھ سے۔۔۔ یہ۔۔ یہ ہیہں پہ ہے۔"

اس نے رباب کے گلے لگے جواب دیا۔ وہ سمجھ نہیں سکی کہ ریحانہ بیگم نے اسے کیوں بلایا۔ دوسری جانب رباب کی نظریں صرف عاصم کو دیکھ رہیں تھیں۔ جو چپ چاپ اپنی امی کے ساتھ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"نسیمہ بہن آپ جا سکتی ہیں۔۔مجھے میرے بیٹے کا رشتہ آپ کی بیٹی سے نہیں کرنا۔ بینششش۔ ادھر آو تم۔۔"

انہوں نے ایک ساتھ نسیمہ بیگم کو جواب دے کر بینیش کو پکارا تھا۔ جو نہ جانے اس سے گلے لگے کیا کہہ رہی تھی۔

"ریحانہ بہن! نہ تو غصے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہیے اور نہ کوئی کام کا ارادہ۔ دونوں ہی خراب ہوتے ہیں۔ آپ صرف اس لیے رشتہ نہیں کرنا چاہتی کہ رباب پہلے فواد سے منسوب تھی۔۔ خیر یہ کوئی وقت نہیں ہے۔ ہم پھر آئیں گے۔

"رباب۔۔چلیں بیٹے۔"

بینیش نے اسے خود سے الگ کیا تھا۔ وہ اب اس کے چہرے کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہی تھی۔

"فکر نہیں کرو۔ بینیش سب ٹھیک کر دے گی۔۔"

اس نے مسکراتے ہوئے رباب سے کہا جبکہ رباب کا دھیان عاصم کی جانب تھا جو احتشام کے ساتھ گھر سے باہر جا رہا تھا۔

"دولہا بھائی!"

بینیش کے پکارنے پہ وہ روکا۔ رباب نے آنکھیں زور سے بند کی تھی۔

"نائس ٹو میٹ یو۔"

"بینششش"

اس کے کہنے پر ریحانہ بیگم نے اسے پھر سے پکارا تھا۔

وہ لوگ جس خاموشی سے آئے تھے اسی خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے تھے۔

"شرم نہیں آتی تمہیں۔۔ماں بلائے چلی جا رہی ہے اور تم۔ ہو کہ سنتی ہی نہیں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"اب یہ منہ کیوں پھلایا ہوا ہے۔"

"تو اور کیا کروں؟ میری دوست یہاں پہ ہے۔ اور مجھے سب یہ کہ رہیے ہیں کہ وہ دوسرے ملک گئی ہے۔ فہیم بھائی نے بھی جھوٹ کہا مجھ سے۔"

ریحانہ بیگم نے سر پکڑ لیا۔ وہ کیا سمجھائیں اس لڑکی کو۔

"اس لڑکی نے تمہاری ماں اور بھائی کی عزت خراب کر ڈالی اور تم ہو کہ اس کے گلے لگی پڑی ہو۔ اس کے بھائی نے ہماری پوری شہر میں بدنامی کرا دی۔ تم اب بھی ان کے گھر جاتی ہو۔ اپنے بھائی کی کوئی فکر نہیں۔۔ اور اس شخص کو دولہا بھائی کہتی ہو جس نے مڑ کر بھی تمہیں نہیں دیکھا۔

"جو آپ کے بھائی کا قاتل ہو۔۔ کوئی اسے کیسے دیکھے گا۔"

وہ منہ میں بڑبڑائی تھی۔ ریحانہ بیگم نے اسے ایک بازو پہ تھپڑ لگایا۔

"جاو جا کر فواد کو فون کرو۔۔ کہاں ہے وہ؟"

"جا رہی ہوں۔۔ تب ہی گھر کے مین دروازے سے فہیم اور عافیہ داخل ہوئے تھے۔

"فہیم بھائی"

عشق کے موتی انمول
عشق کر دے بے مول
عشق کی حقیقت نہ جانے کوئی
عشق بولے بس اپنے بول
عشق کی گونج نرالی
عشق کے مٹی میں رول
عشق نہ آئے کسی کی سمجھ میں
عشق گھمائے گول گول
عشق فقیری عشق امیری
عشق میں ہے نہ کوئی جھول
عشق کی بازی نہ جیتا کوئی
عشق تھمائے کشکول

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"بینش !میں شادی کر رہی ہوں۔۔۔ صرف تمہارے لیے۔۔۔ مگر فواد کے ساتھ نہیں۔۔۔ حسام کے بھائی کے ساتھ۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے تمہارے ساتھ ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ تمہارا قصور صرف اتنا تھا کہ تم نے خود کو نور بننے سے بچانا چاہا۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ اب کیا ہو گا مگر بینش۔۔۔ اس کا بھائی آ گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تمہیں؟ مجھے ڈر لگتا ہے بینش۔۔۔ بہت ڈر لگتا ہے۔ عینی نہیں ہے یہاں۔ نور مر چکی۔ تمہاری یہ حالت ہے۔۔۔ میں کہاں جاؤں بینش۔۔۔ تم ٹھیک ہو جاؤ پلیز۔۔۔ ٹھیک ہو جاؤ۔"

پورا کمرہ اس کی سسکیوں سے گونج رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں مجھے معملات سنبھالنے نہیں آتے۔۔۔ مگر میں کوشش تو کر سکتی ہوں نہ۔۔۔ بینش خالہ کی طبعیت ٹھیک نہیں ہیں۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ فواد کو تمہاری ضرورت ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز اٹھ جاؤ۔۔۔۔ میں تمہیں نہیں کھونا چاہتی بینش۔۔۔ آنٹی کو تمہاری ضرورت ہے۔ اس لیے میں نے جو ہو رہا تھا اسے ہونے دیا۔ میں۔۔۔ حسام کے بھائی کے ساتھ۔۔۔ شادی کر رہی ہوں۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ اس کے بعد میرا کیا ہو گا مگر اس طرح وہ تم سے دور رہے گا۔ تم سے دور رہے گا تو خالہ اور فواد دونوں سنبھل جائیں گے۔ لیکن اگر تمہیں کچھ ہوا تو وہ دونوں۔۔۔؟ مجھے سوچ کر بھی ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ اس لیے اس سے شادی کر رہی ہوں۔ سارا بلیم مجھ پہ ہے۔ مجھے دل و جان سے قبول ہے۔ سب کچھ۔ آخر تمہاری دوست جو ہوں۔ تمہارا راز میرا راز۔ تمہاری خوشی میری خوشی۔۔۔ سب کچھ تمہارے لیے بینش۔۔۔ رباب سب کر جائے گی۔ وہ وعدہ کرتی ہے۔ چاہے وہ جس حال میں رکھے قبول ہے مگر تم تک پہنچنا قبول نہیں۔۔۔"

وہ چلی گئی تھی یہ دیکھے بغیر کے بیڈ پہ لیٹے وجود نے اس کی باتیں سنیں تھیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر تکیے میں جزب ہوئے تھے۔

کچھ انتظار کیجیے دے کر صدا ہمیں

آنا ہے ہم کو حال میں ماضی بعید سے

جائے قدامتوں کی طرف جو نکالیے

ایسا بھی ایک راستہ دور جدید سے

وہ جہانگیر ولا کے باہر کھڑی تھی۔ پھر ہمت بڑھاتے ہوئے اندر داخل ہو گئی تھی۔

"یہ تم نے مجھے اپنے گھر کی تصویر کیوں بھیجی ہے؟"

"کیا مطلب کیوں بھیجی ہے؟ تمہیں اپنا گھر دیکھا رہا ہوں۔"

حسام نے اس سے پوچھا۔

"مجھے کیا پتہ تمہارا گھر ہے یا نہیں۔ جھوٹ بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"یار تمہیں میری کسی بات کا یقین کیوں نہیں آتا؟"

"تو تم مجھ سے جھوٹ نہ بولو کرو نہ۔"

"جی بی بی آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

گیٹ پہ موجود چوکیدار نے پوچھا۔

"عاصم جہانگیر سے۔۔"

بینیش نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن صاحب ابھی گھر پہ موجود نہیں ہیں۔ یہ ان کے آفس جانے کا وقت ہے۔"

چوکیدار نے اس کی لاعلمی پہ اسے آگاہ کیا۔

"آفس کہاں ہے ان کا؟"

وہ آج طے کر کے آئی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

ڈیوڈ نے اسکی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"خا۔۔۔خا۔۔خا۔۔خالہ"

وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے دور کرتی چلائی۔

"ارے چلا کیوں رہی ہو؟ خالہ نہیں ہے یہاں۔۔صرف میں۔۔اور تم۔۔۔"

اس نے اسکے دونوں ہاتھوں کو دبوچ کر اس نے اسے خود سے قریب کیا۔

"نہیں۔۔خالہ۔۔چھوڑو مجھے۔۔۔خالہ۔۔"

وہ عینی پہ قابو پانے کی مسلسل کوشش کر رہا تھا۔ اس کا چلانا اس کا ہاتھ پیر مارنا۔۔ڈیوڈ کو اس کا کام مشکل کرتا دیکھائی دیا۔ اس سے پہلے وہ اس کی گردن کی جانب جھکتا وہ اس کے کندھے پہ اپنے دانت گاڑ چکی تھی۔ وہ چلا کر اسے پیچھے دھکیلتا خود اس سے دور ہوا تھا۔

"یو بیچ۔۔"

وہ اس کی جانب واپس آیا مگر اس سے پہلے ہی عینی نے وہاں سے بھاگنے کی۔ مگر جاتی تو کہاں۔ ایک کچن ہی نظر آیا۔ وہ وہاں چلاتی ہوئی بھاگی۔

"ساری کوشش بے کار ہیں بیوٹی۔ جب ایک رات باہر کسی کے ساتھ گزار سکتی ہو تو میں تو تمہارا ہونے والا شوہر ہوں نہ۔"

ڈیوڈ نے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا جو شیلف کے پاس کھڑی خود کو بچانے میں لگی ہوئی تھی۔ وہاں سے آگے راستہ نہیں تھا۔ جو راستہ تھا وہاں ڈیوڈ موجود تھا۔

"لیس کم آن۔۔بے بی۔"

وہ اس کی جانب بڑھتا آگے آیا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب آیا عینی نے اپنے پیچھے سے جوسر مشین اس کے سر پہ ماری تھی۔ جیسے اس نے ڈیوڈ کے کچن میں داخل ہونے سے پہلے اپنے بچاو کے لیے اپنے پیچھے چھپایا ہوا تھا۔

وہ چلاتا ہوا پیچھے ہوا۔ عینی اس کے سر سے نکلتے خون کو دیکھ کر واپس بھاگی تو پاس سے گزرتے ہوئے ڈیوڈ نے اس کی ٹانگ کو ایک ہاتھ سے پکڑا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ اپنے سر کو تھامے ہوئے تھا۔

"ایسے تو نہیں۔۔جانے دوں۔۔۔گا۔"

اس کے ٹانگ پکڑنے سے وہ منہ کے بل نیچے گری تھی۔ اس کو کمزور جان کر اس نے اپنے بچاو کے لیے اس کے منہ پہ دوسری لات ماری تھی۔ ایک نہیں دو نہیں۔۔جانے کتنی بار۔ جب تک کہ اسے

یقین نہ ہو گیا کہ وہ اس کی ٹانگ چھوڑ چکا ہے۔ اس کے بعد اس نے پیچھے مڑنے کی ذحمت نہیں کی تھی۔

"رباب! تم یہیں رو کو۔"

نسیمہ بیگم نے اسے اپنے پاس روکا تھا۔ عاصم اور احتشام وہیں سے آفس چلے گئے۔ ان سب کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"جی امی!"

رباب نے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت ڈرائینگ روم میں موجود تھیں۔

"ریحانہ بیگم کو اعتراض کس بات سے ہے؟ تمہارے فواد سے شادی نہ کرنے پہ یا عاصم کی تم سے شادی کرنے پہ۔۔"

وہ سر جھکا گئی۔

"شاید دونوں باتوں پہ۔۔"

اس نے آہستگی سے کہا۔

"ہممممم۔ وہ لڑکی جو تم سے گلے ملی تھی کون تھی وہ؟ ان کی بیٹی کے بارے میں تو کہا گیا تھا کہ وہ قومہ میں ہے۔"

نسیمہ بیگم نے اگلہ سوال کیا۔

"وہ بینیش تھی۔۔ان کی بیٹی۔ اور میری دوست۔"

آخر میں وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"کہاں چلی گئی تھی تم بے وقوف۔۔ بینیش کے کیے کی سزا تم کیوں بھگتو گی۔۔ بینیش ہے نہ۔ جو غلط کیا ہے اس کی سزا تو اسے ہی ملنی چاہیے۔ دوست ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم۔۔ تم بینیش بن جاو۔ بینیش صرف ایک ہے۔ یہ بینیش کا کام ہے غلطیاں کر کے اسے درست کرنا۔ رباب کا کام یہ ہرگز نہیں کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کا سہرا اپنے سر باندھے۔۔۔بس مت رو۔ بینیش بات کرے گی سب سے۔۔ سب کچھ کلیر کرے گی بینیش۔۔"

اس کے ذہن میں بینیش کی کہی گئی باتیں گونج گئی جو اس نے اس کے گلے لگے ہوئے کان میں گھستے ہوئے کہیں تھیں۔

"تمہاری دوست۔۔۔ اللہ کا شکر ہے اسے ہوش آگیا۔ مائیں بیٹیوں کے لیے بڑی پوسیسو ہوتیں ہیں۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"امی۔ کیا اب بھی آپ۔۔ دیا کی شادی فواد سے۔۔۔"

"ہاں تو اس میں برائی کیا ہے؟ تمہاری شادی اب ہو چکی ہے۔ تم خوش ہو اپنی زندگی میں۔ تو انہیں بھی خوش ہونا چاہیے۔ اگر فواد دیا اور دیا فواد سے شادی کرنا چاہتی ہے تو انہیں اپنا ظرف بڑا کرنا ہوگا۔۔"

وہ حیران ہوئی تھی۔ انہیں پھر سے غلط بات بتائی گئی تھی۔ تھی وہ سمجھ رہیں تھیں کہ فواد بھی دیا سے۔۔ مگر ایسا نہیں تھا۔۔ وہ تو آج تک۔۔۔۔ تو کیا وہ ابھی تک مجھ سے۔۔۔؟

اس سے آگے سوچنے کی اس کی ہمت نہیں تھی۔ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ گئی تھی مگر فواد۔ ۔خالہ۔ ۔اور شاید بینیش بھی وہیں کے وہیں رک گئے تھے۔

جیری! جلدی کرو۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

مسسز احمد نے جیری کو ڈرائیونگ تیز کرنے کا حکم دیا تھا۔ منصور نے اس کی ڈیوٹی لگائی تھی مسسز احمد کو پک کرنے کی۔ وہ بے دلی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کا دھیان بار بار ماریہ کی جانب چلا جاتا تھا۔ وہ جتنا اسے بھاگنے کی کوشش کرتا وہ اتنا ہی اسے یاد آتی تھی۔ حالانکہ اس کی تھوڑی دیر پہلے ہی تو ملاقات ہوئی تھی۔ تب ہی کوئی اس کی گاڑی سے ٹکرایا اور بے ہوش ہو گیا۔

"او شٹ!"

"جیری!"

"کون تھا وہ۔ ۔؟ دیکھو جا کر زندہ ہے کیا؟"

وہ ڈرتی ہوئی باہر نکلی تھی تب تک جیری باہر نکل کر اس کا چہرہ دیکھ چکا تھا۔ وہ کوئی اور نہیں عینی تھی۔

"مجھے عاصم جہانگیر سے ملنا ہے۔"

"آپ کی کوئی اپومنٹ؟"

"نہیں۔ نام بتا دیں۔ ۔فوراً سے ملنے بلائیں گے۔"

بینیش نے چیلنج دیتی نظروں سے کہا۔ ریسیپشن پہ موجود لڑکی نے فون ملایا تھا۔

"نام۔۔"

"بینیش!"

اس لڑکی کو کہا۔ اس کے جواب کو فون پہ موجود لڑکی کی آواز اور نام سن کر اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔

"وہ تمہاری دوست ہے۔ تمہیں اس سے ملنا ہے ملو۔ مگر نہ تو وہ میرے گھر میں آئے گی اور نہ میرے سامنے۔ تمہارے لیے میں بس اتنا ہی کر سکتا ہوں۔"

اسے خود کا کہا گیا جملہ یاد آیا۔

"کہ دو میں بزی ہوں۔"

اس لڑکی نے ہنستے ہوئے بینیش کو پیغام پہنچایا تھا۔

"او۔۔۔ نائیس۔۔ ٹھینکس۔۔"

وہ مسکرا کر کہتی اس کے آفس کی جانب بڑھ گئی۔ وہ لڑکی اسے روکتی روکتی پیچھے گئی مگر تب تک وہ اس کے آفس کا دروازہ کھول چکی تھی۔ دروازہ کھلنے پر اندر موجود عاصم اور عامر نے ایک ساتھ دیکھا تھا۔

عشق کے موتی انمول

عشق کر دے بے مول

عشق کی حقیقت نہ جانے کوئی

عشق بولے بس اپنے بول

عشق کی گونج نرالی

عشق کے مٹی میں رول

عشق نہ آئے کسی کی سمجھ میں

عشق گھمائے گول گول

عشق فقیری عشق امیری

عشق میں ہے نہ کوئی جھول

عشق کی بازی نہ جیتا کوئی

عشق تھمائے کشکول

"یار تم میری بات کیوں نہیں سنتی ہو؟ میں کب سے تمہیں فون کر رہا ہوں ؟"

حسام نے فون کے ریسیو ہوتے ہی کہا۔ جبکہ بینش نے اپنے آنسوؤں کو پھر سے بہنے سے روکا۔

"ہیلو؟۔۔۔ بینش۔۔"

وہ خاموش تھی۔ اس کی آواز شاید آخری بار سننا چاہتی تھی۔ وہ پریشان تھا تو خوب پریشان تھا۔ اس کے لہجے اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ناٹک کر رہا ہو۔

"میں ملنا چاہتی ہوں تم سے۔۔ ابھی اور اسی وقت۔"

بینیش نے آخر کہہ ہی دیا تھا۔ حسام اس کی تو باچھیں ہی کھل گئیں تھیں۔

"مجھے نہیں پتہ تھا میری مراد اتنی جلدی قبول ہوگی۔ میں تو کب سے انتظار کر رہا تھا۔ میں آتا ہوں ابھی اور اسی وقت۔"

وہ آج طے کر کے آئی تھی۔ خود کو مضبوط بنا کر آئی تھی۔ خود کو اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اسے آتا دیکھائی دیا۔ ہمیشہ کی طرح خوبرو۔ ہمیشہ کی طرح ترو تازہ۔ ہاتھ میں ریڈ روزز کا بوکے پکڑا ہوا تھا جیسے اس کے قریب آتے ہی بینیش کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ بینیش جواباً مسکرا بھی نہ سکی۔

"کیسی ہو؟"

بینیش نے وہ پھول لے کر ایک سائیڈ پہ رکھ دیے تھے۔ وہ چونکا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ پہلے بھی جب کبھی وہ اس کے لیے پھول لے کر آیا بینیش نے انہیں مسکراتے ہوئے ریسیو کیا تھا۔ اور کبھی بھی ایسے نیچے نہیں رکھا تھا۔ ہاتھوں میں پکڑے رکھا اور بار بار اس کی خوشبو کو سونگا کرتی تھی۔ مگر اب۔۔۔ اس نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ پریشان لگ رہی تھی۔ شاید رو کر بھی آئی تھی۔

"تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟"

بینیش نے اس سے کہا۔

"پریشان۔۔ اور افسردہ۔۔"

بینیش نے اسے غور سے دیکھا۔

"اندازے اچھے ہیں تمہارے۔۔"

وہ طنزیہ ہنسی۔ حسام پریشان ہوا۔

"مجھے تمہارے بارے میں اندازے لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ہر ری ایکشن سے میں تمہارے اندر کی تبدیلی جان سکتا ہوں۔"

حسام نے اس کی جانب ہو کر کہا۔ جبکہ بینش کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔

"بتاؤ مجھے۔ کیا بات ہے؟ ایسی کونسی بات ہے جس نے تمہیں اس قدر پریشان کیا ہوا ہے؟ میں ہوں یہاں اسے حل کرنے کے لیے۔"

"تم مرد بھی نہ کتنے عجیب ہوتے ہو۔ پہلے ہمیں پرکھتے ہو۔ ہماری عادات کو نوٹ کرتے ہو۔ پھر جب ہم تمہارے عادی ہوتے ہیں تو۔۔۔ دور بیٹھ کر ہمارا تماشہ دیکھتے ہو۔۔۔"

اس نے اپنے آئے آنسوؤں کو اندر دھکیلا۔ وہ اس کے سامنے رو کر خود کو ہمیشہ کے لیے شرمندہ نہیں کروانا چاہتی تھی۔

"بینششش! کیا ہوا ہے؟"

وہ پریشان ہوا۔

"یقین مانو تمہارے لہجے اور ری ایکشن سے لگ رہا ہے کہ کہا کہ تم واقع ہی پریشان ہو۔ مگر تمہارے دل میں کیا ہے مجھے نہیں معلوم۔۔"

وہ انجان بنی۔ جبکہ حسام اس کے لہجے سے گھبرایا۔

"بینش! آخر کیا ہوا ہے؟"

حسام نے دوبارہ زور دیا۔

"کچھ نہیں۔۔بس ایک راز فاش ہو گیا ہے۔ دیکھنا چاہو گے؟"

حسام کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے؟

"بینیش۔ سیدھی اور صاف بات۔۔۔۔۔"

"وقاص کون ہے؟"

حسام کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بینیش نے پوچھا۔ وہ چونکا۔

"کیا؟۔۔"

"میں نے پوچھا وقاص کون ہے؟"

بینیش نے اپنی بات پہ زور دیا۔

"میں کسی وقاص کو نہیں جانتا۔"

وہ صاف مکر گیا۔ بینیش شاک تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس سے جھوٹ بولے گا۔

"تو تم کسی وقاص کو نہیں جانتے؟"

اس نے اپنے فون پہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔"

حسام کے چہرے پہ ناگواری تھی۔ تب ہی حسام کا فون رنگ ہوا تھا۔ بینیش نے اسے ایک ویڈیو واٹس ایپ کی تھی۔ حسام اپنا ڈیٹا ہمیشہ آن رکھتا تھا۔ اس نے ایک نظر بینیش کی جانب دیکھا۔

"تمہارے ہی لیے ہے۔"

بینیش نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"دیکھ لو۔۔ میری پریشانی کی یہی وجہ ہے۔"

حسام نے اسے دیکھتے ہوئے ویڈیو آن کی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہیں کیسے پتہ یہ سب کچھ؟"

حسام کو یقین نہیں آرہا تھا۔

"کیونکہ یہ آئی ڈی۔ (اس نے سب مطلبی کی جانب اشارہ کیا تھا) یہ میرے دوست نعمان کی ہے۔ وہ کسی گڑیا نامی لڑکی سے بات کیا کرتا تھا۔"

ایک دوسرے شخص کی آواز آئی مگر تصویر نہیں۔۔ کیونکہ کیمرے کا فوکس صرف حسام تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا۔ ہاو از ڈیٹ پاسیبل؟"

حسام ابھی تک جیسے بے یقینی میں تھا۔

"ہو جائے گا۔ اس لڑکی کو آئی ڈی واپس کردو۔ ایک میسج کے ساتھ۔۔ جو میں کہوں گا۔ اور ہاں ساتھ نام بھی مینشن کرنا۔۔۔۔ بینیش۔۔۔ اس کے بعد اسے جہاں بلاوگے وہ آئے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔۔۔"

"ایک بار وہ کرلو جو میں کہہ رہا ہوں۔ اگر وہ نہ آئے تو۔۔۔۔ (سامنے موجود شخص حسام کے قریب آیا۔) تو میرا نام وقاص نہیں۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ رہے تھے جبکہ فون میں ویڈیو کب کی ختم ہو چکی تھی۔

"بینیش۔۔۔۔"

"جھوٹ۔۔۔ شروع سے آخر تک سب جھوٹ۔۔۔۔ اور میں بے وقوف مجھے خبر ہی نہ ہوئی کہ نور نے تو کبھی چیٹ میں میرا نام مینشن ہی نہیں کیا تھا۔"

وہ خود پہ ہنسی۔

"بینش۔"

"میرے دماغ نے کتنا کہا۔۔۔ مت کرو بھروسہ۔۔۔ سب فیک ہے۔۔ مت کرو۔۔۔ مگر میں۔۔۔ (آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹکا تھا۔) مگر میں۔۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوئی۔ اب مجھے پتہ چلا کہ نور نے کیوں کہا کہ وہ ذلیل ہوئی۔"

"بینش" حسام نے کچھ کہنا چاہا۔

"جانتے ہو۔۔ یہ دل ہی ہے جو آپ کو محبت کرنا سیکھاتا ہے۔۔ اور یہ دل ہی ہے جو آپ کو ذلیل بھی کرواتا ہے۔۔۔ دماغ کبھی ایسا نہیں کرتا۔۔۔"

اس نے خود پہ کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔ حسام محسوس کر سکتا تھا وہ کیا سوچ رہی تھی۔

"بینش۔۔ میری بات سنو۔"

"تم میری بات سنو۔۔"

بینش نے اس کی بات کاٹی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

"میرا تم سے اور تمہارا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اب سے۔۔۔"

"ہرگز نہیں۔۔ تم میری بات سنے بغیر مجھے فیصلہ نہیں سنا سکتی۔۔"

"میں سنا سکتی ہوں۔"

"بینیش !میں مانتا ہوں کہ مجھے تمہارا نام وقاص سے معلوم ہوا۔۔ مگر تم میری بات سنو تو صحیح۔مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ شخص میرا استعمال کر رہا ہے۔ میرا اب اس سے کوئی واسطہ نہیں۔۔۔"

حسام نے سمجھانا چاہا۔

"کہ لیا تم نے جو کہنا تھا۔۔۔ میں اپنی بات دوبارہ نہیں دہراوں گی۔۔ اور رہی بات میرے میسیجز اور تصویر کی۔۔۔ تو جو چاہے وہ کرو۔۔ چاہے انہیں پبلیش کروایا میرے گھر کے باہر بڑے بڑے پوسٹر چھپواو۔۔۔مجھے سچ میں کوئی پرواہ نہیں۔۔"

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی گئ۔حسام کے دل پہ ہاتھ پڑا تھا۔

"تمہیں میں ایسا لگتا ہوں۔میں۔۔ تمہیں بدنام کیوں کروں گا۔۔"

اس سے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔

"میں بھی یہی سوچتی تھی تمہیں کیا ملا میرے ساتھ ایسا کر کے۔۔ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔۔ پہلی بار کسی پہ بھروسہ کیا تھا میں نے۔۔ پہلی بار۔۔۔ اور تم نے وہ ہی توڑ دیا۔۔"

وہ شکوہ نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کر گئ۔۔۔

"غلط فہمی ہے بینیش۔۔۔"

"غلط فہمی میں تو میں جی رہی تھی۔۔۔ اینی ویز۔۔ بائے فورایور۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"تم ایسے نہیں جا سکتی۔۔۔ میں۔۔ تمہیں نہیں جانے دوں گا۔۔"

"میں جا سکتی ہوں۔۔حسام اور مجھے روکنے کی ہمت بھی نہ کرنا۔"

بپنیش نے واپس مڑ کر جواب دیا۔اور باہر کی جانب چل دی تھی۔

"مت جاو بپنیش۔۔سچ میں۔میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا۔۔۔میں مر جاوں گا۔"

اسے نہ رکتا دیکھ کر حسام نے کہا۔وہ ٹھری تھی۔

"تو مر جاو۔۔کوشش کرنا جس وقت یہ سب ہو۔۔میں تمہارے سامنے ہوں۔۔۔تاکہ مجھے تمہاری کسی بات پہ یقین تو آئے۔۔۔"

وہ سخت دل سے کہتی وہاں سے مڑ گی۔یہ وہ ہی جانتی تھی کہ کس دل سے اس نے حسام سے یہ سب کہا تھا۔اس کا دل کتنی بار پشیمان ہوا تھا مگر اب اپنے دل کی بات مان کر وہ اور ذلیل نہیں ہو سکتی تھی۔اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اگر دیکھ لیتی تو۔۔۔۔۔

"عاصم !آپ۔۔۔۔ناراض ہیں۔۔۔؟"

وہ کافہ دیر سے نوٹ کر رہی تھی کہ عاصم اسے اگنور کر رہا تھا۔اس کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہا۔وجہ بھی وہ شاید جانتی تھی۔

"نہیں۔۔ناراض نہیں ہوں۔"

اس نے لیپ ٹاپ پہ کام کرتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں۔۔آپ ناراض ہیں۔۔کیونکہ میں۔نے آپ کو بپنیش۔۔۔۔"

"رباب۔۔"عاصم نے اسے ٹوکا تھا۔

"بس رہنے دو۔ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"

اس نے لیپ ٹاپ کو بند کرتے ہوئے کہا۔ واضح اشارا تھا کہ وہ اب سٹڈی میں جائے گا۔

رباب اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہے ہیں؟ میری بات سن کر جائیں۔" رباب نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"کہو؟"

وہ واپس بیٹھ گیا۔ رباب اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"کہو اب؟"

عاصم نے جیسے اسے یاد کرایا تھا۔

"میں جانتی تھی کہ آپ جس لڑکی کو تلاش کر رہے ہیں وہ میں نہیں ہوں۔۔ مگر میں نے پھر بھی یہ ظاہر کیا کہ وہ میں ہی ہوں۔"

"جانتا ہوں"

"اور یہ بھی کہ وہ بینیش ہے میری دوست۔"

"نام نہیں معلوم تھا مگر اندازہ تھا کہ دوست ہی ہوگی۔ بہن تو ہے نہیں تمہاری۔۔"

عاصم نے اپنے اندازہ بتلایا۔

"اور یہ کہ وہ خالہ کی بیٹی ہے۔۔"

"نہیں۔۔ یہ نہیں جانتا تھا۔"

"اور یہ کہ میں جانتی تھی کہ دیا کے لیے کس کے گھر رشتہ لے کر جایا جا رہا ہے۔"

"پہلے نہیں جانتا تھا پھر اسے اپنے سامنے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ تم فواد کی وجہ سے نہیں ہچکچا رہیں تھیں بلکہ اس کی وجہ وہ لڑکی تھی۔"

"جی!"

رباب شرمندہ تھی۔ عاصم حیران۔

"میں مانتا ہوں کہ ہمارا رشتہ ایسے نہیں جڑا جیسے جڑنا چاہیے تھا۔ میں نے برا سلوک روا رکھا۔ مگر اس کی وجہ تھی۔ سب کی وجہ تھی۔۔ مگر تمہارے اس رویے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔۔ کیا پچھلے کچھ دنوں میں میں نے تمہیں اتنا اعتماد نہیں دیا کہ تم مجھے سب کچھ کلیر کر دو۔۔"

عاصم نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کی۔ رباب نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ میں بتانا چاہتی مگر۔۔۔"

"تمہیں لگا کہ میں تمہاری دوست کے ساتھ کچھ برا کروں گا۔۔۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے۔۔۔"

رباب نے عاصم کو سمجھانا چاہا مگر وہ دوبارہ سے اپنی چیزیں سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"عاصم۔۔۔"

"سنو رباب۔۔ وہ تمہاری دوست ہے۔ تمہیں اس سے ملنا ہے ملو۔ مگر نہ تو وہ میرے گھر میں آئے گی اور نہ میرے سامنے۔ تمہارے لیے میں بس اتنا ہی کر سکتا ہوں۔ اس نے جو میرے بھائی کے ساتھ کیا ہے میں اسے اس کے لیے معاف نہیں کر سکتا۔"

وہ اسے کہتا کمرے سے باہر گیا چلا گیا۔ رباب پیچھے کھڑی رہ گئی ابھی ابھی تو سب ٹھیک ہونے لگا تھا پھر یہ سب۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ چونکی۔

"بینششش! یہ لڑکی کہیں عاصم سے ملے اب۔۔"

اس کا دھیان اب بینیش کی جانب چلا گیا تھا۔

"مام! آر یو فائن؟"

منصور کو جیسے ہی اطلاع ملی کہ ان کی گاڑی سے کسی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے وہ سب چھوڑ کر ان کے پاس آیا۔

"آئی ایم فائن ڈئیر۔۔ ڈونٹ وری۔" مسز احمد نے اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"آئی ایم ریلی سکیرڈ اباوٹ یو۔"

منصور نے ان کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔ تب ہی جیری ڈاکٹر کے ہمراہ کمرے سے باہر نکلا تھا۔ منصور نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"دی ایکسیڈنٹ گرل از دئیر انسائیڈ دی روم۔"

مسز احمد نے وضاحت دی۔

"سم ون فزیکلی ہر اس ہیر۔ بٹ شی از فائن ناو۔ ٹیک ہر سلیپ ویل۔"

"تھینک یو ڈاکٹر۔"

منصور نے ہاتھ بڑھا کر شکریہ ادا کیا۔

جیری ڈاکٹر کے ساتھ باہر تک گیا جبکہ مسز احمد اس لڑکی کے پاس کمرے میں چلی گئیں۔ جیری واپس آیا تو منصور اسے انتظار کرتا ملا۔

"کیا ہوا ہے؟ کون ہے وہ لڑکی؟"

"آپ خود دیکھ لیں۔"

جیری نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"جیری! ایسا نہیں ہو سکتا۔"

انجانے سے خدشے کے تحت اس نے کہا۔

"ایسا ہو چکا ہے۔"

جیری نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ اسکی تو جیسے شمین ہی ہل گئی تھی۔ وہ الٹے پیر مسز احمد کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اس کی ماں کے وجود سے چھپا ہوا تھا۔

"کتنی خوبصورت ہے مگر نصیب دیکھو۔۔۔"

منصور کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس کی ماں اس کی موجودگی محسوس کرتے تھوڑا سا پیچھے ہوئیں تو وہ اس کا چہرہ بآسانی دیکھ پایا۔ اس کے چہرے پہ پانچوں انگلیوں کے نشانات تھے۔ اس کے ماتھے پہ چوٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کا ہونٹ کنارے کی جانب سے پھٹا ہوا تھا۔ اس نے زور سے اپنی آنکھیں بھیچیں تھیں۔

"منصور۔"

"کمنگ مام"

وہ انہیں جواب دیتا کمرے سے باہر نکلا تھا۔ جیری پہلے سے جانتا تھا اس کا کیا ری ایکشن ہوگا اس لیے وہ پہلے سے ہی ریڈی تھا۔ اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی جیری نے گاڑی کو عینی کے گھر کی جانب موڑ دیا۔ اور ساتھ ہی ایک کال ملا کر منصور کو دی تھی۔

"سر! ایکٹر عامر آئے ہیں آپ سے ملنے۔"

عاصم مسکرا دیا تھا وہ شاید اس کی فین رہی ہوگی۔ اس نے عامر کو آفس میں بلایا۔

"کیسے ہیں بھائی؟"

"ٹھیک۔ تم سناو۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے بغل گیر ہوئے تھے۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ ایک بڑا پراجیکٹ ملا ہے۔ کچھ دنوں تک ملک سے باہر جانا پڑ سکتا ہے تو اسی لیے ٹائم ملتے ہی آپ کے پاس آگیا۔"

"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے۔۔"

عاصم نے اپنی سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی سیکریٹری نے ایک لڑکی کی موجودگی کا بتایا۔ نام سنتے ہی اس نے انکار کر دیا تھا۔ عامر نے حیرت سے اسے غصے میں دیکھا۔ مگر جیسے ہی وہ وجود آفس روم میں داخل ہوا عامر کو سمجھ آگیا کہ اس کے غصے کی کیا وجہ ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آ چکی تھی۔

"سر! میری غلطی نہیں ہے یہ خود ہی آگئی۔"

"میرے سلام کا جواب تو آپ دیں گے بھی نہیں۔۔ اسی لیے۔۔ ہیلو دولہا بھائی۔"

اب چونکنے کی باری عامر اور سیکریٹری کی تھی۔ عامر اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔

"تم جاو انعم۔۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔"

عاصم نے سیکریٹری کو جواب دیا۔ عامر وہاں سے جانے لگا تو عاصم نے اسے روک لیا۔

"بیٹھ جاو۔ یہیں پہ۔"

"کیوں؟ جاو یہاں سے بھئی۔ میں نے پرسنل بات کرنی ہے۔"

اس نے عاصم کی بات پہ بینیش نے جب اس شخص کو رکتے دیکھا تو خود ہی کہ بیٹھی۔

"تم کیوں آئی ہو یہاں؟"

عاصم نے اسکی توجہ خود پہ دلائی۔ وہ اب سیٹھ سنبھال چکا تھا۔ صرف ایک وہ ہی تھی جو کھڑی تھی کسی نے اسے بیٹھنے کا کہا بھی نہیں تھا۔ لہزا وہ خود ہی ڈھیٹ بن کر بیٹھ گئی۔

"آپ سے ملنے۔"

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

#عشقبے مول قسط۴۵

#اززونیرا انجم

#قسط_نمبر_45

#باب_نمبر_16

#انجام

#لاسٹ_ایپیسوڈ

#حصہ۔دوئم

عشق کے موتی انمول

عشق کر دے بے مول

عشق کی حقیقت نہ جانے کوئی

عشق بولے بس اپنے بول

عشق کی گونج نرالی

عشق دے مٹی میں رول

عشق نہ آئے کسی کی سمجھ میں

عشق گھمائے گول گول

عشق فقیری عشق امیری

عشق میں ہے نہ کوئی جھول

عشق کی بازی نہ جیتا کوئی

عشق تھمائے کشکول

"آپ سے ملنے"

بینش نے جواب دیا۔ وہ اس انجان شخص کی موجودگی میں بات نہیں کر پا رہی تھی۔

"کیوں؟"

"کچھ کلیر کرنا تھا۔۔۔تاکہ میری وجہ سے آپ کے اور رباب کے ری لیشن شپ پہ۔۔۔"

"بیوی ہے وہ میری۔ باہر کے کسی فرد کی وجہ سے میرا اور اس کا رشتہ خراب نہیں ہو سکتا۔"

عاصم نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ اس میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ کیا کہتی۔ پہلے تو ساتھ بت بنا بیٹھا یہ شخص دوسرا عاصم کا لہجہ۔ اسے کب عادت رہی تھی مردوں کے غصے کو برداشت کرنے کی۔ اسے ایک بار پھر خود پہ شرمندگی ہوئی تھی اس کی وجہ سے اس کی دوست کو اس شخص کا کتنا سخت لہجہ برداشت کرنا پڑا ہوگا۔ اس نے ایک لمبی سانس لی۔

"بالکل وہ آپ کی بیوی ہے اور آپ کو اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھنا چاہیے یہ مجھے تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

"تو پھر یہاں کرنے کیا آئی ہو۔"

اس بار سوال پاس بیٹھے بت کی جانب سے آیا تھا۔ بینش نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"تم ہو کون؟"

اس کی ازلی انا ابھری تھی وہ کیوں اس شخص کو جواب دہ ہو۔

"عامر اقبال۔۔حسام کا دوست"

عاصم نے تعارف کروایا۔ جیسے سن کر بینش نے تیوری چڑھائی۔

"جیسے کہ نعمان اور وقاص۔۔ویسا ہی دوست۔۔"

اس کے طنز کو عاصم تو نہیں مگر عامر ضرور سمجھ گیا تھا۔

"جب کسی بات کا علم نہ ہو تو زبان بند رکھنی چاہیے۔"

"تو تمہارا خود کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

بینیش نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔ عاصم نے عامر کو باہر جانے کا کہا۔

"کیوں؟ اب جب بات کھل چکی ہے تو اسے بھی اب رکنے دیں۔"

بینیش نے دخل اندازی کی۔

"بینیش! ادھر دیکھو۔ کیا بات کرنے آئی ہو۔ جب میں نے رباب سے کہ دیا تھا کہ مجھے اس کا تم سے بات کرنے پہ کوئی اعتراض نہیں بس میرے سامنے مت آنا تو کیوں آئی ہو تم یہاں؟"

عاصم نے دو ٹوک ہو کر پوچھا۔ بینیش مسکرائی۔

"اچھا۔ یہ بہت اچھا کیا آپ نے۔ لیکن مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا اگر پتہ ہوتا۔۔ تو شاید پھر بھی آتی۔"

بینیش کے کہنے پہ عاصم اور عامر دونوں نے اپنے غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

"تو وہ ہی جاننا چاہتا ہوں۔۔ کیوں۔۔۔"

"کیوں آئی ہو یہاں؟"

بینیش نے عاصم کی بات کاٹی۔

"میرے بھائی سے دیا کے رشتے کے لیے انکار کیوں ہے؟"

"کیونکہ جیسی تم ہو ویسا تمہارا بھائی۔ وہ بھی ویسے ہی دیا کی خودکشی کی وجہ بننے والا تھا جیسے کہ تم بنی ہو حسام کی موت کی وجہ۔۔"

عامر نے بغیر کسی لگی لپٹی کہ اسے آئینہ دیکھایا۔ دو پل کو تو خاموشی رہی۔

"تو اس کا مطلب دیا حسام کی طرح بزدل نکلی۔"

بینیش کو جیسے افسوس ہوا۔ تبھی عامر نے پاس ٹیبل پہ رکھے گلاس کو ہاتھ مار کر نیچے گرایا۔ بینیش تھوڑا سا ڈری۔

"تم۔۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ کوئی تم سے بات بھی کرے۔۔ سمجھتی کیا۔۔۔"

"عامر"

اسے آگے بڑھتا دیکھ کر عاصم بولا۔ وہ اپنی جگہ ایسے ہی بیٹھی رہی۔ وہ واپس بیٹھ گیا۔

"سوری بھائی۔ اسے کہیں چلی جائے یہاں سے۔"

"اچھا لگا جان کر کہ کافی لوگ حسام کے قریبی ہیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔۔۔"

"بینیش تمہیں شرمندگی نہیں کہ تمہاری وجہ سے حسام نے خود کی جان لی۔"

عاصم نے اسے ٹوکا۔

"میری ذرا سے انا کی وجہ سے میں نے اپنے سامنے اپنی بہن سے بڑھ کر دوست کو آخری سانسیس لیتے دیکھا۔۔ مجھ میں اگر شرمندگی نہ ہوتی تو بزدلوں کی طرح کب کی اس کی قبر کے ساتھ لیٹی ہوئی ملتی۔ میں شرمندہ تھی اسی لیے آج یہاں آپ کے سامنے موجود ہوں۔"

"نئی لاجک۔"

عامر منہ میں بڑبڑایا تھا۔

اس شخص سے کہیں یہ اپنا منہ اور کان دونوں بند کریں کیوں کہ گلاس بار بار توڑنے سے یہ آپ کا ہی نقصان کریں گے۔"

عامر نے اسے گھورا جبکہ وہ پر سکون ہو کر بیٹھی تھی۔

"میں سن رہا ہوں تم کیا کہہ رہی تھی۔"

عاصم نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"میں جانتی ہوں جب آپ کسی اپنے کو کھو دیتے ہیں تو کیسا لگتا ہے؟ جب آپ اسے ہر جگہ تلاشتے ہیں اور وہ نہیں ملتا تو کیسا لگتا ہے؟ اس کی یادیں۔۔اسکی باتیں اسکی پسند اسکی ناپسند بار بار سامنے آتیں ہیں تو کیسا لگتا ہے؟ میں جانتی اور شاید مجھ سے بڑھ کر کسی اور کو تو معلوم نہیں ہوگا نہ۔"

وہ کسی ٹرانس کے اثر کہ گئی۔

"مجھے حسام سے کوئی پرسنل دوشمنی نہیں تھی۔۔ہاں دوشمنی تھی تو صرف ایک شخص سے وقاص جس کی وجہ سے میری دوست غیرت کے نام پہ قتل کردی گئی اور میں کچھ نہیں کرسکی۔مجھے نفرت تھی تو صرف اس وقاص سے۔۔کاش مجھ میں ایک قتل جائز ہوتا تو وہ شخص دوبارہ میری زندگی برباد نہ کرسکتا تھا۔"

وہ دونوں خاموشی سے سن رہے تھے۔

"میں جانتی ہوں آپ سب کو مجھ سے بہت گلے ہیں کیوں وہ خودکشی کرنے جارہا تھا اور میں نے اسے روکا بھی نہیں تھا۔

(اس نے سر جھکا لیا تھا خود کے آنسو چھپانے کے لیے) میں جانتی تھی وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ وہ سچا تھا میرے ساتھ مگر میں اسے خود سے اور قریب نہیں کر سکتی تھی۔ خاص طور پہ یہ سب سننے کے بعد تو نہیں۔"

بینیش نے وقاص کی بھیجی گئی وڈیو آن کر کے عاصم کے سامنے رکھی تھی۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ حسام نے مجھے کبھی اس شخص کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"اور تم اسے اپنا دوست کہتے ہو؟"

بینیش نے طنز کیا تھا۔

"حسام کی اس سے ملاقات تب ہوئی تھی جب وہ سڑک پہ پڑا تڑپ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چلی سپرے کیا گیا تھا۔ وہ میں تھی جس نے وہ سب کیا تھا۔ اس کی وجہ سے میری دوست اس دنیا سے چلی گئی کم از کم اس کو تکلیف دے کر نور کو راحت تو دے سکتی تھی میں۔"

اس نے اپنے عمل کی توجیہ پیش کی۔

"تمہیں کیسے پتہ؟ کہانی بنا رہی ہے بھائی خود کو بچانے کے لیے۔"

"تو یہ حسام اس وڈیو میں میں نے خود ڈال دیا ہے۔ اور یہ سب حسام نے مجھے خود بتایا تھا۔"

بینیش نے پہلا جواب عامر کو جبکہ دوسرا جواب عاصم کو دیا۔

"بینیش تم نے اس دن اسے کیوں نہیں روکا؟ کیا اپنے اس منگیتر کے ساتھ ہونے کی وجہ سے۔"

عاصم نے اسے دوبارہ اپنی جانب متوجہ کیا۔

"فواد بھائی تھے ساتھ میرے۔۔ میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا کہ میری شادی ہونے والی ہے۔ اور جہاں تک رہی اسے روکنے کی بات تو مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ سب کرے گا۔"

اس نے جیسے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

"اور کیوں جھوٹ بولا اس سے۔۔ پیچھا چھڑانے کے لیے۔۔ دل بھر گیا نہ تھا اس سے۔۔"

"زبان کو لگام دو۔۔"

عامر کے کہنے پہ اس بار عاصم نے اسے روکا تھا۔

"نور کے بعد سے میں نے کسی پہ بھروسہ نہیں کیا۔ پھر ایک شخص آیا۔ اس نے یقین دلایا۔ بھروسہ کرنا سیکھایا۔ ہنسنا سیکھایا۔ پھر وہ ہی شخص آپ کو وہیں لا کر کھڑا کر دے جہاں آپ کچھ سال پہلے موجود تھیں۔ تو آپ چاہ کر بھی اس پہ اعتماد نہیں کر سکتے۔ میں اس کی باتوں پہ شاید اعتماد بھی کر لیتی۔۔ مگر اس کا کیا جو میرے دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا۔ میں دوسری نور نہیں بن سکتی تھی۔۔ میں کیوں کسی کو خود کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دو۔۔ نہیں کر سکتی تھی میں یہ۔۔ اسی لیے اسے خود سے دور کرنے کے لیے اپنی شادی کا بتایا۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ایسا کرے گا۔"

وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئی۔

"مجھے جو کہنا تھا کہہ چکی۔ اب سب آپ پہ ہے۔ چاہیں تو سزا دلا دیں۔ گھر کا ایڈریس معلوم ہے آپکو۔۔ بینیش بھاگنے والوں سے نہیں ہے۔"

وہ اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی باہر نکل آئی۔ اسے باہر جاتے احتشام نے دیکھا تھا وہ اس کے پیچھے بھاگا۔

***

"سنو۔ ارے رکو۔۔"

وہ بھاگتا ہوا خود ہی۔ اس کے قریب آیا۔

"کب سے بلا رہا ہوں۔۔ تم رکی نہیں۔۔"

احتشام نے شکایت کی۔

"تم کیا ہر راہ چلتی لڑکی کو بلانے لگ جاتے ہو؟"

بینیش نے چلتے چلتے سوال کیا۔

"ایسا ہر گز نہیں ہے۔ اور تم راہ چلتی لڑکی تھوڑی ہو۔"

احتشام نے سر کجھاتے ہوئے کہا۔ وہ اس کی بات پہ رکی تھی۔

"تو پھر کون ہو میں؟"

وہ دوبارہ سے چلنا شروع ہوئی۔

"خاص۔۔۔ بہت خاص۔۔"

اسے لگا اب شاید کچھ چھپانے کا فائدہ نہیں۔

"کیا ہوا؟ تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

اسے خود کی جانب دیکھتا پا کر وہ خوش گمان ہوا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے بات کا رخ تبدیل کیا۔

"میں عاصم جہانگیر کا خاص مینیجر ہوں۔"

اس نے کسی قدر فخر سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھا ہے۔ تو تم حسام کو تو جانتے ہی ہو گے۔"

وہ دونوں بلڈنگ کے سامنے والے پارک کے قریب سے گزر رہے تھے۔

"ہاں جانتا ہوں۔۔ وہ عاصم جہانگیر کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابھی حال ہی میں ان کی ڈیتھ ہوئی ہے۔"

"کس وجہ سے ہوئی؟"

"پتہ نہیں وہ شاید کسی کو پسند کرتے تھے۔"

اب اپنے منہ سے رباب کا نام کیوں لیتا جبکہ اب سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

"یہ تو اور بھی اچھا ہوا۔"

"کیا؟" احتشام اس کی لاجک پہ حیران ہوا۔

"یہی کہ میں ہی وہ خاص لڑکی ہوں جس کی وجہ سے اس کی موت ہوئی۔"

احتشام فریز ہوا تھا۔

"دولہا بھائی کو غلط انفارمیشن دی گئی تھی۔ وہ لڑکی رباب نہیں بینش زبیر تھی۔۔"

وہ شاک میں تھا۔

"مسٹر احتشام۔۔ یہ خاص لڑکی بہت سے لوگوں کی جان لے چکی ہے۔ اس سے دوری بنائے رکھنے میں ہی عافیت ہے۔"

وہ اسے حیران پریشان چھوڑ کر آگے بڑھ چکی تھی۔ کتنا مشکل ہوتا ہے بے حسی کا لبادہ چڑھانا۔ آپ کو تکلیف ہوتی ہو مگر اس تکلیف کو بیان کرنے کا حق بھی نہیں ہو آپ کے پاس۔ کیونکہ شاید کسی کو یقین ہی نہ ہو۔۔۔ کہ آپ بھی انسان ہیں۔ آپ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ آپ کو بھی تکلیف ہو سکتی ہے۔۔ مگر نہیں دنیا میں یہ اختیار شاید سب کے پاس تھا مگر بینیش کے پاس نہیں۔ اس نے اپنے آنسوؤں کو پیا اور آگے بڑھ گئی یہ جانے بغیر کہ اس کے پیچھے پھر سے کسی کے قدم چل پڑے تھے۔ کوئی تھا جو اس کی ہنسی کے پیچھے چھپی تکلیف کو محسوس کر رہا تھا۔

***

"چھوڑو۔۔مجھے۔۔۔ جانے۔۔ دو۔۔ خالہ۔۔۔ پلیز۔۔ نہیں۔۔"

وہ بے ہوشی میں بول رہی تھی۔ پاس بیٹھا منصور فوراً سے اس کے پاس آیا۔

"عینی! ریلیکس۔۔ کچھ نہیں ہوا۔۔۔"

اس نے عینی کو خاموش کروانا چاہا۔ وہ اس کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتے ہی چلا کر اٹھی تھی اور اسے دھکا دیتی بیڈ سے اتر کر بھاگی۔

"عینی!"

"جانے دو مجھے۔۔"

وہ کھڑکی کے ساتھ لگی کہ گئی۔

"عینی!"

منصور نے اسے پھر سے پکارا۔ اسے جیسے پہچان میں نہیں آیا۔ وہ ابھی تک اس وقت میں جی رہی تھی۔ اس نے منصور کے پیچھے دروازے کو دیکھا اور وہاں سے نکلنا چاہا مگر وہ اسے روک چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ منصور نے مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے۔

"عینی ہوش میں آو۔۔۔ میں ہوں منصور احمد۔۔"

اسے جیسے سامنے کھڑے اس بکھرے وجود کو یقین دلانا مشکل لگا۔ عینی نے اسے غور سے دیکھا۔

"من۔۔۔ صور۔۔۔ احمد۔۔۔"

اس نے اٹک اٹک کر اس کا نام لیا۔ پھر روتے ہوئے اس کے کندھے سے سر ٹکا گئی۔ منصور نے احتیاط اس کے دونوں ہاتھ چھوڑ دیے۔ اس سچویشن میں بھی وہ عینی کو کبھی یہ سوچنے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا کہ اس نے کبھی بھی اس کا فائدہ اٹھانے کا سوچا ہو گا۔ وہ ایسے ہی پیچھے ہاتھ کیے کھڑا رہا جب تک کہ عینی نے رو رو کر اس کی شرٹ کو گیلا نہیں کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اسے خود کی سچویشن کا احساس ہوا تو آنسو پونچھتی خود ہی منصور سے دور ہو گئی۔

منصور اسے خود کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کے اوپر رکھے جگ سے اس کے لیے پانی کا گلاس لے آیا۔

"لو پانی پیو۔۔"

اس نے عینی کے سامنے پانی کا گلاس کرتے ہوئے اسے پانی پینے کو کہا۔ وہ گلاس لے کر پاس رکھے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ اس نے ہچکیوں کے ساتھ ٹھر ٹھر کر پانی پیا۔ منصور صرف اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کبھی کسی کو ٹھر ٹھر کر پانی پیتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ اپنے کسی فیملی ممبر کو بھی نہیں۔ عینی جانتی تھی

کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ پہلے اپنی حرکت پہ شرمندگی دوسرا اس کا اس کے ساتھ موجود ہونا۔ وہ کیا کرتی اس کی سمجھ سے باہر تھا سب کچھ۔

"ریلیکس رہو۔۔ یہ میرا گھر نہیں ہے۔۔ یہ میری مام کا گھر ہے۔ تمہیں وہ ہی یہیں لے کر آئیں ہیں۔ "

عینی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میرے یہاں رکنے کی وجہ صرف اور صرف تمہیں اس بات کا یقین دلانا ہے کہ۔۔ تم اب محفوظ ہو۔۔ نہ تو تمہیں ڈیوڈ سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ اپنی خالہ سے۔۔ "

منصور وہیں دیوار کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا اس کا ڈر دور کر رہا تھا۔

"میرا پاسپورٹ ہے خالہ کے پاس۔۔۔ "

عینی نے جیسے اسے اپنی پریشانی بتائی تھی۔ منصور نے ایک نظر اسے دیکھا پھر بیڈ کے قریب سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک پرس اس کی جانب بڑھایا تھا۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے تمہاری خالہ تمہیں بلیک میل کرتیں تھیں۔ "

عینی نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اچھے سے سمجھ سکتا تھا عینی اس کی شکر گزار تھی۔۔ مگر محبت کی رمق شاید اس کی آنکھوں میں نہیں تھی۔

"شکریہ۔۔ "

"اس سب کی ضرورت نہیں۔۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو۔ مام کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور جب پاکستان واپس جانا چاہو بتا دینا۔ میں ٹیکٹ بک کرادوں گا۔ اب سو جاو۔ ۔ تمہاری صحت کے لیے ضروری ہے۔"

وہ اسے حیرت میں ڈالتا کمرے سے چلا گیا۔ وہ اسے دیکھتی ہی رہی۔

ایک ہم ہی نہ تھے جو یوں فراموش ہوئے ورنہ
بھول جانے کی اس شخص کو عادت کم ہے
کیوں نہ چھوڑ چلیں ہم شہر کی رونق ساغر
ویسے بھی اب اسے اپنی ضرورت کم ہے

*****

"بھابھی! کہاں جا رہے ہیں ہم؟"

"فواد کی بہن اور میری دوست سے ملنے۔۔"

رباب نے گاڑی سے اترتے ہوئے اسے جواب دیا۔ بینش نے اسے مال میں دیا کے ساتھ بلایا تھا۔ کیوں یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ اس نے کب بینش سے پوچھا تھا کب کیوں جیسے سوالات۔ وہ تو بس عمل کرتی تھی۔ آج بھی وہ وہی کر رہی تھی۔ اگر فواد شادی سے انکار صرف اس کی وجہ سے کر رہا ہے رباب شاید اسے سمجھا سکتی تھی۔۔۔ اور اگر خالہ کی وجہ سے تھا تو بینش سنبھال سکتی تھی۔ وہ مال میں داخل ہو چکے تھے۔ بینش نے انہیں ایک شاپ کے باہر سے ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی عاصم جہانگیر سے مل کر آئی تھی۔ یہ بات وہ رباب کو بتانے کے حق میں بالکل بھی نہیں تھی۔ اس نے

انہیں دور سے دیکھ کر ہی ہاتھ ہلایا تھا۔ دیا اسے دیکھ کر چونکی تھی۔ بینیش کے لیے نئی بات نہیں تھی وہ جانتی تھی دیا کے چونکنے کی وجہ۔۔ رباب لاعلم تھی۔

"کیا ہوا دیا؟ رک کیوں گئیں؟"

بینیش خود ان تک چلتی ہوئی آگئی۔ وہ پہلے رباب کے گلے لگی تھی۔

"تھینکس روبی۔ دیا کو یہاں لانے کے لیے۔" اس نے رباب کو زور سے ہگ کیا تھا۔

"بدتمیز۔"

وہ لقب کو قبول کرتی آرام سے پیچھے ہٹی تھی۔ دیا ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

"گڑیا۔۔۔ بھابھی۔۔"

دیا کے الفاظ سن کر رباب شاک ہوئی۔۔

"اب تو بھابھی نہیں کہو۔۔۔ تمہارا بھائی دغا دے گیا ہے مجھے۔"

وہ مسکراتے ہوئے اس سے کہہ گئی۔ دیا اس کے گلے لگ چکی تھی۔ اسے بینیش کو دیکھتے ہی حسام یاد آیا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں بلایا ہے یہاں؟"

"تمہیں دیکھنے کے لیے۔"

بینیش نے اس کی فلرٹنگ پہ ایک تھپڑ اس کے ہاتھ پہ مارا تھا۔

"آآ۔۔ یار آرام سے کیا کر رہی ہو۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔۔ جو کہنا ہے جلدی کہو۔"

"تم ہمیشہ اتنی جلدی میں کیوں رہتی ہو؟"

حسام نے جیسے اسے کچھ دیر اور بیٹھانا چاہا۔

"میں چلتی ہوں۔۔ دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔"

"نہیں۔ نہیں۔ رکو۔۔ بتاتا ہوں۔"

حسام نے بامشکل اسکے پرس کو پکڑا تھا تاکہ وہ بیٹھ جائے۔

"دیا"

اس نے ساتھ والی ٹیبل پہ منہ کر کے کسی کا نام پکارا تھا۔ وہ لڑکی جوان کی جانب پیٹھ کیے بیٹھی تھی رخ موڑ گئی تھی۔

"ان سے ملو۔ یہ ہیں گڑیا جن کی تصور تم میرے ساتھ دیکھ چکی ہو۔ تمہاری ہونے والی بھابھی۔۔ اور گڑیا یہ دیا ہے میری بہن۔۔ میری چھوٹی سے باربی ڈول۔۔"

وہ ان دونوں کا آپس میں تعارف کروا رہا تھا۔ دیا کے چہرے پہ سب کچھ پا لینے کی مسکراہٹ تھی جبکہ بینیش پہلی بار کنفیوز ہوئی تھی۔۔ کیا یہ شخص واقع ہی مجھ سے۔۔؟

"تم دونوں ایک دوسرے کو جانتی ہو؟"

رباب کی آواز ان دونوں کو حال میں لائی۔

"ہاں۔۔ حسام نے ملوایا تھا مجھے دیا سے۔۔"

بینیش نے جواب دیا۔

"اور مجھے تب بالکل بھی نہیں پتہ تھا کہ آپ فواد کی بہن ہو گی اور بھابھی کی دوست۔۔"

اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ رباب اب سہی معنوں میں پریشان ہوئی تھی۔ آخر وہ کرنا کیا چاہتی تھی۔

**

"خالہ! کب تک ایسے ناراض رہیں گی۔ جو ہو چکا ہے اسے بدلہ تھوڑی جا سکتا ہے۔۔"

"مگر آگے کے لیے احتیاط تو کی جا سکتی ہے نہ۔۔"

ریحانہ بیگم نے فہیم کو لاجواب کیا تھا۔ وہ تین دن سے مسلسل ان کے پاس آرہے تھے۔ ان کی خیریت معلوم کرتے ان کا خیال رکھتے۔ عافیہ روزان کے پاوں پہ کسی تیل کا مساج کرتیں تھیں۔ شروع میں انہوں نے بہت منع کیا پھر ایک بار بینیش نے مساج کیا تو انہیں آرام محسوس ہوا۔ پھر جیسے وہ اس کی عادی ہو گئیں۔ دن میں ایک بار آکر عافیہ مساج کر دیتی تھی۔ جبکہ باقی خیال بینیش رکھ رہی تھی۔ یہ سب کچھ بھی وہ اچھے سے جانتی تھی کہ بینیش کا کیا دھرا ہے۔ انہیں ان دونوں میں مصروف کر کے خود باہر نکل جاتی تھی۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ یہ سب مل کر فواد کی شادی دیا سے کروانا چاہتے تھے۔ مگر ان کا ارادہ کسی صورت ایسا کرنے کا نہیں تھا۔ تب ہی بینیش اندر داخل ہوئی تھی۔

"کہاں گئی تھیں تم؟"

"اسلام علیکم؟ کیسی ہیں پیاری امی۔"

وہ ان کے گلے لگ گئی تھی۔

"پیچھے ہٹو۔ جواب دو مجھے۔۔"

انہوں نے اسے خود سے دور کیا۔

urdu novelsmania
www.urdunovelsmania.com

"ماں کی معزوری کا فائدہ مت اٹھایا کرو تم۔"

"لو میں نے کب ایسا کیا؟ آپ نہ کچھ بھی سوچتی رہتی ہیں۔ دیا سے ملنے گئی تھی۔ دیکھنے گئی تھی کہ اس میں ایسا کیا ہے جو انکار کی وجہ بنا ہے۔"

فہیم ان کے پاس سے اٹھ چکا تھا۔ جبکہ عافیہ ان کے پاوں پر ابھی تک مساج کر رہی تھی۔

"وجہ صرف ایک ہے۔ رباب۔ جہاں اس کی شادی ہوئی ہے وہاں کی لڑکی مجھے اپنے بیٹے کے لیے نہیں چاہیے۔"

انہوں نے عافیہ اور فہیم دونوں کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی۔ عافیہ نے ایک نظر فہیم کی جانب دیکھا۔ ان کی آنکھوں کا اشارا پاتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"امی! آخر ہو کیا گیا ہے آپ کو۔ آپ پہلے تو ایسی نہیں تھیں۔ رباب سے کیا مسلہ ہے آخر۔"

"خالہ! میں چلتا ہوں۔ پھر چکر لگاوں گا۔ چلو عافیہ۔"

فہیم نے عافیہ کو بلاتے ہوئے اجازت چاہی۔

"خداحافظ خالہ۔"

عافیہ انہیں خداحافظ کہتی فہیم کے پیچھے چلیں گئیں۔ بینش نے خالی نظروں سے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔

"امی یہ وہ ہی عورت ہے جیسے آپ بیٹی بنا کر لائیں تھیں۔ اور آج آپ نے انہیں بغیر دعاوں کے رخصت کر دیا۔"

ریحانہ خالہ نے غصے سے رخ پھیرا۔

***

"دیا کیا فواد بھائی نے تم سے کوئی وعدہ کیا تھا کبھی؟"

بینش نے برگر کی ایک بائٹ لیتے ہوئے دیا سے وہ پوچھ ہی لیا جس کے لیے اس نے وہاں اسے بلایا تھا۔ رباب اور دیا صرف جوس لے رہیں تھیں۔

"نہیں۔ انہوں نے ایسا کبھی کچھ نہیں کہا۔"

دیا نے جیسے اعتراف کیا تھا۔ رباب بس سر جھکائے بیٹھے رہی۔

"میں اچھے سے سمجھ سکتی ہوں ایسا کیوں ہے؟"

اس نے رباب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھی نہیں۔"

دیا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"رباب۔۔"

بینش کے پکارنے پہ دیا کے ساتھ ساتھ وہ بھی چونکی تھی۔ اس نے آنکھوں میں اسے باز رہنے کا اشارا کیا۔ مگر وہ باز نہیں آنے والی تھی۔

"روبی! تم دولہا بھائی کو پسند کرتی ہو۔ مطلب شادی ہوگئی ہے نہ تو کیسا چل رہا ہے سب کچھ۔۔ ہم سب کچھ امید رکھیں یا نہیں۔۔"

اس نے دیا کو دیکھتے ہوئے اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی۔ وہ مسکرادی تھی۔ رباب بینش کی بات پر بلش کر گئی۔

"لو دیا تمہیں مل گیا میرے سوال کا جواب۔۔ یہ روبی میڈم دولہا بھائی کے ساتھ کافی مطمئن ہیں۔"

دیا بینش کی باتوں پہ ایمان لے آئی تھی۔ اس کی بھابھی واقعی ہی خوش تھی۔ پھر اس کی نظر بینش پہ پڑی جو رباب کی ڈانٹ کو برگر کھاتے ہوئے اگنور کر رہی تھی۔

"کاش! حسام بھائی آپ ایسا نہیں کرتے۔۔ تو آج سامنے موجود وجود کو میں بھابھی کہہ سکتی تھی۔"

"کیا ہوا تم کیا سوچنے لگیں؟"

رباب نے اپنی باتوں کا اس پہ اثر نہ ہوتے دیکھ دیا کی جانب دھیان دیا۔ جو بینش کو دیکھے مسکرائے جا رہی تھی۔

"یہ سوچ رہی ہے اسے مستقبل میں کتنی اچھی نند ملنے والی ہے۔"

بینش نے مزے سے کہا۔

"نہیں۔۔ میں سوچ رہی تھی کہ میرے بھائی نے ایک ہیرا گنوا دیا ہے۔"

دیا بات نے ان دونوں کی مسکراہٹ کو ختم کیا تھا۔ بینش نے فوراً سے خود پہ قابو پایا جبکہ رباب ابھی تک اس کے زیر اثر تھی۔

"تمہارا بھائی تھا ہی بے وقوف۔۔"

"آپ کو ابھی تک گلہ ہے ان سے۔۔۔"

دیا نے بینش کی بات سے اندازہ لگایا۔

"نہیں۔۔ ایسا نہیں ہے دیا۔۔ وہ۔۔"

رباب نے دخل اندازی کی۔

www.urdunovelsmania.com اردو ناولز مینیا

"دیا۔۔چھوڑو یہ سب۔۔مجھے بتاو۔۔اگر فواد بھائی کسی اور کو پسند کرتے ہوں تو۔۔تمہارا کیا ری ایکشن ہو گا۔"

بینیش نے پھر سے بات کا رخ موڑا۔ دیا پل بھر کو سن ہوئی۔ جبکہ رباب نے بینیش کو پھر سے منع کرنا چاہا۔

"میں جانتی ہوں۔۔۔وہ کسی اور کو چاہتے ہیں۔ مگر میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"اگر تمہاری شادی بھائی سے ہو جائے تو۔۔(وہ تھوڑا سا آگے ہوئی) تو کیا تم برداشت کر سکوں گی۔ مطلب تم بھائی کے دل میں اپنی جگہ کیسے بناوگی جبکہ ان کے دل میں کوئی پہلے سے موجود ہے؟"

دیا نے ایک بینیش کی بات پہ ایک پل خاموشی اختیار کی۔

"میں ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ ہاں صرف ان کا خیال رکھوں گی۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا۔۔پسند ناپسند کا۔۔ان کی عادات کا۔۔ان کے خیالات کا وہ کب کیا سوچتے ہیں۔ جب میں انہیں جان جاوں گی۔۔تو ان کے دل میں بھی جگہ بنا لوں گی۔"

رباب ہلکا سا مسکرائی تھی۔ جبکہ بینیش نے اسے بس دیکھا تھا۔

"تو کیا اس لڑکی کو نکالنے کی کوشش نہیں کروں گی؟"

"نہیں۔۔مجھے اس سے کیا لینا؟ اگر اس نے فواد سے شادی کرنا ہوتی تو اب تک کی کر چکی ہوتی۔۔اور ویسے بھی جب میری جگہ ان کے دل میں بن جائے گی تو وہ خود ہی اسے نکال دیں گے۔"

دیا نے کسی قدر جوش سے کہا۔ ان دونوں کے جوس ایسے ہی رکھے تھے۔ جبکہ وہ اپنا برگر کب کا ختم کر چکی تھی۔

"اور اگر وہ لڑکی رباب ہو تو پھر تمہارا کیا ری ایکشن ہو گا؟"

دیا نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔ رباب کا دل واقعی ہی سر پیٹنے کا کر رہا تھا۔ اس نے بینیش کو ایک گھوری سے نوازا جیسے وہ اگنور کر گئی۔

"ٹو بی آنیسیٹ دیا۔۔ رباب ہی وہ لڑکی ہے جس کی شادی فواد بھائی سے طے تھی۔ پھر روبی کی شادی دولہا بھائی سے ہو گئی۔ اور تم بھائی کی زندگی میں آ گئی۔ اب جبکہ روبی دولہا بھائی کے ساتھ سنسیر ہے۔ اس کا فواد بھائی کے ساتھ کوئی لنک نہیں۔۔ تو تم کیا کہتی ہو اب؟ کیا اب بھی شادی کے لیے تیار ہو؟"

دیا خاموش تھی۔

"دیا۔۔ سچ میں میں عاصم سے زیادہ۔۔"

"تم تو چپ کرو تمہیں کس نے کہا ہے بولنے کے لیے۔۔"

بینیش نے اسے بیچ میں ٹوکا تھا۔

"دیکھ لو۔۔ سمجھ لو۔۔۔ پرکھ لو خود کو۔۔۔ شادی کوئی دو دن کی بات نہیں ہوتی ہے۔۔ زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ ابھی تو یہ گارنٹی نہیں ہے کہ فواد بھائی کے دل میں تم جگہ بنا پاؤ گی بھی یا نہیں۔ دوسرا رباب کے ساتھ بھی کلوز لنک ہے۔۔ کیسے مینج کرو گی۔ اٹ از ناٹ ایزی۔ ٹیک یور ٹائم۔ ایف یو آر ریڈی۔۔ آئی ول ڈو مائے بیسٹ ٹو میک یو مائے سسٹر ان لا۔۔"

اس نے پیار سے دیا کے سر کو ہلایا تھا۔ اس کے بعد سے ان تینوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

**

"جیری۔۔عینی کدھر ہے؟ کیسی ہے وہ؟ کیا ہوا ہے اس کے ساتھ۔۔؟"

"ری لیکس۔۔ایک ساتھ اتنے سوالات۔۔"

جیری نے اسے خاموش کروایا۔اس نے ماریہ کو آفس کے باہر بلایا تھا۔اور ایک ایک کر کے ساری بات بتا دی۔۔۔

"اتنا سب کچھ ہو گیا اور مجھے خبر تک نہیں۔۔عینی۔۔مجھے عینی سے ملنا ہے۔"

ماریہ نے غیر ارادی طور پر جیری کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔اسے شاید اس کا اندازہ نہیں تھا مگر جیری وہ سن ہو چکا تھا۔وہ کیا کہہ رہی تھی۔کیا جاننا چاہتی تھی۔۔اسے کچھ معلوم نہیں تھا اگر کچھ معلوم ہو رہا تھا وہ کچھ محسوس کر رہا تھا تو اس کے ہاتھ کا لمس تھا۔وہ اسے جواب دیتا نہ پا کر اس کے سامنے برا سا منہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔لمس ختم ہوا تو وہ جیسے ہوش میں آیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"تم سے مطلب۔۔تم بنے رہو گونگے۔۔"

وہ پھر سے اسے اردو میں کہہ گئی جبکہ اب کی بار اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔اسے اس کا بولنا پسند آیا۔

محبتوں پہ کہاں کسی کا اختیار ہوتا ہے

یہ جب بھی ہوتا ہے سمجھ کے باہر ہوتا ہے

از خود

****

"میری بات سنو۔ ۔ تم نے یہ کیا رٹ لگائی ہوئی ہے پاکستان جانے کی۔ ۔ کیوں جانا ہے پاکستان؟ کیا تم یہاں خوش نہیں ہو؟ آنٹی کو دیکھا ہے مسسز احمد۔ کتنا پسند کرتیں ہیں تمہیں۔ کتنی بار مجھ سے تمہارے بارے میں بات کر چکی ہیں۔ منصور نے ان سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔ سب جانتیں ہیں وہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی باتوں کا اثر نہ ہوتا دیکھ کر ماریہ نے عینی کو بازو سے پکڑ کر ہلایا۔

"عینی۔ سن رہی ہو میری بات۔"

عینی نے خود کو اس سے چھڑایا۔ ۔

"ہاں سن رہی ہوں اور سمجھ بھی رہی ہوں۔ مگر میں اب یہاں نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے۔ ۔ واپس جانا ہے۔ ۔ پاکستان۔ ۔ مجھے نہیں رہنا یہاں۔"

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر ایک جانب کھڑی ہو گئی۔

"عینی! کیا مسلہ ہے آخر۔ ۔ تمہیں ایک ہفتہ ہوا ہے یہاں رہتے ہوئے۔ کیا کوئی جھول محسوس ہوا ہے تمہیں منصور کے کردار میں۔ یا شک ہے اس کی محبت پہ۔ آخر وہ کتنی بار تم پہ ثابت کر چکا ہے کہ وہ تمہاری ٹھیک سے کیر کر سکتا ہے۔ تمہیں پتہ ہے نہ اس نے ڈیوڈ اور تمہاری سو کالڈ خالہ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اور یہ سب صرف اور صرف تمہیں پروٹیکٹ کرنے کے لیے۔ ایک انسان اور کیسے اپنی محبت کسی پہ ثابت کر سکتا ہے۔"

روز ایک ہی بات سمجھاتے سمجھاتے ماریہ تنگ آ گئی تھی۔ اب بھی عینی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

وہ اپنے غصے پہ قابو پاتے اس کا رخ اپنی جانب موڑ گئی۔

"جواب دو گی کچھ۔ ۔ ۔"

"ماریہ! میں بس پاکستان جانا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں۔"

"اچھا تو اس شخص کا کیا۔ جس نے تمہارے لیے اتنا کچھ کیا۔۔۔"

ماریہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا مگر عینی اسے بیچ میں ٹوک گئی۔

"کیا میں نے کہا تھا اسے میری زندگی میں آئے۔۔ کیا میں نے کہا تھا کہ میرے لیے وہ سب کرے۔ ۔ جب میں نے اسے کچھ کہا ہی نہیں تو کیوں زبردستی مجھے اسے سے محبت پر مجبور کر رہی ہو۔ ۔ میں نہیں کرتی اس سے محبت۔۔ نہیں چاہیے اس کی ہمدردی۔۔"

عینی نے چلا کر کہا تھا۔

"عینی!""

ماریہ نے اسے شاک کے عالم میں پکارا۔

"مر جائے گی عینی اگر یہاں رہی تو۔۔ جانے دو اسے۔۔ پلیز ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے۔۔۔"

اس نے باقاعدہ ماریہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"عینی۔۔"

وہ صرف اس کا نام پکاری تھی۔ عینی نے ایک نظر دروازے پہ کھڑے منصور پہ ڈالی اور رخ پھیر گئی۔ وہ اپنا کام کر چکی تھی۔ یہ سچ تھا کہ اسے منصور کی محبت کا اعتراف تھا مگر وہ خود کو اس کی محبت کا اہل نہیں پاتی تھی۔ اس نے کبھی خود کو اپنے سے اونچے خواب نہیں دیکھائے تھے۔ اور منصور احمد انہی خوابوں میں سے ایک خواب۔ جس کے پورے ہونے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ منصور احمد تھکے تھکے قدموں سے واپس پلٹ گیا تھا۔

www.urdunovelsmania.com

****

"دیا! تم یہاں۔۔۔آو اندر آو۔۔"

بینیش نے دیا کو دروازے پہ کھڑا دیکھ کر اندر بلایا تھا۔

"تم اکیلی آئی ہو۔۔"

"بھابھی کے ساتھ۔۔پر ابھی وہ اپنے گھر ہیں۔۔مجھے آپ سے اکیلے میں بات کرنی تھی اسی لیے میں یہاں چلی آئی۔"

وہ دونوں چلتی ہوئی بینیش کے کمرے میں آئیں۔

"اچھا۔۔اکیلے میں۔۔کچھ مشکوک معلوم ہوتی ہو۔۔کہیں بھائی سے تو ملنا نہیں۔۔۔"

بینیش نے اسے چھیڑا تھا۔

"نہیں۔۔ایسا کچھ نہیں۔۔"

دیا شرما گئی۔

"ہمم ایسا کچھ نہیں۔۔سب سمجھتی ہوں میں۔۔۔"

بینیش نے اسے پھر سے چھیڑا۔

"بھابھی۔۔۔"

دیا خود کہ کر رکی تھی۔ بینیش کی بھی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"سوری۔۔وہ میں غلطی۔۔"

"سوری کی ضرورت نہیں۔۔یہاں بیٹھو۔۔۔میں پانی لے کر آتی ہوں۔۔"

بینش اس کے لیے کچن سے پانی لینے چلی گئی۔ دیا نے کمرے کا اچھے سے جائزہ لیا۔ دیوار پہ چار لڑکیوں کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ وہ اٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔ رباب کو وہ پہچان چکی تھی۔ باقی دو سے وہ ملی نہیں تھی۔ بینش اندر داخل ہوئی تو اسے ان چاروں کی تصویر دیکھتے پایا۔

"یہ ہم چاروں ہیں۔ یہ عینی۔۔ نور۔۔ رباب اور میں۔۔ کافی پرانی تصویر ہے۔"

بینش نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی باقی دوستیں کدھر ہیں۔ ملوایا نہیں آپ نے۔۔"

"نور اس دنیا میں نہیں ہے۔ عینی لندن میں ہے۔ میرے پاس اس کے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں۔"

"سوری۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔ تمہیں معلوم تھوڑی تھا۔۔"

بینش نے اسے پاس رکھی کرسی کی جانب بیٹھنے کا اشارا کیا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ دونوں دروازے کی اوٹ میں تھیں۔

"آنٹی کدھر ہیں۔؟ کیسی ہیں وہ؟"

دیا نے سپ لے کر گلاس نیچے رکھتے ہوئے پوچھا۔ بینش کو اندازہ ہوا کہ وہ کچھ خاص بات کرنا چاہتی ہے اس لیے تھوڑا ہچکچا رہی تھی۔

"وہ۔۔ سو رہی ہیں۔۔ پہلے سے بہتر ہیں۔ اب تو خود چلنے پھرنے لگ گئی ہیں۔ فہیم بھائی اور عافیہ بھابھی سے بھی بات چیت کرنے لگیں ہیں۔۔ آہستہ آہستہ سب بہتر ہونے لگا ہے۔۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔"

"آمین!"

دیا کی دعا پہ بینش نے دل سے آمین کہا۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ مسلسل فواد اور ریحانہ بیگم کو دیا کے لیے قائل کرنے لگی ہوئی تھی۔ مسلہ وہیں کھڑا تھا۔ فواد مانتا نہیں تھا بینش پیچھے ہٹنے کو راضی نہیں۔

"تم کہو۔۔کیا بات کرنی تھی؟"

"پہلے آپ بتائیں۔۔آپ اتنا مطمئن کیسے رہتی ہیں؟ مطلب حسام بھائی کے جانے کے بعد بھی۔۔۔۔۔آپ کو ان کی یاد نہیں آتی۔۔"

دیا نے اسے ٹٹولنا چاہا۔

"یادوں کا کام ہی یاد آنا ہوتا ہے۔ آپ کا ماضی ایک ایسا حصہ ہے جس سے آپ چاہ کر بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔۔تنہائی ہو یا محفل آپ کو یادیں ہمیشہ ماضی میں لے جاتیں ہیں۔ خاص طور خشگوار یادیں۔۔۔حسام کے ساتھ گزارا ایک ایک پل خشگوار ہے۔ میں اسے ہی یاد کر کے مطمئن رہتی ہوں۔"

وہ حسام کو یاد کرتے ہوئے ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں کہہ گئی۔ دیا نے خاموشی سے حسام کے نام پہ پھیلتے رنگوں کو اس کے چہرے پہ بکھرتا دیکھا۔

"بس یہی بات ہے۔ آپ نے پوچھا تھا نہ مجھ سے کہ میں فواد کے ساتھ کیسے زندگی گزاروں گی جبکہ ان کی زندگی میں میرے لیے کوئی جگہ ہی نہیں۔"

"ہمم۔۔۔بالکل میں نے یہی پوچھا تھا۔"

اس نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں نے بہت سوچا۔۔ میں نے ہر طرح سے خود کو ٹٹولہ۔۔ شاید میں یہ نہ کر پاوں۔۔ پر میرے دل نے مجھے ہمیشہ اوکے کا سگنل دیا۔۔ میں کچھ بھی کر لو۔۔ شاید فواد کی زندگی میں رباب بھابھی کی جگہ نہ لے سکوں گی۔ مگر میری اپنی پہچان تو ہو گی نہ۔۔ وہ مجھے محبت نہ دیں۔ عزت ہی دے دیں کافی ہو گا میرے لیے۔۔۔"

"تم جانتی ہو نہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"بینیش نے کنفرم کیا۔

"ہاں۔۔ میں جانتی ہوں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"بینیش۔۔"

ریحانہ بیگم کی آواز کمرے کے باہر سے آئی تھی۔

"لگتا ہے امی اٹھ گئیں۔۔ چلیں۔"

بینیش نے مسکراتے ہوئے دیا سے کہا اور باہر کی جانب رخ کیا۔ دیا نے اس کی پیروی کی تھی۔ ریحانہ بیگم نے پہلے بینیش اور پھر دیا کو کمرے سے نکلتے دیکھا۔ ان کے چہرے پہ کوئی حیرانی نہیں تھی۔ دیا نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو ریحانہ بیگم نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ وہ لاٹھی کے سہارے کھڑیں تھیں۔

"تم کب آئیں بیٹا۔"

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے۔"

دیا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ بینش کا فون رنگ کیا تو وہ وہیں دروازے سے واپس اندر چلی گئی۔ جبکہ دیا ریحانہ بیگم کے ہمراہ باہر چلی گئی۔

"ابھی تو آئی ہو۔۔ بیٹھو کچھ دیر۔"

"نہیں۔ خالہ بس جانا ہے۔ بھابی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

دیا نے وجہ بتا کر اجازت چاہی۔

"رکو دیا۔۔۔"

ریحانہ بیگم کے پکارنے پر وہ واپس مڑی۔

"حسام کون ہے؟"

دیا سے کچھ جواب نہ بن سکا۔

"جھوٹ نہیں بولنا۔ میں سن سکی ہوں سب۔"

ریحانہ بیگم نے غصے سے پوچھا۔ دیا کو لگا وہ اب جھوٹ نہیں کہہ سکی گی۔

**

"ہیلو۔۔ بدتمیز۔ بے وفا۔ دیا کو بھیج دیا خود کیوں نہیں آئی۔"

رباب کو فون پہ پا کر وہ خوش باش ہوئی۔ کتنے دنوں بعد آج اس نے خود کال کی تھی۔

"فہیم بھائی سے ملنا تھا۔ اس لیے نہیں آ سکی۔ تم سناو کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ دولہا بھائی کیسے ہیں؟"

"بینش !ٹھینک یو۔۔۔ عافیہ بھابھی بتا رہیں تھیں کہ تم نے خالہ کا۔۔ غصہ کم کرنے میں کتنی مدد کی ہے۔"

وہ سچ میں اس کی شکر گزار تھی۔ مگر خالہ۔۔ انہوں نے ابھی تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

"تمہاری شکر گزاری کم ہوئی ہو تو بتا دوں کہ۔۔۔مجھے ان سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ مزے سے کہتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ رباب ہلکے سے مسکرائی۔

"بینش!"

ریحانہ بیگم نے دروازے میں کھڑے ہو کر اسے پکارا۔ وہ پریشان ہوئی تھی۔ ابھی تو سب ٹھیک تھا پھر وہ اتنے غصے میں کیوں؟ ریحانہ بیگم لاٹھی کے سہارے تیز تیز چل کر کمرے میں داخل ہوئیں۔

"آرام سے۔۔"

وہ لڑکھڑائیں تو بینش نے انہیں سنبھالنا چاہا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں بینش؟ کیا کہہ رہی تھی وہ لڑکی۔۔۔۔ بتاؤ مجھے۔۔۔۔ میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہوئی۔

"کیا مطلب؟ کس کی بات کر رہی ہیں؟"

"دیا۔۔ دیا کی بات کر رہی ہوں میں۔"

ریحانہ بیگم نے بینش کو جھنجوڑ ڈالا۔

"یہ چپ رہنے کا وقت نہیں ہے بینش۔ جواب دو مجھے۔۔ وہ کیا کہہ کر گئی ہے؟ تم کسی حسام کو جانتی ہو۔۔ بینش!"

وہ چلائیں تھیں۔ بینش نے ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا تھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چٹاخ"

کمرے میں ایک زوردار تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔ جیسے فون پہ موجود شخص کے ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہوتے فواد نے بھی سنا تھا۔ اس کے قدم وہیں تھم گئے تھے۔

***

"یہ تم نے کیا کیا دیا؟ خالہ کو نہیں بتانا تھا۔ وہ مشکل میں ہوگی۔"

رباب نے اپنی چادر لیتے ہوئے دیا سے کہا۔

"میں کیا کرتی بھابھی۔۔ انہوں نے اتنے غصے سے پوچھا۔ میں۔ میں ڈر گئی تھی۔"

دیا واقعی پریشان نظر آرہی تھی۔

"اب کیا ہوگا؟"

دیا نے پوچھا۔ وہ گھبرا گئی تھی۔

"تم پریشان مت ہو اب۔ میں جا کر دیکھتی ہوں۔۔۔"

اس نے باہر کی راہ لیتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں سنو۔ کسی مت بتانا اب تم کیا کر کے آئی ہو۔ ٹھیک۔۔"

وہ واپس پلٹ کر آئی۔ دیا نے رباب کی بات پہ سر ہلایا۔

"ارے رباب! کدھر بھاگی جا رہی ہو۔"

"بینش سے ملنے۔۔"

وہ جواب دیتے گھر کی دہلیز عبور کر گئی۔

"دیکھو تو ذرا اسے۔ کہیں سے لگتا ہے یہ شادی شدہ ہے۔ ابھی تک وہی بچپنا۔"

وہ چائے کی ٹرے میز پہ رکھتی دیا سے مخاطب تھیں۔

"تم ساتھ نہیں گئیں۔"

"نہیں۔۔ وہ انہوں نے بھابھی کو بلایا تھا۔"

وہ کہنے ساتھ ہی چائے ٹیبل سے لے کر سپ لینے لگیں۔ عافیہ بھابھی نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

**

"میں آپ کو بتانا چاہتی تھی۔۔ مگر۔۔"

وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس نے باہر دیکھنے کی ہمت نہیں کی کہ فواد بھی باہر ہی کھڑا ہے۔

"چپ۔۔۔ ایک لفظ اور نہیں۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کب میرے ہاتھوں پلی لڑکی اتنا آگے نکل جائے گی۔۔۔۔"

وہ اپنا سر پکڑ کر ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ وہ خاموش کھڑی تھی۔

"اب گونگی بن کر کھڑی رہو گی یا پھر بولو گی بھی سب سچ۔۔۔ یا پھر بتا دو مجھے کہ میں جا کر دیا سے ہی سب پوچھ لوں۔۔"

انہوں نے اسے ویسے بیٹھے ہوئے ڈانٹا۔

"دیا کا بھائی تھا وہ۔۔۔۔۔ حسام جہانگیر۔۔۔۔۔ شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اسے منع کر دیا۔۔۔۔۔۔ اس نے مرنے کی دھمکی دی تو میں نے فضول بات سمجھتے ہوئے بات ختم

کردی۔۔۔۔۔۔۔لیکن وہ سچ میں۔۔۔۔مر گیا۔۔اپنی موت کا ذمہ دار مجھے ٹھہرا کر۔۔۔اگر دیکھا جائے تو درست بھی ہے میں نے اسے کہا تھا مر کر دیکھائے۔۔۔"

وہ سخت دل ہو کر سب کہہ گئی سوائے اس بات کہ وہ اس کا ایف بی فرینڈ تھا۔وہ اس سے مل چکی تھی۔اور دیا سے بھی۔

"یا اللہ یہ کیا کہہ رہی ہے لڑکی۔۔۔میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔۔۔"

ریحانہ بیگم سچ میں پریشان ہوئیں تھیں۔

"امی!۔۔"

اس نے ریحانہ بیگم کو سمجھانے کے لیے جیسے ہی سر اٹھا اس کی نظر سامنے کھڑے فواد اور اس کے پیچھے کھڑی رباب پہ پڑی۔اس نے ایک پل کے لیے ان دونوں کے چہروں کو دیکھا جہاں حیرانی واضح تھی۔

"اب جب آپ حسام کے متعلق جان ہی چکی ہیں تو ایک اور سچ جان لیں۔میرا ایکسیڈنٹ کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ میری ہی وجہ سے ہوا۔"

رباب نے نفی میں سر ہلایا تھا۔فواد نے بینش کی نظروں کو دیکھا تو اپنے پیچھے رباب کو کھڑا پایا۔ریحانہ بیگم بھی حیرت زدہ سی ان دونوں کو دیکھ رہیں تھیں۔

"اتنا تو آپ جانتے ہوں گے نہ عاصم جہانگیر دیا اور حسام دونوں کا بھائی ہے۔حسام کی موت کی ذمہ دار لڑکی کو وہ سزا دینا چاہتا تھا۔میں بے ہوش تھی۔وہ مجھ تک پہنچ بھی جاتا اگر۔۔یہ سامنے کھڑی لڑکی

میری ڈھال نہ بنتی۔۔اس نے میرا الزام اپنے سر لے لیا۔آپ کو۔۔بھائی کو۔۔مجھے اس ذلت سے بچانے کے لیے۔۔وہ خود اپنا دامن داغ دار کر گئی۔"

"چٹاخ!"

یہ بینیش کو پڑنے والا دوسرا تھپڑ تھا۔مارنے والی بھی ریحانہ بیگم ہی تھیں۔وہ بیڈ پہ اندھے منہ گری تھی۔

"بینیش۔۔خالہ۔۔"

وہ بھاگ کر اس کے پاس گئی تو ریحانہ بیگم نے اسے روک دیا۔

"رباب۔۔گھر جاؤ اپنے۔۔۔ابھی اور اسی وقت۔۔۔"

وہ واپس مڑی تو فواد کو تھکے تھکے قدموں سے اس نے اپنے کمرے کی جانب بڑھتے دیکھا۔مگر وہ اس کے لیے اب کچھ نہیں کر سکتی تھی۔اس کے دل میں اب فواد کے لیے صرف ہمدردی ہی تھی اور کچھ نہیں۔اور جہاں محبت تھی وہ اس سے دور آفس میں بیٹھا اسی کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

***

دو دن بعد

"میری طرف دھیان دو تم سب۔۔مجھے اہم بات کرنی ہے۔"

نسیمہ بیگم نے کھانے کی ٹیبل پہ ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں متوجہ ہوئے۔

"فہیم کا فون آیا تھا کل رات۔۔۔ریحانہ بہن دیا کا رشتہ فواد کے لیے لانا چاہتیں ہیں۔"

وہ تینوں حیران تھے مگر زیادہ حیرانی کا اظہار دیا نے کیا۔ وہ چلائی تھی۔

"سچ میں۔"

پھر خود ہی شرمندہ ہوتی وہاں سے واک آوٹ کر گئ۔ جبکہ نیسمہ بیگم ہلکے سے مسکرائیں۔

"امی! کیا سچ میں خالہ۔۔"

رباب کو یقین نہیں آیا تھا۔

"ہمم۔ آج شام آ رہے ہیں وہ رشتے کی بات کرنے۔۔ تمہیں تو سب پتہ تھا نہ عاصم۔۔"

انہوں نے رباب کو جواب دے کر عاصم کو مخاطب کیا جو مزے سے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

"ہمم پتہ تھا۔۔ مگر میں نے چاہا کہ آپ کو یہ خبر مجھ سے نہ ملے۔۔ اس لیے آپ کو نہیں بتایا۔"

وہ کھانا ختم کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کچھ کام ہے مام آفس جلدی جانا ہے۔۔ شام میں ان کے آنے سے پہلے آ جاوں گا۔"

وہ نسیمہ بیگم کو مخاطب کرتا کمرے کی جانب چل دیا۔ رباب سے وہ ابھی تک خفا خفا سا تھا۔

"تم دونوں کا جھگڑا چل رہا ہے۔"

انہوں نے رباب سے کہا جو عاصم کو جاتے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔ نہیں تو۔۔"

"تو پھر وہ اتنا روڈ کیوں لگ رہا ہے۔"

"پتہ نہیں۔۔"

www.urdunovelsmania.com

وہ ممنائی تھی۔ اب بھلا وہ کیا کہتی؟ اس تو خود کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔ پل میں اچھے ہو جاتے تھے اور پل میں ایسے جیسے جانتے ہی نہ ہوں۔

"تم کیسی بیوی ہو۔ تمہیں خبر ہی نہیں تمہارا شوہر کیوں پریشان ہے؟۔۔اٹھو۔ ابھی جا کر اس سے پوچھو۔۔"

انہوں نے اسے ڈانٹ کر وہاں سے عاصم کے پیچھے بھیجا۔

"بے وقوف۔۔ سمجھتی نہیں۔۔ شوہر توجہ چاہتا ہے۔۔"

وہ خود سے بات کرتی مسکرائیں۔

***

"سنیں۔۔ میں کچھ مدد کروں۔"

رباب اسے تیار ہوتے کھڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی ٹائی باندھ رہا تھا۔ اس نے شیشے سے اسے دیکھا۔

"ٹائی باندھنی آتی ہے۔"

"نہیں۔۔"

"پھر وہیں کھڑی رہو۔"

عاصم نے اسے وہیں سے جواب دیا۔ رباب نے ایسے سر جھکا لیا جیسے دنیا بھر کا سب سے مشکل کام ٹائی باندھنا ہو۔ عاصم اس کا چہرہ دیکھ کر اپنی مسکراہٹ سمیٹ چکا تھا۔

"میری گھڑی دو مجھے۔"

عاصم کے خود سے بلانے پر وہ خوشی خوشی اس کے پاس آئی اور دراز سے گھڑی نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

"پہناو۔"

وہ ہاتھ آگے کر چکا تھا۔ رباب نے تھوڑا سا جھجکتے ہوئے گھڑی ہاتھ میں پہنا دی۔

"کوٹ۔"

عاصم نے گھڑی درست کرتے ہوئے نیا حکم جاری کیا۔ وہ تیزی سے اس کا کوٹ پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔ عاصم نے اس کی جانب دیکھا۔ جو کوٹ کو کالر سے پکڑے کھڑی تھی۔ عاصم نے اپنی عقل پہ ماتم کیا۔ اور خاموشی کے ساتھ کوٹ لے کر اس سے خود ہی پہن لیا۔ کیا پتہ پہنانا آتا بھی یا نہیں۔ رباب کا منہ لٹک چکا تھا۔

"پرفیوم۔۔"

رباب نے ایسے ہی منہ بنائے پرفیوم اس کی جانب بڑھا دیا۔ عاصم نے ایک نظر اس کے لٹکے ہوئے منہ پہ ڈالی اور پھر پرفیوم کے ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ کر خود کی جانب کھینچ لیا۔ وہ اس کے ہاتھ سے پرفیوم لے چکا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کو خود کے قریب کر چکا تھا۔ رباب کی نظر اٹھانے کی ہمت تک نہیں تھی۔ اس کی کمر عاصم کی جانب تھی۔ عاصم نے اسے شیشے میں دیکھا جو سر جھکائے شرمائی سی کھڑی تھی۔

"تمہیں سب کچھ کرنا آتا ہے بس ایک ناراض شوہر کو منانا نہیں آتا۔۔ شوہر ناراض رہے تو رہے۔۔ تمہیں کیا پرواہ۔۔۔"

عاصم نے شیشے سے اسے پکارا۔ وہ اسے سر جھکائے بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔

"نہیں۔۔ایسا نہیں۔۔میں نے کوشش کی تھی۔۔۔"

"کیا کوشش کی۔۔ٹائی تو باندھنا تمہیں آتی نہیں۔۔کوٹ پہنانا تمہیں نہیں آتا۔۔۔اور پرفیوم کہا تو سیدھا ہاتھ میں تھما دیا۔۔۔"

عاصم نے اس کے سر سے سر مس کرتے ہوئے شکوہ کیا۔ وہ حیرت ذدہ تھی۔

"اب نہیں آتی نہ باندھنی۔۔بھائی نے کبھی مجھے باندھنے نہیں سیکھائی۔۔اور مجھے کیا پتہ آپ کو کوٹ خود پہننا نہیں آتا۔۔اور پرفیوم۔۔۔پرفیوم ہاتھ میں ہی تو دیتے ہیں۔"

اس نے ایسے ہی منہ پھلائے جواب دیا۔ عاصم نے اس کو جواب کو غور سے سنا۔ اس کا دل چاہا کہ بس اپنی عقل پہ ماتم ہی کر لے۔۔

"ایسے لگاتے ہیں پرفیوم۔۔۔"

اس نے کہنے کے ساتھ ہی خود پہ اور رباب پہ پرفیوم سے دائرے کے رخ پہ چھڑکاو کر دیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس فی تھی۔ عاصم نے اسے ہنستے ہوئے دعا کی کاش کہ یہ پل یہیں رک جائے۔۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی رہے۔۔اسے خود پہ عاصم کی نظریں محسوس ہوئیں تو شرما کر اس کے گھیرے سے نکلنا چاہا۔ مگر وہ اپنی پکڑ مضبوط کر چکا تھا۔

"رباب۔۔میں تمہارے ساتھ زندگی کا ہر ایک پل جینا چاہتا ہوں۔۔چاہے خوشی ہو یا غم۔۔تم میرے ساتھ ہوگی۔۔تو سب کچھ اچھا ہوگا۔۔کیونکہ میرے زندگی میں راحت کا نام۔۔صرف رباب ہے۔۔"

عاصم نے اس کا رخ خود کی جانب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے بھی۔۔"

وہ اقرار کرتے ہوئے اس کے کندھے پہ سر رکھ گئی۔ عاصم نے آسودگی سے اسکے گرد بازوں کا گھیرا کر کے آنکھیں موند گیا۔

اسے یقین تھا کہ ان کی زندگی میں اب کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔

**

"کیا آپ سچ میں جائیں گی؟"

بینش نے ریحانہ بیگم سے پوچھا۔ وہ پچھلے دو دن سے اس سے بات نہیں کر رہیں تھیں۔ فواد نے بھی اس سے کچھ خاص بات نہیں کی تھی۔

"ہاں۔۔ جا رہی ہوں۔۔ تیار ہو جاو جا کر تم بھی چل رہی ہو۔"

ریحانہ بیگم نے ویسے ہی منہ پھیرے ہوئے جواب دیا۔

"ایسے تو نہیں جاوں گی۔ منہ پھلایا ہوا ہے آپ نے۔۔"

بینش نے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔ لہجے سے شرارت واضح تھی۔

"بینششش! دماغ نہیں خراب کرو میرا۔۔ چپ چاپ جا کر تیار ہو جاو۔۔ جو کھچڑی تم دونوں دوستوں نے بنائی ہے نہ اس کو چکھنے کا ٹائم ہو چکا ہے۔۔"

"کیا کرو گے چکھ کے۔۔ آنسو ہی ملیں گے بس۔۔ اور کچھ نہیں۔۔۔"

ریحانہ بیگم نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں ان کی انگلیوں کے نشان ابھی تک باقی تھے۔ انہوں نے کبھی اس پہ ہاتھ نہیں اٹھایا تھا مگر اس دن وہ غصے میں ہاتھ اٹھا بیٹھیں۔

"امی! کیوں لے کر جا رہی ہیں۔۔ بھائی کو معلوم ہے کیا؟"

"بھائی نے ہی کہا ہے۔"

اسے خبر ہی نہیں ہوئی فواد کب اس کے ہمراہ آ کر کھڑا ہوا۔ اور اسے جواب دیا۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں یہ سب کسی مجبوری میں کر رہا ہوں۔ میں یہ۔ سب اس لیے کر رہا ہوں کہ رباب کا میری بہن پہ قرض ہے۔ وہ قرض جو میری بہن اتارنا چاہتی ہے۔۔ اور میں صرف میری بہن کا قرض اتارنے میں مدد کر رہا ہوں۔"

"بھائی۔۔"

بینیش نے فواد کو سمجھانا چاہا کہ وہ غلط سمجھ رہا ہے۔۔ مگر وہ اسے بیچ میں ٹوک گیا۔

"ششش! میں جانتا ہوں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ ادھر دیکھو میری طرف۔۔ میں عاصم سے ملا تھا۔ میں اس سے معافی مانگنے گیا تھا۔ مگر اس نے مجھے سے سوری کیا۔ یہ کہہ کر کہ ساری غلطی حسام کی تھی۔ تم نے تو بس خود کو بچانا چاہا۔

آخر تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو وہ یہی کرتی جو تم نے کیا۔۔ تو حسام کی موت کا زمہ دار خود کو ٹھرانا بند کر دو۔ اس کی موت ایسے ہی لکھی تھی۔ تم اگر اسے روکنا چاہتی تب بھی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔۔"

فواد نے اسے اپنی اور عاصم کی ملاقات کے بارے میں بتایا۔ اس نے سب غائب دماغی سے سنا۔ ریحانہ بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔

"کیا سوچنے لگیں؟"

فواد نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"دیا۔۔آپ تو اس سے۔۔۔"

وہ کہتی کہتی رک گئی۔ ریحانہ بیگم نے اسکی عقل پہ ماتم کیا تھا۔ وہ کیا پوچھنے بیٹھی ہے اپنے بھائی سے۔

"بیوی عزت دینے کے لائق ہوتی ہے بینش۔ عزت سے بڑھ کر کبھی کوئی چیز کسی عورت کے لیے نہیں ہوتی۔۔اور شاید دیا کو بھی یہی کافی ہوگا۔۔کچھ عرصے تک جب تک کہ وہ کامیاب نہیں ہوجاتی۔"

وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا واپس کمرے میں چلا گیا۔ بینش ہلکے سے مسکرائی۔

"شرم کرو شرم۔۔بھائی ہے تمہارا۔۔کیا پوچھنے لگی ہو تم۔۔"

ریحانہ بیگم نے اسے ڈانٹا تھا۔

"کیوں کروں شرم؟ وہ تو میں بیچ کھائی ہے۔"

بینش نے مزے سے ریحانہ بیگم کے جملے کی نقل کی اور ان کے گلے میں جھول گئی۔

"باز آجاو بینش! باز آجاو۔"

وہ ان سنی کر گئی۔ وہ خوش تھی بہت خوش۔

****

"کارل! کہاں ہو تم؟ "کب تک آرہے ہو؟۔۔۔ٹھیک ہے میں ویٹ کرتی ہوں؟"

جینیفر فون پہ مصروف تھی۔ جب تھکا تھکا سا منصور گھر میں داخل ہوا۔ اسے وہاں دیکھ کر چونکا تھا۔

"جینیفر! کیسی ہو؟ تم یہاں کیسے؟"

اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔ تم سے ملنے آئی تھی۔"

"بیٹھو۔"

منصور نے اسے گارڈن میں رکھی چیر پہ بیٹھنے کو کہا۔

"کافی خوش لگ رہی ہو۔ کارل کے ساتھ زندگی کیسی جا رہی ہے؟"

منصور نے اسے خوش دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"ہاں خوش ہوں۔۔ کارل ہر طرح سے خیال رکھتا ہے میرا۔ میں کافی مطمئن ہو اس کے ساتھ۔۔'

منصور سمجھ سکتا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے جھوٹ کا گمان اس کے چہرے پہ ذرا بھی نہیں تھا۔ منصور صرف مسکرا دیا تھا۔

"منصور۔۔ تم نے اسے روکا کیوں نہیں؟ کیوں جانے دیا اسے پاکستان؟"

جینیفر نے اس سے آخر کہہ ہی دیا جو کہنے آئی تھی۔

"ماں نے تمہیں سب بتایا ہے۔"

"ہاں۔۔ کیا نہیں بتانا چاہیے تھا۔"

جینیفر نے شکایت کی۔ منصور خاموش رہا۔

"اسے جانے کیوں دیا؟"

جینیفر نے اپنی بات دہرائی۔

"محبت میں زبردستی نہیں ہوتی۔۔ آپ چاہ کر بھی کسی کو اپنی محبت کا قائل نہیں کر سکتے جب تک کہ اسے خود یقین نہ آجائے۔۔ تم تو اچھے سے سمجھ سکتی ہو نہ۔۔"

منصور کی بات پہ اب خاموش جینیفر ہوئی تھی۔

"تو تم نے کوشش بھی نہیں کی؟"

"کی۔۔ میں نے اسے یقین دلایا۔۔ مگر شاید میری محبت میں کمی تھی جو اسے مجھ پہ اعتبار نہیں آیا۔"

وہ افسردہ تھا جبکہ ائیر پورٹ پہ بیٹھی عینی ماریہ سے ہمکلام تھی۔

"مجھے اس کی محبت پہ کوئی شک نہیں ماریہ۔ لیکن مجھے خود پہ بھروسہ نہیں۔ میں خود کو اس کے اہل نہیں سمجھتی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔"

ماریہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماریہ۔۔بس کرو میں فیصلہ لے چکی ہوں۔۔ میں اب یہاں نہیں رہنا چاہتی۔۔مجھے مت روکو۔۔"

عینی اس سے رخ پھیر گئی۔

"یہ آخری سفر ہی تو ہے۔مجھے یہ تو تمہارے ساتھ گزارنے دو۔۔شاید پھر ملے نہ ملیں۔۔"

عینی کے ذہن میں کچھ دیر پہلے منصور کی کہیں باتیں گونج گئیں۔

"میں تمہیں جاتا ہوا نہیں دیکھ پاوں گا۔۔اس لیے بس یہیں تک کا ساتھ۔۔ تھا ہمارا۔۔ تم۔ جب تک چاہوں وقت لے لو۔ عینی۔ منصور تمہیں ہمیشہ تمہارا انتظار کرتا ملے گا۔"

اس کی آنکھ سے آنسو نے تھے۔ اس کی فلائٹ کی اناوسمنٹ ہو رہی تھی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماریہ اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔ اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی۔ مگر کوئی سبب نہیں بن رہا تھا۔

"میں منصور احمد وعدہ کرتا ہوں۔۔ میں مرتے دم تک تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس کے قدم تھمے تھے۔ وہ روتی ہوئی نیچے بیٹھ گئی تھی۔ ماریہ نے اسے واپس کھڑ کرنا چاہا تو سب بے سود رہا۔

"ماریہ۔۔ میں نہیں جا سکتی۔۔۔ میرا دل اسے چھوڑنے پہ رضامند نہیں ہے۔۔۔ میں نہیں جا پا رہی۔۔۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"عینی"

"میں نہیں جا پاوں گی ماریہ۔۔ میں نہیں رہ سکوں گی اسے چھوڑ کر۔۔"

ماریہ اسے گلے لگا گئی تھی۔ وہ مسکرا دی تھی۔ اسے اب کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ اس کی دوست خود کے دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی۔ اس نے خود کو ڈھونڈتے جیری پہ نظر ڈالی۔۔ اور اسے وکٹری کا نشان دیکھایا۔ وہ مسکراتا واپس مڑ گیا۔۔ اسے اب یہ خبر منصور کو سنانی تھی۔

**

"حسام جہانگیر۔۔۔۔ دیکھو میں آج پھر یہاں ہوں۔"

بینیش نے اس کی قبر کے قریب کھڑے ہو کر اسے پکارا تھا۔

"کچھ بتانے آئی ہوں۔۔ دیا۔۔ تمہاری باربی ڈول۔۔۔اس کا رشتہ فواد بھائی کے لیے لے کر جارہی ہوں۔"

اس نے شاپر سے سرخ پھول نکال کر اس کی قبر پہ ڈالے تھے۔

"تم پر سکون ہوجاو۔۔۔ سب لوگ تمہیں اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔۔ کوئی تم سے نفرت نہیں کرتا۔۔ سوائے میرے۔۔۔"

اس نے ہاتھ سے پھول قبر پہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہمیشہ اپنا سوچا۔۔۔ تم نے سوچا۔۔ لڑکی کو یقین نہیں تو مر کے دیکھاتے ہیں۔۔۔ بزدل کہیں گے۔۔ میں نہیں معاف کروں گی تمہیں۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا تھا۔

"میرے ان آنسوؤں پہ مت جانا۔۔ میں بینش زبیر سب کو دھوکہ دیتی ہے۔۔۔ تمہیں بھی دے رہی ہے۔۔۔"

اس کی آواز بھاری ہوئی تھی۔

"جھوٹ بہت۔ اچھا بولتی ہو۔۔ مگر مجھ سے نہیں۔۔۔ میرے تمہارے جھوٹ کو ایسے پکڑ لیتا ہوں۔"

بینش نے آواز کی سمت میں دیکھا تو وہ سامنے ہی تو کھڑا تھا۔ ہاتھ باندھے مسکراتا ہوا اسے دیکھتا ہوا۔ وہ سن ہی تو ہوئی تھی۔

"حسام۔۔ جہانگیر۔۔۔"

بینیش آہستگی سے کھڑی ہوئی۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ میں جانتا ہوں بینیش زبیر سب سے جھوٹ بول سکتی ہے مگر مجھ سے نہیں۔۔۔کہو سچ ہے نہ۔۔"

بینیش نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو واضح تھے۔

"مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

حسام دو قدم آگے بڑھ آیا تھا۔ بینیش اس وقت اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔"بہت زیادہ۔۔"

بینیش نے روتے ہوئے جواب دیا۔

"بس یہی کافی ہے۔۔اس اقرار کو سننے کے لیے تو میں کب سے انتظار کر رہا تھا۔"

"اور میں۔۔"بینیش نے اس سے پوچھا۔

"تم۔۔۔تمہیں تو کیا۔۔ساری دنیا کو پتہ ہے کہ حسام جہانگیر۔۔صرف بینیش کا تھا۔۔۔بینیش کا ہے۔۔۔۔اور بینیش کا ہی رہا مرتے دم تک۔۔"

حسام نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"بینیش۔۔"

حسام سے باتیں کر کے وہ خوش ہوئی۔ اس سے پہلے وہ حسام کا ہاتھ پکڑتی اسکو کسی نے آواز دی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو احتشام وہاں کھڑا تھا۔ اس نے واپس مڑ کر دیکھا تو حسام وہاں نہیں تھا۔ وہ ہنس کر سر ہلا گئ۔

"میں سمجھی کہ شاید تم واقعی ہی واپس آ چکے ہو۔"

وہ اپنی بے وقوفی پہ ہنستی آنسو پونچ گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے اپنا پرس اٹھا کر باہر کی جانب چلنا شروع کر دیا۔

"تمہارا انتظار۔۔۔"

"فضول ہے۔۔"

"میرے لیے نہیں۔۔"

"میں صرف اتنا کہوں گی باز آ جاو۔۔ محبت ایک بار ہوتی ہے۔۔ اور بینیش زبیر کو ہو چکی ہے۔۔ اب دوبارہ نہیں ہوگی۔"

بینیش نے ایسے ہی چلتے ہوئے اپنے ساتھ چلتے احتشام کو جواب دیا۔

"میرا بھی یہی جواب ہے۔ مجھے بھی ہو چکی۔۔ اب دوبارہ نہیں ہوگی۔۔"

احتشام نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اب قبرستان سے باہر نکل آئے تھے۔

"بینیشش۔۔ بینیشش۔۔"

تب ہی ایک شخص پھٹے ہوئے لباس میں اس کے قریب آیا تھا۔ بینیش دو قدم ٹھری تھی۔ اس نے آگے بڑھنا چاہا تو احتشام نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"اسے بچا لو بینیش۔۔ وہ مر رہا۔۔ صرف تم سے ملنا چاہتا ہے۔۔"

"دماغ ٹھیک ہے۔ کیا بولے جا رہے ہو؟ ہو کون تم؟"

اس کے بجائے احتشام نے جواب دیا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

بینیش نے اس سے پوچھا۔

"وقاص۔۔"

بینیش نے تیوری چڑھائی تھی۔

"کون وقاص؟ اپنے کام سے کام رکھو۔۔ یہ لو کچھ پیسے اور جاو یہاں سے۔۔"

احتشام نے اسے وہاں سے بھگانا چاہا۔

"کیوں ملنا چاہتا ہے مجھ سے۔۔ کیا اس دن مجھے جان سے مار دینے کی کوشش میں ناکام ہونے کی وجہ بتانا چاہتا ہے۔"

"نہیں۔۔"

نعمان بس یہی کہہ سکا۔ احتشام خاموش تھا۔

"میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ جاو جا کر بتا دو اسے۔۔۔"

وہ اسے بے رخی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔ احتشام پیچھے پیچھے تھا۔

"نور کے لیے بھی نہیں۔۔۔"

بینیش کے قدم تھمے تھے۔

"اپنی دوست کے لیے اس سے مل لو۔۔۔ صرف ایک بار۔۔۔"

"ساتھ چلو گے میرے۔۔"

"تمہیں ڈر لگتا ہے۔۔" وہ ہنسا تھا۔

"ہاں۔ خود سے کہیں اس کا قتل نہ کر دوں۔"

وہ کہتی نعمان کو آگے بڑھنے کا اشارا کر گئی۔

**

وقاص اس وقت ایک سرکاری ہاسپٹل کے واڈ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔ مگر لبوں پہ صرف نور کے نام کی بازگشت تھی۔

"اسے نہیں پتہ تھا کہ نور اسی دن مر گئی تھی جب اس نے اسے جانے دیا تھا۔ یہ میں تھا جس نے اس سے سب کچھ چھپایا۔۔ اسے سب اسی دن معلوم ہوا تھا جب اس نے تمہیں اپنی گاڑی سے ٹکر ماری تھی۔"

نعمان نے اسے آگاہ کیا تھا۔ وہ دونوں کچھ فاصلے پہ کھڑے تھے۔ جبکہ نعمان وقاص کو جگانے میں مصروف تھا۔

"میرے بھائی اٹھ۔۔۔ میں لے آیا ہوں اسے۔۔۔ دیکھ۔۔ سامنے کھڑی ہے۔۔ بینیش۔۔ دیکھ اسے۔۔ آنکھیں کھول۔۔۔"

وقاص نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔۔ تو اسے سامنے پایا۔ جیسے مارنے کی کوشش میں اس کا یہ حال ہوا تھا وہ تندرست کھڑی تھی جبکہ وہ حالت مرگ میں تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے؟ میں نے تمہیں دوست کہا تھا۔۔ اور تم۔۔ تم نے اپنے مطلب کے لیے میرا استعمال کیا۔۔"

اسے حسام کی خود سے کی گئی بات یاد آئی تھی۔ وقاص نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیے۔

"مجھے معاف۔۔۔ کردو۔۔۔"

"کبھی نہیں۔۔۔"

وہ فورا سے کہہ کر واپس مڑی۔ نعمان کے بلانے پر بھی نہیں رکی تھی۔ وہ جیسے ہی باہر نکلی اس کے ساتھ ساتھ حسام باہر نکلا تھا۔

"تم پھر آ گئے۔۔"

"جہاں بینیش۔۔۔ وہاں حسام۔۔۔"

وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہہ گیا۔

کہندے نے سب اکھیاں سچیاں
تم جیسی نہ تکیاں اکھیاں
کہندے نے سب اکھیاں سچیاں
تم جیسی نہ تکیاں اکھیاں
دن بھی جاگے رت جگا ہے
ہجر تیرا مجھے زہر لگا ہے

"تم مسکراتے کیوں رہتے ہو؟"

"کیونکہ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔"

حسام نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر تم مجھے اچھے نہیں لگتے۔"

اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"سچ میں۔۔"

"ہاں۔۔"

وہ ہنس دی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ احتشام وہیں رکا رہ گیا تھا۔ وہ اسے دور سے جاتا دیکھ رہا تھا۔ آس پاس سے گزرتے لوگ بینش کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کیا سمجھ رہے تھے بینش اس سے عاری تھی۔ اسے تو بس کچھ یاد تھا تو حسام۔۔ کچھ دیکھتا تھا تو حسام۔۔ اس کی اپنی دنیا تھی جہاں وہ حسام کے ساتھ خوش تھی اور اسے کسی اور کی ضرورت نہیں تھی۔

واری جاوں میں ساری ساری

واری جاوں میں ساری ساری

من رقصم رقصم تن رقصم

ما یارم پیارم غم رقصم

جو عشق کرے ہر دم رقصم

جو عشق کرے ہر دم رقصم

ان سب میں احتشام تھا جو بغیر کسی غرض کے بینش کے قدموں کی پیروی کر رہا تھا۔ ایک اور شخص خود کو بے مول کر کے عشق کو انمول کرنے چلا تھا۔

ہاری ہاری میں ہاری

من آنگن پہ عشق ہے طاری

**

ختم شدہ

اسلام و علیکم ریڈرز

ایک لمبے سفر کے بعد عشق بے مول کا اختتام ہوا۔ اس دوران آپ لوگوں کو میں نے بہت انتظار کروایا۔ آپ کو گلے بھی بہت رہے۔ لیکن میں اپنی مصرفیات کی وجہ سے ناول کو جلد ختم نہیں کرپائی۔ چلیں پہلے کرتے ہیں نور کی بات۔۔۔ جیسا کہ کہانی کے شروع میں تھا۔۔ یہ کریکٹر ریل ہے۔ اسکے علاوہ کریکٹر ریل نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ نور زندہ نہیں۔ آج وہ کریکٹر بھی زندہ نہیں۔۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ پاک اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے اور اس کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ لڑکیوں کی عزت نازک کانچ کی طرح ہوتی ہے۔ ایک ذراسی غلطی اور عمر بھر کا داغ۔ آپ چاہ کر بھی پھر اس داغ کو نہیں مٹا سکتے۔ ساری زندگی آپ اسے یاد رکھتے ہو۔ اور اگر بھولنے کی کوشش بھی کرو تو آس پاس کے لوگ اسے بھولنے نہیں دیتے۔ اس لیے لڑکیوں کو اپنی عزت کی پرواہ خود کرنی چاہیے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی بھی آکر آپ کو کچھ بھی کہہ کر چلا جائے اور آپ کچھ نہ کر سکیں۔۔ اسی لیے میں نے ان سب میں ایک سٹرونگ کریکٹر ڈالا ہے۔ جو اصل نور کی زندگی میں تو نہیں تھا مگر کریکٹر نور کی زندگی میں تھا۔۔۔ بینش۔۔ جب کبھی کوئی بھی لڑکا کسی لڑکی کے ساتھ بھرے بازار میں مزاق کرتا ہے تو اس کا جواب تھپڑ کی صورت میں ہونا چاہیے جیسا کہ بینش نے وقاص کے ساتھ کیا۔ وہ اس میں درست تھی۔

کسی بھی لڑکی کو چاہیے کہ وہ خود کا مزاق بنانے کی اجازت کسی بھی شخص کو نہ دے جیسا کہ نور نے کیا۔ رہی رباب کی بات تو دوستی میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ دوستوں کے غم خود کے دکھ۔ ان کی خوشی میں سب کچھ ٹھیک۔۔ کیا ہم سب ایسا نہیں کرتے۔۔ ہاں رباب نے خود کو ڈھال بنا لیا تھا۔۔ بینیش کے آگے۔۔ عینی۔ سب سے یونیک کریکٹر۔ اس میں کونفیڈنس کی کمی تھی۔ جو اس کو خود پہ اعتماد نہیں کرنے دیتی تھی۔۔ اور یہی وجہ بنی کہ وہ آخر تک خود کو منصور کے قابل نہیں سمجھ پائی۔ عاصم جہانگیر۔۔ یہ کریکٹر ایسا ہی تھا جیسا کہ ہونا چاہیے۔ ایک اچھا بھائی۔۔ بیٹا۔۔ اور شوہر۔۔ بیوی پہ ہاتھ اٹھانا کبھی کسی مرد کی بہادری نہیں ہوتی۔۔ اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ رباب پہ
نہ تو کبھی ذہنی ٹارچر کیا گیا اور نہ جسمانی۔۔ یہ کبھی بھی ناول کا ٹاپک نہیں ہوتا۔ آپ پہ کوبے جا تشدد کرے اور آپ پھر اس کے عشق میں گرفتار ہوں۔۔ نہیں ایسا نہیں ہوتا اگر ایسا کوئی کرتا ہے تو لڑکی آئی تھنک ڈاکورانی بننے کو زیادہ ترجیح دے گی نہ کہ محبوبہ بننے پہ۔۔ فواد اور ددیا۔۔ دو معصوم کریکٹر۔۔ محبت کا مطلب یہ نہیں کہ پا لیا جائے۔۔ بلکہ دوسرے کی خوشی ہے۔ وہ خوش تو ہم خوش۔ اسے دکھ تو ہمیں تکلیف۔۔ فواد رباب کو عاصم کے ساتھ دیکھ کر خود ہی پیچھے ہٹ گیا۔ محبت میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ میں خوش نہیں تو اس کی زندگی بھی جہنم بنا دوں۔۔ نہیں ایسا نہیں ہوتا۔۔ جیری ماریہ اور جینیفر اور کارل۔۔ دو الگ الگ زندگیوں کے رہنے والے مگر ساتھ رہتے ہوئے کب ایک دوجے کے عادی ہو گئے۔۔ خبر ہی نہیں۔۔ اب آخر میں حسام کی بات۔۔ یہ کریکٹر شروع سے طے تھا کہ اس نے مرنا ہے۔ اسے مرنے کے لیے ہی ڈالا تھا۔ اور یہ بتانے کے لیے کہ عشق واقع ہی بے مول ہوتا ہے۔ اس کا کوئی مول لگا ہی نہیں سکتا۔ میں نے ان دنوں بہت سوچا کہ جو ریڈرز مجھے کہہ

رہیں ہیں کہ حسام کو زندہ کر دیں۔۔ میں ایسا کر بھی دیتی۔ مگر اس کے لیے پارٹ ٹو لکھنا پڑتا۔۔ اور دوسرا میرے باقی کرداروں کے ساتھ نہ انصافی ہو جاتی۔۔ میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے لیے دو دن سوچنے کے بعد پارٹ ٹو کا آئیڈیا چھوڑ دیا اور اس ناول کا یہیں پہ اختتام کیا۔

اللہ کرے آپ کو یہ پسند آئے۔ خوش رہیں آباد رہیں۔

www.urdunovelsmania.com

#عشقبے مول قسط۴۵

#اززونیراانجم

#قسط_نمبر_45

#باب_نمبر_16

#انجام

#لاسٹ_ایپیسوڈ

#حصہ۔اول

عشق کے موتی انمول
عشق کر دے بے مول
عشق کی حقیقت نہ جانے کوئی
عشق بولے بس اپنے بول
عشق کی گونج نرالی
عشق کے مٹی میں رول
عشق نہ آئے کسی کی سمجھ میں
عشق گھمائے گول گول
عشق فقیری عشق امیری
عشق میں ہے نہ کوئی جھول

عشق کی بازی نہ جیتا کوئی

عشق تھمائے کشکول

"یار تم میری بات کیوں نہیں سنتی ہو؟ میں کب سے تمہیں فون کر رہا ہائشی ہوں؟"

حسام نے فون کے ریسیو ہوتے ہی کہا۔ جبکہ بینیش نے اپنے آنسوؤں کو پھر سے بہنے سے روکا۔

"ہیلو؟۔۔۔ بینیش۔۔"

وہ خاموش تھی۔ اس کی آواز شاید آخری بار سننا چاہتی تھی۔ وہ پریشان تھا تو خوب پریشان تھا۔ اس کے لہجے اور آواز کے اتار چڑھاو سے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ناٹک کر رہا ہو۔

"میں ملنا چاہتی ہوں تم سے۔۔ ابھی اور اسی وقت۔"

بینیش نے آخر کہہ ہی دیا تھا۔ حسام اس کی تو باچھیں ہی کھل گئیں تھیں۔

"مجھے نہیں پتہ تھا میری مراد اتنی جلدی قبول ہوگی۔ میں تو کب سے انتظار کر رہا تھا۔ میں آتا ہوں ابھی اور اسی وقت۔"

وہ آج طے کر کے آئی تھی۔ خود کو مضبوط بنا کر آئی تھی۔ خود کو اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اسے آتا دیکھائی دیا۔ ہمیشہ کی طرح خوبرو۔ ہمیشہ کی طرح تروتازہ۔ ہاتھ میں ریڈ روزز کا بوکے پکڑا ہوا تھا جیسے اس کے قریب آتے ہی بینیش کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ بینیش جواباً مسکرا بھی نہ سکی۔

"کیسی ہو؟"

بینیش نے وہ پھول لے کر ایک سائیڈ پہ رکھ دیے تھے۔ وہ چونکا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ پہلے بھی جب کبھی وہ اس کے لیے پھول لے کر آیا بینیش نے انہیں مسکراتے ہوئے ریسیو کیا تھا۔ اور کبھی بھی ایسے نیچے نہیں رکھا تھا۔ ہاتھوں میں پکڑے رکھا اور بار بار اس کی خوشبو کو سونگا کرتی تھی۔ مگر اب۔۔۔ اس نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ پریشان لگ رہی تھی۔ شاید رو کر بھی آئی تھی۔

"تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟"

بینیش نے اس سے کہا۔

"پریشان۔۔۔ اور افسردہ۔۔۔"

بینیش نے اسے غور سے دیکھا۔

"اندازے اچھے ہیں تمہارے۔۔"

وہ طنزیہ ہنسی۔ حسام پریشان ہوا۔

"مجھے تمہارے بارے میں اندازے لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ہر ری ایکشن سے میں تمہارے اندر کی تبدیلی جان سکتا ہوں۔"

حسام نے اس کی جانب ہو کر کہا۔ جبکہ بینیش کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔

"بتاؤ مجھے۔ کیا بات ہے؟ ایسی کونسی بات ہے جس نے تمہیں اس قدر پریشان کیا ہوا ہے؟ میں ہوں یہاں اسے حل کرنے کے لیے۔"

"تم مرد بھی نہ کتنے عجیب ہوتے ہو۔ پہلے ہمیں پرکھتے ہو۔ ہماری عادات کو نوٹ کرتے ہو۔ پھر جب ہم تمہارے عادی ہوتے ہیں تو۔۔۔ دور بیٹھ کر ہمارا تماشہ دیکھتے ہو۔۔۔"

اس نے اپنے آئے آنسوؤں کو اندر دکھیلا۔ وہ اس کے سامنے رو کر خود کو ہمیشہ کے لیے شرمندہ نہیں کروانا چاہتی تھی۔

"بینششش! کیا ہوا ہے؟"

وہ پریشان ہوا۔

"یقین مانو تمہارے لہجے اور ری ایکشن سے لگ رہا ہے کہ کہا کہ تم واقع ہی پریشان ہو۔ مگر تمہارے دل میں کیا ہے مجھے نہیں معلوم۔۔"

وہ انجان بنی۔ جبکہ حسام اس کے لہجے سے گھبرایا۔

"بینش! آخر کیا ہوا ہے؟"

حسام نے دوبارہ زور دیا۔

"کچھ نہیں۔۔بس ایک راز فاش ہو گیا ہے۔ دیکھنا چاہو گے؟"

حسام کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے؟

"بینش۔ سیدھی اور صاف بات۔۔۔۔۔"

"وقاص کون ہے؟"

حسام کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بینش نے پوچھا۔ وہ چونکا۔

"کیا؟۔۔"

"میں نے پوچھا وقاص کون ہے؟"

بینش نے اپنی بات پہ زور دیا۔

"میں کسی وقاص کو نہیں جانتا۔"

وہ صاف مکر گیا۔ بینش شاک تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس سے جھوٹ بولے گا۔

"تو تم کسی وقاص کو نہیں جانتے؟"

اس نے اپنے فون پہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔"

حسام کے چہرے پہ ناگواری تھی۔ تب ہی حسام کا فون رنگ ہوا تھا۔ بینش نے اسے ایک ویڈیو واٹس ایپ کی تھی۔ حسام اپنا ڈیٹا ہمیشہ آن رکھتا تھا۔ اس نے ایک نظر بینش کی جانب دیکھا۔

"تمہارے ہی لیے ہے۔"

بینش نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"دیکھ لو۔ میری پریشانی کی یہی وجہ ہے۔"

حسام نے اسے دیکھتے ہوئے ویڈیو آن کی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہیں کیسے پتہ یہ سب کچھ؟"

حسام کو یقین نہیں آرہا تھا۔

"کیونکہ یہ آئی ڈی۔ (اس نے سب مطلبی کی جانب اشارہ کیا تھا) یہ میرے دوست نعمان کی ہے۔ وہ کسی گڑیا نامی لڑکی سے بات کیا کرتا تھا۔"

ایک دوسرے شخص کی آواز آئی مگر تصویر نہیں۔ کیونکہ کیمرے کا فوکس صرف حسام تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا۔ ہاو از ڈیٹ پاسیبل؟"

حسام ابھی تک جیسے بے یقینی میں تھا۔

"ہو جائے گا۔ اس لڑکی کو آئی ڈی واپس کر دو۔ ایک میسج کے ساتھ۔۔ جو میں کہوں گا۔ اور ہاں ساتھ نام بھی مینشن کرنا۔۔۔۔ بینش۔۔۔ اس کے بعد اسے جہاں بلاوگے وہ آئے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔۔۔"

"ایک بار وہ کرلو جو میں کہ رہا ہوں۔ اگر وہ نہ آئے تو۔۔۔۔ (سامنے موجود شخص حسام کے قریب آیا۔) تو میرا نام وقاص نہیں۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ رہے تھے جبکہ فون میں ویڈیو کب کی ختم ہو چکی تھی۔

"بینش۔۔۔۔"

"جھوٹ۔۔۔ شروع سے آخر تک سب جھوٹ۔۔۔ اور میں بے وقوف مجھے خبر ہی نہ ہوئی کہ نور نے تو کبھی چیٹ میں میرا نام مینشن ہی نہیں کیا تھا۔"

وہ خود پہ ہنسی۔

"بینش۔"

"میرے دماغ نے کتنا کہا۔۔۔ مت کرو بھروسہ۔۔۔ سب فیک ہے۔۔ مت کرو۔۔۔ مگر میں۔۔۔ (آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹکا تھا۔) مگر میں۔۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوئی۔ اب مجھے پتہ چلا کہ نور نے کیوں کہا کہ وہ ذلیل ہوئی۔"

"بینش" حسام نے کچھ کہنا چاہا۔

"جانتے ہو۔۔ یہ دل ہی ہے جو آپ کو محبت کرنا سیکھاتا ہے۔۔ اور یہ دل ہی ہے جو آپ کو ذلیل بھی کرواتا ہے۔۔۔ دماغ کبھی ایسا نہیں کرتا۔۔۔"

اس نے خود پہ کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔ حسام محسوس کر سکتا تھا وہ کیا سوچ رہی تھی۔

"بینیش۔۔ میری بات سنو۔۔"

"تم میری بات سنو۔۔"

بینیش نے اس کی بات کاٹی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

"میرا تم سے اور تمہارا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اب سے۔۔۔"

"ہرگز نہیں۔۔ تم میری بات سنے بغیر مجھے فیصلہ نہیں سنا سکتی۔۔"

"میں سنا سکتی ہوں۔"

"بینیش! میں مانتا ہوں کہ مجھے تمہارا نام وقاص سے معلوم ہوا۔۔ مگر تم میری بات سنو تو صحیح۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ شخص میرا استعمال کر رہا ہے۔ میرا اب اس سے کوئی واسطہ نہیں۔۔۔"

حسام نے سمجھانا چاہا۔

"کہ لیا تم نے جو کہنا تھا۔۔۔ میں اپنی بات دوبارہ نہیں دہراوں گی۔۔ اور رہی بات میرے میسیجز اور تصویر کی۔۔۔ تو جو چاہے وہ کرو۔۔ چاہے انہیں پبلیش کروایا میرے گھر کے باہر بڑے بڑے پوسٹر چھپواو۔۔۔ مجھے سچ میں کوئی پرواہ نہیں۔۔"

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی گئی۔ حسام کے دل پہ ہاتھ پڑا تھا۔

www.urdunovelsmania.com

"تمہیں میں ایسا لگتا ہوں۔ میں۔۔ تمہیں بدنام کیوں کروں گا۔۔"

اس سے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔

"میں بھی یہی سوچتی تھی تمہیں کیا ملا میرے ساتھ ایسا کر کے۔۔ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔۔ پہلی بار کسی پہ بھروسہ کیا تھا میں نے۔۔ پہلی بار۔۔۔ اور تم نے وہ ہی توڑ دیا۔۔"

وہ شکوہ نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کر گئی۔۔۔

"غلط فہمی ہے بینیش۔۔۔"

"غلط فہمی میں تو میں جی رہی تھی۔۔۔ اینی ویز۔۔ بائے فورایور۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"تم ایسے نہیں جا سکتی۔۔۔ میں۔۔ تمہیں نہیں جانے دوں گا۔۔"

"میں جا سکتی ہوں۔۔ حسام اور مجھے روکنے کی ہمت بھی نہ کرنا۔"

بینیش نے واپس مڑ کر جواب دیا۔ اور باہر کی جانب چل دی تھی۔

"مت جاو بینیش۔۔ سچ میں۔ میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا۔۔۔ میں مر جاوں گا۔"

اسے نہ رکتا دیکھ کر حسام نے کہا۔ وہ ٹھری تھی۔

"تو مر جاو۔۔ کوشش کرنا جس وقت یہ سب ہو۔۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔۔۔ تاکہ مجھے تمہاری کسی بات پہ یقین تو آئے۔۔۔"

وہ سخت دل سے کہتی وہاں سے مڑ گی۔ یہ وہ ہی جانتی تھی کہ کس دل سے اس نے حسام سے یہ سب کہا تھا۔ اس کا دل کتنی بار پشیمان ہوا تھا مگر اب اپنے دل کی بات مان کر وہ اور ذلیل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اگر دیکھ لیتی تو۔۔۔۔۔

**

"عاصم !آپ۔۔۔۔ ناراض ہیں۔۔۔؟"

وہ کافی دیر سے نوٹ کر رہی تھی کہ عاصم اسے اگنور کر رہا تھا۔ اس کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہا۔ وجہ بھی وہ شاید جانتی تھی۔

"نہیں۔۔ ناراض نہیں ہوں۔"

اس نے لیپ ٹاپ پہ کام کرتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں۔۔ آپ ناراض ہیں۔۔ کیونکہ میں۔ نے آپ کو بینیش۔۔۔۔"

"رباب۔۔"عاصم نے اسے ٹوکا تھا۔

"بس رہنے دو۔ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"

اس نے لیپ ٹاپ کو بند کرتے ہوئے کہا۔ واضح اشارا تھا کہ وہ اب سٹڈی میں جائے گا۔

رباب اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہے ہیں؟ میری بات سن کر جائیں۔"رباب نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"کہو؟"

وہ واپس بیٹھ گیا۔ رباب اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"کھواب؟"

عاصم نے جیسے اسے یاد کرایا تھا۔

"میں جانتی تھی کہ آپ جس لڑکی کو تلاش کر رہے ہیں وہ میں نہیں ہوں۔۔ مگر میں نے پھر بھی یہ ظاہر کیا کہ وہ میں ہی ہوں۔"

"جانتا ہوں"

"اور یہ بھی کہ وہ بینیش ہے میری دوست۔"

"نام نہیں معلوم تھا مگر اندازہ تھا کہ دوست ہی ہوگی۔ بہن تو ہے نہیں تمہاری۔۔"

عاصم نے اپنے اندازہ بتلایا۔

"اور یہ کہ وہ خالہ کی بیٹی ہے۔۔"

"نہیں۔۔ یہ نہیں جانتا تھا۔"

"اور یہ کہ میں جانتی تھی کہ دیا کے لیے کس کے گھر رشتہ لے کر جایا جا رہا ہے۔"

"پہلے نہیں جانتا تھا پھر اسے اپنے سامنے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ تم فواد کی وجہ سے نہیں ہچکچا رہیں تھیں بلکہ اس کی وجہ وہ لڑکی تھی۔"

"جی!"

رباب شرمندہ تھی۔ عاصم حیران۔

"میں مانتا ہوں کہ ہمارا رشتہ ایسے نہیں جڑا جیسے جڑنا چاہیے تھا۔ میں نے برا سلوک روا رکھا۔ مگر اس کی وجہ تھی۔ سب کی وجہ تھی۔۔ مگر تمہارے اس رویے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔۔ کیا پچھلے کچھ دنوں میں میں نے تمہیں اتنا اعتماد نہیں دیا کہ تم مجھے سب کچھ کلیر کردو۔۔"

عاصم نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کی۔ رباب نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ میں بتانا چاہتی مگر۔۔۔"

"تمہیں لگا کہ میں تمہاری دوست کے ساتھ کچھ برا کروں گا۔۔۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے۔۔۔"

رباب نے عاصم کو سمجھانا چاہا مگر وہ دوبارہ سے اپنی چیزیں سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"عاصم۔۔۔"

"سنو رباب۔۔ وہ تمہاری دوست ہے۔ تمہیں اس سے ملنا ہے ملو۔ مگر نہ تو وہ میرے گھر میں آئے گی اور نہ میرے سامنے۔ تمہارے لیے میں بس اتنا ہی کر سکتا ہوں۔ اس نے جو میرے بھائی کے ساتھ کیا ہے میں اسے اس کے لیے معاف نہیں کر سکتا۔"

وہ اسے کہتا کمرے سے باہر گیا چلا گیا۔ رباب پیچھے کھڑی رہ گئی ابھی ابھی تو سب ٹھیک ہونے لگا تھا پھر یہ سب۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ چونکی۔

"بینششش! یہ لڑکی کہیں عاصم سے ملے اب۔۔"

اس کا دھیان اب بینیش کی جانب چلا گیا تھا۔

**

"مام! آر یو فائن؟"

منصور کو جیسے ہی اطلاع ملی کہ ان کی گاڑی سے کسی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے وہ سب چھوڑ کر ان کے پاس آیا۔

"آئی ایم فائن ڈئیر۔۔ڈونٹ وری۔" مسز احمد نے اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"آئی ایم ریلی سکیرڈ اباوٹ یو۔"

منصور نے ان کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔ تب ہی جیری ڈاکٹر کے ہمراہ کمرے سے باہر نکلا تھا۔ منصور نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"دی ایکسیڈنٹ گلراز دئیر انسائیڈ دی روم۔"

مسز احمد نے وضاحت دی۔

"سم ون فزیکلی ہراس ہیر۔ بٹ شی از فائن ناو۔ ٹیک ہر سلیپ ویل۔"

"تھینک یو ڈاکٹر۔"

منصور نے ہاتھ بڑھا کر شکریہ ادا کیا۔

جیری ڈاکٹر کے ساتھ باہر تک گیا جبکہ مسز احمد اس لڑکی کے پاس کمرے میں چلی گئیں۔ جیری واپس آیا تو منصور اسے انتظار کرتا ملا۔

"کیا ہوا ہے؟ کون ہے وہ لڑکی؟"

"آپ خود دیکھ لیں۔"

جیری نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"جیری !ایسا نہیں ہوسکتا۔"

انجانے سے خدشے کے تحت اس نے کہا۔

"ایسا ہوچکا ہے۔"

جیری نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ اسکی تو جیسے شمین ہی ہل گئی تھی۔ وہ الٹے پیر مسز احمد کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اس کی ماں کے وجود سے چھپا ہوا تھا۔

"کتنی خوبصورت ہے مگر نصیب دیکھو۔۔۔"

منصور کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس کی ماں اس کی موجودگی محسوس کرتے تھوڑا سا پیچھے ہوئیں تو وہ اس کا چہرہ بآسانی دیکھ پایا۔ اس کے چہرے پہ پانچوں انگلیوں کے نشانات تھے۔ اس کے ماتھے پہ چوٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کا ہونٹ کنارے کی جانب سے پھٹا ہوا تھا۔ اس نے زور سے اپنی آنکھیں بھیچیں تھیں۔

"منصور۔"

"کمنگ مام"

وہ انہیں جواب دیتا کمرے سے باہر نکلا تھا۔ جیری پہلے سے جانتا تھا اس کا کیا ری ایکشن ہوگا اس لیے وہ پہلے سے ہی ریڈی تھا۔ اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی جیری نے گاڑی کو عینی کے گھر کی جانب موڑ دیا۔ اور ساتھ ہی ایک کال ملا کر منصور کو دی تھی۔

***

"سر !ایکٹر عامر آئے ہیں آپ سے ملنے۔"

عاصم مسکرا دیا تھا وہ شاید اس کی فین رہی ہوگی۔ اس نے عامر کو آفس میں بلایا۔

"کیسے ہیں بھائی؟"

"ٹھیک۔ تم سناو۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے بغل گیر ہوئے تھے۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ ایک بڑا پراجیکٹ ملا ہے۔ کچھ دنوں تک ملک سے باہر جانا پڑ سکتا ہے تو اسی لیے ٹائم ملتے ہی آپ کے پاس آگیا۔"

"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے۔۔"

عاصم نے اپنی سیٹھ سنبھالتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی سیکریٹری نے ایک لڑکی کی موجودگی کا بتایا۔ نام سنتے ہی اس نے انکار کر دیا تھا۔ عامر نے حیرت سے اسے غصے میں دیکھا۔ مگر جیسے ہی وہ وجود آفس روم میں داخل ہوا عامر کو سمجھ آگیا کہ اس کے غصے کی کیا وجہ ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آچکی تھی۔

"سر! میری غلطی نہیں ہے یہ خود ہی آگئی۔"

"میرے سلام کا جواب تو آپ دیں گے بھی نہیں۔۔ اسی لیے۔۔ ہیلو دولہا بھائی۔"

اب چونکنے کی باری عامر اور سیکریٹری کی تھی۔ عامر اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔

"تم جاو انعم۔۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔"

عاصم نے سیکریٹری کو جواب دیا۔ عامر وہاں سے جانے لگا تو عاصم نے اسے روک لیا۔

"بیٹھ جاو۔ یہیں پہ۔"

"کیوں؟ جاو یہاں سے بھئ۔ میں نے پرسنل بات کرنی ہے۔"

اس نے عاصم کی بات پہ بینیش نے جب اس شخص کو رکتے دیکھا تو خود ہی کہ بیٹھی۔

"تم کیوں آئی ہو یہاں؟"

عاصم نے اسکی توجہ خود پہ دلائی۔ وہ اب سیٹھ سنبھال چکا تھا۔ صرف ایک وہ ہی تھی جو کھڑی تھی کسی نے اسے بیٹھنے کا کہا بھی نہیں تھا۔ لہزا وہ خود ہی ڈھیٹ بن کر بیٹھ گئی۔

"آپ سے ملنے۔"

عشق کے موتی انمول

عشق کر دے بے مول

عشق کی حقیقت نہ جانے کوئی

عشق بولے بس اپنے بول

عشق کی گونج نرالی

عشق، دے مٹی میں رول

عشق نہ آئے کسی کی سمجھ میں

عشق گھمائے گول گول

عشق فقیری عشق امیری

عشق میں ہے نہ کوئی جھول

عشق کی بازی نہ جیتا کوئی

عشق تھمائے کشکول

"آپ سے ملنے"

بینش نے جواب دیا۔ وہ اس انجان شخص کی موجودگی میں بات نہیں کر پا رہی تھی۔

"کیوں؟"

"کچھ کلیر کرنا تھا۔۔۔ تاکہ میری وجہ سے آپ کے اور رباب کے ری لیشن شپ پہ۔۔۔"

" بیوی ہے وہ میری۔ باہر کے کسی فرد کی وجہ سے میرا اور اس کا رشتہ خراب نہیں ہو سکتا۔"

عاصم نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ اس میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ کیا کہتی۔ پہلے تو ساتھ بت بنا بیٹھا یہ شخص دوسرا عاصم کا لہجہ۔ اسے کب عادت رہی تھی مردوں کے غصے کو برداشت کرنے کی۔ اسے ایک بار پھر خود پہ شرمندگی ہوئی تھی اس کی وجہ سے اس کی دوست کو اس شخص کا کتنا سخت لہجہ برداشت کرنا پڑا ہو گا۔ اس نے ایک لمبی سانس لی۔

"بالکل وہ آپ کی بیوی ہے اور آپ کو اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھنا چاہیے یہ مجھے تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

"تو پھر یہاں کرنے کیا آئی ہو۔"

اس بار سوال پاس بیٹھے بت کی جانب سے آیا تھا۔ بینش نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"تم ہو کون؟"

اس کی ازلی انا ابھری تھی وہ کیوں اس شخص کو جواب دہ ہو۔

"عامر اقبال۔۔ حسام کا دوست"

عاصم نے تعارف کروایا۔ جیسے سن کر بینش نے تیوری چڑھائی۔

"جیسے کہ نعمان اور وقاص۔۔ ویسا ہی دوست۔۔"

اس کے طنز کو عاصم تو نہیں مگر عامر ضرور سمجھ گیا تھا۔

"جب کسی بات کا علم نہ ہو تو زبان بند رکھنی چاہیے۔"

"تو تمہارا خود کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

بینش نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔ عاصم نے عامر کو باہر جانے کا کہا۔

"کیوں؟ اب جب بات کھل چکی ہے تو اسے بھی اب رکنے دیں۔"

بینش نے دخل اندازی کی۔

"بینش! ادھر دیکھو۔ کیا بات کرنے آئی ہو۔ جب میں نے رباب سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اس کا تم سے بات کرنے پہ کوئی اعتراض نہیں بس میرے سامنے مت آنا تو کیوں آئی ہو تم یہاں؟"

عاصم نے دو ٹوک ہو کر پوچھا۔ بینش مسکرائی۔

"اچھا۔ یہ بہت اچھا کیا آپ نے۔ لیکن مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا اگر پتہ ہوتا۔۔ تو شاید پھر بھی آتی۔"

بینش کے کہنے پہ عاصم اور عامر دونوں نے اپنے غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

"تو وہ ہی جاننا چاہتا ہوں۔۔ کیوں۔۔۔"

"کیوں آئی ہو یہاں؟"

بینش نے عاصم کی بات کاٹی۔

"میرے بھائی سے دیا کے رشتے کے لیے انکار کیوں ہے؟"

"کیونکہ جیسی تم ہو ویسا تمہارا بھائی۔ وہ بھی ویسے ہی دیا کی خودکشی کی وجہ بننے والا تھا جیسے کہ تم بنی ہو حسام کی موت کی وجہ۔۔"

عامر نے بغیر کسی لگی لپٹی کہ اسے آئینہ دیکھایا۔ دو پل کو تو خاموشی رہی۔

"تو اس کا مطلب دیا حسام کی طرح بزدل نکلی۔"

بینیش کو جیسے افسوس ہوا۔ تبھی عامر نے پاس ٹیبل پہ رکھے گلاس کو ہاتھ مار کر نیچے گرایا۔ بینیش تھوڑا سا ڈری۔

"تم۔۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ کوئی تم سے بات بھی کرے۔۔ سمجھتی کیا۔۔۔"

"عامر"

اسے آگے بڑھتا دیکھ کر عاصم بولا۔ وہ اپنی جگہ ایسے ہی بیٹھی رہی۔ وہ واپس بیٹھ گیا۔

"سوری بھائی۔ اسے کہیں چلی جائے یہاں سے۔"

"اچھا لگا جان کر کہ کافی لوگ حسام کے قریبی ہیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔۔۔"

"بینیش تمہیں شرمندگی نہیں کہ تمہاری وجہ سے حسام نے خود کی جان لی۔"

عاصم نے اسے ٹوکا۔

"میری ذرا سے انا کی وجہ سے میں نے اپنے سامنے اپنی بہن سے بڑھ کر دوست کو آخری سانسیں لیتے دیکھا۔۔ مجھ میں اگر شرمندگی نہ ہوتی تو بزدلوں کی طرح کب کی اس کی قبر کے ساتھ لیٹی ہوئی ملتی۔ میں شرمندہ تھی اسی لیے آج یہاں آپ کے سامنے موجود ہوں۔"

"نئی لاجک۔"

عامر منہ میں بڑبڑایا تھا۔

اس شخص سے کہیں یہ اپنا منہ اور کان دونوں بند کریں کیوں کہ گلاس بار بار توڑنے سے یہ آپ کا ہی نقصان کریں گے۔"

عامر نے اسے گھورا جبکہ وہ پر سکون ہو کر بیٹھی تھی۔

"میں سن رہا ہوں تم کیا کہہ رہی تھی۔"

عاصم نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"میں جانتی ہوں جب آپ کسی اپنے کو کھو دیتے ہیں تو کیسا لگتا ہے؟ جب آپ اسے ہر جگہ تلاشتے ہیں اور وہ نہیں ملتا تو کیسا لگتا ہے؟ اس کی یادیں۔۔اسکی باتیں اسکی پسند اسکی ناپسند بار بار سامنے آتیں ہیں تو کیسا لگتا ہے؟ میں جانتی اور شاید مجھ سے بڑھ کر کسی اور کو تو معلوم نہیں ہوگا نہ۔"

وہ کسی ٹرانس کے اثر کہ گئی۔

"مجھے حسام سے کوئی پرسنل دوشمنی نہیں تھی۔۔ہاں دوشمنی تھی تو صرف ایک شخص سے وقاص جس کی وجہ سے میری دوست غیرت کے نام پہ قتل کردی گئی اور میں کچھ نہیں کر سکی۔مجھے نفرت تھی تو صرف اس وقاص سے۔۔کاش مجھ میں ایک قتل جائز ہوتا تو وہ شخص دوبارہ میری زندگی برباد نہ کرسکتا تھا۔"

وہ دونوں خاموشی سے سن رہے تھے۔

"میں جانتی ہوں آپ سب کو مجھ سے بہت گلے ہیں کیوں وہ خودکشی کرنے جا رہا تھا اور میں نے اسے روکا بھی نہیں تھا۔

(اس نے سر جھکا لیا تھا خود کے آنسو چھپانے کے لیے) میں جانتی تھی وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ وہ سچا تھا میرے ساتھ مگر میں اسے خود سے اور قریب نہیں کر سکتی تھی۔ خاص طور پہ یہ سب سننے کے بعد تو نہیں۔"

بینیش نے وقاص کی بھیجی گئی وڈیو آن کر کے عاصم کے سامنے رکھی تھی۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ حسام نے مجھے کبھی اس شخص کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"اور تم اسے اپنا دوست کہتے ہو؟"

بینیش نے طنز کیا تھا۔

"حسام کی اس سے ملاقات تب ہوئی تھی جب وہ سڑک پہ پڑا تڑپ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چلی سپرے کیا گیا تھا۔ وہ میں تھی جس نے وہ سب کیا تھا۔ اس کی وجہ سے میری دوست اس دنیا سے چلی گئی کم از کم اس کو تکلیف دے کر نور کو راحت تو دے سکتی تھی میں۔"

اس نے اپنے عمل کی توجیہ پیش کی۔

"تمہیں کیسے پتہ؟ کہانی بنا رہی ہے بھائی خود کو بچانے کے لیے۔"

"تو یہ حسام اس وڈیو میں میں نے خود ڈال دیا ہے۔ اور یہ سب حسام نے مجھے خود بتایا تھا۔"

بینیش نے پہلا جواب عامر کو جبکہ دوسرا جواب عاصم کو دیا۔

"بینیش تم نے اس دن اسے کیوں نہیں روکا؟ کیا اپنے اس منگیتر کے ساتھ ہونے کی وجہ سے۔"

عاصم نے اسے دوبارہ اپنی جانب متوجہ کیا۔

"فواد بھائی تھے ساتھ میرے۔۔ میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا کہ میری شادی ہونے والی ہے۔ اور جہاں تک رہی اسے روکنے کی بات تو مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ سب کرے گا۔"

اس نے جیسے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

"اور کیوں جھوٹ بولا اس سے۔۔ پیچھا چھڑانے کے لیے۔۔ دل بھر گیا نہ تھا اس سے۔۔"

"زبان کو لگام دو۔۔"

عامر کے کہنے پہ اس بار عاصم نے اسے روکا تھا۔

"نور کے بعد سے میں نے کسی پہ بھروسہ نہیں کیا۔ پھر ایک شخص آیا۔ اس نے یقین دلایا۔ بھروسہ کرنا سیکھایا۔ ہنسنا سیکھایا۔ پھر وہ ہی شخص آپ کو وہیں لا کر کھڑا کر دے جہاں آپ کچھ سال پہلے موجود تھیں۔ تو آپ چاہ کر بھی اس پہ اعتماد نہیں کر سکتے۔ میں اس کی باتوں پہ شاید اعتماد بھی کر لیتی۔۔ مگر اس کا کیا جو میرے دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا۔ میں دوسری نور نہیں بن سکتی تھی۔۔ میں کیوں کسی کو خود کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دو۔۔ نہیں کر سکتی تھی میں یہ۔۔۔ اسی لیے اسے خود سے دور کرنے کے لیے اپنی شادی کا بتایا۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ایسا کرے گا۔"

وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئی۔

"مجھے جو کہنا تھا کہہ چکی۔ اب سب آپ پہ ہے۔ چاہیں تو سزا دلا دیں۔ گھر کا ایڈریس معلوم ہے آپکو۔۔ بینش بھاگنے والوں سے نہیں ہے۔"

وہ اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی باہر نکل آئی۔ اسے باہر جاتے احتشام نے دیکھا تھا وہ اس کے پیچھے بھاگا۔

***

"سنو۔ ارے رکو۔۔"

وہ بھاگتا ہوا خود ہی۔ اس کے قریب آیا۔

"کب سے بلا رہا ہوں۔۔ تم رکی نہیں۔۔"

احتشام نے شکایت کی۔

"تم کیا ہر راہ چلتی لڑکی کو بلانے لگ جاتے ہو؟"

بینیش نے چلتے چلتے سوال کیا۔

"ایسا ہر گز نہیں ہے۔ اور تم راہ چلتی لڑکی تھوڑی ہو۔"

احتشام نے سر کجھاتے ہوئے کہا۔ وہ اس کی بات پہ رکی تھی۔

"تو پھر کون ہو میں؟"

وہ دوبارہ سے چلنا شروع ہوئی۔

"خاص۔۔۔ بہت خاص۔۔"

اسے لگا اب شاید کچھ چھپانے کا فائدہ نہیں۔

"کیا ہوا؟ تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

اسے خود کی جانب دیکھتا پا کر وہ خوش گمان ہوا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے بات کا رخ تبدیل کیا۔

"میں عاصم جہانگیر کا خاص مینیجر ہوں۔"

اس نے کسی قدر فخر سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھا ہے۔ تو تم حسام کو تو جانتے ہی ہو گے۔"

وہ دونوں بلڈنگ کے سامنے والے پارک کے قریب سے گزر رہے تھے۔

"ہاں جانتا ہوں۔۔ وہ عاصم جہانگیر کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابھی حال ہی میں ان کی ڈیتھ ہوئی ہے۔"

"کس وجہ سے ہوئی؟"

"پتہ نہیں وہ شاید کسی کو پسند کرتے تھے۔"

اب اپنے منہ سے رباب کا نام کیوں لیتا جبکہ اب سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

"یہ تو اور بھی اچھا ہوا۔"

"کیا؟" احتشام اس کی لاجک پہ حیران ہوا۔

"یہی کہ میں ہی وہ خاص لڑکی ہوں جس کی وجہ سے اس کی موت ہوئی۔"

احتشام فریز ہوا تھا۔

"دولہا بھائی کو غلط انفارمیشن دی گئی تھی۔ وہ لڑکی رباب نہیں بینش زبیر تھی۔۔"

وہ شاک میں تھا۔

"مسٹر احتشام۔۔یہ خاص لڑکی بہت سے لوگوں کی جان لے چکی ہے۔اس سے دوری بنائے رکھنے میں ہی عافیت ہے۔"

وہ اسے حیران پریشان چھوڑ کر آگے بڑھ چکی تھی۔کتنا مشکل ہوتا ہے بے حسی کا لبادہ چڑھانا۔آپ کو تکلیف ہوتی ہو مگر اس تکلیف کو بیان کرنے کا حق بھی نہیں ہو آپ کے پاس۔کیونکہ شاید کسی کو یقین ہی نہ ہو۔۔۔کہ آپ بھی انسان ہیں۔آپ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔آپ کو بھی تکلیف ہو سکتی ہے۔۔مگر نہیں دنیا میں یہ اختیار شاید سب کے پاس تھا مگر بینیش کے پاس نہیں۔اس نے اپنے آنسوؤں کو پیا اور آگے بڑھ گئی یہ جانے بغیر کہ اس کے پیچھے پھر سے کسی کے قدم چل پڑے تھے۔کوئی تھا جو اس کی ہنسی کے پیچھے چھپی تکلیف کو محسوس کر رہا تھا۔

***

"چھوڑو۔۔مجھے۔۔۔جانے۔۔دو۔۔خالہ۔۔۔پلیز۔۔نہیں۔۔"

وہ بے ہوشی میں بول رہی تھی۔پاس بیٹھ منصور فوراً سے اس کے پاس آیا۔

"عینی! ریلیکس۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔۔"

اس نے عینی کو خاموش کروانا چاہا۔وہ اس کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتے ہی چلا کر اٹھی تھی اور اسے دھکا دیتی بیڈ سے اتر کر بھاگی۔

"عینی!"

"جانے دو مجھے۔۔"

وہ کھڑکی کے ساتھ لگی کہ گئی۔

"عینی!"

منصور نے اسے پھر سے پکارا۔ اسے جیسے پہچان میں نہیں آیا۔ وہ ابھی تک اس وقت میں جی رہی تھی۔ اس نے منصور کے پیچھے دروازے کو دیکھا اور وہاں سے نکلنا چاہا مگر وہ اسے روک چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ منصور نے مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے۔

"عینی ہوش میں آو۔۔۔ میں ہوں منصور احمد۔۔"

اسے جیسے سامنے کھڑے اس بکھرے وجود کو یقین دلانا مشکل لگا۔ عینی نے اسے غور سے دیکھا۔

"من۔۔۔ صور۔۔۔ احمد۔۔۔"

اس نے اٹک اٹک کر اس کا نام لیا۔ پھر روتے ہوئے اس کے کندھے سے سر ٹکا گئی۔ منصور نے احتیاطا اس کے دونوں ہاتھ چھوڑ دیے۔ اس سچویشن میں بھی وہ عینی کو کبھی یہ سوچنے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا کہ اس نے کبھی بھی اس کا فائدہ اٹھانے کا سوچا ہوگا۔ وہ ایسے ہی پیچھے ہاتھ کیے کھڑا رہا جب تک کہ عینی نے رو رو کر اس کی شرٹ کو گیلا نہیں کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اسے خود کی سچویشن کا احساس ہوا تو آنسو پونچھتی خود ہی منصور سے دور ہوگئی۔

منصور اسے خود کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کے اوپر رکھے جگ سے اس کے لیے پانی کا گلاس لے آیا۔

"لو پانی پیو۔۔"

اس نے عینی کے سامنے پانی کا گلاس کرتے ہوئے اسے پانی پینے کو کہا۔ وہ گلاس لے کر پاس رکھے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ اس نے ہچکیوں کے ساتھ ٹھر ٹھر کر پانی پیا۔ منصور صرف اسے دیکھ رہا تھا۔ اس

کبھی کسی کو ٹھہر ٹھہر کر پانی پیتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ اپنے کسی فیملی ممبر کو بھی نہیں۔ عینی جانتی تھی کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ پہلے اپنی حرکت پہ شرمندگی دوسرا اس کا اس کے ساتھ موجود ہونا۔ وہ کیا کرتی اس کی سمجھ سے باہر تھا سب کچھ۔

"ریلیکس رہو۔۔ یہ میرا گھر نہیں ہے۔۔ یہ میری مام کا گھر ہے۔ تمہیں وہ ہی یہیں لے کر آئیں ہیں۔ "

عینی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میرے یہاں رکنے کی وجہ صرف اور صرف تمہیں اس بات کا یقین دلانا ہے کہ۔۔ تم اب محفوظ ہو۔۔ نہ تو تمہیں ڈیوڈ سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ اپنی خالہ سے۔۔ "

منصور وہیں دیوار کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا اس کا ڈر دور کر رہا تھا۔

"میرا پاسپورٹ ہے خالہ کے پاس۔۔۔"

عینی نے جیسے اسے اپنی پریشانی بتائی تھی۔ منصور نے ایک نظر اسے دیکھا پھر بیڈ کے قریب سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک پرس اس کی جانب بڑھایا تھا۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے تمہاری خالہ تمہیں بلیک میل کرتیں تھیں۔"

عینی نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اچھے سے سمجھ سکتا تھا عینی اس کی شکر گزار تھی۔۔ مگر محبت کی رمق شاید اس کی آنکھوں میں نہیں تھی۔

"شکریہ۔۔"

"اس سب کی ضرورت نہیں۔۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو۔ ماما کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور جب پاکستان واپس جانا چاہو بتا دینا۔ میں ٹیکٹ بک کرادوں گا۔ اب سوجاؤ۔ تمہاری صحت کے لیے ضروری ہے۔"

وہ اسے حیرت میں ڈالتا کمرے سے چلا گیا۔ وہ اسے دیکھتی ہی رہی۔

ایک ہم ہی نہ تھے جو یوں فراموش ہوئے ورنہ
بھول جانے کی اس شخص کو عادت کم ہے
کیوں نہ چھوڑ چلیں ہم شہر کی رونق ساغر
ویسے بھی اب اسے اپنی ضرورت کم ہے

*****

"بھابھی! کہاں جارہے ہیں ہم؟"

"فواد کی بہن اور میری دوست سے ملنے۔"

رباب نے گاڑی سے اترتے ہوئے اسے جواب دیا۔ بینش نے اسے مال میں دیا کے ساتھ بلایا تھا۔ کیوں یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ اس نے کب بینش سے پوچھا تھا کب کیوں جیسے سوالات۔ وہ تو بس عمل کرتی تھی۔ آج بھی وہ وہی کررہی تھی۔ اگر فواد شادی سے انکار صرف اس کی وجہ سے کررہا ہے رباب شاید اسے سمجھا سکتی تھی۔۔۔ اور اگر خالہ کی وجہ سے تھا تو بینش سنبھال سکتی تھی۔ وہ مال میں داخل ہوچکے تھے۔ بینش نے انہیں ایک شاپ کے باہر سے ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی عاصم جہانگیر سے مل کر آئی تھی۔ یہ بات وہ رباب کو بتانے کے حق میں بالکل بھی نہیں تھی۔ اس نے

انہیں دور سے دیکھ کر ہی ہاتھ ہلایا تھا۔ دیا اسے دیکھ کر چونکی تھی۔ بینیش کے لیے نئی بات نہیں تھی وہ جانتی تھی دیا کے چونکنے کی وجہ۔۔ رباب لا علم تھی۔

"کیا ہوا دیا؟ رک کیوں گئیں؟"

بینیش خود ان تک چلتی ہوئی آگئی۔ وہ پہلے رباب کے گلے لگی تھی۔

"تھینکس روبی۔ دیا کو یہاں لانے کے لیے۔" اس نے رباب کو زور سے ہگ کیا تھا۔

"بدتمیز۔"

وہ لقب کو قبول کرتی آرام سے پیچھے ہٹھی تھی۔ دیا ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

"گڑیا۔۔۔ بھابھی۔۔"

دیا کے الفاظ سن کر رباب شاک ہوئی۔۔

"اب تو بھابھی نہیں کہو۔۔۔ تمہارا بھائی دغا دے گیا ہے مجھے۔"

وہ مسکراتے ہوئے اس سے کہہ گئی۔ دیا اس کے گلے لگ چکی تھی۔ اسے بینیش کو دیکھتے ہی حسام یاد آیا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں بلایا ہے یہاں؟"

"تمہیں دیکھنے کے لیے۔"

بینیش نے اس کی فلرٹنگ پہ ایک تھپڑ اس کے ہاتھ پہ مارا تھا۔

"آآ۔۔ یار آرام سے کیا کر رہی ہو۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔۔ جو کہنا ہے جلدی کہو۔"

"تم ہمیشہ اتنی جلدی میں کیوں رہتی ہو؟"

حسام نے جیسے اسے کچھ دیر اور بیٹھانا چاہا۔

"میں چلتی ہوں۔۔دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔"

"نہیں۔نہیں۔رکو۔۔بتاتا ہوں۔"

حسام نے بامشکل اسکے پرس کو پکڑا تھا تاکہ وہ بیٹھ جائے۔

"دیا"

اس نے ساتھ والی ٹیبل پہ منہ کرکے کسی کا نام پکارا تھا۔وہ لڑکی جوان کی جانب پیٹھ کیے بیٹھی تھی رخ موڑ گئی تھی۔

"ان سے ملو۔یہ ہیں گڑیا جن کی تصور تم میرے ساتھ دیکھ چکی ہو۔تمہاری ہونے والی بھابھی۔۔اور گڑیا یہ دیا ہے میری بہن۔۔میری چھوٹی سے باربی ڈول۔۔"

وہ ان دونوں کا آپس میں تعارف کروا رہا تھا۔دیا کے چہرے پہ سب کچھ پالینے کی مسکراہٹ تھی جبکہ بینیش پہلی بار کنفیوز ہوئی تھی۔۔کیا یہ شخص واقع ہی مجھ سے۔۔؟

"تم دونوں ایک دوسرے کو جانتی ہو؟"

رباب کی آواز ان دونوں کو حال میں لائی۔

"ہاں۔۔حسام نے ملوایا تھا مجھے دیا سے۔۔"

بینیش نے جواب دیا۔

"اور مجھے تب بالکل بھی نہیں پتہ تھا کہ آپ فواد کی بہن ہوگی اور بھابھی کی دوست۔۔"

اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ رباب اب سہی معنوں میں پریشان ہوئی تھی۔ آخر وہ کرنا کیا چاہتی تھی۔

**

"خالہ! کب تک ایسے ناراض رہیں گی۔ جو ہو چکا ہے اسے بدلہ تھوڑی جا سکتا ہے۔۔"

"مگر آگے کے لیے احتیاط تو کی جا سکتی ہے نہ۔۔"

ریحانہ بیگم نے فہیم کو لاجواب کیا تھا۔ وہ تین دن سے مسلسل ان کے پاس آ رہے تھے۔ ان کی خیریت معلوم کرتے ان کا خیال رکھتے۔ عافیہ روزان کے پاوں پہ کسی تیل کا مساج کرتیں تھیں۔ شروع میں انہوں نے بہت منع کیا پھر ایک بار بینش نے مساج کیا تو انہیں آرام محسوس ہوا۔ پھر جیسے وہ اس کی عادی ہو گئیں۔ دن میں ایک بار آکر عافیہ مساج کر دیتی تھی۔ جبکہ باقی خیال بینش رکھ رہی تھی۔ یہ سب کچھ بھی وہ اچھے سے جانتی تھی کہ بینش کا کیا دھرا ہے۔ انہیں ان دونوں میں مصروف کر کے خود باہر نکل جاتی تھی۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ یہ سب مل کر فواد کی شادی دیا سے کروانا چاہتے تھے۔ مگر ان کا ارادہ کسی صورت ایسا کرنے کا نہیں تھا۔ تب ہی بینش اندر داخل ہوئی تھی۔

"کہاں گئی تھیں تم؟"

"اسلام علیکم؟ کیسی ہیں پیاری امی۔"

وہ ان کے گلے لگ گئی تھی۔

"پیچھے ہٹو۔ جواب دو مجھے۔۔"

انہوں نے اسے خود سے دور کیا۔

"ماں کی معزوری کا فائدہ مت اٹھایا کرو تم۔ "

"لومیں نے کب ایسا کیا؟ آپ نہ کچھ بھی سوچتی رہتی ہیں۔ دیا سے ملنے گئی تھی۔ دیکھنے گئی تھی کہ اس میں ایسا کیا ہے جو انکار کی وجہ بنا ہے۔ "

فہیم ان کے پاس سے اٹھ چکا تھا۔ جبکہ عافیہ ان کے پاوں پر ابھی تک مساج کر رہی تھی۔

"وجہ صرف ایک ہے۔ رباب۔ جہاں اس کی شادی ہوئی ہے وہاں کی لڑکی مجھے اپنے بیٹے کے لیے نہیں چاہیے۔ "

انہوں نے عافیہ اور فہیم دونوں کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی۔ عافیہ نے ایک نظر فہیم کی جانب دیکھا۔ ان کی آنکھوں کا اشارا پاتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"امی! آخر ہو کیا گیا ہے آپ کو۔ آپ پہلے تو ایسی نہیں تھیں۔ رباب سے کیا مسلہ ہے آخر۔ "

"خالہ! میں چلتا ہوں۔ پھر چکر لگاوں گا۔ چلو عافیہ۔ "

فہیم نے عافیہ کو بلاتے ہوئے اجازت چاہی۔

"خدا حافظ خالہ۔ "

عافیہ انہیں خدا حافظ کہتی فہیم کے پیچھے چلیں گئیں۔ بینش نے خالی نظروں سے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔

"امی یہ وہ ہی عورت ہے جیسے آپ بیٹی بنا کر لائیں تھیں۔ اور آج آپ نے انہیں بغیر دعاوں کے رخصت کر دیا۔ "

ریحانہ خالہ نے غصے سے رخ پھیرا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

***

"دیا کیا فواد بھائی نے تم سے کوئی وعدہ کیا تھا کبھی؟"

بینش نے برگر کی ایک بائٹ لیتے ہوئے دیا سے وہ پوچھ ہی لیا جس کے لیے اس نے وہاں اسے بلایا تھا۔ رباب اور دیا صرف جوس لے رہیں تھیں۔

"نہیں۔ انہوں نے ایسا کبھی کچھ نہیں کہا۔"

دیا نے جیسے اعتراف کیا تھا۔ رباب بس سر جھکائے بیٹھے رہی۔

"میں اچھے سے سمجھ سکتی ہوں ایسا کیوں ہے؟"

اس نے رباب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھی نہیں۔"

دیا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"رباب۔۔"

بینش کے پکارنے پہ دیا کے ساتھ ساتھ وہ بھی چونکی تھی۔ اس نے آنکھوں میں اسے باز رہنے کا اشارا کیا۔ مگر وہ باز نہیں آنے والی تھی۔

"روبی! تم دولہا بھائی کو پسند کرتی ہو۔ مطلب شادی ہوگئی ہے نہ تو کیسا چل رہا ہے سب کچھ۔۔ ہم سب کچھ امید رکھیں یا نہیں۔۔"

اس نے دیا کو دیکھتے ہوئے اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی۔ وہ مسکرادی تھی۔ رباب بینش کی بات پر بلش کر گئی۔

"لو دیا تمہیں مل گیا میرے سوال کا جواب۔۔ یہ روبی میڈم دولہا بھائی کے ساتھ کافی مطمئن ہیں۔"

دیا بینش کی باتوں پہ ایمان لے آئی تھی۔ اس کی بھابھی واقعی ہی خوش تھی۔ پھر اس کی نظر بینش پہ پڑی جو رباب کی ڈانٹ کو بر گر کھاتے ہوئے اگنور کر رہی تھی۔

"کاش! حسام بھائی آپ ایسا نہیں کرتے۔۔ تو آج سامنے موجود وجود کو میں بھابھی کہ سکتی تھی۔"

"کیا ہوا تم کیا سوچنے لگیں؟"

رباب نے اپنی باتوں کا اس پہ اثر نہ ہوتے دیکھ دیا کی جانب دھیان دیا۔ جو بینش کو دیکھے مسکرائے جا رہی تھی۔

"یہ سوچ رہی ہے اسے مستقبل میں کتنی اچھی نند ملنے والی ہے۔"

بینش نے مزے سے کہا۔

"نہیں۔۔ میں سوچ رہی تھی کہ میرے بھائی نے ایک ہیرا گنوا دیا ہے۔"

دیا بات نے ان دونوں کی مسکراہٹ کو ختم کیا تھا۔ بینش نے فوراً سے خود پہ قابو پایا جبکہ رباب ابھی تک اس کے زیر اثر تھی۔

"تمہارا بھائی تھا ہی بے وقوف۔۔"

"آپ کو ابھی تک گلہ ہے ان سے۔۔۔"

دیا نے بینش کی بات سے اندازہ لگایا۔

"نہیں۔۔ ایسا نہیں ہے دیا۔۔ وہ۔۔"

رباب نے دخل اندازی کی۔

www.urdunovelsmania.com

"دیا۔ ۔چھوڑو یہ سب۔ ۔مجھے بتاو۔ ۔اگر فواد بھائی کسی اور کو پسند کرتے ہوں تو۔ ۔تمہارا کیا ری ایکشن ہو گا۔"

بینیش نے پھر سے بات کا رخ موڑا۔ دیا پل بھر کو سن ہوئی۔ جبکہ رباب نے بینیش کو پھر سے منع کرنا چاہا۔

"میں جانتی ہوں۔ ۔ ۔وہ کسی اور کو چاہتے ہیں۔ مگر میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"اگر تمہاری شادی بھائی سے ہو جائے تو۔ ۔(وہ تھوڑا سا آگے ہوئی) تو کیا تم برداشت کر سکوں گی۔ مطلب تم بھائی کے دل میں اپنی جگہ کیسے بناوگی جبکہ ان کے دل میں کوئی پہلے سے موجود ہے؟"

دیا نے ایک بینیش کی بات پہ ایک پل خاموشی اختیار کی۔

"میں ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ ہاں صرف ان کا خیال رکھوں گی۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا۔ ۔پسند ناپسند کا۔ ۔ان کی عادات کا۔ ۔ان کے خیالات کا وہ کب کیا سوچتے ہیں۔ جب میں انہیں جان جاوں گی۔ ۔تو ان کے دل میں بھی جگہ بنالوں گی۔"

رباب ہلکا سا مسکرائی تھی۔ جبکہ بینیش نے اسے بس دیکھا تھا۔

"تو کیا اس لڑکی کو نکالنے کی کوشش نہیں کروں گی؟"

"نہیں۔ ۔مجھے اس سے کیا لینا؟ اگر اس نے فواد سے شادی کرنا ہوتی تو اب تک کی کر چکی ہوتی۔ ۔اور ویسے بھی جب میری جگہ ان کے دل میں بن جائے گی تو وہ خود ہی اسے نکال دیں گے۔"

دیا نے کسی قدر جوش سے کہا۔ ان دونوں کے جوس ایسے ہی رکھے تھے۔ جبکہ وہ اپنا برگر کب کا ختم کر چکی تھی۔

"اور اگر وہ لڑکی رباب ہو تو پھر تمہارا کیا ری ایکشن ہو گا؟"

دیا نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔ رباب کا دل واقعی ہی سر پیٹنے کا کر رہا تھا۔ اس نے بینیش کو ایک گھوری سے نوازا جیسے وہ اگنور کر گئی۔

"ٹو بی آنیسیٹ دیا۔۔ رباب ہی وہ لڑکی ہے جس کی شادی فواد بھائی سے طے تھی۔ پھر روبی کی شادی دولہا بھائی سے ہو گئی۔ اور تم بھائی کی زندگی میں آ گئی۔ اب جبکہ روبی دولہا بھائی کے ساتھ سنسیر ہے۔ اس کا فواد بھائی کے ساتھ کوئی لنک نہیں۔۔ تو تم کیا کہتی ہو اب؟ کیا اب بھی شادی کے لیے تیار ہو؟"

دیا خاموش تھی۔

"دیا۔۔ سچ میں میں عاصم سے زیادہ۔۔"

"تم تو چپ کرو تمہیں کس نے کہا ہے بولنے کے لیے۔۔"

بینیش نے اسے بیچ میں ٹوکا تھا۔

"دیکھ لو۔۔ سمجھ لو۔۔۔ پرکھ لو خود کو۔۔۔ شادی کوئی دو دن کی بات نہیں ہوتی ہے۔۔ زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ ابھی تو یہ گارنٹی نہیں ہے کہ فواد بھائی کے دل میں تم جگہ بنا پاؤ گی بھی یا نہیں۔ دوسرا رباب کے ساتھ بھی کلوز لنک ہے۔۔ کیسے مینج کرو گی۔ اٹ از ناٹ ایزی۔ ٹیک یور ٹائم۔ ایف یو آر ریڈی۔۔ آئی ول ڈو مائے بیسٹ ٹو میک یو مائے سسٹر ان لا۔۔"

اس نے پیار سے دیا کے سر کو ہلایا تھا۔ اس کے بعد سے ان تینوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

**

"جیری۔۔عینی کدھر ہے؟ کیسی ہے وہ؟ کیا ہوا ہے اس کے ساتھ۔۔؟"

"ری لیکس۔۔ایک ساتھ اتنے سولات۔۔"

جیری نے اسے خاموش کروایا۔اس نے ماریہ کو آفس کے باہر بلایا تھا۔اور ایک ایک کر کے ساری بات بتا دی۔۔۔

"اتنا سب کچھ ہو گیا اور مجھے خبر تک نہیں۔۔عینی۔۔مجھے عینی سے ملنا ہے۔"

ماریہ نے غیر ارادی طور پر جیری کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔اسے شاید اس کا اندازہ نہیں تھا مگر جیری وہ سن ہو چکا تھا۔وہ کیا کہہ رہی تھی۔کیا جاننا چاہتی تھی۔۔اسے کچھ معلوم نہیں تھا اگر کچھ معلوم ہو رہا تھا وہ کچھ محسوس کر رہا تھا تو اس کے ہاتھ کا لمس تھا۔وہ اسے جواب دیتا نہ پا کر اس کے سامنے برا سا منہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔لمس ختم ہوا تو وہ جیسے ہوش میں آیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"تم سے مطلب۔۔تم بنے رہو گونگے۔۔"

وہ پھر سے اسے اردو میں کہہ گئی جبکہ اب کی بار اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔اسے اس کا بولنا پسند آیا۔

محبتوں پہ کہاں کسی کا اختیار ہوتا ہے

یہ جب بھی ہوتا ہے سمجھ کے باہر ہوتا ہے

از خود

****

"میری بات سنو۔ ۔ تم نے یہ کیا رٹ لگائی ہوئی ہے پاکستان جانے کی۔ ۔ کیوں جانا ہے پاکستان؟ کیا تم یہاں خوش نہیں ہو؟ آنٹی کو دیکھا ہے مسسز احمد۔ کتنا پسند کرتیں ہیں تمہیں۔ کتنی بار مجھ سے تمہارے بارے میں بات کر چکی ہیں۔ منصور نے ان سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔ سب جانتیں ہیں وہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی باتوں کا اثر نہ ہوتا دیکھ کر ماریہ نے عینی کو بازو سے پکڑ کر ہلایا۔

"عینی۔ سن رہی ہو میری بات۔"

عینی نے خود کو اس سے چھڑایا۔ ۔

"ہاں سن رہی ہوں اور سمجھ بھی رہی ہوں۔ مگر میں اب یہاں نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے۔ ۔ واپس جانا ہے۔ ۔ پاکستان۔ ۔ مجھے نہیں رہنا یہاں۔"

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر ایک جانب کھڑی ہو گئی۔

"عینی! کیا مسلہ ہے آخر۔ ۔ تمہیں ایک ہفتہ ہوا ہے یہاں رہتے ہوئے۔ کیا کوئی جھول محسوس ہوا ہے تمہیں منصور کے کردار میں۔ یا شک ہے اس کی محبت پہ۔ آخر وہ کتنی بار تم پہ ثابت کر چکا ہے کہ وہ تمہاری ٹھیک سے کیر کر سکتا ہے۔ تمہیں پتہ ہے نہ اس نے ڈیوڈ اور تمہاری سو کالڈ خالہ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اور یہ سب صرف اور صرف تمہیں پروٹیکٹ کرنے کے لیے۔ ایک انسان اور کیسے اپنی محبت کسی پہ ثابت کر سکتا ہے۔"

روز ایک ہی بات سمجھاتے سمجھاتے ماریہ تنگ آ گئی تھی۔ اب بھی عینی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

وہ اپنے غصے پہ قابو پاتے اس کا رخ اپنی جانب موڑ گئی۔

"جواب دو گی کچھ۔ ۔ ۔"

"ماریہ! میں بس پاکستان جانا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں۔"

"اچھا تو اس شخص کا کیا۔ جس نے تمہارے لیے اتنا کچھ کیا۔۔۔"

ماریہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا مگر عینی اسے بیچ میں ٹوک گئی۔

"کیا میں نے کہا تھا اسے میری زندگی میں آئے۔۔ کیا میں نے کہا تھا کہ میرے لیے وہ سب کرے۔ ۔ جب میں نے اسے کچھ کہا ہی نہیں تو کیوں زبردستی مجھے اسے سے محبت پر مجبور کر رہی ہو۔ ۔ میں نہیں کرتی اس سے محبت۔ ۔ نہیں چاہیے اس کی ہمدردی۔۔"

عینی نے چلا کر کہا تھا۔

"عینی!""

ماریہ نے اسے شاک کے عالم میں پکارا۔

"مر جائے گی عینی اگر یہاں رہی تو۔۔ جانے دو اسے۔۔ پلیز ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے۔۔۔"

اس نے باقاعدہ ماریہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"عینی۔۔"

وہ صرف اس کا نام پکاری تھی۔ عینی نے ایک نظر دروازے پہ کھڑے منصور پہ ڈالی اور رخ پھیر گئی۔ وہ اپنا کام کر چکی تھی۔ یہ سچ تھا کہ اسے منصور کی محبت کا اعتراف تھا مگر وہ خود کو اس کی محبت کا اہل نہیں پاتی تھی۔ اس نے کبھی خود کو اپنے سے اونچے خواب نہیں دیکھائے تھے۔ اور منصور احمد انہی خوابوں میں سے ایک خواب۔ جس کے پورے ہونے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ منصور احمد تھکے تھکے قدموں سے واپس پلٹ گیا تھا۔

****

"دیا! تم یہاں۔۔۔ آو اندر آو۔۔"

بینیش نے دیا کو دروازے پہ کھڑا دیکھ کر اندر بلایا تھا۔

"تم اکیلی آئی ہو۔۔"

"بھابھی کے ساتھ۔۔ پر ابھی وہ اپنے گھر ہیں۔۔ مجھے آپ سے اکیلے میں بات کرنی تھی اسی لیے میں یہاں چلی آئی۔"

وہ دونوں چلتی ہوئی بینیش کے کمرے میں آئیں۔

"اچھا۔۔ اکیلے میں۔۔ کچھ مشکوک معلوم ہوتی ہو۔۔ کہیں بھائی سے تو ملنا نہیں۔۔۔"

بینیش نے اسے چھیڑا تھا۔

"نہیں۔۔ ایسا کچھ نہیں۔۔"

دیا شرما گئی۔

"ہمم ایسا کچھ نہیں۔۔ سب سمجھتی ہوں میں۔۔۔"

بینیش نے اسے پھر سے چھیڑا۔

"بھابھی۔۔۔"

دیا خود کہ کر رکی تھی۔ بینیش کی بھی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"سوری۔۔ وہ میں غلطی۔۔"

"سوری کی ضرورت نہیں۔۔ یہاں بیٹھو۔۔۔ میں پانی لے کر آتی ہوں۔۔"

بینیش اس کے لیے کچن سے پانی لینے چلی گئی۔ دیا نے کمرے کا اچھے سے جائزہ لیا۔ دیوار پہ چار لڑکیوں کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ وہ اٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔ رباب کو وہ پہچان چکی تھی۔ باقی دو سے وہ ملی نہیں تھی۔ بینیش اندر داخل ہوئی تو اسے ان چاروں کی تصویر دیکھتے پایا۔

"یہ ہم چاروں ہیں۔ یہ عینی۔۔ نور۔۔ رباب اور میں۔۔ کافی پرانی تصویر ہے۔"

بینیش نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی باقی دوستیں کدھر ہیں۔ ملوایا نہیں آپ نے۔۔"

"نور اس دنیا میں نہیں ہے۔ عینی لندن میں ہے۔ میرے پاس اس کے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں۔"

"سوری۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔ تمہیں معلوم تھوڑی تھا۔۔"

بینیش نے اسے پاس رکھی کرسی کی جانب بیٹھنے کا اشارا کیا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ دونوں دروازے کی اوٹ میں تھیں۔

"آنٹی کدھر ہیں۔ کیسی ہیں وہ؟"

دیا نے سپ لے کر گلاس نیچے رکھتے ہوئے پوچھا۔ بینیش کو اندازہ ہوا کہ وہ کچھ خاص بات کرنا چاہتی ہے اس لیے تھوڑا ہچکچا رہی تھی۔

"وہ۔۔ سو رہی ہیں۔۔ پہلے سے بہتر ہیں۔ اب تو خود چلنے پھرنے لگ گئی ہیں۔ فہیم بھائی اور عافیہ بھابھی سے بھی بات چیت کرنے لگیں ہیں۔۔ آہستہ آہستہ سب بہتر ہونے لگا ہے۔۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔"

"آمین!"

دیا کی دعا پہ بینیش نے دل سے آمین کہا۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ مسلسل فواد اور ریحانہ بیگم کو دیا کے لیے قائل کرنے لگی ہوئی تھی۔ مسلہ وہیں کھڑا تھا۔ فواد مانتا نہیں تھا بینیش پیچھے ہٹنے کو راضی نہیں۔

"تم کہو۔۔کیا بات کرنی تھی؟"

"پہلے آپ بتائیں۔۔آپ اتنا مطمئن کیسے رہتی ہیں؟ مطلب حسام بھائی کے جانے کے بعد بھی۔۔۔۔۔آپ کو ان کی یاد نہیں آتی۔۔"

دیا نے اسے ٹٹولنا چاہا۔

"یادوں کا کام ہی یاد آنا ہوتا ہے۔ آپ کا ماضی ایک ایسا حصہ ہے جس سے آپ چاہ کر بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔۔ تنہائی ہو یا محفل آپ کو یادیں ہمیشہ ماضی میں لے جاتیں ہیں۔ خاص طور خشگوار یادیں۔۔۔حسام کے ساتھ گزارا ایک ایک پل خشگوار ہے۔ میں اسے ہی یاد کر کے مطمئن رہتی ہوں۔"

وہ حسام کو یاد کرتے ہوئے ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں کہہ گئی۔ دیا نے خاموشی سے حسام کے نام پہ پھیلتے رنگوں کو اس کے چہرے پہ بکھرتا دیکھا۔

"بس یہی بات ہے۔ آپ نے پوچھا تھا نہ مجھ سے کہ میں فواد کے ساتھ کیسے زندگی گزاروں گی جبکہ ان کی زندگی میں میرے لیے کوئی جگہ ہی نہیں۔"

"ہممم۔۔۔بالکل میں نے یہی پوچھا تھا۔"

اس نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں نے بہت سوچا۔۔ میں نے ہر طرح سے خود کو ٹٹولہ۔۔ شاید میں یہ نہ کر پاوں۔۔ پر میرے دل نے مجھے ہمیشہ اوکے کا سگنل دیا۔۔ میں کچھ بھی کر لو۔۔ شاید فواد کی زندگی میں رباب بھابھی کی جگہ نہ لے سکوں گی۔ مگر میری اپنی پہچان تو ہو گی نہ۔۔ وہ مجھے محبت نہ دیں۔ عزت ہی دے دیں کافی ہو گا میرے لیے۔۔۔"

"تم جانتی ہو نہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"بینیش نے کنفرم کیا۔

"ہاں۔۔ میں جانتی ہوں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"بینیش۔۔"

ریحانہ بیگم کی آواز کمرے کے باہر سے آئی تھی۔

"لگتا ہے امی اٹھ گئیں۔۔ چلیں۔"

بینیش نے مسکراتے ہوئے دیا سے کہا اور باہر کی جانب رخ کیا۔ دیا نے اس کی پیروی کی تھی۔ ریحانہ بیگم نے پہلے بینیش اور پھر دیا کو کمرے سے نکلتے دیکھا۔ ان کے چہرے پہ کوئی حیرانی نہیں تھی۔ دیا نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو ریحانہ بیگم نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ وہ لاٹھی کے سہارے کھڑیں تھیں۔

"تم کب آئیں بیٹا۔"

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے۔"

دیا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ بینش کا فون رنگ کیا تو وہ وہیں دروازے سے واپس اندر چلی گئی۔ جبکہ دیا ریحانہ بیگم کے ہمراہ باہر چلی گئی۔

"ابھی تو آئی ہو۔۔ بیٹھو کچھ دیر۔"

"نہیں۔ خالہ بس جانا ہے۔ بھابھی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

دیا نے وجہ بتا کر اجازت چاہی۔

"رکو دیا۔۔۔"

ریحانہ بیگم کے پکارنے پر وہ واپس مڑی۔

"حسام کون ہے؟"

دیا سے کچھ جواب نہ بن سکا۔

"جھوٹ نہیں بولنا۔ میں سن سکی ہوں سب۔"

ریحانہ بیگم نے غصے سے پوچھا۔ دیا کو لگا وہ اب جھوٹ نہیں کہہ سکی گی۔

**

"ہیلو۔۔ بدتمیز۔ بے وفا۔ دیا کو بھیج دیا خود کیوں نہیں آئی۔"

رباب کو فون پہ پا کر وہ خوش باش ہوئی۔ کتنے دنوں بعد آج اس نے خود کال کی تھی۔

"فہیم بھائی سے ملنا تھا۔ اس لیے نہیں آ سکی۔ تم سناو کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ دولہا بھائی کیسے ہیں؟"

"بینیش !ٹھینک یو۔۔۔ عافیہ بھابھی بتا رہیں تھیں کہ تم نے خالہ کا۔۔ غصہ کم کرنے میں کتنی مدد کی ہے۔"

وہ سچ میں اس کی شکر گزار تھی۔ مگر خالہ۔۔ انہوں نے ابھی تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

"تمہاری شکر گزاری کم ہوئی ہو تو بتادوں کہ۔۔۔مجھے ان سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ مزے سے کہتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ رباب ہلکے سے مسکرائی۔

"بینیش !"

ریحانہ بیگم نے دروازے میں کھڑے ہو کر اسے پکارا۔ وہ پریشان ہوئی تھی۔ ابھی تو سب ٹھیک تھا پھر وہ اتنے غصے میں کیوں؟ ریحانہ بیگم لاٹھی کے سہارے تیز تیز چل کر کمرے میں داخل ہوئیں۔

"آرام سے۔۔"

وہ لڑکھڑائیں تو بینیش نے انہیں سنبھالنا چاہا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں بینیش؟ کیا کہہ رہی تھی وہ لڑکی۔۔۔ بتاؤ مجھے۔۔۔ میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہوئی۔

"کیا مطلب؟ کس کی بات کر رہی ہیں؟"

"دیا۔۔ دیا کی بات کر رہی ہوں میں۔"

ریحانہ بیگم نے بینیش کو جھنجوڑ ڈالا۔

"یہ چپ رہنے کا وقت نہیں ہے بینیش۔ جواب دو مجھے۔۔ وہ کیا کہہ کر گئی ہے؟ تم کسی حسام کو جانتی ہو۔ بینیش!"

وہ چلائیں تھیں۔ بینش نے ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا تھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چٹاخ"

کمرے میں ایک زوردار تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔ جیسے فون پہ موجود شخص کے ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہوتے فواد نے بھی سنا تھا۔ اس کے قدم وہیں تھم گئے تھے۔

***

"یہ تم نے کیا کیا دیا؟ خالہ کو نہیں بتانا تھا۔ وہ مشکل میں ہوگی۔"

رباب نے اپنی چادر لیتے ہوئے دیا سے کہا۔

"میں کیا کرتی بھابھی۔۔ انہوں نے اتنے غصے سے پوچھا۔ میں۔ میں ڈر گئی تھی۔"

دیا واقعی پریشان نظر آرہی تھی۔

"اب کیا ہوگا؟"

دیا نے پوچھا۔ وہ گھبرا گئی تھی۔

"تم پریشان مت ہو اب۔ میں جا کر دیکھتی ہوں۔۔۔"

اس نے باہر کی راہ لیتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں سنو۔ کسی مت بتانا اب تم کیا کر کے آئی ہو۔ ٹھیک۔۔"

وہ واپس پلٹ کر آئی۔ دیا نے رباب کی بات پہ سر ہلایا۔

"ارے رباب! کدھر بھاگی جا رہی ہو۔"

"بینش سے ملنے۔۔"

وہ جواب دیتے گھر کی دہلیز عبور کر گئی۔

"دیکھو تو ذرا اسے۔ کہیں سے لگتا ہے یہ شادی شدہ ہے۔ ابھی تک وہی بچپنا۔"

وہ چائے کی ٹرے میز پہ رکھتی دیا سے مخاطب تھیں۔

"تم ساتھ نہیں گئیں۔"

"نہیں۔۔ وہ انہوں نے بھابھی کو بلایا تھا۔"

وہ کہنے ساتھ ہی چائے ٹیبل سے لے کر سپ لینے لگیں۔ عافیہ بھابھی نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

**

"میں آپ کو بتانا چاہتی تھی۔۔ مگر۔۔"

وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس نے باہر دیکھنے کی ہمت نہیں کی کہ فواد بھی باہر ہی کھڑا ہے۔

"چپ۔۔۔ ایک لفظ اور نہیں۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کب میرے ہاتھوں پلی لڑکی اتنا آگے نکل جائے گی۔۔۔۔"

وہ اپنا سر پکڑ کر ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ وہ خاموش کھڑی تھی۔

"اب گونگی بن کر کھڑی رہو گی یا پھر بولو گی بھی سب سچ۔۔۔ یا پھر بتا دو مجھے کہ میں جا کر دیا سے ہی سب پوچھ لوں۔۔"

انہوں نے اسے ویسے بیٹھے ہوئے ڈانٹا۔

"دیا کا بھائی تھا وہ۔۔۔۔۔ حسام جہانگیر۔۔۔۔۔ شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اسے منع کر دیا۔۔۔۔۔۔ اس نے مرنے کی دھمکی دی تو میں نے فضول بات سمجھتے ہوئے بات ختم

کر دی۔۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ سچ میں۔۔۔۔ مر گیا۔۔ اپنی موت کا ذمہ دار مجھے ٹھہرا کر۔۔۔ اگر دیکھا جائے تو درست بھی ہے میں نے اسے کہا تھا مر کر دیکھائے۔۔۔"

وہ سخت دل ہو کر سب کہہ گئی سوائے اس بات کہ وہ اس کا ایف بی فرینڈ تھا۔ وہ اس سے مل چکی تھی۔ اور دیا سے بھی۔

"یا اللہ یہ کیا کہہ رہی ہے لڑکی۔۔۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔۔۔"

ریحانہ بیگم سچ میں پریشان ہوئیں تھیں۔

"امی!۔۔"

اس نے ریحانہ بیگم کو سمجھانے کے لیے جیسے ہی سر اٹھا اس کی نظر سامنے کھڑے فواد اور اس کے پیچھے کھڑی رباب پہ پڑی۔ اس نے ایک پل کے لیے ان دونوں کے چہروں کو دیکھا جہاں حیرانی واضح تھی۔

"اب جب آپ حسام کے متعلق جان ہی چکی ہیں تو ایک اور سچ جان لیں۔ میرا ایکسیڈنٹ کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ میری ہی وجہ سے ہوا۔"

رباب نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ فواد نے بینش کی نظروں کو دیکھا تو اپنے پیچھے رباب کو کھڑا پایا۔ ریحانہ بیگم بھی حیرت ذدہ سی ان دونوں کو دیکھ رہیں تھیں۔

"اتنا تو آپ جانتے ہوں گے نہ عاصم جہانگیر دیا اور حسام دونوں کا بھائی ہے۔ حسام کی موت کی ذمہ دار لڑکی کو وہ سزا دینا چاہتا تھا۔ میں بے ہوش تھی۔ وہ مجھ تک پہنچ بھی جاتا اگر۔۔ یہ سامنے کھڑی لڑکی

میری ڈھال نہ بنتی۔۔اس نے میرا الزام اپنے سر لے لیا۔آپ کو۔۔بھائی کو۔۔مجھے اس ذلت سے بچانے کے لیے۔۔وہ خود اپنا دامن داغ دار کر گئی۔"

"چٹاخ!"

یہ بینیش کو پڑنے والا دوسرا تھپڑ تھا۔مارنے والی بھی ریحانہ بیگم ہی تھیں۔وہ بیڈ پہ اندھے منہ گری تھی۔

"بینیش۔۔خالہ۔۔"

وہ بھاگ کر اس کے پاس گئی تو ریحانہ بیگم نے اسے روک دیا۔

"رباب۔۔گھر جاؤ اپنے۔۔۔ابھی اور اسی وقت۔۔۔"

وہ واپس مڑی تو فواد کو تھکے تھکے قدموں سے اس نے اپنے کمرے کی جانب بڑھتے دیکھا۔مگر وہ اس کے لیے اب کچھ نہیں کر سکتی تھی۔اس کے دل میں اب فواد کے لیے صرف ہمدردی ہی تھی اور کچھ نہیں۔اور جہاں محبت تھی وہ اس سے دور آفس میں بیٹھا اسی کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

***

www.urdunovelsmania.com

دو دن بعد

"میری طرف دھیان دو تم سب۔۔مجھے اہم بات کرنی ہے۔"

نسیمہ بیگم نے کھانے کی ٹیبل پہ ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں متوجہ ہوئے۔

"فہیم کا فون آیا تھا کل رات۔۔۔ریحانہ بہن دیا کا رشتہ فواد کے لیے لانا چاہتیں ہیں۔"

وہ تینوں حیران تھے مگر زیادہ حیرانی کا اظہار دیا نے کیا۔ وہ چلائی تھی۔

"سچ میں۔"

پھر خود ہی شرمندہ ہوتی وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔ جبکہ نیسمہ بیگم ہلکے سے مسکرائیں۔

"امی! کیا سچ میں خالہ۔۔"

رباب کو یقین نہیں آیا تھا۔

"ہمم۔ آج شام آرہے ہیں وہ رشتے کی بات کرنے۔۔ تمہیں تو سب پتہ تھا نہ عاصم۔۔"

انہوں نے رباب کو جواب دے کر عاصم کو مخاطب کیا جو مزے سے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

"ہمم پتہ تھا۔۔ مگر میں نے چاہا کہ آپ کو یہ خبر مجھے سے نہ ملے۔۔ اس لیے آپ کو نہیں بتایا۔"

وہ کھانا ختم کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کچھ کام ہے مام آفس جلدی جانا ہے۔۔ شام میں ان کے آنے سے پہلے آجاوں گا۔"

وہ نسیمہ بیگم کو مخاطب کرتا کمرے کی جانب چل دیا۔ رباب سے وہ ابھی تک خفا خفا سا تھا۔

"تم دونوں کا جھگڑا چل رہا ہے۔"

انہوں نے رباب سے کہا جو عاصم کو جانچ دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔ نہیں تو۔۔"

"تو پھر وہ اتنا روڈ کیوں لگ رہا ہے۔"

"پتہ نہیں۔۔"

www.urdunovelsmania.com

وہ ممنائی تھی۔ اب بھلا وہ کیا کہتی؟ اس تو خود کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔ پل میں اچھے ہو جاتے تھے اور پل میں ایسے جیسے جانتے ہی نہ ہوں۔

"تم کیسی بیوی ہو۔ تمہیں خبر ہی نہیں تمہارا شوہر کیوں پریشان ہے؟۔۔اٹھو۔ ابھی جا کر اس سے پوچھو۔۔"

انہوں نے اسے ڈانٹ کر وہاں سے عاصم کے پیچھے بھیجا۔

"بے وقوف۔۔ سمجھتی نہیں۔۔شوہر توجہ چاہتا ہے۔۔"

وہ خود سے بات کرتی مسکرائیں۔

***

"سنیں۔۔میں کچھ مدد کروں۔"

رباب اسے تیار ہوتے کھڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی ٹائی باندھ رہا تھا۔ اس نے شیشے سے اسے دیکھا۔

"ٹائی باندھنی آتی ہے۔"

"نہیں۔۔"

"پھر وہیں کھڑی رہو۔"

عاصم نے اسے وہیں سے جواب دیا۔ رباب نے ایسے سر جھکا لیا جیسے دنیا بھر کا سب سے مشکل کام ٹائی باندھنا ہو۔ عاصم اس کا چہرہ دیکھ کر اپنی مسکراہٹ سمیٹ چکا تھا۔

"میری گھڑی دو مجھے۔"

عاصم کے خود سے بلانے پر وہ خوشی خوشی اس کے پاس آئی اور دراز سے گھڑی نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

"پہناو۔"

وہ ہاتھ آگے کر چکا تھا۔ رباب نے تھوڑا سا جھجکتے ہوئے گھڑی ہاتھ میں پہنا دی۔

"کوٹ۔"

عاصم نے گھڑی درست کرتے ہوئے نیا حکم جاری کیا۔ وہ تیزی سے اس کا کوٹ پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔ عاصم نے اس کی جانب دیکھا۔ جو کوٹ کو کالر سے پکڑے کھڑی تھی۔ عاصم نے اپنی عقل پہ ماتم کیا۔ اور خاموشی کے ساتھ کوٹ لے کر اس سے خود ہی پہن لیا۔ کیا پتہ پہنانا آتا بھی یا نہیں۔ رباب کا منہ لٹک چکا تھا۔

"پرفیوم۔۔"

رباب نے ایسے ہی منہ بنائے پرفیوم اس کی جانب بڑھا دیا۔ عاصم نے ایک نظر اس کے لٹکے ہوئے منہ پہ ڈالی اور پھر پرفیوم کے ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ کر خود کی جانب کھینچ لیا۔ وہ اس کے ہاتھ سے پرفیوم لے چکا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کو خود کے قریب کر چکا تھا۔ رباب کی نظر اٹھانے کی ہمت تک نہیں تھی۔ اس کی کمر عاصم کی جانب تھی۔ عاصم نے اسے شیشے میں دیکھا جو سر جھکائے شرمائی سی کھڑی تھی۔

"تمہیں سب کچھ کرنا آتا ہے بس ایک ناراض شوہر کو منانا نہیں آتا۔۔ شوہر ناراض رہے تو رہے۔۔ تمہیں کیا پرواہ۔۔۔"

عاصم نے شیشے سے اسے پکارا۔ وہ اسے سر جھکائے بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔

"نہیں۔۔ ایسا نہیں۔۔ میں نے کوشش کی تھی۔۔۔"

"کیا کوشش کی۔۔ ٹائی تو باندھنا تمہیں آتی نہیں۔۔ کوٹ پہنانا تمہیں نہیں آتا۔۔۔ اور پرفیوم کہا تو سیدھا ہاتھ میں تھما دیا۔۔۔"

عاصم نے اس کے سر سے سر مس کرتے ہوئے شکوہ کیا۔ وہ حیرت زدہ تھی۔

"اب نہیں آتی نہ باندھنی۔۔ بھائی نے کبھی مجھے باندھنے نہیں سیکھائی۔۔ اور مجھے کیا پتہ آپ کو کوٹ خود پہننا نہیں آتا۔۔ اور پرفیوم۔۔۔ پرفیوم ہاتھ میں ہی تو دیتے ہیں۔"

اس نے ایسے ہی منہ پھلائے جواب دیا۔ عاصم نے اس کو جواب کو غور سے سنا۔ اس کا دل چاہا کہ بس اپنی عقل پہ ماتم ہی کر لے۔۔

"ایسے لگاتے ہیں پرفیوم۔۔۔"

اس نے کہنے کے ساتھ ہی خود پہ اور رباب پہ پرفیوم سے دائرے کے رخ پہ چھڑکاو کر دیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ عاصم نے اسے ہنستے ہوئے دعا کی کاش کہ یہ پل یہیں رک جائے۔۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی رہے۔۔ اسے خود پہ عاصم کی نظریں محسوس ہوئیں تو شرما کر اس کے گھیرے سے نکلنا چاہا۔ مگر وہ اپنی پکڑ مضبوط کر چکا تھا۔

"رباب۔۔ میں تمہارے ساتھ زندگی کا ہر ایک پل جینا چاہتا ہوں۔۔ چاہے خوشی ہو یا غم۔۔ تم میرے ساتھ ہو گی۔۔ تو سب کچھ اچھا ہو گا۔۔ کیونکہ میرے زندگی میں راحت کا نام۔۔ صرف رباب ہے۔۔"

عاصم نے اس کا رخ خود کی جانب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے بھی۔۔"

وہ اقرار کرتے ہوئے اس کے کندھے پہ سر رکھ گئی۔ عاصم نے آسودگی سے اسکے گرد بازوں کا گھیرا کر کے آنکھیں موند گیا۔

اسے یقین تھا کہ ان کی زندگی میں اب کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔

**

"کیا آپ سچ میں جائیں گی؟"

بینش نے ریحانہ بیگم سے پوچھا۔ وہ پچھلے دو دن سے اس سے بات نہیں کر رہیں تھیں۔ فواد نے بھی اس سے کچھ خاص بات نہیں کی تھی۔

"ہاں۔۔ جا رہی ہوں۔۔ تیار ہو جاو جا کر تم بھی چل رہی ہو۔"

ریحانہ بیگم نے ویسے ہی منہ پھیرے ہوئے جواب دیا۔

"ایسے تو نہیں جاوں گی۔ منہ پھلایا ہوا ہے آپ نے۔۔"

بینش نے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔ لہجے سے شرارت واضح تھی۔

"بینششش! دماغ نہیں خراب کرو میرا۔۔ چپ چاپ جا کر تیار ہو جاو۔۔ جو کھچڑی تم دونوں دوستوں نے بنائی ہے نہ اس کو چکھنے کا ٹائم ہو چکا ہے۔۔"

"کیا کرو گے چکھ کے۔۔ آنسو ہی ملیں گے بس۔۔ اور کچھ نہیں۔۔۔"

ریحانہ بیگم نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں ان کی انگلیوں کے نشان ابھی تک باقی تھے۔ انہوں نے کبھی اس پہ ہاتھ نہیں اٹھایا تھا مگر اس دن وہ غصے میں ہاتھ اٹھا بیٹھیں۔

"امی! کیوں لے کر جا رہی ہیں۔۔ بھائی کو معلوم ہے کیا؟"

"بھائی نے ہی کہا ہے۔"

اسے خبر ہی نہیں ہوئی فواد کب اس کے ہمراہ آکر کھڑا ہوا۔ اور اسے جواب دیا۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں یہ سب کسی مجبوری میں کر رہا ہوں۔ میں یہ۔ سب اس لیے کر رہا ہوں کہ رباب کا میری بہن پہ قرض ہے۔ وہ قرض جو میری بہن اتارنا چاہتی ہے۔۔ اور میں صرف میری بہن کا قرض اتارنے میں مدد کر رہا ہوں۔"

"بھائی۔۔"

بینش نے فواد کو سمجھانا چاہا کہ وہ غلط سمجھ رہا ہے۔۔ مگر وہ اسے بیچ میں ٹوک گیا۔

"شششش! میں جانتا ہوں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ ادھر دیکھو میری طرف۔۔ میں عاصم سے ملا تھا۔ میں اس سے معافی مانگنے گیا تھا۔ مگر اس نے مجھے سے سوری کیا۔ یہ کہہ کر کر ساری غلطی حسام کی تھی۔ تم نے تو بس خود کو بچانا چاہا۔

آخر تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو وہ یہی کرتی جو تم نے کیا۔۔ تو حسام کی موت کا زمہ دار خود کو ٹھرانا بند کر دو۔ اس کی موت ایسے ہی لکھی تھی۔ تم اگر اسے روکنا چاہتی تب بھی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔۔"

فواد نے اسے اپنی اور عاصم کی ملاقات کے بارے میں بتایا۔ اس نے سب غائب دماغی سے سنا۔ ریحانہ بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔

"کیا سوچنے لگیں؟"

فواد نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"دیا۔۔آپ تو اس سے۔۔۔"

وہ کہتی کہتی رک گئی۔ ریحانہ بیگم نے اسکی عقل پہ ماتم کیا تھا۔ وہ کیا پوچھنے بیٹھی ہے اپنے بھائی سے۔

" بیوی عزت دینے کے لائق ہوتی ہے بینش۔ عزت سے بڑھ کر کبھی کوئی چیز کسی عورت کے لیے نہیں ہوتی۔۔اور شاید دیا کو بھی یہی کافی ہوگا۔۔کچھ عرصے تک جب تک کہ وہ کامیاب نہیں ہو جاتی۔"

وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا واپس کمرے میں چلا گیا۔ بینش ہلکے سے مسکرائی۔

"شرم کرو شرم۔۔بھائی ہے تمہارا۔۔کیا پوچھنے لگی ہو تم۔۔"

ریحانہ بیگم نے اسے ڈانٹا تھا۔

"کیوں کروں شرم؟ وہ تو میں بیچ کھائی ہے۔"

بینش نے مزے سے ریحانہ بیگم کے جملے کی نقل کی اور ان کے گلے میں جھول گئی۔

"باز آجاو بینش! باز آجاو۔"

وہ ان سنی کر گئی۔ وہ خوش تھی بہت خوش۔

****

"کارل! کہاں ہو تم؟ "کب تک آرہے ہو؟۔۔۔ٹھیک ہے میں ویٹ کرتی ہوں؟"

جینیفر فون پہ مصروف تھی۔ جب تھکا تھکا سا منصور گھر میں داخل ہوا۔ اسے وہاں دیکھ کر چونکا تھا۔

"جینیفر! کیسی ہو؟ تم یہاں کیسے؟"

اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔ تم سے ملنے آئی تھی۔"

"بیٹھو۔"

منصور نے اسے گارڈن میں رکھی چیر پہ بیٹھنے کو کہا۔

"کافی خوش لگ رہی ہو۔ کارل کے ساتھ زندگی کیسی جا رہی ہے؟"

منصور نے اسے خوش دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"ہاں خوش ہوں۔۔ کارل ہر طرح سے خیال رکھتا ہے میرا۔ میں کافی مطمئن ہو اس کے ساتھ۔۔'

منصور سمجھ سکتا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے جھوٹ کا گمان اس کے چہرے پہ ذرا بھی نہیں تھا۔ منصور صرف مسکرا دیا تھا۔

"منصور۔۔ تم نے اسے روکا کیوں نہیں؟ کیوں جانے دیا اسے پاکستان؟"

جینیفر نے اس سے آخر کہہ ہی دیا جو کہنے آئی تھی۔

"مام نے تمہیں سب بتایا ہے۔"

"ہاں۔۔ کیا نہیں بتانا چاہیے تھا۔"

جینیفر نے شکایت کی۔ منصور خاموش رہا۔

"اسے جانے کیوں دیا؟"

جینیفر نے اپنی بات دہرائی۔

"محبت میں زبردستی نہیں ہوتی۔۔آپ چاہ کر بھی کسی کو اپنی محبت کا قائل نہیں کر سکتے جب تک کہ اسے خود یقین نہ آجائے۔۔تم تو اچھے سے سمجھ سکتی ہو نہ۔۔"

منصور کی بات پہ اب خاموش جینیفر ہوئی تھی۔

"تو تم نے کوشش بھی نہیں کی؟"

"کی۔۔میں نے اسے یقین دلایا۔۔مگر شاید میری محبت میں کمی تھی جو اسے مجھ پہ اعتبار نہیں آیا۔"

وہ افسردہ تھا جبکہ ائیر پورٹ پہ بیٹھی عینی ماریہ سے ہمکلام تھی۔

"مجھے اس کی محبت پہ کوئی شک نہیں ماریہ۔لیکن مجھے خود پہ بھروسہ نہیں۔میں خود کو اس کے اہل نہیں سمجھتی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔"

ماریہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماریہ۔۔بس کرو میں فیصلہ لے چکی ہوں۔۔میں اب یہاں نہیں رہنا چاہتی۔۔مجھے مت روکو۔۔"

عینی اس سے رخ پھیر گئی۔

"یہ آخری سفر ہی تو ہے۔مجھے یہ تو تمہارے ساتھ گزارنے دو۔۔شاید پھر ملے نہ ملیں۔۔"

عینی کے ذہن میں کچھ دیر پہلے منصور کی کہیں باتیں گونج گئیں۔

"میں تمہیں جاتا ہوا نہیں دیکھ پاؤں گا۔۔اس لیے بس یہیں تک کا ساتھ۔۔تھا ہمارا۔۔تم۔جب تک چاہوں وقت لے لو۔عینی۔منصور تمہیں ہمیشہ تمہارا انتظار کرتا ملے گا۔"

اس کی آنکھ سے آنسو نے تھے۔اس کی فلائٹ کی اناؤسمنٹ ہو رہی تھی۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ماریہ اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔وہ رو رہی تھی۔اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی۔مگر کوئی سبب نہیں بن رہا تھا۔

"میں منصور احمد وعدہ کرتا ہوں۔۔میں مرتے دم تک تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس کے قدم تھمے تھے۔وہ روتی ہوئی نیچے بیٹھ گئی تھی۔ماریہ نے اسے واپس کھڑا کرنا چاہا تو سب بے سود رہا۔

"ماریہ۔۔میں نہیں جا سکتی۔۔۔میرا دل اسے چھوڑنے پہ رضامند نہیں ہے۔۔۔میں نہیں جا پا رہی۔۔۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"عینی"

"میں نہیں جا پاوں گی ماریہ۔۔میں نہیں رہ سکوں گی اسے چھوڑ کر۔۔"

ماریہ اسے گلے لگا گئی تھی۔وہ مسکرا دی تھی۔اسے اب کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔اس کی دوست خود کے دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی۔اس نے خود کو ڈھونڈتے جیری پہ نظر ڈالی۔۔اور اسے وکٹری کا نشان دیکھایا۔وہ مسکراتا واپس مڑ گیا۔۔اسے اب یہ خبر منصور کو سنانی تھی۔

**

"حسام جہانگیر۔۔۔۔دیکھو میں آج پھر یہاں ہوں۔"

بینیش نے اس کی قبر کے قریب کھڑے ہو کر اسے پکارا تھا۔

"کچھ بتانے آئی ہوں۔۔دیا۔۔تمہاری باربی ڈول۔۔۔اس کا رشتہ فواد بھائی کے لیے لے کر جارہی ہوں۔"

اس نے شاپر سے سرخ پھول نکال کر اس کی قبر پہ ڈالے تھے۔

"تم پر سکون ہو جاو۔۔۔سب لوگ تمہیں اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔۔کوئی تم سے نفرت نہیں کرتا۔۔سوائے میرے۔۔۔"

اس نے ہاتھ سے پھول قبر پہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہمیشہ اپنا سوچا۔۔۔تم نے سوچا۔۔لڑکی کو یقین نہیں تو مر کے دیکھاتے ہیں۔۔۔بزدل کہیں کے۔۔میں نہیں معاف کروں گی تمہیں۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا تھا۔

"میرے ان آنسوؤں پہ مت جانا۔۔میں بینش زبیر سب کو دھوکہ دیتی ہے۔۔۔تمہیں بھی دے رہی ہے۔۔۔"

اس کی آواز بھاری ہوئی تھی۔

"جھوٹ بہت۔اچھا بولتی ہو۔۔مگر مجھ سے نہیں۔۔۔میرے تمہارے جھوٹ کو ایسے پکڑ لیتا ہوں۔"

بینش نے آواز کی سمت میں دیکھا تو وہ سامنے ہی تو کھڑا تھا۔ہاتھ باندھے مسکراتا ہوا اسے دیکھتا ہوا۔وہ سن ہی تو ہوئی تھی۔

"حسام۔۔جہانگیر۔۔۔"

بینیش آہستگی سے کھڑی ہوئی۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ میں جانتا ہوں بینیش زبیر سب سے جھوٹ بول سکتی ہے مگر مجھ سے نہیں۔۔۔کہو سچ ہے نہ۔۔"

بینیش نے اثبات میں سر ہلایا۔اس کی آنکھوں میں آنسو واضح تھے۔

"مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

حسام دو قدم آگے بڑھ آیا تھا۔ بینیش اس وقت اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔"بہت زیادہ۔۔"

بینیش نے روتے ہوئے جواب دیا۔

"بس یہی کافی ہے۔۔اس اقرار کو سننے کے لیے تو میں کب سے انتظار کر رہا تھا۔"

"اور میں۔۔"بینیش نے اس سے پوچھا۔

"تم۔۔۔تمہیں تو کیا۔۔ساری دنیا کو پتہ ہے کہ حسام جہانگیر۔۔صرف بینیش کا تھا۔۔۔بینیش کا ہے۔۔۔۔اور بینیش کا ہی رہا مرتے دم تک۔۔"

حسام نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"بینیش۔۔"

حسام سے باتیں کر کے وہ خوش ہوئی۔اس سے پہلے وہ حسام کا ہاتھ پکڑتی اسکو کسی نے آواز دی تھی۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو احتشام وہاں کھڑا تھا۔اس نے واپس مڑ کر دیکھا تو حسام وہاں نہیں تھا۔وہ ہنس کر سر ہلا گئی۔

"میں سمجھی کہ شاید تم واقع ہی واپس آ چکے ہو۔"

وہ اپنی بے وقوفی پہ ہنستی آنسو پونچ گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے اپنا پرس اٹھا کر باہر کی جانب چلنا شروع کر دیا۔

"تمہارا انتظار۔۔۔"

"فضول ہے۔۔"

"میرے لیے نہیں۔۔"

"میں صرف اتنا کہوں گی باز آ جاو۔۔ محبت ایک بار ہوتی ہے۔۔اور بینش زبیر کو ہو چکی ہے۔۔اب دوبارہ نہیں ہوگی۔"

بینش نے ایسے ہی چلتے ہوئے اپنے ساتھ چلتے احتشام کو جواب دیا۔

"میرا بھی یہی جواب ہے۔مجھے بھی ہو چکی۔۔اب دوبارہ نہیں ہوگی۔۔"

احتشام نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔وہ اب قبرستان سے باہر نکل آئے تھے۔

"بینیش۔۔ بینیش۔۔"

تب ہی ایک شخص پھٹے ہوئے لباس میں اس کے قریب آیا تھا۔بینش دو قدم ٹھری تھی۔اس نے آگے بڑھنا چاہا تو احتشام نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"اسے بچا لو بینش۔۔وہ مر رہا۔۔صرف تم سے ملنا چاہتا ہے۔۔"

"دماغ ٹھیک ہے۔کیا بولے جا رہے ہو؟ ہو کون تم؟"

اس کے بجائے احتشام نے جواب دیا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

بینیش نے اس سے پوچھا۔

"وقاص۔۔"

بینیش نے تیوری چڑھائی تھی۔

"کون وقاص؟ اپنے کام سے کام رکھو۔۔یہ لو کچھ پیسے اور جاو یہاں سے۔۔"

احتشام نے اسے وہاں سے بھگانا چاہا۔

"کیوں ملنا چاہتا ہے مجھ سے۔۔کیا اس دن مجھے جان سے مار دینے کی کوشش میں ناکام ہونے کی وجہ بتانا چاہتا ہے۔"

"نہیں۔۔"

نعمان بس یہی کہہ سکا۔احتشام خاموش تھا۔

"میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔جاو جا کر بتا دو اسے۔۔۔"

وہ اسے بے رخی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔احتشام پیچھے پیچھے تھا۔

"نور کے لیے بھی نہیں۔۔۔"

بینیش کے قدم تھمے تھے۔

"اپنی دوست کے لیے اس سے مل لو۔۔۔صرف ایک بار۔۔۔"

"ساتھ چلو گے میرے۔۔"

"تمہیں ڈر لگتا ہے۔۔" وہ ہنسا تھا۔

"ہاں۔ خود سے کہیں اس کا قتل نہ کر دوں۔"

وہ کہتی نعمان کو آگے بڑھنے کا اشارا کر گئی۔

**

وقاص اس وقت ایک سرکاری ہاسپیٹل کے واڈ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔ مگر لبوں پہ صرف نور کے نام کی بازگشت تھی۔

"اسے نہیں پتہ تھا کہ نور اسی دن مر گئی تھی جب اس نے اسے جانے دیا تھا۔ یہ میں تھا جس نے اس سے سب کچھ چھپایا۔۔ اسے سب اسی دن معلوم ہوا تھا جب اس نے تمہیں اپنی گاڑی سے ٹکر ماری تھی۔"

نعمان نے اسے آگاہ کیا تھا۔ وہ دونوں کچھ فاصلے پہ کھڑے تھے۔ جبکہ نعمان وقاص کو جگانے میں مصروف تھا۔

"میرے بھائی اٹھ۔۔۔ میں لے آیا ہوں اسے۔۔۔ دیکھ۔۔ سامنے کھڑی ہے۔۔ بینیش۔۔ دیکھ اسے۔۔ آنکھیں کھول۔۔۔"

وقاص نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔۔ تو اسے سامنے پایا۔ جیسے مارنے کی کوشش میں اس کا یہ حال ہوا تھا وہ تندرست کھڑی تھی جبکہ وہ حالت مرگ میں تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے؟ میں نے تمہیں دوست کہا تھا۔۔ اور تم۔۔ تم نے اپنے مطلب کے لیے میرا استعمال کیا۔۔"

اسے حسام کی خود سے کی گئی بات یاد آئی تھی۔ وقاص نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیے۔

"مجھے معاف۔۔۔کردو۔۔۔"

"کبھی نہیں۔۔۔"

وہ فوراً سے کہہ کر واپس مڑی۔ نعمان کے بلانے پر بھی نہیں رکی تھی۔ وہ جیسے ہی باہر نکلی اس کے ساتھ ساتھ حسام باہر نکلا تھا۔

"تم پھر آ گئے۔۔"

"جہاں بینیش۔۔وہاں حسام۔۔۔"

وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہہ گیا۔

کہندے نے سب اکھیاں سچیاں
تم جیسی نہ تکیاں اکھیاں
کہندے نے سب اکھیاں سچیاں
تم جیسی نہ تکیاں اکھیاں
دن بھی جاگے رت جگا ہے
ہجر تیرا مجھے زہر لگا ہے

"تم مسکراتے کیوں رہتے ہو؟"

"کیونکہ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔"

حسام نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر تم مجھے اچھے نہیں لگتے۔"

اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"سچ میں۔۔"

"ہاں۔۔"

وہ ہنس دی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ احتشام وہیں رکا رہ گیا تھا۔ وہ اسے دور سے جاتا دیکھ رہا تھا۔ آس پاس سے گزرتے لوگ بینش کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کیا سمجھ رہے تھے بینش اس سے عاری تھی۔ اسے تو بس کچھ یاد تھا تو حسام۔۔ کچھ دیکھتا تھا تو حسام۔۔ اس کی اپنی دنیا تھی جہاں وہ حسام کے ساتھ خوش تھی اور اسے کسی اور کی ضرورت نہیں تھی۔

واری جاوں میں ساری ساری

واری جاوں میں ساری ساری

من رقصم رقصم تن رقصم

ما یارم پیارم غم رقصم

جو عشق کرے ہر دم رقصم

جو عشق کرے ہر دم رقصم

ان سب میں احتشام تھا جو بغیر کسی غرض کے بینش کے قدموں کی پیروی کر رہا تھا۔ ایک اور شخص خود کو بے مول کر کے عشق کو انمول کرنے چلا تھا۔

ہاری ہاری میں ہاری

من آنگن پہ عشق ہے طاری

**

ختم شدہ

اسلام و علیکم ریڈرز

ایک لمبے سفر کے بعد عشق بے مول کا اختتام ہوا۔ اس دوران آپ لوگوں کو میں نے بہت انتظار کروایا۔ آپ کو گلے بھی بہت رہے۔ لیکن میں اپنی مصرفیات کی وجہ سے ناول کو جلد ختم نہیں کر پائی۔ چلیں پہلے کرتے ہیں نور کی بات۔۔۔ جیسا کہ کہانی کے شروع میں تھا۔۔ یہ کریکٹر ریل ہے۔ اسکے علاوہ کریکٹر ریل نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ نور زندہ نہیں۔ آج وہ کریکٹر بھی زندہ نہیں۔۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ پاک اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے اور اس کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ لڑکیوں کی عزت نازک کانچ کی طرح ہوتی ہے۔ ایک ذراسی غلطی اور عمر بھر کا داغ۔ آپ چاہ کر بھی پھر اس داغ کو نہیں مٹا سکتے۔ ساری زندگی آپ اسے یاد رکھتے ہو۔ اور اگر بھولنے کی کوشش بھی کرو تو آس پاس کے لوگ اسے بھولنے نہیں دیتے۔ اس لیے لڑکیوں کو اپنی عزت کی پرواہ خود کرنی چاہیے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی بھی آکر آپ کو کچھ بھی کہہ کر چلا جائے اور آپ کچھ نہ کر سکیں۔۔ اسی لیے میں نے ان سب میں ایک سٹرونگ کریکٹر ڈالا ہے۔ جو اصل نور کی زندگی میں تو نہیں تھا مگر کریکٹر نور کی زندگی میں تھا۔۔۔ بنیش۔۔ جب کبھی کوئی بھی لڑکا کسی لڑکی کے ساتھ بھرے بازار میں مزاق کرتا ہے تو اس کا جواب تھپڑ کی صورت میں ہونا چاہیے جیسا کہ بنیش نے وقاص کے ساتھ کیا۔ وہ اس میں درست تھی۔

کسی بھی لڑکی کو چاہیے کہ وہ خود کا مزاق بنانے کی اجازت کسی بھی شخص کو نہ دے جیسا کہ نور نے کیا۔ رہی رباب کی بات تو دوستی میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ دوستوں کے غم خود کے دکھ۔ ان کی خوشی میں سب کچھ ٹھیک۔۔ کیا ہم سب ایسا نہیں کرتے۔۔ ہاں رباب نے خود کو ڈھال بنا لیا تھا۔۔ بینش کے آگے۔۔ عینی۔ سب سے یونیک کریکٹر۔ اس میں کونفیڈنس کی کمی تھی۔ جو اس کو خود پہ اعتماد نہیں کرنے دیتی تھی۔۔ اور یہی وجہ بنی کہ وہ آخر تک خود کو منصور کے قابل نہیں سمجھ پائی۔ عاصم جہانگیر۔ یہ کریکٹر ایسا ہی تھا جیسا کہ ہونا چاہیے۔ ایک اچھا بھائی۔۔ بیٹا۔۔ اور شوہر۔۔ بیوی پہ ہاتھ اٹھانا کبھی کسی مرد کی بہادری نہیں ہوتی۔۔ اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ رباب پہ

نہ تو کبھی ذہنی ٹارچر کیا گیا اور نہ جسمانی۔۔ یہ کبھی بھی ناول کا ٹاپک نہیں ہوتا۔ آپ پہ کو بے جا تشدد کرے اور آپ پھر اس کے عشق میں گرفتار ہوں۔۔ نہیں ایسا نہیں ہوتا اگر ایسا کوئی کرتا ہے تو لڑکی آئی تھنک ڈاکو رانی بننے کو زیادہ ترجیح دے گی نہ کہ محبوبہ بننے پہ۔۔ فواد اور دیا۔۔ دو معصوم کریکٹر۔۔ محبت کا مطلب یہ نہیں کہ پا لیا جائے۔۔ بلکہ دوسرے کی خوشی ہے۔ وہ خوش تو ہم خوش۔ اسے دکھ تو ہمیں تکلیف۔۔ فواد رباب کو عاصم کے ساتھ دیکھ کر خود ہی پیچھے ہٹ گیا۔ محبت میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ میں خوش نہیں تو اس کی زندگی بھی جہنم بنا دوں۔۔ نہیں ایسا نہیں ہوتا۔۔ جیری ماریہ اور جینیفر اور کارل۔۔ دو الگ الگ زندگیوں کے رہنے والے مگر ساتھ رہتے ہوئے کب ایک دوجے کے عادی ہو گئے۔۔ خبر ہی نہیں۔۔ اب آخر میں حسام کی بات۔۔ یہ کریکٹر شروع سے طے تھا کہ اس نے مرنا ہے۔ اسے مرنے کے لیے ہی ڈالا تھا۔ اور یہ بتانے کے لیے کہ عشق واقع ہی بے مول ہوتا ہے۔ اس کا کوئی مول لگا ہی نہیں سکتا۔ میں نے ان دنوں بہت سوچا کہ جو ریڈرز مجھے کہہ

رہیں ہیں کہ حسام کو زندہ کر دیں۔۔ میں ایسا کر بھی دیتی۔ مگر اس کے لیے پارٹ ٹو لکھنا پڑتا۔۔ اور دوسرا میرے باقی کرداروں کے ساتھ نہ انصافی ہو جاتی۔۔ میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے لیے دو دن سوچنے کے بعد پارٹ ٹو کا آئیڈیا چھوڑ دیا اور اس ناول کا یہیں پہ اختتام کیا۔

اللہ کرے آپ کو یہ پسند آئے۔ خوش رہیں آباد رہیں۔

زونیرا انجم

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com